TO COUNTER EXTREMISM, TERRORISM

تصوف اور آج کے صوفی

علی عباس

Marfat.com

Marfat.com

TO COUNTER EXTREMISM, TERRORISM

تصوّف اور آج کے صوفی

علی عباس

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

۲۹۷.۴۴۷
ت ۹۱۵ ع
علی عباس
۱۲۳۱۵۸
۲ر

297.4 Ali Abbas
Tasawaf Aur Aaj Kay Sufi/ Ali Abbas.-
Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2014.
279pp.
1. Islam - Sufism.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/ مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

2014ء
افضال احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-2724-0
ISBN-13: 978-969-35-2724-7

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 92-423-722-0100 / 92-423-722-8143 Fax: 92-423-724-5101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

Marfat.com

یہ کتاب میں اپنے

والد محمد ایوب، والدہ شکیلہ بانو، بیوی نوینہ ماما، بیٹی مائدہ علی

کے نام کرتا ہوں۔

اس کتاب کے لیے میں نے عظیم ہستیوں سے تعریفی کلمات نہیں لکھوائے کیونکہ میں نے آج تک کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جس میں کسی نے کوئی تنقید بھی کی ہو، بس تعریف ہی تعریف کرتے ہیں یا مصنف ان لوگوں سے لکھواتے ہیں جنہوں نے سب اچھا ہی اچھا کہنا ہوتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مصنف کے بارے میں	11
2	فائز ایچ سیال سے ملاقات	13
3	نصیب	16
4	تہمینہ درانی	18
5	نوکری نہیں ملتی	20
6	تعریف کا بہت مزا آتا ہے	24
7	تبدیلی کیوں نہیں آتی؟	26
8	صابر ملک جیسا شاگرد	28
9	سبطین شاہ سے ملاقات	29
10	افسوسناک واقعہ	30
11	پیار میں سب سے بڑی غلطی	31
12	کون سا اور کیسا شعبہ اختیار کریں	33
13	الہام اور وسوسے میں فرق	38
14	دوسروں کا خیال کم دکھاوا زیادہ	39

Marfat.com

15	انسان چار چیزوں کا مجموعہ	41
16	ابابیل کی زندگی بہترین	44
17	تسبیح کیسے اثر انداز ہوتی ہے	46
18	صوفی سے تعلق کیسے بنائیں؟	48
19	ذکرواذکار	50
20	پروفیسر احمد رفیق اختر	51
21	سرفراز اے شاہ	54
22	سرفراز اے شاہ کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو	56
23	سرفراز اے شاہ کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: عشق اور عقل	63
24	بابا عرفان الحق	71
25	بابا عرفان الحق کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو	73
26	بابا محمد یحییٰ خان	82
27	بابا محمد یحییٰ خان سے یادگار ملاقات	85
28	بابا یحییٰ خاں کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: فقر اور درویشی	91
29	عبداللہ بھٹی	97
30	عبداللہ بھٹی کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو	100
31	عبداللہ بھٹی کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: روحانیت	105
32	عبداللہ بھٹی کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: تصوف پر کئے جانیوالے اعتراضات	118
33	عبداللہ بھٹی کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: تقدیر اور تدبیر	127
34	عبداللہ بھٹی کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: ذکرواذکار	135

Marfat.com

35	سید بلال قطب	141
36	سید بلال قطب کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو	143
37	سید بلال قطب کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: غصہ	150
38	سید بلال قطب کی ویلیو ٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: جادو کی حقیقت	157
39	سید بلال قطب کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: وسیلہ	162
40	سید بلال قطب کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: خودشناسی	168
41	سید بلال قطب کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: اسلام میں عورت کا مقام	175
42	سید بلال قطب کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: قبر کا عذاب	184
43	سید بلال قطب کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: فرقہ واریت	192
44	سید بلال قطب کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: تصور خدا مختلف مذاہب میں	201
45	صوفی شوکت علی قادری	208
46	صوفی شوکت علی قادری کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو	210
47	منیر بھٹی	219
48	منیر بھٹی کا لیکچر: "How To Be A Millionaire"	221
49	امیر محمد اکرم اعوان	228
50	احمد جاوید	235
51	خانم طیبہ بخاری	239
52	بانو قدسیہ	249

Marfat.com

53	اوریا مقبول جان کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو	255
54	اوریا مقبول جان کی ویلیوٹی وی کے پروگرام تصوف میں شرکت' موضوع: ثقافت اور صوفی ازم	263
55	ایرانی کونسل جنرل حسین بانی اسدی کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو	269
56	جسٹس جاوید اقبال	273

Marfat.com

مصنف: علی عباس
تحریر و ترتیب: اسلم صدیق
پروف ریڈر: نورالعین/ظفر سعید
پروڈیوسر Value TV: ندیم ڈار
پروڈکشن: عابد ایوب

یہ کتاب میرے روزنامہ ''نئی بات'' کے انٹرویوز اور Value TV کے پروگرام ''تصوف'' کو مرتب کر کے تیار کی گئی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

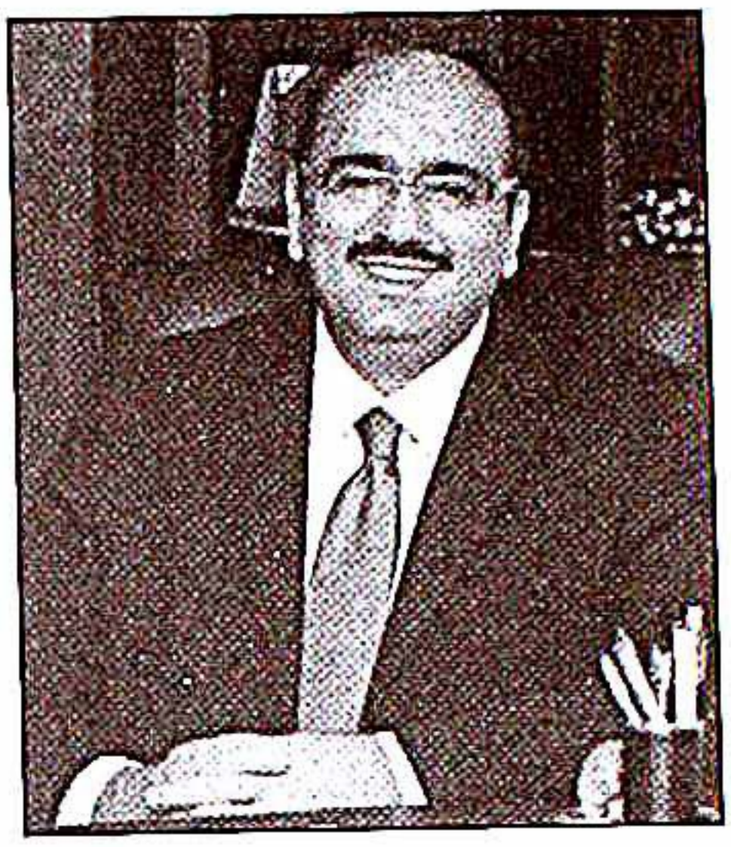

Tribute To,

چوہدری عبدالرحمٰن

چیئرمین سپیریئر گروپ آف کالجز

چیف ایڈیٹر روزنامہ ''نئی بات''

میں چوہدری عبدالرحمٰن صاحب کا شکر گزار ہوں جن کی سرپرستی اور گائیڈنس کی وجہ سے میں اس قابل ہوا کہ مجھے کام کرنے کے بہت سے مواقع ملے۔ چوہدری صاحب نے میرے ہرInitiativeکوسپورٹ کیا تو میں اس قابل ہوا کہ یہ کتاب لکھ سکوں۔ چوہدری عبدالرحمٰن پاکستان میں ایک بہت بڑی Success Story ہیں' جنہوں نے 13 سال کے عرصہ میں ایک چھوٹی سی اکیڈمی سے ایک بہت بڑا ایجوکیشنل نیٹ ورک بنایا اور بہترین اخبار کا بھی اجراء کیا۔ بے شمار لوگوں کے ٹیلنٹ کو سمجھتے ہوئے ان کی زندگیوں کو کامیاب بنایا اور معاشرے کا فعال شہری بنایا۔ ایک دن چوہدری صاحب کی طرف سے حکم آیا کہ علی عباس اور آصف عزیز کیریئر کونسلنگ پر انٹرویو کریں گے۔ میں نے اس سے پہلے کبھی انٹرویو کے سپیلنگ بھی نہیں لکھے تھے اور نہ ہی زندگی میں کبھی سوچا تھا کہ میں کبھی خود انٹرویوز لوں گا' یہ چوہدری صاحب کی نظر تھی جس کی وجہ سے میرے اندر چھپا ٹیلنٹ باہر آیا۔

Marfat.com

Marfat.com

مصنف کے بارے میں

علی عباس 9 نومبر 1979ء کو دبئ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دبئ میں ہی حاصل کی پھر فیملی کے ساتھ اقبال کے شہر سیالکوٹ شفٹ ہو گئے۔ بچپن میں ہی ایک دستانے ایکسپورٹ کرنے والی کمپنی میں نوکری شروع کر دی' پھر لاہور شفٹ ہوئے تو فوٹو کاپی مشین کی نوکری کی' پھر وہاں سے دبئ نوکری کے لیے چلے گئے۔ اڑھائی سال ایڈمن میں کام کر کے جب واپس پاکستان آئے تو ایکسپورٹ کا بزنس شروع کیا جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے' پھر ان گنت ٹریننگ پروگرامز' سیمینارز' ورکشاپس اور مذہبی لیکچرز اٹینڈ کیے اور سپیریئر گروپ آف کالجز میں بطور اچ آر آفیسر ٹریننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کام شروع کر دیا۔ اب سپیریئر گروپ کے اخبار ''نئی بات'' میں بطور انچارج کمیونی کیشن اینڈ ریلیجن کام کر رہے ہیں۔

علی کو ہر وقت سیکھنے اور جاننے کی جستجو رہتی ہے جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر فلسفے' سائیکالوجی' انتھراپالوجی' مذہب' روحانیت' تصوف' تاریخ' اردو ادب' آرٹ' اچ آر ڈی کی محفلوں میں پائے جاتے ہیں' یہاں تک کہ یہ لگن ان کو لندن تک لے گئی۔ وہ جب ان محافل میں جاتے تو یہ دیکھ کر بہت افسردہ ہوتے کہ اتنے کم لوگ کیوں ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں فیشن شوز' میوزیکل پروگرامز اور فلم میں لوگ جانے کیلئے ترس رہے ہوتے ہیں یا فقیروں کی طرح پاس مانگ رہے ہوتے ہیں حالانکہ علمی محافل میں لوگوں کو بڑے ادب و احترام سے بٹھاتے ہیں اور مفت چائے اور کھانا کھلایا جاتا ہے۔ بس اس دن سے علی نے زندگی کا مشن بنایا کہ لوگوں کو علمی محفلوں کی طرف راغب کرنا ہے' فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا کرنی ہے اور اپنے اردگرد کے لوگوں کی زندگی میں ویلیو ایڈ کرنی ہے جس سے مقصد ان کا اپنا ہی پورا ہوتا تھا' تسکین نفس۔

Marfat.com

علی BRAND POSITIONING, HRD, ADMIN, PR DEVOLOPMENT,
EVENT MANGEMENT, ADVISOR EDUCATION, PURCHASER,
JOURNALIST, ORGANISATION DEVOLOPMENT, PEOPLE
MANAGMENT, CONCEPTUAL DESIGN OF TV PROGRAMES,
کے طور پر مختلف INCHARGE RELEGIOUS AFFAIRS AND TV ANCHOR
آرگنائزیشنز میں کام کر چکے ہیں۔

Marfat.com

فائز ایچ سیال سے ملاقات

ایک دفعہ چیمبر آف کامرس گیا تو ہال کے دروازے سے جھانکا' اندر ایک لیکچر چل رہا تھا۔ کرسیاں بہت خوبصورت لگی ہوئی تھیں' محض ان کرسیوں کو دیکھنے کی غرض سے اور لیکچر ختم ہونے کے بعد گپ شپ کی نیت سے فرنٹ لائن میں بیٹھ گیا اور بیٹھتے ہی سوچا کہ پیچھے کرسیوں پر دیکھنا معیوب لگے گا لیکچر سنتا ہوں بعد میں قسمت آزماؤں گا۔ مقرر فائز ایچ سیال تھے جو کارپوریٹ ورلڈ میں ایک مایہ ناز نام ہیں۔ بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی سب سے مشہور کتاب The Road To Success ہے لیکن میں ان کے بارے میں اس وقت کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ لیکچر کے دوران مجھ سے مخاطب ہوگئے اور مجھ سے سوال جواب کرنے لگے۔ میں نے سوچا یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ Decision Making And Problem Solutioning کے عنوان پر گفتگو ہو رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد مجھ پر سحر طاری ہوگیا اور ڈیڑھ گھنٹہ کیسے گزرا کچھ پتہ نہ چلا۔ اتنی خوبصورت باتیں میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھیں اور نہ ہی پڑھی تھیں۔ میں فائز سیال کا مکمل طور پر مرید ہو چکا تھا۔ لیکچر ختم ہوا تو ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ میں نے بھی خوشی کا اظہار کیا پھر آٹو گراف کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جیسے لوگ کسی سٹار کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس رہے ہوتے ہیں' اس سے سلام لینے اور ملنے کی خواہش کرتے ہیں۔ میں ایک سائیڈ پر کھڑا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا' بس اسی وقت میں نے فیصلہ کیا کہ میں بھی ان جیسا ٹرینر بنوں گا۔ جب آخر پر فائز سیال جانے لگے تو انہوں نے اپنے وزیٹنگ کارڈ ٹیبل پر رکھ دیئے۔ تمام لوگ ٹیبل پر جھپٹے جیسے کئی دنوں کا بھوکا شخص روٹی پر جھپٹتا ہے۔ میں نے بھی فوراً کارڈ اٹھا لیا۔ اس وقت تک میں نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا' لڑکیاں اور دنیا بھول چکا تھا اور پیدل چلتے چلتے دل میں سوچنے لگا کہ یہ اس صدی کا شخص اتنا انسپائریشنل ہے تو رسول خداؐ کتنے زیادہ لوگوں کو متاثر کرتے ہوں گے۔

پھر اگلے ہی دن میں نے فائز سیال صاحب کو فون کیا اور ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے کہا آپ میری کتاب

Marfat.com

The Road To Success پڑھ لیں۔عموماً پہلی ملاقات میں جو گفتگو ہوتی ہے وہ ساری باتیں آپ کو کتاب میں مل جائیں گی۔ میں تھوڑا سا مایوس ہوا۔صرف ملنے کی غرض سے کتاب حرف بہ حرف پڑھی۔صرف اس نیت سے کہ میں نے ملنا ہے کہیں کتاب میں سے کسی موضوع پر بات نہ ہو جائے۔ پانچ دن میں کتاب دن رات ایک کر کے پڑھ لی۔گھر والے بھی بہت پریشان ہوئے کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔میں نے پھر فائز سیال کو بہت فون کئے لیکن وہ مصروفیت کی وجہ سے وقت نہ دے سکے۔میں نے ان کے آفس کے چکر لگانا شروع کر دیئے' اس دوران کتاب ایک بار پھر پڑھ لی۔آخر کار تنگ آ کر میں نے ایک دن فیصلہ کیا کہ فائز صاحب کے آفس جا کر بیٹھ جاتا ہوں' جب بھی اندر سے باہر یا باہر سے اندر جائیں گے تو پارکنگ میں پکڑ لوں گا۔ میں انتظار کر رہا تھا اور دل میں خواہش تھی کہ پوری دنیا کو فائز صاحب کی تعلیمات سے آگاہ کروں۔ جو تبدیلی میں اپنے اندر محسوس کر رہا تھا چاہتا تھا کہ وہ پوری دنیا میں آ جائے۔سوچ ہی رہا تھا کہ فائز صاحب باہر آ گئے۔میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔تھوڑی دیر گفتگو ہوئی۔ فائز صاحب نے پھر مجھے کچھ گائیڈ لائنز دیں اور میں علم کی تلاش میں نکل پڑا۔ پھر میں نے لوگوں کو فائز صاحب کی کتابیں اور کیسٹیں متعارف کرانی شروع کیں اور مزید لیکچر سننے شروع کئے۔ جہاں کہیں بھی فائز صاحب کے لیکچر کا پتہ چلتا پہنچ جاتا۔اب فائز صاحب نے بھی مجھے نوٹس کرنا شروع کر دیا تھا۔اس وقت تک مجھے فائز صاحب کی مصروفیت اور قد کا اندازہ ہو چکا تھا۔ پھر ایک دن طے پایا کہ میں الحمراء ہال میں تقریباً 700 لوگوں کا The Road To Success کے عنوان پر لیکچر آرگنائز کرواؤں گا۔فائز صاحب کو بڑی مشکل سے راضی کیا۔ ہمیشہ کی طرح لیکچر بہت اچھا ہوا۔میرے دل میں وزیٹنگ کارڈوں والی بات تھی جب فائز سیال کے کارڈوں پر عوام جھپٹی تھی۔ میں نے اپنے بہت مہنگے کارڈ پرنٹ کروائے اور 200 کارڈ وہاں رکھے مگر افسوس صرف تین لوگوں نے میرے کارڈ اٹھائے۔ مجھے بہت مایوسی ہوئی۔ پھر لیکچر آرگنائز کروانے کا ایک سلسلہ چل پڑا۔لوگوں سے بہت داد ملتی تھی۔ لوگ اپنی کہانیاں سناتے تھے تو میں بہت Motivate ہوتا تھا لیکن بہت بعد میں مجھے پتہ چلا کہ یہ سارا کام میں خدمت خلق کے لیے نہیں کر رہا تھا۔لوگوں نے مجھے کہنا شروع کیا کہ آپ بہت اچھا کام کر رہے ہیں' انسانیت کی خدمت اور فلاح کیلئے کام کر رہے ہیں۔ میں نے لوگوں کو جواب دیا کہ میری جدوجہد نہ تو خدا کیلئے ہے اور نہ ہی انسانیت کیلئے' یہ سب میں اپنی Self Projection اور اپنے شوق کے لیے کر رہا ہوں۔ مجھے شعروشاعری سے لگاؤ نہیں ہے اور نہ ہی مجھے شعروشاعری سمجھ آتی ہے لیکن مجھے یہ شعر بہت پسند ہے:

اپنی تکمیل کر رہا ہوں میں
ورنہ تجھ سے تو مجھ کو پیار نہیں

یہ شعر میری پرسنیلٹی کے عین مطابق ہے۔

اس سیمینار کے بعد میرے فائز صاحب سے اچھے تعلقات بن گئے۔ فائز صاحب نے اپنے ایک لیکچر میں کہا کہ کسی بھی کامیابی کے لیے 20 سال دن رات درکار ہوتے ہیں پھر میں نے ٹرینر بننے کا خیال دل سے نکال دیا۔سوچا مقصد

Marfat.com

تو علم پھیلانا ہے اور اگر خود ٹرینر بننے نکلا تو اس میں بیس سال لگ جائیں گے تو لہٰذا فائز صاحب کے ہی لیکچرار بھرتی کرواتا رہتا ہوں اور مجھے اس بات کا بھی جلد اندازہ ہو گیا کہ ٹرینر بننے کے لیے بہت محنت اور پڑھائی درکار ہے۔ بس پھر فائز صاحب والا پہلا لیکچر جب میں نے ارینج کروایا تو میری جیب سے پچاس ہزار روپے لگ گئے لیکن میں نے علمی شخصیت سے تعلق بنانے کا آرٹ سیکھ لیا۔ پھر میں نے دوسرے سکالرز کے ساتھ بھی کام کرنا شروع کر دیا۔ میں سارا دن لیکچرز اٹینڈ کرتا اور لیکچرار بھرتی کروانے کی پلاننگ کرتا رہتا۔ اسی دوران چوہدری عبدالرحمٰن سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے فائز صاحب کا ایک لیکچر سپیریئر گروپ آف کالجز کے ساتھ مل کر کروایا۔ اس لیکچر کے بعد چوہدری عبدالرحمٰن نے مجھے جاب آفر کی جس کو میں نے بڑی خوش اسلوبی سے قبول کر لیا۔

Marfat.com

نصیب

میرے دوست اکثر و بیشتر شکایت کرتے نظر آتے ہیں کہ اللہ نے ہمارا نصیب اچھا نہیں بنایا' ہم بہت کوشش اور محنت کرتے ہیں لیکن بات نہیں بنتی۔ اگر میں یہ پوچھوں کہ کیا آپ محنت صحیح سمت میں کرتے ہو تو برا مان جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جادو کا اثر ہے' کوئی غربت اور کوئی اپنی تقدیر کا رونا روتا ہے جبکہ کوئی غریب گھر میں پیدا ہونے کا شکوہ کرتا ہے۔ میں نے اس تقدیر کے معاملے کے بارے میں بہت سوچا ہے' جب انسان اپنی ناکامیاں کسی اور ذات پر ڈالتا ہے تو اس سے اس کا ایک نقصان ہوتا ہے کہ وہ اپنی غلطی کو سنوار نہیں پاتا۔ انسان جب اپنی ناکامی کو حکومت' گھرانے یا تقدیر پر ڈال دیتا ہے تو اس سے سائیکالوجیکل اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کی طرف نظر نہیں ڈالتا اور نہ ہی خود کو اپنی ناکامی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے لہٰذا وہ اس الجھن سے کبھی نکل ہی نہیں پاتا۔ جب بھی کوئی تقدیر کا حوالہ دیتا ہے مجھے وہ سکھ یاد آجاتا ہے جس نے گورنمنٹ کالج یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور تمام مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ میں ٹاپ کر کے دکھاؤں گا۔ وہ اپنی بودھی کے ساتھ رسی باندھتا اور اس کا ایک سرا پنکھے کے ساتھ باندھ دیتا اور ساری ساری رات کھڑے ہو کر پڑھتا رہتا۔ جیسے ہی اسے اونگھ آتی اس کو پنکھے سے بندھی رسی کا جھٹکا لگتا اور وہ دوبارہ اٹھ کر پڑھنے لگ جاتا۔ ساری ساری رات کھڑا ہونے کی وجہ سے اس کے پاؤں سوجھ جاتے لیکن بالآخر اس نے ٹاپ کر لیا۔ اس لگن سے محنت کرنے کے بعد اگر ناکامی ہوتی ہے تو بندہ گلہ کرتے ہوئے بھی اچھا لگتا ہے۔ تقریباً تمام صوفیا کرام کم سونے اور کم کھانے کی ترغیب دیتے ہیں کیونکہ اگر آپ کم کھائیں گے تو نیند بھی کم آئے گی اور آپ زیادہ سے زیادہ پراڈکٹو وقت گزار سکتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں تو لوگوں کی اولین تفریح کسی ریسٹورنٹ میں کھانا کھانا ہے اور اپنے تمام دوستوں اور رشتہ داروں کو بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ ہم نے فلاں ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا' بھلا سوچیے یہ بھی کوئی بتانے کی بات ہے۔ میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو فخر سے کہتے ہیں کہ آپ کسی بھی بڑے ریسٹورنٹ کا نام لیں میں نے وہاں کھانا کھایا ہوگا۔ ویسے بھی ایک ریسرچ کے مطابق جس شخص کی

Marfat.com

Low Self Esteem ہوتی ہے وہ تین کام ضرور کرتا ہے' زیادہ کھاتا ہے' زیادہ سوتا ہے اور آہستہ چلتا ہے۔ پہلے دو کاموں پر زیادہ تر لوگ متفق ہیں آخری کام میں اختلاف ہے۔ مجھے جب اس بات کا شعور آیا کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا چاہئے تو میں نے تقریباً چھ سال لوگوں سے یہی پوچھنے میں لگا دیئے کہ ترجمہ اور تفسیر کس کا پڑھنا چاہئے بالآخر اللہ نے یہ مشکل بھی آسان کی۔ میرے ہاتھ کرنل عمر بشیر صاحب کا ترجمہ لگ گیا اور اس نے ایسا پکڑا کہ اس سے پہلے کسی ترجمے کی مجھے زیادہ سمجھ نہیں آئی تھی۔ کرنل صاحب نے قرآن کا ترجمہ قرآن التحقیق کے نام سے شائع کیا اور پوری کوشش کی کہ قرآن کی روح سے زیادہ سے زیادہ روشناس کروایا جا سکے۔

Marfat.com

تہمینہ درانی

گزشتہ دنوں لاہور لٹریری فیسٹیول میں جانے کا اتفاق ہوا تو اس بات کا اندازہ ہوا کہ کتابیں پڑھنے والوں کی تعداد میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہوا ہے۔ الحمراء کے تینوں ہالوں میں بیک وقت کتابوں کے مصنف میزبان کے ساتھ بیٹھ کر اپنی کتاب کے متعلق بات کر رہے تھے۔ سب سے خوبصورت بات یہ تھی کہ وہ گفتگو کے آخر میں لوگوں کے سوالات کے جواب بھی دے رہے تھے جنہیں لوگ انہماک سے سن رہے تھے۔ تینوں ہال کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔

مجھے توشیبا سرور جو کہ ایک کارپوریٹ ٹریز ہیں کا میسج آیا جس میں لکھا تھا کہ تہمینہ درانی کا سیشن ساڑھے تین بجے ہے۔ میری کم علمی اور جہالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ میں نے توشیبا سے پوچھا یہ تہمینہ کون ہے؟ انہوں نے ان کے بارے میں بتایا اور کافی تعریفی کلمات بھی ادا کئے' میں ایسے کلمات سننے کا عادی تھا اس لئے زیادہ توجہ نہ دی۔ اتوار کی صبح LLF میں جانے کی وجہ سے بیوی سے لڑائی ہو گئی اور میں گھر سے نکل آیا۔

تہمینہ کا میسج بھی میرے ذہن میں تھا' جب وقت قریب آیا تو سوچا پہلے ہی جا کر بیٹھ جاتا ہوں تا کہ مناسب جگہ مل جائے لیکن وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ہال پہلے ہی کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ میں سٹیج کے پاس زمین پر ہی بیٹھ گیا اتنے میں نادیہ جمیل ایک خاتون کو لے کر آئیں جنہوں نے سرخ لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ نادیہ نے انہیں مجھ سے پیچھے والی سیٹ پر بٹھا دیا۔ اچانک دروازے بند ہو گئے' ہٹو بچو کی آوازیں سنائی دینے لگیں' میری نظریں بھی گیٹ کی طرف مرکوز ہو گئیں کہ تہمینہ اب آنے لگی ہیں۔ سٹیج پر بیٹھی LLF کی صدر نصرت جمیل نے سیشن کے آغاز کے بارے میں بتایا' اسی اثناء میں سیشن میزبان شاہد زاہد سٹیج پر آ گئے۔

میری نظریں ابھی تک گیٹ پر لگی ہوئی تھیں۔ میں بار بار یہی سوچ رہا تھا کہ میزبان تو آ گئے ہیں پھر ابھی تک تہمینہ کیوں نہیں پہنچیں' اتنے میں تہمینہ کا نام سٹیج پر پکارا گیا تو وہی سرخ لباس میں ملبوس خاتون اٹھ کر سٹیج پر چلی گئیں' مجھے اپنی کم علمی

Marfat.com

پر بہت ہنسی آئی' مجھے احساس ہو چکا تھا کہ میرے پیچھے بیٹھی خاتون ہی تہمینہ تھیں۔ میزبان نے ان کے تعارف میں ایک بات کہی جو میرے دل میں بیٹھ گئی' انہوں نے بتایا کہ تہمینہ کی کتابوں کا 39 زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ میرا سر فخر سے بلند اور سینہ چوڑا ہو گیا اور جب یہ کہا کہ پاکستان میں تہمینہ کی کتابوں کا ترجمہ دوسرے مصنفین کی کتابوں میں سرفہرست ہے تو خوشی حسد میں تبدیل ہو گئی۔ میں نے سوچا کسی مرد کی کتابوں کا اتنی زبانوں میں ترجمہ کیوں نہیں ہو سکا۔ پھر تہمینہ کی گفتگو شروع ہوئی اور میں ڈیڑھ گھنٹہ اس میں محو ہو کر رہ گیا۔ گفتگو کا ہر لفظ' ہر جملہ اتنا پختہ اور دل کی گہرائیوں سے نکل رہا تھا کہ دل میں ہر لمحہ یہ خیال تھا کہ سیشن کے بعد مل کر اپنی ایک پانچ سالہ پرانی خواہش کا اظہار کروں' میں پچھلے پانچ سال سے کسی ایسی خاتون کو ڈھونڈ رہا ہوں جس نے پاکستان میں قرآن کا ترجمہ اور تفسیر کی ہو لیکن ابھی تک میں اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ تہمینہ کی گفتگو سن کر دل میں خیال آیا اللہ یہ کام تہمینہ سے لے لے۔ لوگ ہال میں آتے جا رہے تھے۔

جتنی عوام ہال کے اندر تھی اتنی ہی باہر تھی' ہر شخص کی کوشش تھی کہ اسے ہال میں جگہ مل جائے۔ تہمینہ اپنی گفتگو میں اپنے والد کے انتقال کا بتاتے ہوئے آبدیدہ ہو گئیں جو دو سال پہلے فوت ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پٹھان بیک گراؤنڈ کے ہوتے ہوئے میرے لئے وومن رائٹس کی بولڈ کتاب لکھنا بہت مشکل تھا اور میں نے اس کی بہت بڑی قیمت ادا کی ہے۔ عبدالستار ایدھی کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ایدھی صاحب سوشل ورکر نہیں ہیں' وہ ایک ٹرانسفارمر ہیں اور وہ کہتے ہیں میرے مشن کا تنظیمی ڈھانچہ بنانے میں بلقیس ایدھی کا نوے فیصد کردار ہے۔ تہمینہ نے طنزیہ انداز میں کہا کہ کتنے مرد ایسے ہیں جو اپنی بیوی کو اتنا بڑا کریڈٹ دیتے ہیں' سارے ہال میں مردوں کی ہنسی دیر تک گونجتی رہی۔ ساری گفتگو میں نادیہ جمیل لوگوں کو ڈانٹتی اور چپ کرواتی رہیں۔ گفتگو کے دوران میزبان نے کہا کہ تہمینہ کی نئی کتاب کی تقریب رونمائی 9 مارچ کو الحمراء میں ہے۔ میں ساری گفتگو سننے کے بعد مکمل طور پر متاثر ہو چکا تھا اور ملنے کی خواہش مزید بڑھ گئی تھی' سوچا گفتگو ختم ہونے سے پہلے ہی اٹھ جاتا ہوں اور پنک روم میں بیٹھ جاتا ہوں تو ہی ملاقات ہو سکے گی' تہمینہ کے آنے کے بعد سکیورٹی وجوہات کی بناء پر روم میں کوئی داخل نہیں ہونے دے گا۔ میں سوچتا رہا کہ کون سا سوال پہلے کرنا ہے' بات کہاں سے شروع کرنی ہے۔ سوچتے سوچتے ایک گھنٹہ گزر گیا اور بعد میں پتہ چلا کہ تہمینہ جا چکی ہیں' پھر سٹال سے دو کتابیں "My Feudal Lord" اور "Abdul Sattar Edhi Autobiography" خریدیں۔ میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا کہ لوگ کتاب پر سائن کروانے کیلئے مصنفوں کے پیچھے پیچھے کیوں دوڑتے رہتے ہیں۔ میں نے کبھی کسی مصنف کے پیچھے دوڑ کر سائن نہیں کروائے لیکن آج جب یہ جذبات پیدا ہوئے تو سمجھ میں آیا لیکن سائن کرنے کیلئے تہمینہ وہاں نہیں تھیں۔

Marfat.com

نوکری نہیں ملتی

میرا بڑا بھائی علی رضا اکثر میرے لئے نئی نئی نوکریاں ڈھونڈ کر لاتا جسے میں کرنے سے انکار کر دیتا تھا کیونکہ وہ کام میرے شوق کے مطابق نہیں ہوتے تھے۔ میں چار سال بے روزگار رہا جس کی وجہ سے بھائی اور گھر والوں سے تعلقات بھی خراب رہے۔

مجھ سے اکثر سٹوڈنٹس پوچھتے ہیں کہ نوکری حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا چاہئے۔ میں کہتا ہوں مندرجہ ذیل 9 کام کیا کرو:

1- جتنے زیادہ ہو سکیں سیمینارز اور ورکشاپس اٹینڈ کرو' اس سے اعتماد بحال ہوتا ہے اور آپ کو کارپوریٹ پروفیشنلسٹ سے ملنے کا موقع بھی ملتا ہے اور انہیں لوگوں کو آپ نے انٹرویو دینا ہوتا ہے۔ جو لوگ انٹرویو دینے سے پہلے گھبرا رہے ہوتے ہیں' ہاتھوں میں پسینہ آ رہا ہوتا ہے وہ کافی حد تک کنٹرول ہو جاتا ہے جب آپ انہیں پہلے سے ملے ہوں۔

2- جہاں بھی Walk in interview کا اشتہار دیکھیں وہاں پہنچ جائیں۔ آپ جتنی بھی تیاری کر لیں زیادہ چانس ہے آپ عین وقت پر کنفیوژ ہو جائیں گے۔ زیادہ سے زیادہ Walk in interview انٹرویو میں تیار ہو کر جائیں' اگر نوکری نہ ملے تو ان سے جا کر کہیں کہ میں آپ سے صرف دو منٹ لوں گا' آپ نے مجھے نوکری نہیں دی اس بات کو میں نے مان لیا' بس مجھے میری کمزوری بتا دیں' میں اپنے آپ کو ٹھیک کرنا چاہتا ہوں۔ ایسے اگر آپ نے دس انٹرویو دیئے ہیں اور ہر انٹرویو لینے والا آپ کو ایک ایک کمزوری بھی بتا دے تو سوچئے آپ کو اپنے بارے میں کتنی معلومات حاصل ہو جائیں گی اور آپ کتنی آسانی سے باری باری ان کمزوریوں کو دور کر سکتے ہیں۔

3- جہاں بھی انٹرویو کے لیے جائیں اس کمپنی کی پوری ویب سائٹ وزٹ کر کے جائیں' اس سے بھی آپ کا اعتماد

Marfat.com

بہت بڑھے گا کیونکہ جتنا کسی کے بارے میں علم ہوتا ہے اتنی ہی آپ اچھی اور معیاری گفتگو کر سکتے ہیں۔

4- جس کمپنی میں جانا ہو ایک دن پہلے اس کمپنی کا وزٹ کریں۔ ممکن ہو سکے تو کسی سٹاف ممبر سے گپ شپ لگائیں اور سیدھا کہیں کل میرا آپ کی کمپنی میں انٹرویو ہے' مجھے تھوڑا اپنی کمپنی کے بارے میں بتائیں' کیا چیلنجز ہیں اور کیا مواقع ہیں۔ اس ممبر سے زیادہ سے زیادہ سوال پوچھنے کی کوشش کریں۔ کوشش کریں کہ کمپنی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات اور ڈیٹا آپ کے پاس آجائے۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کوئی بھی سٹاف ممبر ہماری بات کیوں سنے گا' کیوں ہمیں ٹائم دے گا۔ یقین کیجئے ایسا کرنے سے آپ کا بہت اچھا امپریشن پڑے گا اور تقریباً ہر Employee اپنی کمپنی کے بارے میں بتا کر بہت خوش ہوتا ہے اور اس طرح اس کا کتھارسز بھی ہو جاتا ہے۔ (یہ Employee تو سٹوڈنٹس کو ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں کہ کوئی ان کی بات سنے)

5- اپنی ڈگری کے آخری مرحلے میں اپنی فیلڈ سے Relevant لوگوں سے ملا کریں اور ایک سوال ضرور کریں کہ میں اپنے آپ کو کیسے کارپوریٹ ورلڈ کیلئے تیار کروں؟ پھر جو بھی وہ باتیں بتائیں اس پر عمل کرنا شروع کریں۔ اس طرح آپ کے ان پروفیشنلز کے ساتھ ریلیشنز بھی بن جائیں گے۔

6- چونکہ انٹرویو میں بہت سے امیدوار آئے ہوتے ہیں تو لمبا انتظار کرنا پڑتا ہے اس دوران کمپنی کے مختلف لوگ آپ کو جج کر رہے ہوتے ہیں کہ آپ اس وقت کو Panic ہو کر گزار رہے ہیں یا کوئی پراڈکٹو کام کر رہے ہیں۔ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ میں کوئی کتاب ہو اور آپ وہ پڑھ رہے ہوں' اس سے آپ کے علم میں بھی اضافہ ہوگا اور وقت بھی اچھا پاس ہوگا۔ عموماً دو تین گھنٹے کے انتظار کے بعد آپ اتنے فرسٹریٹ ہو چکے ہوتے ہیں کہ انٹرویو کے قابل نہیں رہتے لہٰذا اگر آپ Appear Fresh ہوئے ہیں تو بھی آپ کا امپریشن اچھا پڑے گا۔

7- عموماً سٹوڈنٹس سمجھتے ہیں ہمیں ڈگری کے اچھے مارکس کی بناء پر نوکری مل جائے گی' سرکاری نوکریاں تو شاید مل جائیں لیکن کارپوریٹ سیکٹر میں عموماً جب ایچ آر منیجر انٹرویو کا آغاز کرتے ہیں تو ڈگریوں کو ایک سائیڈ پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہماری کمپنی کے لیے کیسے فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں' آپ ہماری کمپنی میں کیا ویلیو ایڈ کریں گے۔ آپ کو یہ جان کر بڑی حیرت ہوگی کہ میرے پچھلے سات سالہ کیریئر میں ایک بھی امیدوار ایسا نہیں آیا جو اس کا جواب دے سکے۔ جواب اس کمپنی کی زیادہ سے زیادہ سٹڈی کرنے سے آتا ہے۔ اب آپ پوچھیں گے کہ نوکری کے بغیر کمپنی کی سٹڈی کیسے کی جا سکتی ہے تو اس کا جواب میں آپ کے سامنے ایک کیس پیش کر کے کرتا ہوں۔ فرض کیجئے آپ نے دودھ کی کمپنی میں اپلائی کیا ہے تو انٹرویو میں جانے سے پہلے یہ سوچئے کہ یہ پراڈکٹ کہاں بکتی ہے' فوراً آپ کے ذہن میں ڈیپارٹمنٹل سٹور اور میڈیکل سٹورز آجائیں گے۔ ان کے پاس جائیں اور پوچھیں کہ یہ برانڈ کیسا چل رہا ہے' کسٹمر اس پراڈکٹ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے دکانداروں کو گپ شپ کا بہت شوق ہوتا ہے وہ اس بات پر بہت فخر محسوس کرتے ہے کہ کوئی اُن سے اُن ماہرانہ رائے لینا چاہ رہا ہے۔ دکاندار آدھے گھنٹے کا لیکچر دیدے گا جس سے آپ کے پاس اس

Marfat.com

پراڈکٹ کے بارے میں بہت سی معلومات آ جائیں گی پھر جہاں دودھ استعمال ہوتا ہے وہاں جائیں' چائے کے کھوکھوں اور گھروں میں اس برانڈ کا نام لے کر استعمال کرنے والوں سے پوچھیں کہ اس میں کیا کمی اور کیا خوبی ہے۔ جب آپ دس مختلف لوگوں سے اس برانڈ کے دودھ کی معلومات لے لیں گے تو آپ کے پاس کافی مواد اکٹھا ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ ایک چھوٹا موٹا پراڈکٹ امپروومنٹ پلان ساتھ لے کر جائیں' اس سے آپ کی اس کمپنی میں دلچسپی نظر آئے گی اور انٹرویو لینے والا شخص سوچے گا جو شخص جاب لینے کے لیے اتنی محنت کر سکتا ہے وہ جاب کے بعد کیا کرے گا۔

8۔ اگر آپ کے گھر کوئی رشتہ لے کر آئے اور وہ کہیں کہ شادی کرنی ہے تو آپ فکر میں پڑ جائیں گے کہ پتہ نہیں کیسے لوگ ہوں' ایسے ہی ایک دم شادی کیسے کر دیں' اگر وہ کہیں کہ منگنی کر دیں تو تھوڑی ہی جانچ پڑتال کے بعد آپ منگنی کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ نوکری بھی اسی طرح ہی ہے' اگر انٹرویو میں آپ ایک جملہ کہیں کہ آپ مجھے انٹرن شپ دے دیں اور Probational Period کے لیے مجھے رکھ لیں اگر میری کارکردگی آپ کو پسند نہ آئے تو تین ماہ کے بعد بے شک مجھے نکال دیں' یہ خود اعتمادی دیکھ کر انٹرویو لینے والا بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ انٹرویو لینے والا بھی کسی کو بھرتی کرتے وقت سو فیصد یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ یہ امیدوار ٹھیک ہے یا نہیں۔ اس سے اس کو بھی بھرتی کرنے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے اور اس تین ماہ میں آپ کی ایک ہی کوشش ہونی چاہیے کہ اپنے باس اور کمپنی میں ویلیو ایڈ کیسے کی جائے۔ 50 فیصد آپ باس کی ذاتی زندگی میں اس کی مشکلات اور مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں' جیسے بچوں کی فیس جمع کروانی' موبائل کا بل جمع کروانا' باس کی پسند اور ناپسند کا خیال کرنا' گھر کی خراب چیزوں کو ٹھیک کروانا جیسے پنکھے' ٹی وی' فریج وغیرہ کیونکہ یہ کام کروانا ایک Executive ملازم کے لیے بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ بس زبان سے کام نکلنے سے پہلے پورا کرو اور باس کے آفس کے زیادہ تر کام اس سے چھین لیں اور خود زیادہ سے زیادہ کام کریں اس سے آپ کی Skill بھی بڑھے گی اور باس کے بہت قریب بھی ہوتے جائیں گے۔ بس باس کو اپنا اتنا عادی کر دیں کہ پرسنل اور پروفیشنل کاموں میں وہ آپ کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہ کر سکے مگر ایسا کرنے کے لیے آپ نائن ٹو فائیو ورکنگ میں کچھ حاصل نہیں کر پائیں گے' کوشش کریں کہ کمپنی کی بہتری کے لیے خود سے کام نکالیں۔ پراسیس اور سسٹم کو بہتر کرنے میں خود سے نئے آئیڈیاز دیں نہ کہ اس بات کا انتظار کرتے رہیں کہ کوئی کام بتائے گا تو کروں گا۔ میرے تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ ماسٹر ڈگری لینے کے بعد لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم کوئی خلائی مخلوق بن گئے ہیں۔ ڈگری لیتے ہی ہمارا کمپنی کی ایگزیکٹو پوزیشن لینے کا حق ہے اور جاتے ہی سب خوش آمدید کہیں گے۔ دس سے پندرہ لاکھ روپے لگا کر کئی سال میں ماسٹر ڈگری حاصل کرتے ہیں لیکن جب کہا جائے کہ تین چار ماہ کے لیے نوکری کرو اور بغیر تنخواہ کے کام کرو تو کبھی نہیں کریں گے' چاہے نوکری کی تلاش میں دو سال سے فارغ پھر رہے ہوں۔

9۔ نوکری کے لیے CV ایک بہت اہم کردار ادا کرتا ہے یہ آپ کو پیپر پر Present کر رہی ہوتی ہے۔ میرے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ لوگ پچاس کاپیاں کروا لیتے ہیں اور جہاں بھی کوئی نوکری نکلتی ہے بغیر سوچے سمجھے بس سی

۱۲۴۱۵۸

Marfat.com

وی بھیج دیتے ہیں پھر بعد میں مایوس ہوتے ہیں کہ نوکری نہیں ملتی' پھر زمانے کو قسمت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں اور جب پوچھا جائے کہ کیا کام کرنا چاہتے ہو تو کہتے ہیں کہ کوئی بھی کام دے دیں بس آفس کے اندر ہونا چاہئے' اگر پوچھا جائے کہ کتنی تنخواہ لیں گے تو کہتے ہیں کہ آپ جو بھی دے دیں' اس سے انٹرویو لینے والا اندازہ لگاتا ہے کہ امیدوار Clear نہیں ہے اس لئے ڈیپارٹمنٹ کا تعین اور اپنی ایکسپرٹیس کے بارے میں مکمل طور پر پتہ ہونا چاہئے۔

Marfat.com

تعریف کا بہت مزا آتا ہے

آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ سیلف مارکیٹنگ میں نے محترم سید بلال قطب صاحب سے سیکھی لیکن آپ کے ذہن میں یہ سوال آئے گا کہ قطب صاحب کا سبجیکٹ تو آرکیٹیکچر اور مذہب ہے تو اس میں مارکیٹنگ کا کیا تعلق ہے' ان سے میں نے سیکھا "Don`t Market Your Self" Is the best marketing عموماً میں دیکھتا ہوں کہ بڑے اعلیٰ پائے کے سکالر اپنی تعریفیں اپنے منہ سے ہی کرتے رہتے ہیں' اپنے کام گنواتے رہتے ہیں' اپنی کتابوں کے بارے میں بہانے بہانے سے بات کرتے رہتے ہیں اور اپنے قصے سناتے رہتے ہیں کہ آج فلاں ملک سے مجھے فون آیا' انہوں نے میری گفتگو یا تحریر بہت پسند کی' وہ میری بہت تعریف کر رہے تھے' میری کتاب بیسٹ سیلر ہے' میرے فیس بک پر اتنے Fans ہیں' مجھے بہت کالز اور میسجز آتے ہیں کہ پڑھ ہی نہیں سکتا۔ یہ کم عقل سکالرز اس بات کو نہیں سمجھتے کہ ایسی باتیں کر کے اپنے آپ کو کتنا چھوٹا کر رہے ہیں' تعریف تو وہ ہے جو دوسرے کریں۔ مجھے بھی تعریفیں کروانے کا بہت شوق ہے۔ ایک دفعہ جب میں چھوٹا تھا تو میں نے لمبے بال رکھ لئے اور پیچھے پونی کر لی' لوگوں نے بہت تعریف کی لیکن میں نے سوچا کہ یہ بال تو میرے ہیں ہی نہیں یہ تو مجھے وراثت میں ملے ہیں تو تعریف کا مزا نہ آیا' میرے لمبے قد کی وجہ سے لوگ کافی تعریف کرتے ہیں' خوشی بھی ہوتی ہے پھر میں نے سوچا اس میں میرا کیا کمال ہے' والدین کے قد اچھے تھے تو میرا بھی مناسب قد ہو گیا' پھر اس تعریف کا مزا بھی ختم ہو گیا۔ میرے دادا محترم بہت اللہ والے تھے' سب لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے' ہم بھی جہاں جاتے تھے تو جس کو پتہ چلتا تھا کہ صوفی کرم الٰہی کے پوتے ہیں تو بہت پیار کرتے' لوگوں کا یہ رویہ بہت اچھا لگتا لیکن پھر سوچا کہ اس میں میرا کیا کمال ہے' یہ تو دادا جی کی وجہ سے عزت کر رہے ہیں تو اس کا مزا بھی ختم ہو گیا۔ ایک دفعہ والد صاحب دبئی سے سفید کلر کی کاٹن کی شرٹ لائے' پہن کر آفس گیا تو لوگوں نے شرٹ کی بہت تعریف کی' سن کر بہت اچھا لگا لیکن جب اکیلے میں سوچا کہ شرٹ تو کمپنی کی ہے تعریف تو اس کی ہوئی میرا اس میں کیا کمال ہے تو اس تعریف کا مزا بھی ختم

Marfat.com

ہوگیا۔ میرے باس طاہر خورشید صاحب اکثر اس بات پر لڑتے ہیں کہ تو کپڑے ٹھیک نہیں پہنتا' لوگ تیری عزت نہیں کریں گے۔ میں کہتا تھا کہ جن لوگوں نے کپڑوں کی وجہ سے عزت کرنی ہے ایسی ذہنیت کے لوگوں سے عزت نہ ہی کروائیں تو بہتر ہے۔ پھر میں نے سوچنا شروع کیا کہ میرا ذاتی کیا ہے تو وہ ہنر کے علاوہ کچھ نہ نکلا۔ آپ اگر میری گفتگو یا تحریر کی تعریف کریں تو مجھے اچھا لگتا ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو میں نے اپنی محنت اور لگن سے حاصل کیا' شاید آگے جا کر یہ چیزیں بھی مزانہ دیں۔

Marfat.com

تبدیلی کیوں نہیں آتی؟

میں سوچتا تھا کہ تبدیلی کیوں نہیں آرہی۔ ایک اندازے کے مطابق جب سے میڈیا آزاد ہوا ہے 2002ء سے لے کر اب تک تقریباً 52000 ٹاک شوز ہو چکے ہیں جس میں کرنٹ افیئرز' سوشل' مذہب' کرائم' مارننگ شوز اور مذہبی لیکچرز شامل ہیں جس میں ہر اینکر مسیحا بنا ہوتا ہے اور ایسے گفتگو کر رہا ہوتا ہے جیسے ملک میں تبدیلی ان کے ٹاک شوز کے بغیر نہیں آسکتی۔ یہ 52000 ٹاک شوز 5200 لوگوں کی زندگی بھی نہیں بدل سکے پھر میں نے تاریخ پر نظر دوڑائی تو کوئی بھی ایسا واقعہ نہ ملا جس میں بیان اور گفتگو سے تبدیلی آئی ہو' ہمیشہ کردار سے تبدیلی آئی ہے۔ پھر ایک واقعہ میری نظر سے گزرا۔ رسول خداؐ سے ایک وفد ملنے آیا جو دین کی رہنمائی چاہتا تھا' محفل میں پہنچتے ہی ان میں سے ایک شخص نے پوچھا آپ کے رسولؐ کون ہیں؟ آپ لوگوں کے درمیان ایسے ہی بیٹھے تھے جیسے سب لوگ بیٹھے تھے' علیحدہ کسی تخت یا کسی اونچی جگہ پر نہیں بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے رسولؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہمارے رسولؐ ہیں۔ اس بات پر وفد بہت حیران ہوا کہ اتنا سادہ رسول' وہ وفد بغیر کسی بحث اور گفتگو کے ایمان لے آیا اور اپنے علاقے میں بھی جا کر بتایا کہ یہی دین ٹھیک ہے آپ لوگ بھی ایمان لے آئیں۔ جب غیر مسلم مسلمانوں کی دکانوں سے خریداری کرنے کے لیے آتے تو مسلمان انتہائی ایمانداری کے ساتھ سودا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک غیر مسلم مسلمان کی دکان پر چاول لینے آیا تو مسلمان شخص نے دو بوریوں میں چاول کے ریٹ مختلف بتائے اور چاول کی خوبیاں اور خامیاں بتانا شروع کر دیں۔ وہ شخص بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا بھائی تم تو یہ چاول ملا کر بھی بیچ سکتے ہو' کسی خریدار کو کیا پتہ چلے گا' اس سے تمہیں فائدہ بھی زیادہ ہوگا۔ وہ مسلمان شخص بولا ہمارے رسولؐ نے ہمیں یہ نہیں سکھایا بلکہ یہ سکھایا ہے کہ جس چیز کا جتنا دام ہے اسے اسی حساب سے سچ سچ بول کر بیچو۔ وہ غیر مسلم حیران ہو گیا اور وہیں ایمان لے آیا' نہ تو کوئی دلائل مانگے اور نہ ہی کوئی بحث کی۔ عموماً آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ اور علماء کرام گھنٹوں بحث کرتے ہیں' بحث برائے بحث ہی چلتی رہتی ہے اور کوئی بھی ہار نہیں مانتا۔ اگر ایک شخص کو یہ

Marfat.com

پتہ چل بھی جائے کہ میرے دلائل کمزور ہیں یا غلط ہیں تب بھی وہ دلائل دیتا رہتا ہے' پھر وہ اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور ہٹ دھرمی سے دلائل پر دلائل دیتے جاتے ہیں۔ اسی لئے کسی کو سمجھانے کا صوفیائے کرام کا طریقہ کار بہت اچھا ہے' وہ کوشش کرتے ہیں کہ انسان کے جو بھی عقائد ہیں ان کی بحث میں نہ پڑا جائے' اپنے اخلاق سے متاثر کر کے رشتہ براہ راست خدا سے جوڑا جائے۔ تقریروں اور بحث سے آپ خود کو اچھا عالم تو ثابت کر سکتے ہیں لیکن کوئی مثبت تبدیلی نہیں لا سکتے۔

Marfat.com

صابر ملک جیسا شاگرد

میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ کوئی صوفی تو بہت مشہور ہو جاتا ہے لیکن کچھ علمیت اور کردار کا سمندر ہوتے ہیں اس کے باوجود وہ اتنا مشہور نہیں ہو پاتے' میں سوچتے سوچتے اس نتیجے پر پہنچا کہ خدا جن صوفیائے کرام کو اچھے شاگرد عطا کر دے' وہ شاگرد اپنے استاد کی بات کو آگے پہنچانے میں لگے رہتے ہیں' ہر وقت ہر جگہ اپنے استاد کو پروموٹ اور متعارف کروانے کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس کی ایک مثال صابر ملک صاحب کی ہے جو تقریباً 20 سال سے سرفراز شاہ صاحب کے پاس ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں۔ میں نے اتنا Committed شاگرد آج تک نہیں دیکھا جس کی زندگی کا مشن' اوڑھنا بچھونا سب شاہ صاحب کے گرد گھومتا ہے۔ ہزاروں لوگوں کو شاہ صاحب بغیر کسی لالچ کے مستفید کر چکے ہیں اور کئی سال گزر جانے کے بعد بھی شاہ صاحب کے سامنے نظریں جھکا کر اور ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں۔ ایسے شاگرد عمارت کی ان بنیادوں کی طرح ہوتے ہیں جو نظر تو نہیں آتیں لیکن ساری عمارت ان پر کھڑی ہوتی ہے۔ میری دعا ہے ملک صاحب جیسے شاگرد ہر صوفی کے نصیب میں ہوں۔

Marfat.com

محترم سبطین شاہ سے ملاقات

ہمارا ایک Learning Group بنا ہوا تھا جس میں ظفر سعید، سمیع اللہ، خرم شہزاد، مولوی قمر اور چوہدری خالد شامل تھے۔ ہمیں جہاں بھی پتہ چلتا کہ کوئی اللہ والا یا کوئی High Intellactual شخصیت ہے ہم سب مل کر ان کے پاس چلے جاتے، ان کی گفتگو سنتے اور ساری ساری رات اس پر بحث کرتے، وہ بحث ہمیں فلسفے کی گتھیاں سلجھانے میں مدد کرتی۔ ایک دن ہم ایمن آباد موڑ سبطین شاہ کے ہجرے میں چلے گئے۔ وہ ہر پیر کے روز گفتگو فرماتے تھے جس میں کچھ تو ان کے باقاعدہ مرید شامل ہوتے تھے، اس کے علاوہ ملک بھر سے لوگ ان کی گفتگو سے مستفید ہونے آتے تھے۔ یہ میری زندگی کی سب سے مشکل Learning تھی۔ شام کے چھ بجے تمام دوستوں کے ساتھ پلاننگ کر کے سفر کا آغاز کر دیا۔ گوجرانوالہ مین روڈ سے ایک سڑک اندر کی طرف ایمن آباد گاؤں کی طرف جاتی تھی، نہایت ہی مشکل راستہ اور رات کا گھپ اندھیرا، جہاں ہر وقت لوٹے جانے کا خطرہ منڈلاتا رہتا تھا، جب شاہ صاحب کے ہجرے پر پہنچے تو بیٹھنے کی جگہ نہایت ہی غیر مناسب، کمرے میں پرالی بچھی ہوئی تھی، 60 لوگوں کی جگہ میں 100 لوگ سمٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ماحول تو بیسویں صدی کا تھا لیکن سٹائل آف لرننگ پچاسویں صدی کا مکمل ماڈرن تھا۔ وہاں جا کر لرننگ کا ایک عجیب طریقہ معلوم ہوا، دوران گفتگو آپ کوئی بھی سوال کریں، شاہ صاحب کے شاگردوں نے مختلف مکاتب فکر کے قرآن پکڑے ہوتے تھے جس میں ایک انگریزی ترجمہ بھی ہوتا تھا۔ اس سوال سے متعلق آیت نکالتے اور تمام شاگرد جن کے پاس مختلف مکاتب فکر کے قرآن ہوتے باری باری پڑھتے اور پھر اس آیت کی خود تشریح کرتے اور ایک ایک جملے پر پوری پوری نشست کر جاتے اور میرے لئے ایک اور حیران کن بات تھی جو میں نے اس سے پہلے کسی اور دانشور یا صوفی میں نہیں دیکھی تھی، میں جتنی دفعہ بھی ان کے پاس گیا ان کی مثالیں اور گفتگو کبھی Repeat نہیں ہوئی۔ بہر حال اب تک کی زندگی میں اتنا بڑا صاحب مطالعہ اور Comparative Study کا ماہر میں نے نہیں دیکھا۔

Marfat.com

افسوسناک واقعہ

ایک واقعہ جسے سوچ کر مجھے ہمیشہ افسوس ہوتا ہے جو میرے دوست عابد ایوب کے ساتھ پیش آیا' اس کے میٹرک میں 88 فیصد نمبر آئے تھے۔ داخلہ لینے کیلئے لاہور آیا' جی سی یونیورسٹی ڈھونڈتے ڈھونڈتے گورنمنٹ کالج سٹیشن پہنچ گیا۔ وہاں فارم جمع کروائے' داخلہ بھی ہوگیا۔ جب کلاس کا پہلا دن آیا تو استاد نے سب طلبہ کا تعارف کروایا تو عابد نے بھی اپنا تعارف کرواتے ہوئے اپنے نمبرز بتائے' ساری کلاس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور استاد جی نے بھی کہا کہ تمہارا میرٹ تو جی سی کالج والا تھا' تم یہاں کیا لینے آ گئے۔ عابد نے معصوم انداز میں کہا کہ جی سی کالج یہی تو ہے۔ میں کافی دیر تک سوچتا رہا کہ بے حسی کی حد ہوگئی' وہ فارم کئی ہاتھوں میں آیا ہوگا' کئی لوگوں نے نمبرز دیکھے ہوں گے لیکن کسی ایک نے بھی اسے گائیڈ کرنے کی کوشش نہ کی۔ جب جی سی کالج کا پتہ چلا تو اس وقت تک داخلے بند ہو چکے تھے۔ اس لئے بزرگ کہتے ہیں اس محفل میں اپنا وقت گزارو جس میں آپ سے زیادہ سمجھدار اور ذہین لوگ موجود ہوں۔ پھر آہستہ آہستہ آپ بھی ان جیسا بننا شروع ہو جاتے ہو۔ ایک دن عابد سے ایک بک شاپ پر گفتگو ہو رہی تھی' بات کرتے کرتے سیلف ڈسکوری پر آ گئی تو میں نے کہا انسان بیک وقت چار Personalities میں ہوتا ہے' ایک روپ اس کا وہ ہوتا ہے جو اپنے والدین' اساتذہ اور کمپنی کے سینئرز کے سامنے ہو' دوسرا جو آپ کے بوائے فرینڈ یا گرل فرینڈ کے سامنے ہوتا ہے' تیسرا جب آپ اپنے انتہائی قریبی دوست کے ساتھ ہوں' چوتھا جب آپ کمرے میں تنہائی میں ہوں اور آپ کے ہاتھ میں ریموٹ ہو۔ چاروں حالتوں میں آپ کا رویہ مختلف ہوتا ہے اور چاروں حالتوں میں آپ کی سوچ کا انداز' گفتگو اور خواہشات بھی مختلف ہوتی ہیں تو کسی کو کیسے Discover کرنا ہے ایک نہایت ہی پیچیدہ مرحلہ ہے۔

Marfat.com

پیار میں سب سے بڑی غلطی

''پہلے تو آپ ایسے نہیں تھے'' یہ فقرہ آپ نے اکثر بیویوں کو شادی کے تقریباً چھ ماہ یا ایک سال کے بعد کہتے ہوئے سنا ہوگا۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔ جو پیار' لگن' جنون اور جذبہ شادی سے پہلے ہوتا ہے وہ شادی کے بعد آخر کیوں قائم نہیں رہتا۔ دنیا میں ہر چیز کی قدر اس وقت تک رہتی ہے جس وقت تک وہ آپ کی پہنچ میں نہ ہو جب وہ آپ کی حدود میں شامل ہوتی ہے تو اس کی وہ اہمیت نہیں ہوتی جو پہلے ہوتی ہے۔ پھر شادی سے پہلے جو ملاقاتیں ہوتی ہیں وہ انتہائی خوشگوار ماحول میں ہوتی ہیں۔ بجلی کے بل' گھر کے راشن کی فہرست اور مختلف ذمہ داریاں نہیں ہوتیں۔ بس ایک ملاقات کا پانچ سو سے ہزار روپے خرچ آتا ہے جس میں لڑکا لڑکی دونوں بہترین کپڑے اور جو کچھ بھی زیادہ سے زیادہ بہتر کر سکتے ہیں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ باتیں بھی خوشگوار ہوتی ہیں۔ یہ چار پانچ گھنٹے کی ملاقات خوشگوار ماحول میں شروع ہو کر خوشگوار ماحول میں ہی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ساری ملاقاتیں ایک دوسرے کا ایسا مائنڈ سیٹ بنا دیتی ہیں جو کہ اصل میں ایسا انسان نہیں ہوتا۔ شادی کے بعد جب چوبیس گھنٹے ساتھ گزریں تب انسان کھل کر سامنے آتا ہے۔ جب بیڈ روم' باتھ روم' تولیہ اور اسی طرح کی دوسری چیزیں شیئر کرتے ہیں تب پتہ چلتا ہے اصل کہانی تو کچھ اور ہے۔ امیدیں شادی سے پہلے کی ملاقاتوں کی بنیاد پر بنی ہوتی ہیں۔ ایک اور بات اہم یہ ہے کہ جب شادی نہیں ہوئی ہوتی تو غیر ارادی طور پر ایک خوف ہوتا ہے کہ کہیں مجھے چھوڑ کر نہ چلی جائے یا چلا جائے اسی خوف کی کیفیت کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی آپ نے سنا ہے کہ باپ کی' ماں کی' بہن کی جدائی کی وجہ سے فلاں نے خودکشی کر لی یا وہ دیوانہ یا دیوانی ہو گئی؟ یقیناً نہیں سنا ہوگا' کم از کم میں نے تو نہیں سنا۔

یہ ساری محبت' لگن اور جنون صرف اور صرف تسکین جنس کے لیے ہوتا ہے۔ میرے خیال میں ایک جنس کے لوگ کبھی بھی رات بھر جاگ کر موبائل پر لمبی لمبی باتیں یا چیٹنگ نہیں کرتے۔ پھر دوستوں کے ساتھ اپنے بوائے یا گرل فرینڈ کو

Marfat.com

بڑھا چڑھا کر بیان کرنا اور دوستوں سے داد وصول کرنی' پھر عقل مندی کا معیار زیادہ سے زیادہ دوستیاں صنف مخالف سے سمجھا جانا' یہ بھی ایک محرومی کی علامت ہے۔

اب آجائیں اصل موضوع پر' جب آپ کسی کے لیے کوئی کوشش کرتے ہیں تو غیر ارادی طور پر آپ اس شخص' محبت یا شریک حیات سے امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور اپنی محنت اور کوشش کے عوض موازنہ کی امید لگا لیتے ہیں محبت' پیسے' سکیورٹی وغیرہ کی شکل میں جو اس کوشش میں سب سے بڑی غلطی انسان کرتا ہے وہ یہ نہیں سمجھ پاتا کہ جو کوشش میں اپنے پارٹنر کے لیے کر رہا ہوں اس سے اس کی زندگی میں کیا ویلیو ایڈ ہو رہی ہے' وہ اپنی تھکاوٹ کو پیمانہ بنا کر امیدیں لگا لیتے ہیں اور معاوضہ کا حق جتاتے ہیں جبکہ آپ تھوڑی کوشش کر کے اپنے پارٹنر کو زیادہ خوش کر سکتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ اس کی ذاتی زندگی میں کیسے ویلیو ایڈ ہو گی۔ جیسے دہی کی چھوٹی سے جھاگ پورے دودھ کو دہی میں تبدیل کر دیتی ہے تو یہ Judgment بہت ضروری ہے کہ آپ کا پارٹنر کیسے خوش ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کی فلاسفی کیا ہے ورنہ Effort کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

Marfat.com

کون سا اور کیسا شعبہ اختیار کریں

میں جب چھوٹا تھا تو مجھے ڈاکٹر بننے کا بہت شوق تھا لیکن جب اس کی پڑھائی کے متعلق پتہ چلا تو جلد ہی بات سمجھ میں آ گئی کہ یہ میرے بس کی بات نہیں۔ ایک دفعہ اپنے ایک دوست کے ساتھ فوج میں بھرتی ہونے کے لیے ایک میجر کے کمرے میں گیا لیکن وہ میجر مجھے بالکل پسند نہیں آیا حالانکہ اس نے ہمیں بڑے پروٹوکول سے بٹھایا' چائے پلائی پر میرے دل کو وہ میجر ذرا نہ بھایا۔ جو بھی فوجی اس کے روم میں داخل ہوتا اسے زور زور سے سلیوٹ کرتا۔ مجھے یہ بات بالکل پسند نہ آئی اور میں نے سوچا اگر میں فوج میں بھرتی ہوا تو ایسے کئی افسروں کو روزانہ کئی مرتبہ سلیوٹ مارنے پڑیں گے جو میرے مزاج کے برخلاف ہے۔ پھر ٹیچر بننے کا خیال آیا' پھر بزنس مین' اس کے بعد باہر جانے کا خیال آیا اور ایسے بہت سے خیالات آئے۔ میں تحقیق کرتے کرتے ایک نتیجے پر پہنچا دنیا میں خوش قسمت انسان وہ ہے جس کا پیشن اور پروفیشن ایک ہی ہے۔ آپ نے اکثر سرکاری دفاتر میں دیکھا ہوگا لوگ تین بجے ہی اپنا کام سمیٹنا شروع ہو جاتے ہیں' فائلز بند کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ایسا محسوس کرواتے ہیں کہ جیسے آج بہت کام کر لیا۔ بس گھر جانے کی تیاری کرتے ہیں۔ اس کی وجہ آپ کے سامنے صاف ظاہر ہے کہ ان کی اپنے کام میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ بس جان چھڑانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں اور کرسی پر بیٹھنا ان لوگوں کو عذاب لگ رہا ہوتا ہے۔ پھر ایک بات میں نے طے کر لی کہ پروفیشن وہ منتخب کرنا ہے جس میں میرا پیشن ہو۔ ساتھ ہی مجھے مشہور ہونے کا بھی بہت شوق تھا لہٰذا ان دونوں باتوں کو لے کر پھر تحقیق پر نکل پڑا۔ مشاہدے میں یہ بات آئی کہ جوانی میں تو انسان خوبصورت ہوتا ہے' طاقت بھی ہوتی ہے' ان ڈیمانڈ بھی ہوتا ہے' سب آپ کے قریب آنے کی کوشش کرتے ہیں' محلے کے ہمسائے اور رشتہ داروں کی خواہش ہوتی ہے کہ ہماری بیٹی سے اس کی شادی ہو جائے' باہر آپ کو لوگ جاب آفر کر رہے ہوتے ہیں۔ سپورٹس کے لوگ آپ کو اپنے ساتھ کھیلنے کی دعوت دیتے ہیں' کسی محفل میں بیٹھے ہوں تو لوگ تعریفانہ نظروں سے دیکھتے ہیں' بس ہر جگہ ''ان ڈیمانڈ'' ہوتے ہیں۔ جب بڑھاپا آتا ہے تو جنسی تسکین

Marfat.com

حاصل نہیں کر پاتے اور اس بات کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے احساس محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں' آپ کے پوتے پوتیاں اور آپ کی اولاد آپ کے قریب بیٹھنا پسند نہیں کرتی' (زیادہ تر) گھر کی بہو بیٹیاں مصیبت سمجھتی ہیں' کھانسی اور دوائیوں سے سب تنگ ہوتے ہیں' معاشرے کا ہر فرد ٹھکرا دیتا ہے۔ اسی لئے عبادت گاہوں میں آپ کو بزرگ لوگ زیادہ نظر آئیں گے۔ لندن گیا تو پتہ چلا ''اولڈ ہومز'' میں جو بزرگ رہتے ہیں وہ اپنی باتیں سنانے کیلئے پانچ پاؤنڈ فی گھنٹہ دیتے ہیں۔ میں ایک محفل میں بیٹھا تھا کہ کسی شخص نے مجھ سے پوچھا آپ کی نظر میں کامیاب شخص کون ہے' خدا نے میری زبان سے ایک جملہ نکلوایا کہ جس شخص کا پیشن اس کا پروفیشن ہو اور جوانی تو اچھی گزر ہی جاتی ہے جس شخص کا بڑھاپا بہترین ہے' Full of energy and joy ہے وہ کامیاب ہے۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ جس شخص کی چاہت دنیا سے ختم ہو جائے اور لوگ اسے For Granted لینے لگیں اس شخص کی موت واقع ہو جاتی ہے' بس چلتی پھرتی لاش ہوتی ہے جو بس دفنانے والی ہوتی ہے۔ اب تک کی زندگی میں فیصلہ ہوا کہ:

پیشن کو ہی پروفیشن ہونا چاہئے

Famous ہونا چاہئے

اور

زندگی کے آخری لمحے تک ''ان ڈیمانڈ'' ہونا چاہئے۔

اب ان تینوں اصولوں کے مطابق جس شعبے کا بھی سوچا آخر میں اس کا زوال نظر آیا۔ دنیا کے بڑے آرٹسٹوں کی زندگی دیکھی تو کئی ایسی مثالیں ملیں کہ لاش تب ملی جب پورے فلیٹ میں بدبو پھیل گئی تھی۔ کئی ایسے سنگرز دیکھے جو اپنی آخری عمر میں لوگوں اور حکومت سے زکوٰۃ مانگتے رہے۔ ایسے ماڈلز بھی دیکھے جن کا بڑھاپا انتہائی کسمپرسی میں گزرا' اسی لئے میں اپنے چھوٹے بھائی علی اکبر کو سمجھاتا ہوں کہ ماڈلز کی زندگی بہت کم ہے' وہ آج کل ملائیشیا میں ٹاپ کوالٹی ماڈلنگ کر رہا ہے۔ یہ سارے وہ لوگ تھے جن کے پیچھے دنیا پاگل تھی۔ جن کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے لوگ گھنٹوں گرمی میں کھڑے رہتے تھے' ان کے آٹوگراف کو ترستے تھے اور اگر کسی نے فوٹو بنوالی تو ساری دنیا کو وہ فوٹو دکھاتے رہتے تھے اور اپنے کمرے میں بڑا سا فریم کروا کر لگوا لیے تھے اور بڑے فخر سے بتاتے تھے کہ میں فلاں سے مل کر آیا ہوں۔ بڑے بڑے بزنس مین جن کو صبح سے رات تک لوگ سلام کرتے تھے آخری عمر میں کوئی سلام کرنے والا نہ تھا۔ وہ کھلاڑی جن کا کھیل دیکھنے کے لیے لوگ ملکوں کا سفر کر کے جاتے تھے' لاکھوں روپے لگاتے تھے' ان کے بڑھاپے میں کوئی بھی ان کے گھر جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ میں دن رات تلاش میں لگا رہا' مجھے کوئی بھی ایسا کام' ایسا شعبہ نہ ملا جس کا زوال نہ ہو۔ میں نے سوچا ان سارے شعبوں کا تعلق جسم اور طاقت سے ہے' جب یہ دونوں چیزیں کم ہوتی ہیں تو ڈیمانڈ کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جیسے جوانی میں کوئی کتنی ہی خوبصورت ماڈل ہو لیکن بڑھاپے میں اس کو کوئی اپنی اشتہاری مہم کا حصہ نہیں بنائے گا۔ کوئی کھلاڑی جوانی میں کتنا ہی اچھا ہو بڑھاپے میں اسے کوئی ٹیم کا حصہ نہیں بنائے گا۔ بس مجھے ایک بات کا پتہ چل گیا کہ ہر وہ کام اور شعبہ جس میں جسم اور طاقت

Marfat.com

درکار ہے اسے زوال لازم ہے۔ بہت پریشانی کے عالم میں یہاں وہاں بھٹکتا رہا لیکن کچھ سمجھ نہیں آیا پھر خدا نے اپنا کرم کیا اور میری ملاقات اشفاق احمد سے ہوگئی۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ان کے گھر جمعرات کے روز ایک محفل ہوا کرتی تھی جس میں لوگ دور دور سے آتے تھے۔ علمی بحث ہوتی تھی' لوگ اپنے ذاتی مسائل بھی پوچھتے تھے' اشفاق صاحب ان کے مسائل کا بخوبی حل پیش کرتے تھے۔ میری ملاقات اللہ نے ان کے آخری ایام میں کروائی جس میں وہ بہت علیل تھے۔ مجھے آج بھی وہ منظر یاد ہے جب دو لوگ اشفاق صاحب کو باقاعدہ پکڑ کر بیٹھک میں لا رہے تھے اور لوگ ان کی گفتگو سے مستفید ہونے کے لیے ترس رہے تھے۔ ہر شخص کی کوشش ہوتی تھی کہ آخر میں مجھے صرف اتنا وقت مل جائے کہ اشفاق صاحب کے قریب جا کر مصافحہ کر سکوں۔ اس خاندان میں الٹ حساب تھا۔ اشفاق صاحب کے بچے ان سے شکایت کیا کرتے تھے کہ بابا ہمیں وقت نہیں دیتے۔ بس اس محفل میں جا کر خدا نے میرا یہ مسئلہ حل کر دیا۔ اشفاق صاحب آخری عمر میں مشہور تھے' چاہت بھی برقرار تھی اور ''ان ڈیمانڈ'' ہی نہیں بلکہ ''فل ان ڈیمانڈ'' تھے۔ اب تک کی میری زندگی میں اشفاق صاحب کی زندگی میرے سامنے بہترین نمونہ ہے۔ اشفاق صاحب کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ مجھے کام کی ضرورت ہے بہت ڈھونڈا پر نہیں ملتا۔ اشفاق صاحب نے پوچھا تمہیں کتنے پیسے قابل قبول ہوں گے۔ اس نے کہا کہ دس ہزار روپے۔ اشفاق صاحب نے کہا کہ اگر میں تمہیں ہر مہینے ویسے ہی دس ہزار روپے دے دیا کروں تو کیسا ہے۔ وہ شخص بہت خوش ہوا اور کہنے لگا واہ واہ اشفاق صاحب اس سے بہتر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ اشفاق صاحب نے کہا کہ تمہیں کام کی نہیں پیسوں کی ضرورت ہے۔ جب کام ڈھونڈنے نکلو گے تو کام بھی مل جائے گا اور پیسے تو اس کے ساتھ آ ہی جاتے ہیں۔ ایک محفل میں ایک شخص نے پوچھا کہ اگر سب کچھ نصیب میں ہے تو ہم کام کیوں کریں' اشفاق صاحب نے فرمایا' میں مانتا ہوں کہ بات تو تمہاری ٹھیک ہے مگر انسان کی شان اس میں ہے کہ وہ محنت کرے۔ میں چونکہ ان سے آخری ایام میں ملا تھا اس لئے مجھے صرف دو یا تین محفلوں میں جانے کا اتفاق ہوا لیکن آج میں سوچتا ہوں کہ اگر وہ محفلیں میری زندگی میں نہ آتیں تو زندگی کی بہت سی حقیقتوں اور علم سے محروم رہ جاتا۔

پھر میں نے علمی شخصیات کی زندگی پر تحقیق کرنا شروع کر دی' پتہ چلا کہ تقریباً تمام ہی علمی لوگوں کی جوانی بہت آرام اور مزے میں نہیں گزری' بس جیسے جیسے علم پختہ ہوتا جاتا ہے تو عروج کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ پھر خدا نے کیا خوبصورت انصاف کیا ہے' باقی شعبوں میں عروج جوانی کا اور عمر آخر میں زوال' شعبہ علم سے وابستہ لوگوں کی جوانی گزارے والی اور عمر آخر میں عروج' سبحان اللہ سبحان اللہ۔

میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ میں علمی شخصیت بنوں گا مگر یہ فیصلہ کرنا باقی تھا کہ کون سی علمی شخصیت بننا ہے۔ جب چھوٹا تھا تو ہمارے گھر کے پچھلی طرف اہلحدیث کی مسجد تھی' والد صاحب چونکہ بریلوی خاندان سے تھے اس لئے کہا کرتے تھے کہ اس مسجد میں کبھی نہیں جانا اور نفرت انگیز خیالات کا اظہار کرتے۔ والد صاحب ایسا محسوس کرواتے تھے کہ یہ فرقہ صحیح راستے پر نہیں ہے۔ میں بھی ان کی بات پر عمل کیا کرتا تھا۔ درباروں میں ان کے ساتھ جاتا' سجدے کرتا اور جیسے جیسے وہ کرتے میں

Marfat.com

بھی کرتا جاتا۔ایک دفعہ میں اتفاقاً گھر کے پیچھے موجود اہلحدیث کی مسجد میں چلا گیا' نماز بھی پڑھ لی۔سوائے اونچی آواز میں آمین کہنے اور سلام کے بعد اللہ اکبر' استغفر اللہ پڑھنے کے علاوہ مجھے کوئی خاص بڑا فرق نظر نہ آیا اور نہ ہی میں نے محسوس کیا۔پھر میں نے باقاعدہ جانا شروع کر دیا جس کا بعد میں والد صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے ناگواری کا اظہار کیا۔پھر میں نے جماعت اسلامی کے سنتوں بھرے اجتماع میں جانا شروع کیا۔وہ لوگ بھی بہت اچھے لگے۔اس طرح تبلیغی جماعت میں شامل رہا۔رائیونڈ آتا رہا اور وقت لگاتا رہا۔میں اہل تشیع کی بہت سی مجلسوں میں گیا۔جماعت الدعوۃ کے لوگوں کے ساتھ بھی اٹھنا بیٹھنا ہوا۔سیفی سلسلے میں بھی وقت لگایا۔سب میں ہی بہت اچھائیاں نظر آئیں اور کچھ برائیاں بھی۔پھر سمجھ میں آیا کہ جیسے کوئی انسان مکمل نہیں ہوسکتا اسی طرح چونکہ جماعت اور فرقے انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں اس لئے وہ بھی مکمل نہیں ہوسکتے' بہرحال بہتری کی گنجائش موجود رہے گی۔یقین کریں اگر آپ بھی تعصب کی عینک اتار کر لوگوں اور جماعتوں کو Observe کرنا شروع کریں تو آپ کو زیادہ فرق محسوس نہیں ہوگا۔

مینجمنٹ کی فیلڈ میں میرے پہلے استاد میرے والد محمد ایوب تھے۔میں نے کئی سالوں کی پڑھائی سے اتنا نہیں سیکھا تھا جتنا دبئی میں اپنے والد صاحب کی سربراہی میں چھ ماہ میں سیکھ لیا تھا۔

میں اپنی زندگی کا سب سے علم والا شخص محترم سبطین شاہ کو مانتا ہوں جو گوجرانوالہ کے ایک گاؤں میں ہر پیر کو عشاء کی نماز کے بعد درس اور گفتگو کے لیے بیٹھتے تھے۔رات گئے تک لوگ ان سے مستفید ہوتے تھے۔ان کی ایک ایسی منفرد بات تھی کہ ان کی ایک دفعہ کی گفتگو کسی بھی اگلی محفل میں دوبارہ نہیں ہوتی تھی۔یہ خوبی میں نے کسی اور دانشور یا صوفی میں نہیں دیکھی۔ہمارے گھر میں درس قرآن ہوا کرتا تھا جو کہ میرے دوست ہمایوں صاحب کی کاوشوں کا نتیجہ تھا اور وہ درس مرحوم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ کے شاگرد عدیل دیا کرتے تھے جس میں ہم گلی محلے کے لڑکے اکٹھے کرتے تھے اور ہر اتوار کو مغرب کی نماز کے بعد درس ہوتا تھا۔جس وقت میں ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ کی دو جلدوں پر مشتمل تفسیر فہم القرآن پڑھ رہا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرا دماغ روشن ہوگیا ہے اور میں دنیا میں ابھی ابھی آیا ہوں۔

پھر میری ملاقات تصوف کے لوگوں سے ہوگئی اور میں نے اس سلسلے کو سب سے بہتر پایا جو انسانی خدمت میں دن رات لگے رہتے ہیں' فی سبیل اللہ لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں' کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہیں اور ہر نقطہ نظر کے لوگوں سے پیار محبت کا درس دیتے ہیں حتیٰ کہ غیر مسلموں کو بھی اتنی ہی عزت واحترام سے ملتے ہیں جتنا ایک مسلم کو اور اپنی جیب سے لوگوں کو کھانا کھلاتے اور ان کے کام بھی آتے ہیں۔یہ میرے لئے بہت انسپائرنگ تھا بس اب تک کی میری تلاش ختم ہوئی اور تصوف میں مجھے ساری وہ چیزیں مل گئیں میں جن کی تلاش میں تھا' جس کا ذکر میں نے کتاب میں تفصیلاً کیا ہے۔

جب میں نے دانشوروں کے انٹرویو کرنے شروع کئے تو انٹرویو کو بہتر سے بہتر بنانے کا طریقہ منیر بھٹی صاحب ڈائریکٹر بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی لاہور کیمپس سے سیکھا۔پہلے میری کوشش ہوتی تھی کہ مشکل سے مشکل سوال پوچھ کر

Marfat.com

دانشور کو پھنسا دیا جائے اور سوالات کا تو بالکل پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ کون سے سوالات کرنے والا ہوں پھر منیر بھٹی صاحب نے سمجھایا کہ انٹرویو کا مقصد کسی دوسرے کو نیچا دکھا کے اپنے آپ کو بڑا کرنے کا نام نہیں بلکہ اپنے موضوع کے مطابق لوگوں کو مستفید کرنا ہوتا ہے۔ بس اس دن کے بعد میں سب کو سوال پہلے بتاتا ہوں تا کہ اچھی طرح تیاری کر کے آئیں۔

علم کے چھ درجات ہوتے ہیں۔ پہلا جب آپ کوئی گفتگو سنتے ہیں یا کچھ پڑھتے ہیں۔ دوسرا جب اس Concept پر آپ سوال کریں۔ تیسرا جب آپ اس Concept پر عمل کریں تو آپ کا علم مزید ٹھوس ہو جاتا ہے۔ چوتھا جب آپ اس Concept کو دوسروں کے ساتھ شیئر کریں اور لوگ آپ سے سوال کریں پھر کچھ سوالات کا جواب آپ کو اس وقت آجاتا ہے اور کچھ کے جوابات کے لیے آپ مزید علم حاصل کرتے اور تحقیق کرتے ہیں۔ ویسے بھی شرمندگی میں بہت زیادہ Learning ہوتی ہے۔ جب کلاس میں 100 لوگوں کے سامنے آپ سے سوال پوچھا جائے اور جواب نہ آئے تو وہ شرمندگی بھی آپ کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ پانچواں جب آپ اللہ والوں کی محفل میں بیٹھتے ہیں۔ ان کے ساتھ ون ٹو ون گفتگو کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ سفر کرتے ہیں۔ یہ بہت زبردست Learning کا موقع ہوتا ہے جب آپ ہائی انٹیلکچوئیل کے ساتھ ذاتی نوعیت کا وقت گزاریں۔ اس سے ان کی شخصیت آپ میں Inculcate ہو رہی ہوتی ہے اور جیسے ہر انسان کے گرد ایک Aura ہوتا ہے اس طرح ہائی انٹیلکچوئیل کا Aura بہت مضبوط ہوتا ہے جو آپ کی شخصیت کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ میری دعا ہے کہ ایسا موقع ہر فرد کو ملے اس سے حقیقتاً آپ کی ذات میں تبدیلی رونما ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ چھٹا ہوتا ہے الہام جو علم براہ راست خدا کی طرف سے یا کسی External Force کی طرف سے آپ کو ملا ہو۔

Marfat.com

الہام اور وسوسے میں فرق

ایک دفعہ امام ابوحنیفہ اپنے شاگرد کے ساتھ جا رہے تھے۔ شاگرد نے دیکھا امام کے پاؤں میں جوتے نہیں اور خون رس رہا تھا۔ شاگرد کے دل میں خیال آیا میں اپنا امامہ استاد کے پاؤں میں باندھ دیتا ہوں۔ پھر خیال آیا امام تو ہمیشہ ایسے ہی پھرتے ہیں میں اپنا امامہ ایسے ہی خراب کروں۔ چلتے چلتے دونوں ایک مقام پر بیٹھ گئے۔ شاگرد نے امام سے پوچھا' امام صاحب الہام اور وسوسے میں کیا فرق ہے۔ امام صاحب نے فرمایا جو تمہیں پہلے آیا وہ الہام اور بعد والا وسوسہ تھا۔

لوگوں کی بڑی خواہش ہوتی ہے کہ ہم سکالرز سے ملیں لیکن ہائی انٹیلکچوئیل بہت مصروف ہوتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ تعلقات بنانے کا ایک فارمولا بنا لیا جو انتہائی کامیاب تھا۔ مجھے جو بھی علمی شخصیت پسند آتی میں ان کے لیکچرز ارینج کرنا شروع کر دیتا۔ ان کو بھی کوئی پلیٹ فارم چاہئے ہوتا تھا جہاں اچھے ارینجمنٹ میں وہ اپنا پیغام لوگوں تک پہنچا سکتے۔ اس سے مجھے اپنے پسندیدہ سکالرز کے لیکچرز بھی سننے کو مل جاتے اور ان کے ساتھ تعلقات بھی بن جاتے اور لوگوں سے بھی اچھی پذیرائی ملتی۔ لوگ دعائیں دیتے اور تعریفیں بھی بہت کرتے اور اکثر کہتے آپ انسانیت کی خدمت کا بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ میں ہمیشہ کہتا انسانیت کی خدمت تو راستے میں بائے ڈیفالٹ آ جاتی ہے میرا تو مقصد خود کی نشوونما اور اغراض کی تکمیل ہے۔

ہم دس یا بیس سال کے بعد کہاں ہوں گے یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہر انسان جاننا چاہتا ہے' لوگ اس سوال کا جواب جاننے کیلئے پامسٹ' پیروں اور بابوں کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں جبکہ اس کا جواب بہت آسان ہے۔ آپ کی کمپنی جن لوگوں کے ساتھ ہے آپ کم وبیش ویسے ہی ہوں گے۔ کم از کم اتنا تو کرنا چاہئے کہ ہم اپنے سے بہتر لوگوں کے ساتھ اپنا وقت گزاریں تا کہ ہم ان سے Best Practices سیکھ سکیں۔

Marfat.com

دوسروں کا خیال کم دکھاوا زیادہ

ایک دفعہ میں اپنے دوست حافظ قاسم کی دکان پر بیٹھا تھا۔ حافظ صاحب میرے روزمرہ کے معمولات سے بخوبی واقف تھے اور ہم علمی بحث کیا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے مجھ سے کہا کہ علی بھائی آپ اتنی بڑی بڑی محفلوں اور ہوٹلوں میں جاتے ہیں' آپ کے جوتے بھی پھٹے ہوئے ہیں' آپ کبھی کنفیوز نہیں ہوتے۔ میں نے کہا آج تک مجھے کسی گارڈ نے نہیں روکا اور نہ ہی میزبان نے پوچھا کہ آپ پھٹے جوتے پہن کر کیوں آئے ہیں۔ یہ محض ہمارے دماغ کی پیداوار ہے' بھلا کوئی کسی کے کپڑے کیوں نوٹ کرے گا۔ محفل میں تو ہر کسی کی کوشش اپنے آپ کو بہتر پیش کرنے کی ہوتی ہے اور انسان اتنا خود پسند ہے کہ اپنے سے باہر نکلنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔ ہماری ساری زندگی یہی سوچنے میں گزر جاتی ہے کہ دوسرے ہمارے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ دنیا میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں' پہلی قسم والے سارا سارا دن ٹاک شوز دیکھتے ہیں اور حکمرانوں کو گالیاں دیتے رہتے ہیں' صبح اپنے دفاتر میں ایسے بات کرتے ہیں جیسے سیاست پر پورا عبور حاصل ہو' یہ لوگ پانچ مرلے کے گھر سے دس مرلے' پھر بیس مرلے' پھر دو کنال کے گھروں میں شفٹ ہوتے رہتے ہیں۔ اگر اور کوئی کام سمجھ نہ آئے تو ڈرائنگ روم کا فرنیچر ہی تبدیل کرتے رہتے ہیں' ہر وقت تنقید کرتے رہتے ہیں۔ ان کو غصہ اتنا آتا ہے کہ اشارے پر کھڑی گاڑی میں بھی ہارن بجاتے رہتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کہیں ایکسیڈنٹ ہو جائے تو بغیر سوچے سمجھے گالی گلوچ اور مار کٹائی پر اتر آتے ہیں' بغیر یہ سوچے کہ غلطی کس کی ہے۔ کسی علمی محفل یا کتاب پڑھنے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہیں۔ گاڑی چلاتے ہیں تو ہیڈ لائٹس کو زیادہ سے زیادہ روشن کر دیتے ہیں' یہ بھی نہیں سوچتے کہ سامنے سے آنے والی گاڑی کے ڈرائیور کو کتنی دقت ہوگی۔ اگر کسی اچھے ڈاکٹر سے علاج کروا رہے ہوں یا کسی بڑے ریسٹورنٹ سے کھانا کھا رہے ہوں تو وہیں کھڑے کھڑے لوگوں کو فون پر بتانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ فیس بک پر ایسے سٹیٹس اپ ڈیٹ کرتے ہیں جس سے لوگوں کی توجہ حاصل کر سکیں۔ جیسے Missing you, Today very sad, I am ill

Marfat.com

today' دنیا سے دل بھر گیا' اور منافقت کی انتہا دیکھیں جن سیاستدانوں کو برا بھلا کہتے ہیں انہی کو اپنے فنکشنز میں بطور مہمان خصوصی بلاتے ہیں اور اپنے ادارے کی سب سے خوبصورت لڑکیوں سے گلدستہ پیش کرواتے ہیں اور اپنے فنکشنز انہی کے انتظار میں گھنٹوں تاخیر سے شروع کرتے ہیں اور انہی سیاستدانوں کے ساتھ تصویریں کھنچوا کر اپنے دفاتر میں بڑے بڑے فریم کروا کر لگواتے ہیں اور حتی الامکان کوشش کرتے ہیں کہ ہماری تصاویر ان کے ساتھ اخبارات میں آجائیں۔ نمود و نمائش کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے' ہر وقت اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کیسے ہم دوسروں پر سبقت لے جائیں۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ہر وقت اپنے مقصد کی تکمیل میں لگے رہتے ہیں' ان کو کوئی فکر نہیں ہوتی کہ میرے بارے میں کوئی کیا سوچ رہا ہے' کوئی کیا کہہ رہا ہے' بس اپنے ہی کام میں مگن رہتے ہیں۔ یہ لوگ دوسروں کی زندگی میں ویلیو ایڈ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ نہ تو ماضی کے واقعات پر غمگین ہوتے ہیں اور نہ ہی مستقبل کے لیے فکر مند رہتے ہیں۔ ہر وقت اپنے علمی اور شعوری لیول کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایکسیڈنٹ ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شکر ہے کسی بڑے نقصان سے بچ گئے۔ یہ لوگ کوشش کرتے ہیں زیادہ سے زیادہ سچ بولیں اور اپنے لکھے ہوئے Concept کو چیلنج کرتے ہیں اور نئے Concept کو قبول کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ یہ لوگ وقت کی پابندی کرتے ہیں اگر کسی کو وقت دیا ہو تو کوشش کرتے ہیں کہ اس سے تھوڑا پہلے ہی پہنچ جائیں کیونکہ انسان کی بہت عزت کرتے ہیں۔ اب یہ فیصلہ آپ کا ہے کہ آپ نے اپنا شمار پہلی قسم والے لوگوں میں کرنا ہے یا دوسری قسم والے لوگوں میں۔

Marfat.com

انسان چار چیزوں کا مجموعہ

اگر آپ زندگی پر غور کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ ہم ایک ہجوم کو ایک طرف دوڑتے ہوئے دیکھتے ہیں تو بغیر سوچے سمجھے' اپنے مقصد کا تعین کئے بغیر اس کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر دوڑتے دوڑتے جب تھک کر بیٹھتے ہیں تو تب سوچتے ہیں کہ یہ ہم کہاں آ گئے' یہ تو ہماری منزل نہیں تھی لیکن پھر پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور پچھتاوا ایک ایسی بیماری کا نام ہے جو نہ تو نظر آتی ہے اور نہ ہی ختم ہوتی ہے' یہ قبر تک ساتھ جاتی ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا عموماً بوڑھے لوگ اپنے وقت آخر میں بیمار پڑ جاتے ہیں اس کی وجہ سمجھنے کے لیے انسان کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ انسان چار چیزوں کا مجموعہ ہے' روح' دماغ' دل اور جسم۔ ان چاروں اجزاء کی خوراک بھی الگ الگ ہے جو میٹریل انسان کو بنانے میں استعمال ہوا ہے وہ آگ' ہوا' مٹی اور پانی ہے۔ روح کی خوراک ذکر الٰہی' نماز' روزہ' حج' نیک کام' انسانیت کی خدمت ہے۔ دماغ کی خوراک علم حاصل کرنا' سیکھنا' نئے تجربات کرنا' نئے لوگوں سے مل کر مختلف موضوعات پر گفتگو کرنا ہے۔ دل کی خوراک محبت کرنا' کسی کو چاہنا' چاہے جانا ہے' ویسے چاہے جانے کا جذبہ زیادہ بڑا ہے' اس میں تسکین نفس زیادہ ہے۔ جسم کی خوراک کھانا پینا' صاف ستھرائی' اچھا ماحول' جنسی تسکین وغیرہ ہے۔ اگر آپ غور کریں تو ہم ڈگری لینے کے بعد اپنی زندگی میں کوئی بھی کتاب نہیں پڑھتے یا کوئی پرسنیلٹی ڈویلپمنٹ کا کوئی لیکچر اٹینڈ نہیں کرتے۔ اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایک جز یعنی دماغ کی نشوونما رک جاتی ہے پھر آہستہ آہستہ سالوں کے بعد یہ کمزور پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ کسی زنگ دار پرزے کی مانند ہو جاتا ہے جس کو کافی عرصے سے استعمال نہ کیا گیا ہو' کھانا پینا تو انسان کر ہی لیتا ہے لیکن جسم کی خوراک جنسی تسکین کا جذبہ انسان میں 15 سال کی عمر میں شروع ہو جاتا ہے اور 17 سال تک یہ جذبہ شدت اختیار کر جاتا ہے اور ہمارے معاشرے میں اس کی تسکین تقریباً 28 سے 30 سال کی عمر میں ملتی ہے جس کی وجہ سے انسان میں اتنی شدید محرومی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ محرومی قبر تک جاتی ہے۔ اس لئے گوگل کے سروے کے مطابق پاکستان پورن سائٹس دیکھنے والا دنیا کا

Marfat.com

صفحہ اول کے ملکوں میں آتا ہے اور نیٹ کیفوں کے سروے کے مطابق سیکسی مووِیز بزرگ لوگ زیادہ دیکھتے ہیں۔ اگر آپ کی زندگی میں کوئی آپ کی چاہت ہی نہ کرے تو آپ کے دل کی خوراک پوری نہیں ہوتی لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کی کوئی چاہت کیوں کرے گا۔ اسے ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ چار طرح کے درخت ہوتے ہیں' پہلی قسم سوکھا کانٹوں والا درخت' ایسے درخت کے پاس بیٹھنا کوئی پسند نہیں کرتا کیونکہ نہ تو یہ سایہ دیتا ہے اور نہ ہی اس کو دیکھ کر کوئی راحت محسوس ہوتی ہے بس شاید کوئی دوائی بنانے کے کام آجاتا ہو۔ دوسری قسم کا درخت سوکھا ہوتا ہے لیکن اس کی لکڑی بہت مضبوط ہوتی ہے' لوگ اس کے سائے سے تو کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے لیکن ایسے درخت گھروں میں فرنیچر اور کھیلوں کا سامان بنانے کے کام آتے ہیں۔ بہر حال کچھ نہ کچھ فائدہ لوگ اس سے حاصل کر ہی لیتے ہیں۔ تیسری قسم کے درخت گھنے ہوتے ہیں۔ اس کے سائے تلے لوگ راحت حاصل کرتے ہیں اور چرند پرند اپنے گھونسلے بناتے ہیں۔ بس ہر وقت ایسے درختوں تلے رونق لگی رہتی ہے۔ اس سے انسان بھی مستفید ہوتے ہیں اور چرند پرند بھی۔ چوتھی قسم کے درخت گھنے بھی ہوتے ہیں اور پھل دار بھی' یہ اپنے سائے سے لوگوں کو بہت مستفید کرتے ہیں۔ چرند پرند بھی ایسے درختوں پر خوب گھونسلے بناتے ہیں۔ اپنے لذیذ پھلوں سے لوگوں کو دور دور تک فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ایسے درخت بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں۔ انسان ایسے درختوں کی بہت قدر کرتے ہیں۔ ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے ایسے درخت ہمارے گھروں میں ہوں۔ اب تک مجھے یقین ہے کہ آپ سب کا دل کر رہا ہوگا کہ ہم چوتھی قسم کے درخت بن جائیں لیکن یاد رکھئے ایسے درختوں پر چرند پرند سب سے زیادہ گند کرتے ہیں۔ اگر آپ ایک ایسا درخت بننا چاہتے ہیں تو دل و دماغ بہت وسیع رکھنے ہوں گے۔ زندگی کا مزا ان پانچ چیزوں میں ہے:

Fame

Achievement Of Sex

Food With Friends

Attending Events

Travel

And

Live Life With Passion With Learning And

Researching

ہم اپنی زندگی کے بیشتر مزے لوگوں کے مطابق زندگی گزارنے میں لگا دیتے ہیں جیسے اگر پیسے نہیں بھی ہیں تو ادھار لے کر والد کی برسی کرنی ہے' چاہے ذرا بھی دل نہ کر رہا ہو' محض اس لئے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ شادی دھوم دھام سے ہی کرنی ہے چاہے دس سال کی تاخیر ہو جائے اور بچے چاہے Sexual Disorder کا شکار ہو جائیں' محض اس لئے کہ اگر

Marfat.com

سادگی سے شادی کردی تو خاندان میں کیا ناک رہے گی اور دیگر ایسے بہت سے معاملات ہیں جن کو کرنے کا ذرا دل نہیں ہوتا لیکن ہم بغیر سوچے سمجھے کرتے جاتے ہیں اور پھر جب مصیبت کی گھڑی میں کوئی خاندان والا آگے نہیں ہوتا تو اس وقت پچھتاتے رہتے ہیں اور اندر ہی اندر شرمندہ ہوتے رہتے ہیں۔ میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ انسان انرجی اور ریسورسز پر چل رہا ہوتا ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ اپنی ڈویلپمنٹ پر لگانا چاہئے نہ کہ محض چند رسومات کی بناء پر لوگوں کے پریشر میں آکر فضول فنکشنز پر برباد کرنا چاہئے۔

Marfat.com

ابابیل کی زندگی بہترین

تاریخ میں جتنے بھی کریکٹرز گزرے ہیں میں ایک کریکٹر سے بہت زیادہ انسپائر ہوا' وہ تھا ابابیل کا کریکٹر' جو حضرت ابراہیم کی آگ پر اپنی چونچ سے پانی ڈالتی تھی' لوگوں نے مذاق اڑایا اور ابابیل سے کہا تمہاری چونچ کا قطرہ قطرہ پانی اتنی بڑی آگ میں کیا فرق ڈال سکتا ہے۔ ابابیل نے جواب دیا اتنی تو مجھ میں بھی عقل ہے کہ میری چونچ کے پانی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر اللہ کے حضور جب پیش ہوں گی تو کہہ تو سکوں گی کہ میں نے کوشش کی۔ یہ کوشش کا فلسفہ اتنا بڑا ہے کہ آپ کی ساری فرسٹریشن ختم کر دیتا ہے۔ اس واقعہ نے میری زندگی میں بہت تبدیلی پیدا کی' پہلے میں بہت فرسٹریٹ ہو جاتا تھا۔ قرآن میں بھی ایک جگہ رسولؐ خدا سے فرما رہے ہیں کہ میری تبلیغ پھیل نہیں رہی' لوگ میری بات نہیں مان رہے۔ خدا نے فرمایا کہ آپؐ کا کام صرف کوشش کرنا ہے' ہدایت دینا میرا کام ہے۔ (مفہوم)

اس سے بھی مجھے سمجھ آ گئی کہ کوئی بھی علمی کام کر کے یہ امید رکھنا کہ لوگ میری بات کو مانیں محض تسکین نفس ہے اور کچھ نہیں۔ پھر میری خواہش ہوا کرتی تھی کہ جو میرے Concept ہیں وہی ٹھیک ہیں۔ اس دوران اللہ نے میری ملاقات جاوید غامدی سے کروا دی۔ PCBA میں ہر اتوار کے روز 11 بجے غامدی صاحب کا درس ہوتا تھا جسے میں باقاعدگی سے اٹینڈ کرتا تھا۔ ایک دفعہ لیکچر کے بعد سوال جواب کے سیشن میں ایک شخص نے داڑھی کا سوال کیا تو غامدی صاحب نے فرمایا کہ یہ فرض نہیں ہے۔ وہ شخص بہت غصے میں غامدی صاحب کی طرف آیا اور چلانے لگا جیسے ابھی مارنے ہی لگے گا۔ غامدی صاحب نے انتہائی شائستہ طریقے سے بتایا کہ یہ بات میں نے آپ کو اپنی تحقیق کے مطابق بتائی ہے' ہو سکتا ہے میں غلط ہوں' آپ چاہیں تو خود تحقیق کر لیں اور چاہیں تو میری بات کو رد کر دیں۔ میں یہ سارا منظر دیکھ کر بہت متاثر ہوا وہ شخص جس کی بہت لمبی داڑھی تھی وہ بھی سکون میں آ گیا پھر میں نے بھی اپنا یہ Concept بنا لیا کہ کسی شخص کی بھی تحقیق ٹھیک ہو سکتی ہے' اگر آپ کو اس کی تحقیق پسند ہو تو مان لیں ورنہ بغیر کسی تشدد اور لڑائی کے اسے رد کر دیں۔

Marfat.com

ایک سوال مجھ سے اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ جن صوفی حضرات کے پاس بیٹھتے ہیں یہ لوگوں کا چہرہ دیکھ کر یا صرف نام جان کر ان کے بارے میں کیسے بتا دیتے ہیں اور جو تسبیحات اور وظائف یہ پڑھنے کیلئے دیتے ہیں وہ ہماری زندگی میں کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ صوفی حضرات لوگوں سے مل مل کر اتنے تجربہ کار ہو جاتے ہیں کہ ان کی Sense Of Understanding ڈویلپ ہو جاتی ہے اور دن رات کی پریکٹس کرنے سے اندازے ٹھیک لگنا شروع ہو جاتے ہیں جو ہمیں مافوق الفطرت لگتے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں' اگر آپ میں سے کسی نے اس شخص کو دیکھا ہو جو بغیر دیکھے الٹی طرف سے تیر مارتا ہے اور ٹھیک نشانے پر جا کر دائرے کے درمیان میں لگتا ہے۔ ہم جب یہ دیکھتے ہیں تو بہت حیران ہوتے ہیں لیکن اگر آپ غور کریں تو اس شخص نے یہ مقام ایک دو مہینے میں حاصل نہیں کیا بلکہ کئی سالوں کی ریاضت کے بعد وہ اس مقام پر پہنچتا ہے۔ پہلے اس نے یہ نشانہ ایک فٹ سے لگانا شروع کیا ہو گا پھر آہستہ آہستہ کئی مہینوں بعد ہزاروں نشانے لگانے کے بعد وہ اس مقام پر پہنچا ہو گا کہ 100 فٹ سے بھی بغیر دیکھے نشانہ لگا سکے۔ ایک بات تو ہو گئی تجربہ اور پریکٹس' دوسری بات صوفی حضرات بہت ذکر و اذکار کرتے ہیں اس طرح وہ بیشتر وقت اللہ کے ساتھ جڑے رہتے ہیں تو ان کو پھر کشف یا الہام ہونا شروع ہو جاتا۔

Marfat.com

تسبیح کیسے اثر انداز ہوتی ہے

جب کوئی شخص اپنا مسئلہ لے کر ان صوفی حضرات کے پاس آتا ہے تو یہ لوگ شروع میں ہی اسے کوئی ایسی بات بتا کر حیران کر دیتے ہیں جس بات کا وہ کسی کے منہ سے سننا گمان ہی نہیں کر سکتے۔ پہلے ہی منٹ وہ شخص صوفی صاحب کو عقل کل مان لیتا ہے اور پھر ہر بات پر پورا پورا بھروسہ کرتا ہے۔

A- اس دنیا میں کوئی بھی چیز نہ ختم ہو سکتی ہے نہ پیدا کی جا سکتی ہے' ہر شے اپنی شکل بدل دیتی ہے' اسی طرح جب ہم کلمات زبان سے نکالتے ہیں وہ آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں اور یقیناً خدا کے پاس پہنچتے ہیں۔

B- انسان چونکہ ایک ایسی ہستی سے مل کر آیا ہوتا ہے جو اسے حیران کر دیتی ہے' اس پر پورا ایمان لے آتے ہیں پھر یہ سمجھتے ہیں کہ اس صوفی نے جو حساب کتاب لگا کر میرے نام یا مسئلے کے مطابق تسبیح دی ہے یہ واقعی میرے لیے فائدہ مند ثابت ہو گی اور جب باقاعدگی سے وہ اسے پڑھتا ہے تو اس میں خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے اور دوسرا یہاں لاء آف فوکس اپلائی ہوتا ہے۔ وہ جب تسبیح پڑھ رہا ہوتا ہے تو اس کا دھیان اپنے مسئلے کی طرف ہوتا ہے اس لئے اسے خود بخود مسئلے کے حل کے کئی خیالات ذہن میں آتے ہیں۔

C- تسبیح پڑھتے وقت جب زبان تالو کے ساتھ ٹکراتی ہے' کچھ خاص الفاظ کی ادائیگی میں تو اس سے پورے جسم میں وائبریشن پیدا ہوتی ہے جو جسم کو متحرک رکھتی ہے' اس سے بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

D- تسبیح چونکہ ذکر الٰہی ہے یہ روح کی خوراک ہے' روح کو جتنی خوراک ملے گی وہ اتنی ہی طاقتور ہو گی اور طاقت دل' جسم اور دماغ کو ٹرانسفر کرے گی۔

E- تسبیح پڑھتے وقت آپ کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان جو دانہ بار بار گھومتا ہے وہ بھی ایک بہت زبردست Healing کا کردار ادا کرتا ہے۔

Marfat.com

F- کوئی بھی ذکر ٹھنڈا گرم نہیں ہوتا بس جو صوفی آپ کے نام کے مطابق ذکر الٰہی میچ کر کے دیدے وہ آپ کے لیے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے اور ذکر صرف اپنے مسائل کے حل کیلئے ہی نہیں بلکہ اس نیت سے کرنا چاہئے کہ اللہ ہمیں معرفت کی منزلیں طے کروائے۔

G- ذکر الٰہی سے آپ زیادہ سے زیادہ وقت خدا سے جڑے رہتے ہیں تو آپ کے ذہن میں لوگوں کی غیبت' برائی اور ایسے منفی خیالات نہیں آتے بلکہ آپ کی سوچ مثبت ہو جاتی ہے اور اس دنیا میں مثبت سوچ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ پھر آپ اپنے معاملات کو مثبت طریقے سے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر آپ ذکر الٰہی کرتے کرتے سو جائیں تو آپ کی ساری رات خدا کے قریب گزرتی ہے۔ ویسے جاپان کی ایک ریسرچ بھی آپ کو بتاتا چلوں۔ ذکر الٰہی کر کے کچھ لوگوں نے پانی کی طرف پھونکا اور کچھ لوگوں نے شیطانی کلمات پڑھ کر پھونکے۔ جب ذکر الٰہی ہوا تو پانی کے Particulars میں بہت خوشگوار شکلیں بنیں اور شیطانی کلمات والی جگہ پر بدصورت شکلیں نظر آئیں۔

H- جب کوئی شخص اپنا مسئلہ کسی صوفی کو بتاتا ہے تو جو اچھا صوفی ہے وہ زیادہ سے زیادہ اس شخص کو بولنے کا موقع دیتا ہے اس طرح آدھا مسئلہ تو اس کے اپنے کتھارسز سے حل ہو جاتا ہے اور اسے اس بات کی بہت تسلی ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جو اپنے علم اور معرفت کی وجہ سے اللہ کے قریب ہے اس کو میں نے اپنی پوری بات بتائی جو خدا سے میری سفارش کر کے میرا مسئلہ حل کروائے گا۔

اشفاق صاحب پھر یاد آ گئے' فرماتے تھے' اس دنیا میں بھوک' شادی اور بیماری اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے' انسان کو اپنے دکھ درد سنانے کیلئے کوئی صاحب کشف انسان نہیں ملتا جس سے وہ اپنا کتھارسز کر سکے۔ یہ مسئلہ باقی مسئلوں سے بڑا ہے اور جن کو اپنی زندگی میں کوئی ایسی اللہ والی شخصیت مل جائے تو وہ دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوتا ہے۔

Marfat.com

صوفی سے تعلق کیسے بنائیں؟

مجھ سے اکثر لوگ پوچھتے ہیں آپ ان صوفی حضرات سے تعلقات کیسے بناتے ہیں تو آیئے اس پر تفصیل سے بات کرتے ہیں۔

A- زیادہ سے زیادہ اس شخص کے لیکچر اٹینڈ کریں جس سے آپ تعلقات بنانا چاہتے ہیں اور خاص طور پر لیکچر کے بعد جب تھوڑے سے لوگ آخر میں گپ شپ کے لیے بیٹھیں تو اس محفل میں زیادہ سے زیادہ سوال کریں۔

B- جس سکالر کو اٹینڈ کر رہے ہوں تو اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات لے کر جائیں' ان کا بائیوڈیٹا' کون کون سی کتابیں لکھی ہیں' پسند اور ناپسند وغیرہ' جتنا زیادہ آپ اس شخص کے بارے میں جانیں گے اتنا ہی بات کرنے میں آسانی محسوس کریں گے۔

C- جب لیکچر ختم ہو تو ان کے ساتھ گاڑی تک جائیں' چاہے آپ کے پاس آپ کی سواری موجود ہو لیکن ان سے کہیں مجھے راستے میں اتار دیں' اس طرح آپ کو ان کے ساتھ اکیلے وقت گزارنے کا موقع مل جائے گا اور باتوں باتوں میں اگلی ملاقات کا بہانہ نکال لیں' جیسے اگر ان کو کسی کتاب یا ڈی وی ڈی کی ضرورت ہو تو اسے مہیا کرنے کی کوشش کریں۔

D- سکالرز کو ہمیشہ اپنے خیالات پہنچانے کیلئے ایک پلیٹ فارم چاہیئے ہوتا ہے۔ آپ کچھ لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کے گھر بھی لے کر جا سکتے ہیں' کسی ادارے میں ان کی گفتگو بھی رکھی جا سکتی ہے۔

C- اس طرح آپ کے ذاتی تعلقات بننے شروع ہو جائیں گے۔ جتنا زیادہ وقت آپ ان کے ساتھ گزاریں گے اتنا ہی آپ کو ان کی زندگی کے معمولات کا پتہ چلتا رہے گا' بس آپ نے ہر وقت یہ سوچنا ہے کہ آپ ان کی زندگی میں ویلیو کیسے ایڈ کر سکتے ہیں اور ان ہزاروں لوگوں میں سے کیسے نمایاں ہو سکتے ہیں جن سے یہ سکالرز دن رات ملتے ہیں۔

D- جب کبھی سکالرز سفر پر جا رہے ہوں تو کوشش کریں کہ ان کے ساتھ چلے جائیں' ویسے ان لوگوں کو بھی کمپنی کی

Marfat.com

ضرورت ہوتی ہے' سفر میں بس یہ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ وقت اکیلے ان کے ساتھ گزاریں۔ سفر پر چلنے سے پہلے کچھ بہترین ٹف سوالات تیار کرلیں جس سے آپ کا امپریشن بھی ان پر اچھا پڑے۔ جب لوہا لکڑی کے ساتھ جڑتا ہے تو وہ بھی تر جاتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ان تمام کاموں کے لیے صرف اور صرف آپ کی Dedication چاہئے ہے' کوئی Resources نہیں چاہئیں۔

E- جن سکالرز سے آپ تعلقات بنانا چاہتے ہیں کوشش کریں کہ جو ان کے قریبی شاگرد یا دوست ہیں ان سے سلام دعا بڑھائیں۔ زیادہ تر ان لوگوں میں بھی Appreciation کی حس پائی جاتی ہے اور عمومی طور پر ان لوگوں سے کوئی نہیں ملتا۔ اگر کوئی ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کرے تو بہت خوش ہوتے ہیں اور عزت بھی بہت کرتے ہیں۔ پھر ان سے مل کر ان کے استاد کی باتیں پوچھیں' وہ اسے بیان کر کے بھی بہت فخر محسوس کرتے ہیں' ایسے ان کا کتھارسز بھی ہو جاتا ہے۔ آپ سے تعلقات بھی بن جاتے ہیں' پھر یہ شاگرد آپ کو اپنے استاد سے بھی وقتاً فوقتاً ملائیں گے۔

Marfat.com

ذکر واذکار

تقریباً تمام صوفیائے کرام ذکر واذکار کا درس دیتے ہیں لیکن میں ہمیشہ سے ہی اس کے خلاف رہا ہوں' میں سوچتا تھا کہ کیا یہ لوگوں کو تسبیحات پر لگا کر محنت اور جستجو سے فارغ کر رہے ہیں' تمام صوفی حضرات کے ساتھ وقت گزارا لیکن کبھی تسبیح نہیں پڑھی۔ ایک دن ایسے ہی خیال آیا کہ جیسے دنیا کے دوسرے کام تجربہ حاصل کرنے کے لیے کرتا ہوں ویسے ہی تسبیح پڑھ کر دیکھتا ہوں کیونکہ میں نے ایک جملہ سنا تھا جو میرا پسندیدہ ہے "Every Experience Enrich Your Self" تو میں نے تین تسبیحات پڑھنا شروع کر دیں اور مقصد صرف ایک تھا کہ اے خدا میرے علم میں اضافہ کرتا کہ تیری قدرت کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔ اسے پڑھنے سے میرے کئی کئی سال پرانے رکے ہوئے کام بڑی آسانی سے ہونے لگے' نئی نئی چیزوں کا پتہ چلنا شروع ہو گیا' راستے کھلنے لگ گئے' رزق کی فراوانی ہو گئی' یہ جو میں نے کتاب لکھی ہے یہ بھی ان تسبیحات کا نتیجہ ہے کیونکہ 2013ء سے پہلے میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی کتاب لکھوں گا۔

Marfat.com

پروفیسر احمد رفیق اختر

2004ء میں الحمراء ہال میں پروفیسر صاحب کا قرآن اور سائنس کے موضوع پر پہلا لیکچر اٹینڈ کیا تو پورے لیکچر کی کچھ سمجھ نہ آئی۔ ساری باتیں سر کے اوپر سے گزر گئیں لیکن میں وہاں آئی ہوئی ایلیٹ کلاس کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور اتنی سمجھ ضرور آ گئی کہ پروفیسر صاحب جو بھی گفتگو کر رہے ہیں وہ اعلیٰ پائے کی ہے۔ پھر سوال جواب کا سیشن شروع ہوا۔ پروفیسر صاحب نے سارے سوالوں کے جواب بڑی تحمل مزاجی سے تسلی بخش دیئے۔ یہ میرے لئے ذرا حیران کن بات تھی کیونکہ عموماً مذہبی رہنما تقریر پر زیادہ زور دیتے ہیں بلکہ کچھ علماء تو سوال کرنے پر ناراض ہو جاتے ہیں جبکہ پروفیسر صاحب نے سخت سوالات کے جواب بھی تحمل سے دیئے۔ پھر جہاں کہیں بھی پروفیسر صاحب کا لیکچر ہوتا میری پوری کوشش ہوتی کہ کوئی گاڑی والا دوست پکڑوں تا کہ اس سے بھی راستے میں اچھی گپ شپ ہو جائے اور آنے جانے کا بھی مفت انتظام ہو جائے اور لیکچر اٹینڈ کر لوں۔ لیکچر کی سمجھ پھر بھی نہیں آتی تھی، کئی مرتبہ تو میں لیکچر کے دوران سو بھی گیا مگر یہ سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ کون سی قوت ہے جو بار بار پروفیسر صاحب کی طرف کھینچتی ہے۔ آخر کار خدا نے میرا یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ ایک دفعہ اپنے دوست محترم اعجاز نثار کے پاس بیٹھا تھا۔ پروفیسر صاحب کی کتاب مجموعہ پروفیسر احمد رفیق اختر بھی قریب ہی رکھا ہوا تھا۔ وہ میں گھر لے آیا۔ رمضان کے دن تھے گھر میں تو پڑھنے کا موقع نہ ملا اسی رمضان میں اعتکاف میں بیٹھا تو وہاں پروفیسر صاحب کی کتاب بھی لے گیا۔ دو تین اور کتابیں بھی لے کر گیا لیکن ان کو پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ بس پہلے ہی دن سے مجموعہ پڑھنا شروع کر دیا اور اس کتاب نے ایسا پکڑا، ایسا پکڑا کہ صرف نماز پڑھتا، سحر و افطار کرتا باقی سارا وقت کتاب پڑھتا۔ پروفیسر صاحب کی کتاب پڑھنے کی وجہ سے مجھے جامعہ اشرفیہ کے مولویوں نے سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی پاس آ جاتا اور کہتا اللہ نے آپ کو اعتکاف کی سعادت نصیب کی ہے آپ خدا کی عبادت کریں، کچھ قرآن حدیث پڑھیں، ایسی کتابیں تو آپ بعد میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ میں نے کہا پروفیسر صاحب کی کتاب میں بھی قرآن و حدیث کے

Marfat.com

حوالے ہیں' کافی علمی اور مذہبی معلومات ہیں لیکن وہ میری بات نہیں سنتے تھے۔ شاید ان کے علماء میں سے کسی کی کتاب نہ تھی اس لئے تنقید کرتے تھے۔ ایک مولوی تو پاس آ کر ہی بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ آپ ایک ایسے شخص کی کتاب پڑھ رہے ہیں جو خود باعمل نہیں ہے۔ یہ مولوی مجھے باقیوں سے زیادہ دلچسپ لگا میں نے کتاب بند کی اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور سوچا یہ مولوی شاید پروفیسر صاحب کا جاننے والا ہے اور ابھی ان کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائے گا جو قابل اعتراض ہو یا غیر شرعی ہو گی۔ وہ کہنے لگا جس شخص کی داڑھی نہیں ہے وہ باعمل کیسے ہو سکتا ہے چونکہ پروفیسر صاحب کی کتاب پر تصویر تھی اس نے وہاں سے دیکھ کر یہ بات کی تھی۔ میں یہ جملہ سن کر حیران و پریشان ہو گیا اور سکتے میں چلا گیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب اس مولوی سے مزید گفتگو نہ کی جائے اور اجازت لی جائے۔ میں کئی گھنٹے سوچتا رہا بھلا داڑھی کا علمیت سے کیا تعلق۔ بہر حال میں نے کتاب حرف با حرف پڑھی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ آج ہی خدا سے شناسی ہوئی ہے پھر لیکچر سمجھ آنا شروع ہو گئے۔ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہو گا کہ پروفیسر وہ سمندر ہیں جہاں سے تصوف کی ساری ہستیاں مستفید ہوتی ہیں۔

میں نے بہت سے صوفیوں کی کوئی نہ کوئی برائی سنی ہے لیکن پروفیسر صاحب کے آگے ساری علمی ہستیاں سجدہ کرتی ہیں اور بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی نے پروفیسر صاحب کی ذات یا علمی صلاحیت کو چیلنج کیا ہو۔ پھر میرا گوجر خان آنا جانا شروع ہو گیا۔ پروفیسر صاحب سے بھی اچھی واقفیت ہو گئی۔ سپیریئر یونیورسٹی میں ''اسلام اور عصر حاضر'' کے موضوع پر لیکچر کروایا جس میں 600 لوگوں نے شرکت کی۔ پوری یونیورسٹی کی مینجمنٹ حیران تھی کہ ٹھوکر سے 17 کلومیٹر دور اتنے زیادہ لوگ بغیر کسی بڑی تشہیری مہم کے کیسے آ گئے۔ یہ تمام لوگ پروفیسر صاحب کے چاہنے والے تھے۔ پروفیسر صاحب اپنی تعلیمات میں حسن سلوک اور کھانا کھلانے پر بہت زور دیتے ہیں۔ جو بھی ان سے ملنے گوجر خان جائے اس کی بہت عزت و احترام کرتے ہیں اور خوب کھلاتے پلاتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کو جب لوگ اپنا نام بتاتے ہیں تو ابھی نام کا آخری حرف منہ میں ہی ہوتا ہے تو پروفیسر صاحب اس کی پرسنیلٹی اور حالات و واقعات کے بارے میں بتانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کیلئے بہت حیران کن لمحہ ہوتا ہے۔ ناموں کے علم کا پروفیسر صاحب کو موجد کہا جاتا ہے۔

ایک دفعہ سحر کے وقت میں ڈاکٹر عمر مسعود کے ساتھ گوجر خان کے لیے روانہ ہوا۔ تقریباً نو بجے ہم پروفیسر صاحب کے کمرے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے حسب معمول استقبال کیا۔ سردیوں کے دن تھے میں پروفیسر صاحب کے بستر میں گھس گیا' ڈاکٹر عمر سامنے بیٹھ گئے۔ زبردست ناشتہ کیا تو گفتگو کے دوران میں نے سوال کر دیا کہ مرد ہم جنس پرست کیسے تسکین حاصل کریں۔ ان کو خدا نے جیسا بنایا ہے وہ اس تسکین سے محروم ہیں تو کیا یہ خدا کی ناانصافی نہیں۔ پھر Lesbian کا پوچھا' Hemale اور Shemale کا پوچھا' انہوں نے بڑے انہماک سے ان تمام سوالات کے جواب دیئے۔ میری زیادہ تسلی تو نہ ہو سکی پر گفتگو بڑی دلچسپ ہوئی۔ جب ڈاکٹر عمر اور میں واپس آ رہے تھے تو ڈاکٹر صاحب پروفیسر صاحب کے سحر میں پوری طرح مبتلا ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں حیران تھا کہ تم جنسی معاملات پر کتنا کھل کر ان سے بات کر رہے تھے۔ میں نے کہا یہی تو پروفیسر صاحب کی خوبی ہے۔ انہوں نے سوال جواب کا رواج ڈالا اور اپنے تمام

Marfat.com

شاگردوں کو اتنا Comfortable رکھا ہوا ہے کہ وہ جیسا چاہے سوال کریں۔ پروفیسر صاحب فرماتے ہیں ''تقلید علم کی دشمن ہے''۔ کیا کسی دربار کے گدی نشین سے ان کے مرید سوال کر سکتے ہیں۔ کیا جمعہ کے خطبہ کے دوران کوئی شخص امام مسجد سے سوال کر سکتا ہے یا مسجد میں کوئی علیحدہ سے امام صاحب سے سوال جواب کی نشست کر سکتا ہے۔ نہیں، نہیں، نہیں۔ یہ پروفیسر صاحب کی ہی مہربانی ہے جنہوں نے لوگوں کو اندھی تقلید سے نکال کر علم کی طرف رجحان بڑھایا۔ کہا جاتا ہے کہ سوال آدھا علم ہے۔

پروفیسر رفیق احمد
رابطہ: عمر فاروق
ٹیلیفون: +92-51-5953012
موبائل عمر فاروق: +92 321 848 1612
ویب سائٹ: alamaat.com
پتہ: مکان نمبر A-143، سٹریٹ نمبر 12، چکلالہ سکیم نمبر 3، راولپنڈی

Marfat.com

سرفراز اے شاہ

شاہ صاحب سے میری ملاقات 2009ء میں ہوئی۔ بہت ہی نرم مزاج اور حلیم طبیعت کے مالک ہیں' ان کو غصہ بالکل نہیں آتا۔ عموماً سکالرز میں ایک عادت بہت عام ہوتی ہے کہ وہ دوسرے عالموں کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور اپنی اچھائیاں۔ شاہ صاحب میں بالکل یہ بات الٹ ہے' اگر کوئی شخص کسی دوسرے صوفی یا سکالر کا شاہ صاحب کے سامنے تذکرہ کرے تو بغیر کسی حسد کے اسے بڑے اچھے انداز میں سنتے ہیں اور اس سکالر کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ یہ ظرف میں نے بہت کم علمائے کرام یہاں تک کہ صوفیوں میں بھی کم ہی دیکھا ہے کہ دوسروں کی تعریف کرنا یہاں تک کہ اپنے سب سے قریبی شاگرد جو کہ میرے بھی بہت اچھے دوست ہیں صابر ملک صاحب سے اکثر کہتے ہیں کہ فلاں بہت اچھی گفتگو کرتا ہے اس کے پاس ضرور جایا کرو' ان کی محفلوں سے سیکھا کرو' شاہ صاحب بڑے کھلے دل سے یہ بات کرتے ہیں۔ عموماً اپنے شاگردوں کو کوئی دوسرے سکالرز کے پاس بھیجنا تو دور کی بات ان کے قریب جانے سے بھی منع کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کی ایک اور بات مجھے بہت اچھی لگی' انسان کو انسان کی محتاجی سے نکال کر خدا سے براہ راست رابطہ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں بھی آپ ہی کی طرح کا انسان ہوں اور یہ بات مجھے بالکل گوارہ نہیں کہ ایک انسان ایک اپنے جیسے ہی انسان کے آگے جھکے' اسے صرف خدا کے آگے ہی جھکنا چاہئے۔ اپنی ذات کی نفی کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ جو شخص اپنا مسئلہ لے کر آئے اس کو خدا کی طرف لگا دیا جائے۔ پیری مریدی کی طرف عوام کو بالکل نہیں لگاتے بلکہ اپنی زندگی کا مشن یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی علمی حیثیت کو بہتر کریں تا کہ وہ اپنے مسئلے خود حل کر سکیں۔ شاہ صاحب کی ساری خدمت عوام الناس کے لیے وقف ہے اور جو لوگ ان کے پاس جاتے ہیں ان کو کھلاتے پلاتے بھی ہیں۔ لوگوں کے مسائل حل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں' نام بتاتے ہی سب جان جاتے ہیں' بڑے بڑے مفسرین اور کالم نگار شاہ صاحب کے پاس ذاتی اور علمی مشوروں کے لیے آتے ہیں۔

Marfat.com

ایک دفعہ شاہ صاحب کا لیکچر روزنامہ ''نئی بات'' کے آڈیٹوریم میں رکھوایا جس کا عنوان ''قانون قدرت'' تھا۔ میں نے شاہ صاحب کے مشورے سے یہ عنوان تجویز کیا تھا۔ جب شاہ صاحب ہال میں تشریف لائے تو سب نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ یہ بات مجھ پر بڑی گراں گزری کیونکہ مجھے کسی نے حدیث سنائی تھی کہ ایک دفعہ رسول خداؐ کا استقبال صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر کیا تو رسولؐ کو یہ بات اچھی نہ لگی اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ لیکچر کے بعد میں نے سوال جواب کے سیشن میں یہی سوال کیا کہ آپ نے اپنے شاگردوں کے ساتھ رسولؐ والا مزاج کیوں نہیں اپنایا۔ یہ بات شاہ صاحب کے شاگردوں پر گراں گزری۔ ایک دو شاگردوں نے تو اتنا غصہ کیا کہ باہر جاتے ہوئے غصے سے کہا کہ ہم تو کھڑے ہوا کریں گے۔ بہرحال شاہ صاحب کا فہم و ادراک چونکہ بہت وسیع ہے انہوں نے میری بات سے اتفاق کیا اور جواباً کہا کہ میری تو خواہش نہیں ہوتی کہ لوگ میری تعظیم میں کھڑے ہوں' یہ لوگوں کی میرے لیے محبت اور انسیت ہے جس کی وجہ سے وہ ایسا کرتے ہیں لیکن میں بھی رسولؐ کی اطاعت کرتے ہوئے آئندہ اس بات کا خیال رکھوں گا اور ترغیب بھی کروں گا۔ اس بات سے میرے دل میں شاہ صاحب کی عزت و احترام بہت بڑھ گیا اور پھر عزت محبت میں تبدیل ہو گئی جبکہ عموماً علمائے کرام اپنے موقف سے نہیں ہٹتے اور غلطی سدھارنا تو بہت دور کی بات چند لوگوں کے سامنے بھی غلطی کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہٹ دھرمی سے اپنے موقف پر قائم رہتے ہیں اور بحث برائے بحث کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ''نئی بات'' کے زیر اہتمام شاہ صاحب کا لیکچر ملتان پریس کلب میں رکھوایا گیا جس کی میزبانی اظہر نے کی۔ یہ لیکچر بھی لاہور کی طرح بہت کامیاب رہا۔ اچھی کتاب وہ ہوتی ہے جس کو مصنف خود نہ لکھے بلکہ اس شخصیت کی گفتگو سے لوگ اتنا متاثر ہو جائیں کہ اس کی گفتگو کو کتابی شکل دے دیں۔ شاہ صاحب کے شاگردوں نے بھی کچھ ایسا ہی کیا۔ شاہ صاحب کی گفتگو کو مرتب کر کے پہلی کتاب ''کہے فقیر'' دوسری کتاب ''فقیر رنگ'' اور تیسری کتاب ''فقیر نگری'' شائع کروائی جن کو بے حد پذیرائی حاصل ہوئی اور لوگوں کو روحانیت اور تصوف کو سمجھنے میں بہت مدد ملی۔

سرفراز شاہ

رابطہ: ملک صابر

موبائل: 0321 444 3533

ویب سائٹ: qalander.org

پتہ: 212 جہانزیب بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور

Marfat.com

سرفراز اے شاہ کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

سوال: آپ علم کے سفر پر کس طرح آئے؟ عمر کے کس حصے میں آپ کو اس بات کا خیال آیا؟

سرفراز شاہ: اس بات کا تو مجھے خود بھی پتہ نہیں چل سکا کہ میں کب اس طرف راغب ہو گیا۔ اس کی وجہ شاید نفسیاتی بھی ہو سکتی ہے' میرے ذہن میں دو تین چیزیں بڑی شدت سے جم گئیں' اس کی وجہ یہ رہی ہے کہ عملی زندگی کے تجربات نے یہ سکھایا کہ انسان کی کم علمی اس کے اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی زہر قاتل ہے۔ میں نے اپنی عملی زندگی میں ایک چیز ہمیشہ دیکھی کہ انسان اپنی کم علمی یا لاعلمی کی وجہ سے غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں کی اندھی تقلید کرنا شروع کر دیتا ہے۔ خود میرے ساتھ بھی یہ ہوتا رہا کہ جہاں کسی کو اچھی گفتگو کرتے دیکھا اس سے متاثر ہو گئے' گھنٹوں ان کے پاس جا کر وقت گزارنا شروع کر دیا۔ غالباً یہ ایک نکتہ جو ذہن میں جمع تھا کہ کم علمی یا لاعلمی زہر قاتل ہے شاید اس نے مجھے اس طرف راغب کر دیا۔ میرے اردگرد جتنے دوست احباب ہیں' ملنے والے ہیں جو دو لفظ مجھے آتے ہیں وہ اگر میں ان لوگوں میں تقسیم کر دوں تو شاید ان کا بھلا ہو جائے۔ 1966ء میں میری عملی زندگی کا آغاز ہوا۔ اس وقت میں 22 سال کا تھا۔ میں سوئی گیس میں ملازم ہو کر ملتان چلا گیا' میں اس عمر میں وہاں تنہا تھا اور 22 سال کی عمر میں تنہا رہنا بہت مشکل ہوتا ہے' گھر سے دوری کا احساس بہت زیادہ تھا۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ مجھے کتابوں کا شوق تھا لیکن وقت گزاری کے لیے کتابیں بہترین ذریعہ تھیں۔ سوئی گیس کے ملتان آفس میں ایک چھوٹی سی لائبریری تھی۔ میں نے وہاں سے کتابیں لے کر پڑھنا شروع کیں' اس کے بعد کتابیں خرید کر پڑھنے کا شوق ہوا' اس طرح میں اس طرف آتا چلا گیا۔

سوال: آپ کسی سکالر سے متاثر ہوئے؟

سرفراز شاہ: میں ایک زمانے میں اپنے باس ایس ایم میکری سے بہت متاثر تھا' ان سے بہت کچھ سیکھا۔ پھر میرے پاس ٹریننگ کے لیے ایک صاحب آئے' ان کو تصوف کی راہ کا بڑا شوق تھا' انہوں نے ایم اے انگلش کیا ہوا تھا' ان سے

Marfat.com

جب گفتگو ہونے لگی تو پھر تصوف کی کتابوں کا شوق ہوا۔ اس طرح پھر یہ سلسلہ دراز ہوتا ہی چلا گیا۔ وہاں سے سوئی گیس کا محکمہ چھوڑ کر میں لاہور آ گیا۔ کتابوں کا ساتھ جاری رہا۔ پھر میں جب گورنمنٹ سروس میں چلا گیا تو وہاں مجھے ایک استاد ملے جنہوں نے مجھے بغیر کسی غرض اور لالچ کے بہت کچھ سکھایا' ان کا نام ایس ایم نقی تھا۔ میں نے ان کا ایک عجیب شوق دیکھا جس سے میں بہت متاثر ہوا۔ ان کو جوانوں کو تیار کرنے کا شوق تھا' جب وہ میرے باس بنے اس وقت میری عمر 29,28 سال تھی۔ انہوں نے مجھ پر غیر معمولی محنت کی' مجھے زندگی کا بہت کچھ سکھایا۔ میں نے ان سے ایک اصول سیکھا' وہ اصول میری زندگی میں آج تک بہت کام آ رہا ہے' کسی صاحب نے دفتری معاملات کے سلسلے میں مجھے ایک لیٹر لکھا جس پر میں خاصا برہم تھا' کافی سخت لیٹر تھا' اس لیٹر کا میں نے جواب لکھا' وہ لیٹر چونکہ ڈیپارٹمنٹ سے باہر جانا تھا اس لیے وہ لیٹر میں نے پہلے ایس ایم نقی صاحب کو دکھایا۔ انہوں نے مجھے اپنے پاس ہی بٹھا لیا' جب ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے دس پندرہ منٹ گزر گئے تو انہوں نے مجھے کہا کہ آپ نے اچھا لیٹر لکھا ہے لیکن اگر آپ کہیں تو میں آپ سے ایک بات کہوں' میں نے کہا کہ آپ حکم کریں' انہوں نے کہا کہ چیزوں کو اپنے وقت پر ہونے دو۔ نا جانے وہ کون سا لمحہ تھا کہ وہ بات میرے ذہن سے چپک کر رہ گئی۔ میرا نہیں خیال کہ 1974ء کے بعد میں نے معاملات کو بہت زیادہ Push کیا ہو' محنت تو کی لیکن اس کو Push نہیں کیا' کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ چیزیں اس طرح ہو جائیں جیسا کہ میں چاہتا ہوں۔ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ فقیرانہ سوچ کا آغاز تھا۔ ایس ایم نقی صاحب ایسی شخصیت ہیں جن سے میں آج تک متاثر ہوں' نہ صرف متاثر بلکہ ان کا احسان مند بھی ہوں۔

سوال: آپ اپنی گفتگو کو کیا نام دیں گے؟ آپ اپنے لیکچرز کو' دن رات کی محنت کو کیا نام دیں گے؟ کیا آپ اسے تبلیغ دین کہہ سکتے ہیں؟

سرفراز شاہ: اگر میں دیانتدارانہ جواب دوں تو مجھے خود بھی معلوم نہیں ہے کہ اسے کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ میری بس یہ خواہش ہے کہ لوگ اپنے ہی جیسے کسی انسان کے سامنے نہ گڑگڑائیں' جبکہ وہ شخص بھی رب تعالیٰ کا اتنا ہی محتاج ہے جتنا کہ ہم سب ہیں۔ اپنے ہی جیسے محتاج انسان کے سامنے جا کر اس سے یہ کہنا کہ میرا فلاں کام ہے پلیز وہ کام کروا دیں' اس کی منتیں کرے' یہ غلط ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر انسان اپنے دکھ اپنے ہی جیسے محتاج انسان کے سامنے بیان کرتا ہے تو یہ انسان کی توہین ہے۔

سوال: آپ کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

سرفراز شاہ: میرا مقصد صرف یہ ہے ہمارا رشتہ رب کے ساتھ اتنا گہرا اور مضبوط ہو کہ جہاں انسان کے ذہن میں کسی بھی لمحے یہ خیال نہ آئے کہ میں اپنے رب کے علاوہ بھی کہیں جا کر اپنا دکھ بیان کروں۔ یہ نظریہ پختہ ہونا چاہئے کہ رب میرا بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ کسی دوسرے کا ہے۔ ذہن میں یہ خیال پختہ ہونا چاہئے کہ جس شخص کے پاس میں دعا کے لیے جا رہا ہوں وہ بھی رب کا اتنا ہی محتاج ہے جتنا کہ میں رب تعالیٰ کا محتاج ہوں۔ دل میں یہ اعتماد ہونا چاہئے کہ میرا رب میری دعا

Marfat.com

ضرور سنے گا' یہی اعتماد انسان کو آگے لے جاتا ہے۔

سوال: کیا ہمارے نصیب میں سب کچھ لکھا جا چکا ہے؟

سرفراز شاہ: نہیں ایسا نہیں ہے' بڑی سادہ سی بات ہے' رب تعالیٰ قادر مطلق ہے اور انسان کو اس نے اپنے نائب کے طور پر پیدا کیا ہے' زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر اتارا ہے' یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قادر مطلق کا نائب مجبور محض ہو۔ وہ تو رب ہے' ایک بنیادی مثال لے لیں' اگر ایک ادارے کا ہیڈ ہے' اس کا جو نائب ہوتا ہے وہ اس کے جتنا بااختیار تو نہیں ہوتا لیکن پھر بھی اس کے پاس ساٹھ ستر فیصد اختیارات ہوتے ہیں اور وہ انہیں استعمال بھی کرتا ہے' اس کو وہ اختیارات تفویض کر دیئے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے ہماری تقدیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تقدیر کا ایک بہت چھوٹا حصہ وہ ہے جس میں انسان مجبور ہے' وہ حصہ رب نے لکھ دیا ہے لیکن تقدیر کا ایک بڑا حصہ جو تقریباً پوری تقدیر کا نوے یا پچانوے فیصد حصہ ہوتا ہے اس میں انسان کو اختیار ہے کہ وہ جیسے چاہے اپنی تقدیر بنا لے۔

سوال: قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جسے چاہے عزت دوں' جسے چاہے ذلت دوں' اس کا کیا مطلب ہے؟

سرفراز شاہ: یہ اس تقدیر کا حصہ ہے جسے ہم تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ جو تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اس میں رزق' عزت' ذلت' موت' زندگی رب تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھی ہوئی ہے۔ زندگی کے بارے میں تو حضرت علیؓ نے بھی فرمایا کہ موت زندگی کی حفاظت کرتی ہے لیکن ہم موت سے ہی خوفزدہ رہتے ہیں۔

سوال: مؤکلوں کی حقیقت کیا ہے؟ سنا ہے آپ کے پاس بھی مؤکل ہیں' یہ بات کس حد تک درست ہے؟

سرفراز شاہ: یہ بات درست نہیں ہے' اللہ والا تو کوئی ایسا کام نہیں کرے گا۔ یہ صرف عامل حضرات ہی کر سکتے ہیں۔ عامل مؤکلوں کے ذریعے کچھ کام کرا سکتے ہیں۔ میں ان سب چیزوں کو مانتا ضرور ہوں کہ ان کا وجود ہے لیکن میرا کبھی کسی مؤکل' جن یا ہمزاد سے رابطہ واسطہ نہیں رہا۔

سوال: آپ کا کبھی کوئی ایسا تجربہ رہا ہے جس سے آپ کو ان کی موجودگی کا علم ہوا ہو؟

سرفراز شاہ: یہ بہت پرانی بات ہے' اس زمانے میں مجھے اس طرح کے روحانی تجربات نہیں ہوئے تھے۔ تاندلیانوالہ کے پاس ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک صاحب علم تھے' بہت اللہ والے تھے' میں جب بھی دفتری کام کے سلسلے میں اس طرف جاتا تھا تو ان کے پاس بیٹھ کر ایک کپ چائے پی کر آ جاتا تھا۔ میں ان کے پاس بیٹھ کر بہت سی کہانیاں سنتا تھا جس میں جنّات اور مؤکلات کا ذکر ہوتا تھا لیکن کبھی خود سے دیکھا نہیں تھا۔ ایک دن میں نے ان سے عرض کیا کہ میں مؤکل دیکھنا چاہتا ہوں۔ تو وہ مسکرا کر بولے کہ آپ مؤکل دیکھ کر کیا کریں گے؟ میں نے ان سے کہا کہ میں اس سے کوئی کام نہیں لینا چاہتا کیونکہ کام کے لیے تو میں صرف اپنے رب کی طرف ہی رجوع کرتا ہوں' بس میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مؤکل ہوتا کیسا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے' انہوں نے مجھے ایک لفظ بتایا اور کہا کہ جب سونے لگو تو اس لفظ کو اتنی مرتبہ پڑھ لینا۔ میں لاہور آ گیا' مؤکل دیکھنے کا شوق بہت تھا' ان دنوں میں زمین پر سوتا تھا' رات کو جب میں اپنے

Marfat.com

معمولات سے فارغ ہو کر سونے لگا تو لیٹے ہوئے میں نے وہ پڑھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک صاحب میرے پہلو میں کھڑے مجھے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ میں لیٹا لیٹا ان کو دیکھتا رہا اور وہ مجھے دیکھتے رہے' مجھے معلوم ہی نہیں ہو سکا کہ میں کب سو گیا۔ تین راتیں یہی سلسلہ چلتا رہا' میں سونے سے پہلے وہ الفاظ پڑھتا اور مؤکل کو دیکھتا رہتا' کیونکہ میں صرف دیکھنا ہی چاہتا تھا کوئی کام تو تھا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی خواب یا خیال نہیں تھا' کیونکہ اس کی ایک خاص بو تھی اور میں پورے ہوش و حواس میں جاگ رہا ہوتا تھا۔ تین راتوں کے بعد وہ مؤکل نہیں آیا۔ میری جب ان صاحب علم سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ وہ مؤکل تو نہیں آتا' انہوں نے کہا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ جب آپ نے وہ الفاظ پڑھے تو آپ کو اس طرح کی بو نہیں آئی؟ میں نے کہا کہ جی ہاں آئی تھی۔ پھر میں نے انہیں بتایا کہ دراصل وہ تین راتیں مسلسل آیا اور اس کے آنے پر وہ بو بھی آتی تھی' اس کے بعد نہیں آیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے اپنے معمولات میں کوئی نیا ورد تو شروع نہیں کیا؟ میں نے ان کو بتایا کہ جی ہاں میں نے اپنے معمولات میں ایک تسبیح پڑھنے کا اضافہ کیا ہے۔ انہوں نے میری بات سنی تو بولے کہ آپ کمال کرتے ہیں' دودھاری تلوار آپ ہاتھ میں لیے بیٹھے ہیں تو وہ بھلا کیسے آ سکتا ہے۔ اس سے میرے ذہن میں ایک بات بہت زیادہ پختہ ہو گئی کہ رب تعالیٰ کا کلام ان مؤکلوں' جنوں اور ہمزادوں سے کہیں زیادہ طاقتور ہے۔ یہ رب کے کلام سے اتنے زیادہ خوفزدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ انسان کے قریب پھٹکتے بھی نہیں۔

سوال: مؤکل کا حلیہ کیسا تھا؟

سرفراز شاہ: اس کا حلیہ بالکل انسانوں جیسا تھا بس اس کے چہرے کے تاثرات بالکل غیر انسانی تھے۔ اس سے میری گفتگو بھی کوئی نہیں ہوئی۔

سوال: کیا خدا کو ماننا ضروری ہے؟ یا خدا کو مانے بغیر بھی کام چل سکتا ہے؟

سرفراز شاہ: خدا کو ماننا بہت ضروری ہے۔

سوال: خدا کو نہ ماننے والوں کی زندگی میں ایسی کیا مشکلات ہوتی ہیں جو خدا کو ماننے والے انسانوں کی زندگی میں نہیں ہوتیں؟

سرفراز شاہ: یہ تو رب کی شان ربوبیت ہے کہ وہ ان کو بھی پالتا ہے جو اس کو مانتے ہی نہیں' ان کو بھی پالتا ہے جو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں' ان کو بھی پالتا ہے جو اس کی کتابوں میں اور اس کے بھیجے ہوئے مذاہب میں تخفیف کرتے ہیں اور وہ ان کو بھی پالتا ہے جو اس کی بندگی کرتے ہیں' وہ سب کو پالتا ہے یہی اس کی شان ربوبیت ہے۔ یہ بات انسان کی فطرت میں ہے کہ اسے ایسی سپریم پاور چاہیے ہوتی ہے جسے وہ اپنے مشکل وقت میں یاد کر سکے۔

سوال: اگر کوئی شخص کسی ایسے جزیرے میں رہ رہا ہو جہاں خدا کا کوئی کانسیپٹ ہی نہ ہو تو ایسے شخص کے لیے بھی خدا ضروری ہے؟

سرفراز شاہ: غور و فکر انسان کی جبلت ہے' کسی جزیرے میں رہنے والے شخص کو اگر یہی نہیں معلوم کہ رب ہے' تو وہ دیکھے گا کہ جزیرے میں پائی جانے والی ہر چیز' سبزہ' جزیرے کے اردگرد پھیلا ہوا سمندر' پہاڑ' سورج بھی ایک وقت پر نکلتا

Marfat.com

ہے اور ایک وقت پر ڈوب جاتا ہے' چاند اپنے وقت پر روشنی دینا شروع کرتا ہے' تو اس کا ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ یہ سب آخر کس طرح بنا اور جب وہ غور و فکر کرے گا تو اس نتیجے پر پہنچے گا کہ کوئی ایک ایسی قوت ہے جس نے یہ سب تخلیق کیا ہے۔

سوال: کیا انٹیلکچوئل کا ٹی وی پر آنا ضروری ہے؟

سرفراز شاہ: میں ایک لمبا عرصہ ٹی وی سے چھپا رہا' اب کچھ عرصہ پہلے ہی ٹی وی پر آیا ہوں۔

سوال: آپ کو اب ٹی وی پر آنے کا احساس کیوں ہوا؟

سرفراز شاہ: یہ احساس مجھے نہیں ہوا تھا۔ ہمارے ہاں ایک ایس ٹی این کے نام سے چینل ہوا کرتا تھا۔ اس کے چیف ایگزیکٹو عادل صاحب تھے۔ وہ ایک دن میرے پاس آئے' میرے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کی' پھر بولے کہ میں آیا تو کسی اور کام سے تھا لیکن میں اب آپ سے ایک بات کہوں گا کہ آپ ہمارے چینل پر آئیں۔ اس بات پر میری اور ان کی ایک سال بحث ہوتی رہی۔ میں ٹی وی پر آنا نہیں چاہتا تھا۔ ٹی وی پر نہ آ کر میں اپنے آپ کو پرسکون محسوس کرتا تھا۔ مجھے لگتا تھا کہ اگر میں ٹی وی پر آیا تو کہیں یہ خودنمائی نہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ ریگولر پروگرام نہ کریں' رمضان آ رہا ہے' رمضان کے ایک پروگرام میں آ جائیں۔ پھر میں ایک پروگرام میں گیا تو سلسلہ دراز ہی ہوتا چلا گیا۔ اس طرح میں چینلز پر آ گیا لیکن ایک بات ضرور ہے کہ ماس میڈیا ایسا ٹول ہے جس کو اگر کوئی سمجھدار آدمی استعمال کرنے والا ہو تو وہ لوگوں کے ذہنوں میں انقلاب لے آئے گا۔

سوال: جب سے میڈیا آزاد ہوا ہے آپ کیا انقلاب دیکھتے ہیں؟

سرفراز شاہ: قومیں دس بارہ سال کے عرصے میں نہیں بنا کرتیں۔ اگر سپرنگ دبا رہے اور اچانک اس کو آزاد کر دیا جائے تو وہ اچھلے گا اور اپنے اردگرد کی چیزوں کو بھی نقصان پہنچائے گا' یہ ایک فطری ری ایکشن ہے۔ جو ذرائع ابلاغ دبے رہے اور ایک دم سے آزاد ہوئے' بہت سے چینل ایک ساتھ آ گئے' مزید بھی آ رہے ہیں' یہ جو اچانک پھیلاؤ ہوا ہے اس کی کچھ نہ کچھ تو قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ میڈیا اب خود اپنے اوپر تنقید کرنے لگا ہے اس لیے اب تبدیلی بہت جلد آئے گی۔

سوال: جب کوئی سکالر فوت ہو جاتا ہے تو اس کے بعد آنے والے اسے صوفی' اولیاء یا قطب قرار دیتے ہیں' آپ نے اپنی زندگی میں ہی خود کو فقیر کیوں قرار دیدیا؟

سرفراز شاہ: فقیر کا ایک مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ انسان کے لیے کمتر ترین درجہ ہوتا ہے۔

سوال: ایک فرد کی انفرادی ذمہ داری کیا ہے؟

سرفراز شاہ: اچھا بننا' علم حاصل کرنا اور جو کچھ وہ حاصل کر لے اس کو دوسروں تک پہنچا دینا۔

سوال: کیا آپ کو لگتا ہے کہ پاکستان میں جنسی فرسٹریشن بہت زیادہ ہے؟ گوگل کی ریسرچ کے مطابق پورن سائٹس پاکستان میں سب سے زیادہ دیکھی جاتی ہیں' اس کی وجہ کیا ہے؟

سرفراز شاہ: شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس کو غیر ضروری حد تک شجر ممنوعہ بنا کر رکھا۔ ہم اس کو عام نہ کریں لیکن

Marfat.com

اس کو ایسی چیز بھی نہ بنا دیں جس کا نام لینا ہی ممنوع ہو جائے۔ آپ لوگوں سے جس چیز کو زیادہ چھپانے کی کوشش کریں گے لوگ اس کی جستجو میں جائیں گے۔ اگر ہم یہ بات کہیں کہ ہاں یہ چیز انسانی فطرت میں ہے لیکن اس کے جائز راستے یہ ہیں تو یہ تجسس ختم ہو جائے گا۔ یہ ترقی میں رکاوٹ نہیں ہے۔ ترقی میں صرف ایک چیز مانع ہوتی ہے' جہاں ہم آگے بڑھنے کے لیے ایلبو کا استعمال شروع کر دیں' وہی چیز ترقی میں رکاوٹ بنتی ہے' اس کا استعمال نہیں ہونا چاہیے۔

سوال: کیا فرشتے سمجھ بوجھ رکھتے ہیں؟ انسانوں سے قبل عبادت تو فرشتے بھی کر رہے تھے پھر خدا تعالیٰ کو انسان کو بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟

سرفراز شاہ: انسان کو تو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ وہ انسان کو ایسی مخلوق بنانا چاہتا تھا جس کی ذات کے اندر اس کا ہلکا سا عکس موجود ہو۔ فرشتوں میں سمجھ بوجھ تو یقینی طور پر ہے لیکن وہ اپنا ذہن استعمال نہیں کرتے جبکہ انسان اپنا ذہن استعمال کرتے ہیں' فرشتوں اور انسانوں میں یہی فرق ہے۔

سوال: کیا ہمیں قرآن میں تصوف کا حوالہ یا کوئی مثال ملتی ہے؟

سرفراز شاہ: نہیں قرآن مجید میں اس کا حوالہ نہیں ہے۔ تصوف کوئی نیا کانسیپٹ نہیں ہے' نہ کوئی نئی فقہ ہے' نہ کوئی نئی شریعت ہے اور نہ ہی یہ اسلامی شریعت سے ہٹ کر کوئی چیز ہے۔ یہ تو یوں سمجھ لیجئے کہ کچھ دردمند لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ مادی وسائل کی فراوانی ہو گئی ہے' سلطنت بہت پھیل گئی ہے' اس کے ساتھ ہی مسلمانوں میں اخلاقی انحطاط آیا ہے' اور ان دردمند لوگوں کو یہ خوف ہوا کہ اگر مسلمانوں کی اخلاقی اقدار ختم ہو گئیں یا مذہب سے دوری ہو گئی تو یہ قطعی طور پر غلط ہو جائے گا اور مسلمان زوال کی طرف چلے جائیں گے۔

سوال: کیا خدا کی نظر میں مرد اور عورت برابر ہیں؟

سرفراز شاہ: خدا کی نظر میں مرد اور عورت یقینی طور پر برابر ہیں۔

سوال: دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے ان میں سے کوئی بھی عورت نہیں تھی' اس کی کیا وجہ ہے؟

سرفراز شاہ: دونوں کے فرائض الگ الگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بعض صورتوں میں عورت کو مرد سے زیادہ حقوق دیئے ہیں لیکن عورت کا دائرہ عمل محدود کر دیا ہے۔ مرد کے جسم کی ساخت' اس کے ذہن کی ساخت' وہ سب کی سب اس دائرہ عمل کے لیے سوٹ کرتی ہے جس کے لیے اسے ڈیزائن کیا گیا ہے۔ عورت کو تبلیغ سے زیادہ بڑے کام کرنے ہیں۔ عورت کو بچوں کی پرورش اس طرح سے کرنی ہے کہ بہترین مسلمان' بہترین انسان اور بہترین شہری بن جائیں۔

سوال: "کہے فقیر" کا پیغام کیا ہے؟

سرفراز شاہ: میں نے اس کتاب میں اپنی سی کوشش کی ہے کہ لوگوں کے کانسیپٹس واضح ہو جائیں' سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

سوال: جب کوئی بہت زیادہ فرسٹریشن کا شکار ہو تو اسے فوری طور پر کیا کرنا چاہیے؟

Marfat.com

سرفراز شاہ: یہ تو آپ نے بہت سنا ہوگا کہ جب آدمی فرسٹریشن کا شکار ہو تو رب سے رجوع کرے۔ اگر اس طرح سے چلا جائے کہ جیسا اسلام میں حکم ہے تو پھر فرسٹریشن پیدا ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ انسان اپنے ذہن میں بالکل کلیئر ہوتا ہے کہ میرے ذمے صرف ایک ہی کام ہے کہ میں اپنی تمام تر ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں سے اور جو علم اور عقل اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہے اس سے کام لے کر اپنی بہترین کوشش کروں' نتیجہ دینا رب کا کام ہے میرا نہیں اور میرا رب بہتر جانتا ہے کہ میرے لیے کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے۔

سوال: آپ کے پاس علم ہے کہ آپ لوگوں کا چہرہ دیکھ کر اس کے بارے میں بتا دیتے ہیں' یہ علم آپ نے کس طرح حاصل کیا؟

سرفراز شاہ: پہلی بات تو یہ کہ میں چہرہ دیکھ کر نہیں بتاتا' مجھے چہرہ شناسی نہیں آتی۔ دوسرے کے بارے میں جان لینا روحانی کیفیت ہے۔

سوال: آپ کے بعد یہ علم کس طرح آگے بڑھے گا؟

سرفراز شاہ: یہ علم سیکھنے سے نہیں آتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں یہ علم سکھاؤں گا تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے رب کی غیر مشروط اطاعت' رب کے بندوں سے پیار اور ان کی خدمت' یہ تین چیزیں ہیں جس کے نتیجے میں رب تعالیٰ مہربانی فرماتا ہے اور وہ صلاحیتیں عطا کر دیتا ہے جس کو ہم عام فہم زبان میں روحانیت کہتے ہیں۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین' جولائی 2012ء)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
موضوع: عشق اور عقل
سرفراز اے شاہ

سوال: آپ کی یعقوب شاہ صاحب سے پہلی ملاقات کب ہوئی تھی؟

سرفراز شاہ: یہ 1970ء کی بات ہے' میرے ایک جاننے والے نے مجھ سے کہا کہ ایک صاحب علم سے میری ملاقات ہوئی ہے' اگر آپ بھی ان سے ملنے میں دلچسپی رکھتے ہیں تو میرے ساتھ چلیں۔ میں ان صاحب کے ساتھ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ شاہ صاحب لاہور کے علاقے سنت نگر کے چھوٹے سے محلے میں رہتے تھے۔

سوال: کیا آپ بابوں کی تلاش میں رہتے تھے؟

سرفراز شاہ: نہیں ایسا نہیں ہے لیکن کسی بھی صاحب علم سے کچھ نہ کچھ لینے میں میری دلچسپی ضرور تھی۔

سوال: آپ جو عرس اور سیمینار کرتے ہیں' اس کا کیا مقصد ہے؟

سرفراز شاہ: عرس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے' یہ تو بس ایک رسم چل پڑی ہے' اولیائے کرام اور صاحب علم شخصیات کے پورے ملک اور دنیا میں مریدین پھیلے ہوئے ہیں۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اس رسم کی ابتدا کچھ اس طرح ہوئی ہو گی کہ لوگوں نے یہ سوچا ہو گا کہ کچھ ایسا موقع بنا لیا جائے جس میں سارے مریدین اکٹھے ہو جائیں۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی لیکن پھر رفتہ رفتہ اس میں رسومات شامل ہوتی چلی گئیں اور ایک دوسرے کی مسابقت میں اس میں اور بہت سے کام شامل ہو گئے۔ اب یہ رسم کے طور پر چل رہا ہے اور صاحب علم کی باتیں ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کی جاتی ہیں۔ اس طرح ایک کے ساتھ کی ہوئی باتیں دوسرے کے علم میں بھی آ جاتی ہیں جو علم میں اضافے کا باعث بن جاتا ہے۔

سوال: یعقوب شاہ صاحب کو بچھڑے 27 برس ہو گئے' آپ کا اور ان کا ساتھ کتنے برسوں پر محیط ہے؟

سرفراز شاہ: میرے اندازے کے مطابق تقریباً گیارہ سال ہمارا ساتھ رہا۔ میں ان کے پاس جاتا رہا لیکن اس وقت بھی میں جاب کر رہا تھا اس لئے میرا ان کے پاس جانا اور ملنا اس طرح کا نہیں تھا جس طرح کا دوسرے لوگوں کا ہوتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ میں ڈیوٹی کے معاملے میں بہت سخت ہوں اور میری پوری کوشش ہوتی ہے کہ میں اپنی ڈیوٹی پوری کروں جبکہ شاہ صاحب بھی مجھے یہی تلقین کرتے رہے کہ اپنی ڈیوٹی کو فوقیت دو۔ جب بھی مجھے وقت ملتا تھا میں ان سے جا کر ملاقات کرتا تھا' بعض اوقات مجھے ڈیوٹی کے سلسلے میں پندرہ پندرہ دن شہر یا ملک سے باہر جانا پڑتا تھا اس دوران ملاقات نہیں ہو پاتی تھی۔

Marfat.com

سوال: کیا خلیفہ کا لقب انہوں نے آپ کو اپنی زندگی میں دیا تھا؟

سرفراز شاہ: جی ہاں' انہوں نے انتقال سے تقریباً چار سال قبل انہوں نے یہ لقب دیا تھا۔

سوال: جب کوئی استاد اپنے کسی شاگرد کو کوئی لقب دیتا ہے تو ارد گرد کے شاگرد بھی حسد محسوس کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہم نے بھی استاد کی اتنی خدمت کی لیکن ہمیں کوئی لقب کیوں نہیں ملا' اس وقت کے بارے میں بتایئے کہ اس وقت کیا حالات پیدا ہوئے؟

سرفراز شاہ: حسد' مخالفتیں زندگی کا حصہ ہوتی ہیں' سچ یہ ہے کہ میں نے اس بات کو کبھی اس طرح نہیں لیا کہ میرے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے' جس طرح ہم روزانہ نہاتے ہیں' روزانہ کھانا کھاتے ہیں' یہ بھی زندگی کا حصہ ہے' ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔

سوال: شاہ صاحب کے عرس کے موقع پر خطاب کرنے کیلئے آپ نے اتنی تنگ جگہ کا انتخاب کیوں کیا؟ جبکہ بارش نے بھی ماحول بہت خراب کر دیا تھا؟

سرفراز شاہ: زیادہ تر لوگ اسی جگہ اکٹھے تھے' انہوں نے مجھے کہا کہ اس موقع پر کچھ کہوں' عرس کمیٹی کا بھی یہ کہنا تھا کہ آپ اس موقع پر کچھ نہ کچھ ضرور کہیں۔ مجھے بھی اس بات کا احساس ہے کہ وہ جگہ ٹھیک نہیں تھی لیکن جہاں پر اجتماع ہو گا بات بھی وہیں کرنا پڑے گی۔

سوال: یعقوب شاہ صاحب نے گوجر خان سے لاہور کا سفر کیوں کیا جبکہ صوفیائے کرام' اولیائے کرام اور پیروں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنی جائے پیدائش اور اپنا ڈیرہ نہیں چھوڑتے؟

سرفراز شاہ: اس روایت کے مطلب میں کچھ کنفیوژن ہے۔ روایت کچھ اس طرح ہے کہ فقیر اپنے ٹھکانے پر خوش رہتا ہے' اپنے ٹھکانے کو نہیں چھوڑتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فقیر جس کٹیا اور جس جگہ رہتا ہے وہ لوگوں سے درخواست یہ کرتا ہے کہ آپ اسی جگہ آ کر مل لیں میں کہیں اور نہیں جاؤں گا' دراصل فقیر کسی کے در پر نہیں جاتا۔ فقیر کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اگر وہ سفر میں نہیں ہے تو اپنے پھٹے پرانے کپڑے پر ہی رات گزارے کیونکہ اس کو اسی پر چین آئے گا۔ آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ گوجر خان یعقوب شاہ صاحب کی جائے پیدائش نہیں تھی' ان کی جائے پیدائش انبالہ تھی۔ انبالہ سے ہجرت کر کے وہ پاکستان آئے اور گوجر خان میں رہائش اختیار کر لی۔ بیس یا بائیس سال کا عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے ایک اور ہجرت کی اور ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔

سوال: پیار' عشق اور محبت میں کیا فرق ہے؟

سرفراز شاہ: پیار اور محبت ایک دوسرے کے متبادل الفاظ ہیں جبکہ عشق بہت آگے کی چیز ہے۔ انسانی زندگی میں پیار کے مختلف مراحل ہیں' اس کا پہلا زینہ پسند کرنا ہے' پسند سے اگلا مرحلہ بے تکلفی کا آئے گا جس سے اکثر لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں کہ شاید یہی پیار ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا' اس سے اگلا مرحلہ محبت اور پیار کا ہوتا ہے' یہی محبت جب بہت زیادہ بڑھ جاتی

Marfat.com

ہے تو وہ عشق میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ عشق وہ مقام ہے جہاں انسان صحیح معنوں میں حساب کتاب سے ماورا ہو جاتا ہے' اس کی نظروں میں سود و زیاں کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔

سوال: کیا اس پورے جذبے کے پیچھے جنسی تسکین ہے؟

سرفراز شاہ: عشق مجازی میں اکثر ایسا ہوتا ہے لیکن عشق حقیقی میں رب کی دوستی اور رب کی رضا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔

سوال: کیا عشق حقیقی پانے کیلئے عشق مجازی کرنا ضروری ہے؟

سرفراز شاہ: نہیں قطعی طور پر ایسا نہیں ہے لیکن اکثر کیسز میں آپ کو یہی ہوتا نظر آئے گا اسی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ شاید عشق حقیقی کیلئے عشق مجازی کرنا ضروری ہے۔ بہت سے فقیر یا اولیائے کرام ایسے ہیں جو اپنی جوانی میں عشق مجازی میں مبتلا ہو گئے' اس میں ناکامی ہوئی' دل پر چوٹ پڑی تو انہیں کہیں اور پناہ نہیں ملی' انہوں نے عبادت میں پناہ ڈھونڈی' رب میں پناہ تلاش کی' دل کی چوٹ کے بعد اس درد کو بھولنے کیلئے جب وہ عبادت کی طرف راغب ہوئے تو اس میں بہت زیادہ سوز و گداز تھا' لمبے عرصے تک رب کے حضور حاضری دیتے رہے تو رب تو ملنا ہی تھا' ان باتوں سے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ورنہ عشق حقیقی کیلئے عشق مجازی ضروری نہیں ہے۔

سوال: کیا آپ نے کسی ایسے نوجوان کو بھی دیکھا ہے جو اپنے باپ یا ماں سے اس حد تک پیار کرے کہ اس کے غم میں نڈھال ہو جائے' نوجوان صرف جنس مخالف سے ہی کیوں حد درجہ عشق کرتے ہیں؟

سرفراز شاہ: مجھے اپنی زندگی میں بے شمار ایسے لوگ ملے جنہیں اپنی والدہ سے بے پناہ پیار تھا' ایسے بھی بہت زیادہ لوگ ملے جنہیں اپنی بیوی سے بہت زیادہ پیار تھا اور جب ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو وہ ان کی جدائی برداشت نہ کر سکے اور وہ بھی پندرہ بیس دن میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یہ جذبے کی بات ہے کہ انسان کہاں گرفتار ہوتا ہے۔

سوال: دل کی اہمیت جسم کے باقی اعضائے کے برابر ہی ہے یا دل کی بھی کوئی اپنی سوچ ہوتی ہے؟ یا سوچنے کا سارا معاملہ دماغ کا ہی ہوتا ہے؟

سرفراز شاہ: میڈیکل سائنس کے مطابق دل بھی باقی اعضائے کی طرح کا ایک عضو ہے' جیسے جگر یا پھیپھڑے ہیں' کلینیکل سائنس کے مطابق سوچ کا سو فیصد دارومدار دماغ کے اوپر ہے۔ سائنسدانوں کے مطابق دل کی ذمہ داری صرف خون کی سپلائی ہے ورنہ وہ بس ایک گوشت کا لوتھڑا ہے لیکن وہی سائنسدان جب اپنی لیبارٹری سے گھر جاتے ہیں تو انہوں نے اپنی بیوی سے کبھی یہ نہیں کہا کہ میرا دماغ چاہتا ہے کہ میں ایک کپ چائے پی لوں' وہ یہ کہے گا کہ میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں چائے پی لوں۔ اسی طرح وہ اپنی بیوی سے کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میں دماغ سے تم سے محبت کرتا ہوں' وہ ہمیشہ یہ کہے گا کہ میں دل سے تم سے محبت کرتا ہوں۔ انسان کے جسم سے جب روح نکل جاتی ہے تو میڈیکل سائنس یہ کہتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی آدھے گھنٹے تک انسان کا دماغ کام کر رہا ہوتا ہے اور سن رہا ہوتا ہے۔ اگر جسم کو چلانا دماغ کا کام ہے تو وہ اس آدھے

Marfat.com

گھنٹے میں اسے دوبارہ زندہ ہونے پر مجبور کیوں نہیں کر پاتا حالانکہ وہ سن تو رہا ہوتا ہے لیکن جونہی جسم سے روح نکلتی ہے جسم اسی وقت بے کار ہو جاتا ہے۔ روح کو جسم کی صورت لباس پہنایا گیا ہے' یہ روح کا گھر ہے' اصل کھیل روح کا ہے۔ روح کا اصل مقام دل کے بہت قریب ہوتا ہے اسی لئے ایسی باتوں کو دل سے تشبیہہ دی جاتی ہے حالانکہ سوچنا حقیقت میں دماغ کا کام ہے۔

سوال: سوچ آتی کہاں سے ہے؟ اندر سے آتی ہے یا باہر سے آتی ہے؟ اور اسے دل کنٹرول کرتا ہے یا دماغ کنٹرول کرتا ہے؟

سرفراز شاہ: سوچ انسان کے اندر سے ابھرتی ہے' اس سوچ کا تعلق دو چیزوں سے ہوتا ہے' قلب سے اور نفس سے' اس کی پراسیسنگ دماغ میں ہوتی ہے۔ نفس منفی خواہشات کو جنم دیتا ہے جبکہ قلب مثبت سوچ کو جنم دیتا ہے۔

سوال: جو لوگ قوالی اور نعت پڑھتے ہیں' کیا اس کا تعلق بھی عشق سے بنتا ہے؟

سرفراز شاہ: میرا خیال ہے کہ نہیں' جو لوگ اللہ سے عشق میں ایک مقام تک چلے جاتے ہیں' وہ جب قوالی یا نعت سنتے ہیں تو ان کے اندر حالت جذب بیدار ہوتی ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ انسان صرف نعت سن سن کر یا نعت پڑھ پڑھ کر یا قوالی سن کر یا پڑھ کر اللہ کا قرب حاصل کر لے گا تو ایسا نہیں ہوتا۔

سوال: سینہ بہ سینہ علم ٹرانسفر کرنے سے کیا مراد ہے؟ اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں پیر صاحب نے اپنے شاگردوں کو سینہ بہ سینہ علم ٹرانسفر کر دیا' اس کی کیا حقیقت ہے؟

سرفراز شاہ: کچھ محاورے ہیں جو مشہور ہو گئے ہیں۔ ایک تو وہ علم ہے جس میں اکاؤنٹینسی' بزنس' اسلامک سٹڈیز اور دوسرے علوم ہیں' یہ علم لوگوں نے کتابوں کی صورت منتقل کیا ہے اور ہر انسان کی اس علم تک رسائی ہو گئی لیکن جو ہمارے ہاں آج سے تین یا ساڑھے تین سو سال پہلے بہت پائے کے حکیم گزرے ہیں ان کے اسلاف نے ریسرچ کی اور اس کو یا تو شاگرد عزیز کو منتقل کیا یا پھر اپنی اولاد میں سے کسی کو منتقل کیا اور جن حکیموں کو موقع نہیں مل سکا وہ اپنے علم کو اپنے ساتھ ہی قبر میں لے گئے۔ اب اس علم کو جس میں استاد اپنے شاگرد یا حکیم اپنے بیٹے کو نادر نسخے بتاتا ہے کہ کون سی دوائی کو کس طرح اور کس مرض کیلئے تیار کرنا ہے اس کو ہم نے کہہ دیا کہ علم سینہ بہ سینہ ٹرانسفر ہو رہا ہے۔ اس طرح نہیں ہے کہ استاد نے اپنے شاگرد کے ساتھ سینہ ملایا اور اسے اپنا علم منتقل کر دیا۔

سوال: آپ نے اپنی تینوں کتابوں میں لفظ ''فقیر'' کو مسلسل استعمال کیا ہے' اس کی کیا کوئی خاص وجہ ہے؟

سرفراز شاہ: قطعی طور پر نہیں۔ فقیر اردو میں کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے' فقیر مانگنے والے کو بھی کہتے ہیں' فقیر درویش کو بھی کہتے ہیں' فقیر انتہائی عاجزی کے معنوں میں بھی آتا ہے اور فقیر انتہائی غربت اور بے کسی کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ میں ایک بات ہمیشہ کہتا ہوں کہ میں کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں' میرے پاس کوئی علم نہیں ہے' ذہنی اور جسمانی لحاظ سے بھی کمزور انسان ہوں' اپنی کتابوں کے ناموں میں لفظ ''فقیر'' کا استعمال عاجزی کا اظہار تھا۔ کتاب کا نام ''کہے فقیر'' رکھنا بھی ایک عجب لطیفہ ہے' میری سوچ وہاں تک نہیں جا سکتی جہاں میں اپنے لئے لفظ فقیر سوچ سکوں' ٹی وی کے ایک

Marfat.com

بڑے آرٹسٹ اور کالم نگار شجاعت ہاشمی میرے پاس بیٹھے تھے کہ کتاب کا ذکر آیا' انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے اپنی کتاب کا کیا نام رکھا ہے' میں ابھی نام کی تلاش میں ہوں' ابھی میرے ذہن میں کوئی موزوں نام نہیں آیا۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو ایک نام تحفتاً دے دیتا ہوں' یہ نام میں نے اپنے کالم کیلئے سوچا تھا لیکن یہ آپ لے لیجئے' میں نے ان سے پوچھا کہ کیا نام ہے' انہوں نے کہا کہ آپ اپنی کتاب کا نام ''کہے فقیر'' رکھ دیجئے۔ اس کتاب کا نام رکھے جانے کا تمام تر کریڈٹ شجاعت ہاشمی صاحب کا ہے' میرا نہیں ہے۔ جب یہ کتاب چھپ کر آئی تو پبلشر کا خیال تھا کہ میرا یہ ایڈیشن سال بھر میں فروخت ہوگا لیکن میری اپنی رائے یہ تھی کہ یہ ایڈیشن اگر تین سال میں بھی فروخت ہوگیا تو بہت بڑی بات ہو جائے گی۔ کتاب بہت تیزی سے فروخت ہونے لگی' اب تک دو سال اور دو مہینے میں اس کے 19 ایڈیشن چھپ کر فروخت ہو چکے ہیں۔ پبلشر نے مجھ سے کہا کہ حضرت کتاب کا یہ نام چل نکلا ہے' اب آئندہ جو بھی کتاب لکھیں اس کے نام کے ساتھ ''فقیر'' ضرور لگایئے گا۔ میں چونکہ جسمانی اور ذہنی اعتبار سے کمزور آدمی ہوں اس لئے میں کسی کی خواہش کو رد نہیں کر پاتا اس لئے میں نے پبلشر کی بات مان لی' اس طرح ''فقیر'' میری کتاب کا ٹریڈ مارک بن گیا۔

سوال: آپ کی کتاب میں ایک کالم نگار نے آپ کے لئے بہت تعریفی کلمات لکھے ہیں جو آپ نے اپنی کتاب میں شائع کئے ہیں' ایک صوفی کو تو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی تعریف اس طرح اپنی کتاب میں شائع کرے' ایسے کلمات کتاب میں شائع کرنے کی کیا وجہ ہے؟

سرفراز شاہ: اس میں دو باتیں ہیں' پہلی بات تو یہ کہ میں کوئی صوفی' صاحب علم یا صاحب نظر نہیں ہوں' اس لئے مجھ سے وہ توقع نہ رکھی جائے جو اولیائے کرام سے رکھی جا سکتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ میرے لئے بس یہ اطلاع تھی کہ اس نے میرے بارے میں کوئی تعریف لکھی ہے' اس کتاب پر بہت سے کالم ضرور لکھے گئے لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس میں میری تعریف کی گئی ہے۔ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا وہ ان کی اپنی رائے تھی' میری خواہش کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ میں نے تو ان لوگوں کا کبھی شکریہ بھی ادا نہیں کیا جن لوگوں نے میری کتاب پر کالم لکھے تھے۔ تیسرے یا چوتھے ایڈیشن تک کتاب میں کالموں سے اقتباسات شامل نہیں تھے' یہ غالباً چوتھے یا پانچویں ایڈیشن سے کتاب میں شامل کئے گئے تھے۔ ایک بار جب کتاب لکھ کر پبلشر کے حوالے کر دی جائے تو وہ ''مردہ بدست زندہ'' کے مترادف ہوتی ہے' وہ کتاب پبلشر کی ہو جاتی ہے اور وہ اسے بیچنے کیلئے جو بھی چاہے طریقہ کار استعمال کرے۔ ویسے بھی پوری دنیا میں یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جو بھی کتابیں جن پر کالم لکھے جاتے ہیں یا جن پر کمنٹس آتے ہیں وہ کتاب کے بیک کور پر چھاپ دیئے جاتے ہیں۔ غالباً پبلشر نے اسی روایت کو قائم رکھتے ہوئے ان کالموں کے اقتباسات چھاپ دیئے۔

سوال: کیا آپ عبادات اور ذکر و اذکار کیلئے سپیشل ٹائم نکالتے ہیں؟ کیونکہ اکثر جب آپ سے ملنے کی کوشش کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ عبادت میں مصروف ہیں' ایسا لگتا ہے کہ آپ کوئی خاص عبادت کرتے ہیں؟

سرفراز شاہ: نہیں ایسی بات نہیں ہے' عبادت تو عبادت ہے' اس کا یہ مطلب نہ لے لیا جائے کہ میں کہیں درخت

Marfat.com

سے الٹا لٹک کر عبادت کر رہا ہوتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے گناہ یاد رہتے ہیں' کہیں نہ کہیں اس کا ضمیر اسے اندر سے ضرور جھنجھوڑتا ہے کہ بہت گناہ کر لئے' اللہ کے حضور جھک جاؤ' فرض عبادات کرتا ہوں جو سب لوگ کرتے ہیں۔

سوال: کیا آپ ذکر واذکار بھی کرتے ہیں؟

سرفراز شاہ: جی ہاں' نماز کے بعد ذکر اذکار کرتا ہوں۔

سوال: آپ اس میں کیا پڑھتے ہیں؟

سرفراز شاہ: یہ چونکہ پرسنل چیز ہے اس لئے میں اسے پرسنل ہی رکھنا چاہوں گا۔

سوال: تصوف کے مسافر کو یہ کیسے پتہ چلتا ہے کہ ہم جس راستے پر چل رہے ہیں وہ راستہ آخر میں ہمیں کسی مقام پر پہنچائے گا؟

سرفراز شاہ: عام طور پر میں نے دیکھا ہے کہ تصوف کے مسافر بلائنڈ ہی چلتے ہیں' وہ اپنے مرشد کے قدموں کے نشانات پر پاؤں رکھتے چلے جاتے ہیں۔ جب آپ کسی کے قدموں کے نشانوں پر چل رہے ہوتے ہیں تو آپ کو یہ یقین ہوتا ہے کہ میں بالآخر اسی جگہ جا پہنچوں گا جہاں یہ شخص گیا ہے۔

سوال: کیا مرشد کا ہونا ضروری ہے؟

سرفراز شاہ: نہیں' جس طرح دنیاوی تعلیم میں سکول جانا بہت زیادہ ضروری نہیں ہے' ٹیوٹر کا ہونا بہت زیادہ ضروری نہیں ہے' استاد کا ہونا بہت زیادہ ضروری نہیں ہے' انسان پھر بھی ڈگری حاصل کر لیتا ہے لیکن کوالٹی آف پرسنیلٹی ویسی نہیں ہوگی جیسی اس سٹوڈنٹ کی ہوتی ہے جس نے کسی کالج یا یونیورسٹی میں جا کر ریگولر تعلیم حاصل کی ہے۔ اس کی پرسنیلٹی میں بہت سی چیزوں کی کمی رہ جائے گی لیکن اسے ڈگری مل جائے گی۔ اسی طرح مرشد کا ہونا بہت زیادہ ضروری نہیں ہے' انسان ٹامک ٹوئیاں مارتا ہوا منزل پر تو پہنچ جائے گا لیکن اس میں بہت سی خامیاں رہ جائیں گی لیکن یہ کہنا کہ مرشد کے بغیر کچھ ہو نہیں سکے گا' یہ غلط ہے' ہو جائے گا لیکن خامیاں رہ جائیں گی۔

سوال: ہم لوگ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے اس لئے تصور خدا کو جانتے اور مانتے ہیں لیکن جو لوگ غیر مسلم ہیں' جو خدا کو مانتے ہی نہیں' ان کی اولادیں بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلتی ہیں' آپ ان لوگوں کے سامنے خدا کو کیسے ثابت کرتے ہیں؟

سرفراز شاہ: مجھے اس امتحان میں پڑنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن علامہ اقبال نے اس کو بھگتا ہے۔ ایک ملحد نے علامہ اقبال کو خط لکھا کہ جس خدا کو آپ مانتے ہیں میں نہیں مانتا لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ مناظرہ کریں' یا تو آپ مجھے ثابت کریں کہ خدا موجود ہے' میں مان لوں گا کہ خدا موجود ہے ورنہ میں آپ کو ثابت کروں گا کہ خدا کا وجود نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے خط کا جواب لکھا کہ آپ فلاں تاریخ کو میرے ہاں تشریف لائیں اور ناشتہ میرے ساتھ کریں۔ گرمیوں کے دن تھے' علامہ اقبال اپنی عادت کے مطابق گھر کے لان میں بیٹھے حقہ پی رہے تھے' وہ ملحد آیا اور علامہ اقبال سے کہا کہ میرا نام فلاں فلاں ہے اور مجھے علامہ اقبال نے بلایا ہے۔ علامہ اقبال نے اس ملحد سے کہا کہ علامہ اقبال تو یہاں نہیں رہتے' آپ غلط جگہ آ گئے ہیں۔ وہ ملحد باہر نکلا اور گھر کے باہر لکھا ہوا نمبر دیکھا' وہ واپس آیا اور علامہ اقبال سے کہا کہ گھر کا نمبر تو وہی

Marfat.com

ہے جوانہوں نے بتایا تھا۔علامہ اقبال نے پھر وہی جواب دیا کہ اقبال یہاں نہیں رہتے۔وہ ملحد چلا گیا اور آس پاس کے گھروں سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ علامہ اقبال کا گھر وہی ہے۔وہ ملحد واپس آیا اور علامہ اقبال سے کہا کہ محلے دار کہہ رہے ہیں کہ یہی گھر علامہ اقبال کا ہے۔علامہ اقبال نے دوبارہ وہی جواب دہرا دیا کہ یہاں علامہ اقبال نہیں رہتے۔وہ ملحد پھر باہر چلا گیا اور ایک شخص سے معلوم کیا تو اس نے بھی یہی بتایا کہ وہ سامنے والا گھر ہی علامہ اقبال کا ہے' وہ پھر واپس آیا اور علامہ اقبال سے کہا کہ سب ہی لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہی گھر علامہ اقبال کا ہے۔علامہ اقبال کا پھر وہی جواب تھا' وہ شخص دوبارہ باہر نکلا اور سامنے واقع دکان سے معلوم کیا تو دکاندار نے کہا کہ یہ سامنے والا گھر ہی علامہ اقبال کا ہے اور وہ سامنے بیٹھا جو شخص حقہ پی رہا ہے وہی علامہ اقبال ہے' وہ ملحد بہت غصے میں واپس آیا اور علامہ سے کہا کہ آپ بہت عجیب انسان ہیں' مجھے آنے کی دعوت دی اور جب میں آ گیا ہوں تو تم یہی ماننے کیلئے تیار نہیں ہو کہ تم ہی علامہ اقبال ہو۔علامہ اقبال نے اس سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم کہ میں علامہ اقبال ہوں' اس ملحد نے کہا کہ اتنی دنیا جو کہہ رہی ہے وہ جھوٹ نہیں ہوسکتا۔علامہ اقبال نے اس سے کہا کہ پھر تم یہ بات بھی مان لو کہ خدا کا وجود ہے' اتنی دنیا جو کہہ رہی ہے وہ کیسے جھوٹ ہوسکتا ہے۔

سوال: ایک حدیث کا بہت ذکر کیا جاتا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں' خدا کو آخر کیا ضرورت تھی کہ ایک ادنیٰ سا انسان بنا کر اس سے اپنی پہچان کرائے؟

سرفراز شاہ: ان الفاظ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اسے پہچانے' اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ ہوں اور میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے انسان کو تخلیق کیا' رب تعالیٰ نے انسان کو اپنے نور کے دو حصوں نورالمومنین اور نورالعالمین سے تخلیق کیا' نورالمومنین سے تو پیغمبروں کی روحوں کی تخلیق ہوئی اور نورالعالمین سے عام انسانوں کی تخلیق ہوئی۔رب تعالیٰ نے اپنی بہت سی صفات کا ایک ہلکا سا عکس انسان کے اندر رکھ دیا۔اس لئے اس نے اپنی اس تخلیق کو اعلیٰ ترین تخلیق کہا۔ایک طرح سے انسان رب کی قدرت کا شاہکار ہے۔جس طرح ایک آرٹسٹ کوئی ایسی پینٹنگ تخلیق کرتا ہے جو اس کی پہچان بنتی ہے' حدیث کے وہ الفاظ بھی اسی تناظر میں ہیں۔

سوال: پہچانے جانے کی خواہش تو انسانی فطرت نہیں ہے؟

سرفراز شاہ: ایسی بات بالکل نہیں ہے کہ رب تعالیٰ کو معاذ اللہ انسانوں کی طرح شہرت چاہئے تھی لیکن رب تعالیٰ ایک ایسی تخلیق کرنا چاہتا تھا جو اس کا شاہکار ہو' جس سے اندازہ ہو کہ جس نے انسان کو بنایا ہے وہ خود کتنا عظیم ہے' اس لئے اس نے انسان کی صورت میں ایک شاہکار بنا دیا۔اس لئے جب انسان غلط کاموں پر اترتا ہے تو ذلت کی پستیوں میں چلا جاتا ہے' جب نیکی کی طرف جاتا ہے تو فرشتوں سے کہیں افضل ہوتا ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ حضور اکرمؐ کا سایہ نہیں تھا' ہمارے معاشرے سے نور و بشر کی بحث کب ختم ہوگی؟

سرفراز شاہ: جس دن مجھے یہ عقل آ جائے گی کہ روز حساب مجھ سے جو بھی معاملہ کیا جائے گا وہ میرے اعمال پر کیا

Marfat.com

جائے گا تو پہلے میں اپنے اعمال ٹھیک کرلوں پھر میں ان فروعی چیزوں میں جاؤں' جس دن مجھے یہ عقل آ گئی کہ میں اپنے اعمال کو اللہ کے احکامات کے تابع کرلوں اسی دن میں ان باریک چیزوں سے ہٹ کر اپنے اعمال پر توجہ دوں گا اور جب میرے اعمال 100 فیصد اللہ کے احکامات کے تابع ہو جائیں گے تو پھر میں انہی چیزوں کی باریکیوں میں اتروں گا۔ کوشش اور دعا یہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ توفیق بخش دے کہ میں اپنے اعمال پر نظر رکھ سکوں۔

سوال: کیا مقام خدا عشق سے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ عشق وہ عشق جو صرف عشق ہو جو قرآن و حدیث اور اس طرح کے باقی علوم کو پڑھے بغیر ہو؟

سرفراز شاہ: رب کی رضا' اس کا قرب' اس کی دوستی کسی طور بھی حاصل نہیں کی جا سکتی تاوقتیکہ انسان شریعت کا پابند نہ ہو جائے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ جن کا اولیائے کرام میں اپنا ایک مقام ہے' انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ کوئی شخص ولایت کے' روحانیت کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا اگر اس سے ایک سنت ترک ہو جائے۔ ہمیں اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دینا چاہئے کہ رب کی رضا' رب کی قربت اور رب کی دوستی شریعت کو چھوڑ کر بھی حاصل کی جا سکتی ہے' شریعت کو چھوڑ کر کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

بابا عرفان الحق

بابا جی سے میری پہلی ملاقات غالباً 2009ء میں الحمراء کے ہال میں ایک لیکچر میں ہوئی۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور لاہور کی بڑی پڑھی لکھی کلاس لیکچر سے محظوظ ہو رہی تھی۔ میں جس لیکچر میں بھی پڑھی لکھی کلاس سے بھرا ہوا ہال دیکھ لیتا تھا تو ففٹی پرسینٹ تو وہیں متاثر ہو جاتا تھا۔ ویسے میں لیکچر سے بہت متاثر ہوا اور بابا جی کی سادہ گوئی کمال تھی۔ سارے لیکچر میں مثبت سوچ، علم کو بڑھانے اور دوسروں کے ساتھ اچھے رویے کی بات کرتے رہے اور آخر میں لنگر بھی ملا جو میرے لئے اور بھی حیران کن بات تھی۔ پھر میں نے بابا جی کے بارے میں بھی ریسرچ شروع کر دی۔ بہت سارے لیکچر انٹرنیٹ پر سنے۔ کوشش کر کے ہر لیکچر اٹینڈ کرتا اور ان کے خاص شاگردوں جن میں جاوید اکرام کا نام سرفہرست ہے سے تعلقات بڑھانے شروع کر دیئے۔ ایک لیکچر میں بابا جی نے کہا کہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ لوگوں کے مسائل اور بیماریاں کیسے حل کرتے ہیں۔ یہ نشست نظریہ پاکستان کے ہال میں ہو رہی تھی۔ بابا جی کہتے ہیں میں ان کا مسئلہ ان کے سامنے چھوٹا اور دل بڑا کر دیتا ہوں۔ یہ بات مجھے بہت پسند آئی اور اس سے اندازہ ہوا کہ بابا جی لوگوں کو پیری فقیری کے چنگل سے نکال کر انسان کو اس کی نظر میں مضبوط اور بڑا بنا رہے ہیں۔ پھر ایک لیکچر میں بابا جی نے عدل، احسان اور قربانی کا مطلب ایک مثال سے ایسے سمجھایا کہ اس سے پہلے ان کے مطلب سمجھ نہیں آتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ بس میں سفر کر رہے ہیں، سیٹ پر بیٹھے ہیں، ایک اور سواری آتی ہے تو اگر آپ نے اس کو جگہ نہ دی تو آپ نے عدل کیا کیونکہ آپ نے اپنی ٹکٹ کے پیسے دیئے ہیں، آپ کا حق ہے کہ آپ اس سیٹ پر بیٹھ کر سفر کریں۔ اگر آپ نے اپنی سیٹ میں اپنے آپ کو سمیٹتے ہوئے تھوڑی جگہ اس کھڑی ہوئی سواری کو دے دی تو آپ نے احسان کیا۔ یہ حسن سلوک کا دوسرا درجہ ہے۔ اگر آپ نے اپنی سیٹ اس کھڑی ہوئی سواری کو دیدی اور خود کھڑے ہو گئے تو یہ آپ کی قربانی کہلائے گی اور یہ حسن سلوک کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اسلام ہمیں ہر موڑ پر قربانی اور حسن سلوک کا سبق دیتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی کا پہلا ویڈیو انٹرویو بابا جی کا کیا تھا جو علم کی دنیا کی

Marfat.com

ویب سائٹ کے لیے تھا اور روزنامہ ''نئی بات'' میں بھی شائع ہوا تھا۔ باباجی کی ایک بات بہت اچھی لگی' باباجی ساری خدمت بے لوث کرتے ہیں' کسی سے کوئی پیسہ ڈیمانڈ نہیں کرتے' روزانہ بلاناغہ تین بجے کے بعد سینکڑوں لوگوں سے ون ٹو ون ملتے ہیں' ان کے مسائل سنتے ہیں اور ان کا حل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ لوگوں کو تسبیحات دیتے ہیں اور خدا سے رابطہ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ روزانہ صبح اپنے گھر کے باہر جھاڑو دیتے ہیں' سڑکیں صاف کرتے ہیں' یہ بات میرے لئے بہت حیران کن تھی۔ ایک بات اور میرے لئے متاثر کن تھی' جو لوگ باباجی کو ملنے جہلم میں ان کے ڈیرے پر جاتے ہیں' ظاہر ہے رش ہونے کی وجہ سے کافی انتظار کرنا پڑتا ہے تو انتظار گاہ میں قرآن وحدیث اور کافی کتب رکھی ہوئی ہیں جو لوگ اپنی باری آنے کے انتظار میں پڑھتے رہتے ہیں۔ اس دور میں اگر کوئی شخص کسی کو کتب بینی کی طرف راغب کر رہا ہے یہ کسی جہاد سے کم نہیں۔ یہاں پر مجھے حضرت واصف علی واصف یاد آ گئے' آپ اپنے شاگردوں کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے' آپ کے شاگرد کہنے لگے واصف صاحب آپ کی یہ گفتگو تو پورے عالم تک پہنچنی چاہئے' یہ ایک معصومانہ سی فطری خواہش تھی' ہر شاگرد چاہتا ہے کہ اس کے استاد کی تعلیمات زیادہ سے زیادہ لوگوں میں پھیلیں۔ واصف صاحب اپنی بیٹھک میں گفتگو فرمایا کرتے تھے جہاں تقریباً 30 سے 35 لوگ آتے تھے' ان کے شاگردوں کو یہ فکر لاحق تھی کہ یہ گفتگو ہم چند لوگوں تک ہی محدود نہ رہ جائے۔ واصف صاحب نے اپنی زندگی کا تاریخی جملہ بولا' فرمایا کہ اگر میری گفتگو میں دم ہوا اور اس سے انسانیت کا فائدہ ہوا تو میرا رب اسے آگے پھیلائے گا' اگر میری گفتگو آگے نہ پہنچی تو سمجھ لینا یہ آگے پہنچنے کے لائق ہی نہیں تھی۔ پھر زمانہ گواہ ہے کہ واصف صاحب کی تبلیغ ان کی زندگی سے زیادہ وفات کے بعد پھیلی اور اب تک پھیل رہی ہے اور لوگوں کے دلوں کو منور کر رہی ہے۔

باباعرفان الحق

رابطہ: ظفر اقبال

موبائل: 0321-4160372

ویب سائٹ: www.maayar.com

پتہ: ڈگری کالج' ٹاہلیانوالہ جہلم پنجاب پاکستان

Marfat.com

بابا عرفان الحق کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

سوال: آپ نے 25 سال بینک کی نوکری کی' اس کے بعد آپ کا علم اور مذہب کی طرف رجحان کیسے ہوا؟

بابا عرفان الحق: نوکری تو میں کرتا رہا لیکن تمام عمر اپنے آپ پر لعنت بھی بھیجتا رہا کیونکہ میں سود کے ادارے سے وابستہ تھا۔ میں روز سوچتا تھا کہ اس ادارے کو چھوڑ دوں' شاید ایمان میں اتنی قوت پیدا نہ ہو سکی کہ میں اس کو چھوڑتا لیکن جب اللہ نے فضل کیا تو میں نے 1992ء میں نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور اپنا بزنس شروع کیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا میں اس دنیا کی طرف چلا جاؤں گا یا اللہ مجھے اس طرف گھسیٹ لے گا۔ میں تو میر پور آزاد کشمیر میں اپنے ایک دوست کے ساتھ انڈسٹری چلا رہا تھا' وہاں انڈسٹری اس لیے لگائی تھی کہ وہ ڈیوٹی فری ایریا تھا۔ پھر کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ میں اپنا کام چھوڑ کر جہلم آ گیا۔ اس وقت ایک عجیب و غریب واقعہ ہوا' میں یہ کہوں گا کہ میرا اس طرف آنا ایک حادثہ ہے' میری منصوبہ بندی یا میری جستجو کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ میں نے جہلم میں سہراب موٹر سائیکل کی فرنچائزلی' اچھا بزنس تھا' میجر ماجد شیرازی جو حال ہی میں کرنل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ہیں وہ میری دکان پر ایک پرزہ لینے آئے' وہ خود کلامی کے انداز میں منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا' میں نے اس سے پوچھا کہ یار میجر کیا بات ہے' تمہیں کیا پریشانی ہے؟ اس نے کہا کہ میرے والد صاحب کو پچھلے پانچ سال سے ہچکی لگی ہوئی ہے' میں تمام ڈاکٹرز کو دکھا چکا ہوں' میرے والد صاحب خود پیر ہیں اور ہماری گدی خان پور سیالکوٹ سے تھوڑا قریب ہے' ہم روحانی لوگ بھی ہیں' پیران پیر کی اولاد میں سے بھی ہیں لیکن انہیں آرام نہیں آ رہا' میں اپنے باپ کی وجہ سے بہت ڈسٹرب ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ آپ کیا بات کر رہے ہیں' یہ تو پانچ منٹ میں ٹھیک ہو جائے گی' میں نے یہ بات کہہ دی حالانکہ میرا طب سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا' میری فیملی میں بھی کوئی ڈاکٹر نہیں تھا' ہمارے پورے خاندان کا کام ہی بزنس ہے۔ اس نے پوچھا کہ ہچکی کیسے ٹھیک ہو جائے گی؟ میں نے اسے بتایا کہ ابھی جا کر ناریل لو' ناریل توڑ کر اس کا پانی اپنے باپ کو پلاؤ۔ وہ فوراً گھر گیا' دو

Marfat.com

ناریل خریدے' ان کو توڑ کر ان کا پانی اپنے والد کو پلایا' اس کے والد ٹھیک ہو گئے۔ بس میں پھنس گیا' وہ بات بہت زیادہ پھیل گئی' مجھے اپنا کاروبار چھوڑنا پڑا' لوگ ہی نہیں چھوڑتے تھے تو میں بھلا اپنا کاروبار کس طرح کر سکتا تھا' مجھے اپنا کاروبار بند کرنا پڑا۔ میں پہلے والی جگہ چھوڑ کر ٹاہلیانوالہ میں آ گیا لیکن لوگ وہاں بھی پہنچ گئے۔ اس دوران ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ اللہ چاہتا ہے کہ میں مخلوق خدا کی خدمت کروں۔ ہوا یوں کہ میں نظام الدین اولیا کی کتاب پڑھ رہا تھا' اس کتاب میں ذکر تھا کہ نظام الدین اولیا کو یہ حکم ہوا کہ تم یہ جگہ چھوڑ کر کہیں دور چلے جاؤ' ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہاں لوگ بہت آتے ہیں مجھے کسی ویرانے میں چلے جانا چاہئے تا کہ دنیا سے میری جان چھوٹ جائے۔ جب یہ سوچ ان کے دل میں چل رہی تھی اس وقت ایک مجذوب وہاں سے گزرا' مجذوب یہ کہتا جا رہا تھا کہ ''جب تو چاند بنا اس وقت تو نے یہ کیوں نہیں سوچا تھا؟ جب تو چاند بنا اس وقت تو نے یہ کیوں نہیں سوچا تھا؟ یہ بات سن کر نظام الدین اولیا نے ویرانے میں جانے کا فیصلہ تبدیل کر دیا۔ مجذوب کا پیغام ہی یہ تھا کہ جب تو چاند بن ہی گیا ہے تو لوگوں نے تو تجھے دیکھنا ہی ہے۔ یہ واقعہ پڑھ کر میری سمجھ میں آ گیا کہ اللہ نے مجھے اشارہ دیا ہے کہ میں لوگوں میں آ جاؤں اور پھر میں لوگوں میں آ گیا۔ میں نے کوئی طب کا علم حاصل نہیں کیا' کوئی روحانیت کا علم حاصل نہیں کیا' میرا روحانیت کی طرف رجحان ضرور تھا لیکن میرے ساتھ عجیب و غریب بات تھی' میں بہت عرصہ جماعت اسلامی کے ساتھ بھی رہا' تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی رہا' صوفیوں کے ساتھ بھی رہا' یہاں تک کہ کمیونسٹوں کے گروپوں کے ساتھ بھی رہا مگر ساتھ ساتھ ذہن اسی طرف مائل رہا۔ اس طریقے سے میری باتیں پوری ہونی شروع ہو گئیں' علاج شروع ہو گیا' میں نے اس کے لیے کوئی علم' کوئی روحانی تعلیم حاصل نہیں کی۔

سوال: آپ کی نظر میں سکالر کی کیا تعریف ہے؟

بابا عرفان الحق: قرآن کا سادہ ترجمہ جان لینا' احادیث کا ترجمہ جان لینا' یا زیادہ قرآن پڑھ لینے سے' زیادہ تفاسیر پڑھ لینے سے انسان سکالر نہیں بن سکتا۔ میرے نزدیک سکالر وہ ہے جو قرآن و حدیث سے وقت کے مطابق مناسب استدلال دے سکتا ہو' جس کے پاس استدلال نہیں ہے وہ سکالر بھی نہیں ہے کیونکہ سکالر صاحبِ حکمت ہوتا ہے۔ صاحب حکمت کی پہچان یہی ہے کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ کب' کہاں کیا بات کرنی ہے' کس چیز کو کب' کیسے اور کہاں استعمال کرنا ہے' یہ جس کو نہیں آتا وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔

سوال: آپ کے علمی سفر میں آپ کو کن سکالرز نے متاثر کیا؟

بابا عرفان الحق: جب میں اس طرف آیا تو میں نے قرآن حکیم پر بہت زیادہ محنت کرنا شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں ہے جس کا تذکرہ ہم نے قرآن میں نہ رکھ چھوڑا ہو' یہ اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا کلیم ہے کہ میرا پھر سب سے بڑا شغل قرآن بن گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے احادیث کے جتنے بھی مجموعے ہیں ان سب کو پڑھا' مشکل ہی ہے کہ اگر کوئی مجموعہ میں نہ پڑھ سکا ہوں۔ اس کے بعد میرا واسطہ پروفیسر احمد رفیق اختر سے پڑا۔ میرے ایک دوست مجھے ان کے پاس لے گئے۔ ان کی گفتگو سنی' میں پھر لگاتار دو تین سال ان کے پاس جاتا رہا' ان کے علمی استدلال

Marfat.com

نے مجھے بہت متاثر کیا مگر اب میں اس تاثیر میں نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے مولانا مودودی مرحوم کو بھی پڑھا ہے' ڈاکٹر اسرار کو بھی سنا' غلام مرتضیٰ کو بھی سنا' طاہر القادری کو بھی سنا' ان کی تمام کتابیں بھی میرے پاس ہیں۔ میں نے ان سب کے ہاں ایک چیز دیکھی ہے' اللہ مجھے اس کیلئے معاف کرے' وہ مختلف چیزوں کو' مختلف نالج کو اکٹھا کر کے لوگوں تک پہنچاتے رہے' مجھے ابھی تک ایسا کوئی بندہ نہیں ملا جس کے اندر سے علم پھوٹتا ہو۔ میں سکالروں اور دانشوروں میں سب سے زیادہ علامہ محمد اقبال سے متاثر ہوں' ان کے علاوہ کسی سے متاثر نہیں ہوں۔ میں نے صوفیا کو بہت زیادہ پڑھا' تصوف کو بہت زیادہ پڑھا ہے اور اللہ نے تصوف کی پریکٹس کی سمجھ بھی عطا فرمائی ہے۔ موجودہ سکالرز میں مجھے کوئی جاندار آدمی نظر نہیں آیا۔

سوال: آپ اکثر کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص میرے پاس اپنا بڑا مسئلہ لے کر آتا ہے تو میں اس کا دل بڑا کر دیتا ہوں' اس کا مسئلہ چھوٹا ہو جاتا ہے۔ یہ کیسے ہوتا ہے؟

بابا عرفان الحق: یہ بہت آسان ہے۔ بہت سے لوگ آتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارا رشتہ کسی نے باندھ دیا ہے' ہماری کوکھ کسی نے باندھ دی ہے اولاد نہیں ہو رہی' ہمارا رزق کسی نے باندھ دیا ہے رزق نہیں مل رہا۔ میں اس کے اندر یہ اعتماد پیدا کر دیتا ہوں کہ یہ سارا کام تو اللہ کا ہے' تم کیوں پریشان ہو؟ اللہ تعالیٰ ایسی تاثیر عطا کرتا ہے کہ اس آدمی کے خیالات فوری طور پر طاقتور ہو جاتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں' ایک لڑکا میرے پاس آیا اس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی' میں نے اسے کہا کہ اللہ تجھے اولاد دے گا' بیٹا دے گا' جب وہ میرے کمرے سے نکلنے لگا تو اس نے کہا کہ بابا جی میرے تو سپرم ہی نہیں ہیں' میرے ہاں اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ میں نے اس کو واپس بلایا اور اپنے پاس بٹھایا' میں نے کہا کہ جس نے تجھے پیدا کیا ہے کیا وہ تیرے اندر سپرم پیدا کرنے کی طاقت کھو چکا ہے؟ تیرے سپرم بھی وہی پیدا کرے گا۔ پھر اللہ رب العزت نے اس کو اولاد سے نوازا۔ میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ تم کہتے ہو کہ تمہارا رزق جادو کے زور سے روک دیا گیا ہے' اللہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں دس روپے پہنچ جائیں اور جادوگر تم تک نہیں پہنچنے دیتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جادوگر اللہ سے زیادہ طاقتور ہو گیا' اگر یہ بات ہے تو میں اتنے کمزور اللہ کو پوجنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ میرا اللہ تو ہر چیز کا خالق اور مالک ہے جو پروگرام وہ بنا لیتا ہے اسے کر کے چھوڑتا ہے' اگر تیرا ماننا یہ ہے کہ جادوگر اللہ کے راستے میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے تو پھر تو جادوگر کی عبادت کیا کر' تو اللہ کی پوجا کرنا چھوڑ دے۔ میری اس بات سے لوگوں کو سمجھ آتی ہے کہ واقعی ہر چیز کا مالک تو پروردگار ہے' جو چاہے دیدے' جو چاہے نہ دے' جو چاہے چھین لے' جو چاہے بخش دے' ان کا اعتماد اللہ پر بڑھ جاتا ہے اور جب کسی انسان کا اعتماد اللہ پر بڑھ جائے تو پھر وہ کمزور نہیں رہتا۔

سوال: انسان کا اصل مسئلہ کیا ہے؟

بابا عرفان الحق: انسان کا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ نے پہلے ہی دن کہہ دیا تھا کہ یہ خسارے میں ہے۔ خسارہ ایسے ہے کہ جو چیزوں کا اصل روپ ہے وہ اسے پتہ ہی نہیں ہے۔ جن چیزوں کو یہ اپناتا ہے ان کو چھوڑ کر چلے جانا ہے' یہ بھی خسارہ ہے۔ جن چیزوں کے بارے میں وہ سمجھتا ہے وہ اسے سپورٹ کریں گی وہی چیزیں اس کے لئے نقصان کا باعث بن جاتی

Marfat.com

ہے' یہ بھی خسارہ ہے کیونکہ بنیادی طور پر انسان ظالم بھی ہے اور جاہل بھی۔ خسارے سے انسان اس لیے نہیں نکل سکتا کیونکہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری اس کو خسارے سے نکال سکتی ہے۔ کوئی بھی زمانہ رسولوں سے خالی نہیں رہا۔ پرانے زمانے کے جن لوگوں نے رسولوں کو مانا وہ بھی خسارے سے نکل گئے' آج کے زمانے سے قیامت کے بعد تک بھی رسول اللہؐ کی رسالت جاری وساری ہے' جو شخص بھی رسول اللہؐ کی فرمانبرداری کرلے گا وہ بھی اس خسارے سے نکل جائے گا۔ ہم چاہتے ضرور ہیں لیکن اطاعت نہیں کرتے۔

سوال: آپ کو اس میں فیصلہ کرنے کا فقدان نظر آتا ہے؟

بابا عرفان الحق: فیصلہ کرنے میں سب سے بڑا فیکٹر سچے علم کا ہوتا ہے' اگر انسان کے پاس سچا علم ہو تو اسے فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ سچا علم انسان کے پاس جب آتا ہے جب وہ کسی سیانے کے پاس جاتا ہے۔ جب تک انسان خود کو عقل کل سمجھتا رہے اور کسی سے مشورہ لینے کے لیے تیار نہ ہو تو پھر پریشانیاں اس کا مقدر بن جاتی ہیں۔

سوال: کیا آپ کے خیال میں میڈیا اس سلسلے میں کوئی کردار ادا کرسکتا ہے؟

بابا عرفان الحق: میڈیا اس سلسلے میں بہت اہم کردار ادا کرسکتا ہے اور کر بھی رہا ہے لیکن ایک بات مجھے افسوس کے ساتھ کہنی پڑتی ہے کہ میڈیا کام تو کر رہا ہے لیکن اس کا مقصد دین کی تبلیغ نہیں ہے۔

سوال: آپ نے ایک بار کہا تھا کہ آپ کو میڈیا پر آنے کا کوئی شوق نہیں ہے لیکن پچھلے دنوں آپ ٹی وی کے کچھ پروگراموں میں نظر آئے' اس کی کیا وجہ تھی؟

بابا عرفان الحق: انیق احمد یہاں آیا' مجھے اس کی گفتگو میں بھرپور اخلاص نظر آیا' کمرشل ازم نہیں تھا۔ میں نے اس کے پروگراموں میں ہر دفعہ وہ پیغامات دیئے جو اس سے پہلے میڈیا پر کسی نے نہیں دیئے تھے۔ میں نے ان پروگراموں میں رسول اللہؐ کی محبت کے حوالے سے' تفرقے کے خلاف اور مذہب کے حوالے سے وہ ٹھوس پیغامات دیئے جو اس سے پہلے آج تک کسی نے نہیں دیئے تھے۔ میری جتنی بھی کتابیں ہیں ان میں بہت سادہ پیغامات ہیں۔

سوال: آپ کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟

بابا عرفان الحق: میری زندگی کا مقصد اللہ سے قبولیت کی سند حاصل کرنا ہے۔

سوال: آپ کی بہت سی کتابیں مارکیٹ میں آچکی ہیں' لیکچر بھی دیتے رہتے ہیں' ان سب کاموں سے پہلے آپ کے ذہن میں کیا تھا؟

بابا عرفان الحق: یہ سب اچانک ہوا ہے' میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک دفعہ پروفیسر حبیب عاصم نے مجھ سے پوچھا کہ آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں' آپ کا مشن کیا ہے؟ میں نے کہا کہ حضور اکرمؐ جب مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں یہودیوں نے کہا کہ ہم صحیح راستے پر ہیں' صحیح دین پر ہیں' اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں کی اولاد میں سے ہیں اور اللہ کی

Marfat.com

پسندیدہ قوم ہیں' اگر اللہ ہم پر عذاب کرے گا بھی تو ایک رات سے زیادہ ہرگز نہ کرے گا۔ وہاں قرآن نے کہا کہ اے محمدؐ ان سے کہو کہ تمہیں اگر اتنا ہی یقین ہے تو موت کی آرزو تو کرو' اور اگر ایسا نہیں تو پھر تم وہ سند پیش کرو جو اللہ نے تمہیں قبولیت کی عطا فرمائی ہے۔ جب اللہ سند ڈیمانڈ کر رہا ہے تو اس کا مطلب اللہ سند دیتا بھی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میرا مشن ہے اسی زندگی میں اللہ سے وہ سند حاصل کرنا۔

سوال: ہمیں اپنی اس سوسائٹی میں رہتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آدھے لوگ جادو میں مبتلا ہیں اور باقی آدھے لوگ ان پر جادو کروا رہے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

بابا عرفان الحق: آپ کی یہ بات 100 فیصد درست ہے۔ میرے پاس گریڈ ون سے 22 ویں گریڈ تک کے لوگ آتے ہیں' چھابڑی والوں سے لے کر بڑے بڑے انڈسٹریلسٹ تک آتے ہیں' ان پڑھ سے لے کر پی ایچ ڈی تک آتے ہیں مگر ایک چیز سب کی مشترک ہے' ان سب کا خیال ہے کہ کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ یعنی ان کا علم' ان کا عہدہ اس میں رکاوٹ نہیں بنتا۔ یہ ظلم ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہا ہے اور لوگ اس کی بنیاد پر بے پناہ کرائم بھی کر رہے ہیں۔ پڑھے لکھے اور اَن پڑھ' امیر اور غریب سب کا رویہ اس معاملے میں ایک سا ہو جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ حضور اکرمؐ کا فرمان ہے کہ قیامت کے نزدیک جادو بہت زیادہ پھیل جائے گا اور کوئی بستی ایسی نہ ہوگی جہاں جادو کرنے والے نہ بیٹھے ہوں۔ ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جادو بنیادی طور پر ہے کیا؟ کسی دوسرے کے بارے میں بدگمانی کا نام ہی جادو ہے۔ خاص طور پر اپنے رشتوں کے بارے میں لوگ بدگمانی کا شکار ہیں' اپنی ناکامیوں کی وجہ جادو کو قرار دیدیتے ہیں۔ میں 2009ء میں حج کیلئے گیا' جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو ابوشاکر نامی وہاں کا مقامی آدمی جو کہ ٹیکسی ڈرائیور تھا اس کے پاؤں میں درد تھا' میں نے اسے دم کیا' اللہ نے اسے شفا دے دی۔ میں ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا' رات کو عشاء کے بعد جب میں ہوٹل میں واپس آیا تو سارا کوریڈور خواتین اور مردوں سے بھرا ہوا تھا' ان سب کو دم کیا۔ میں نے مدینہ منورہ میں نو دن رہنا تھا' سات دن میرا یہ سلسلہ جاری رہا' آٹھویں دن انٹیلی جنس والے آ گئے' انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے مکمل طور پر انکوائری کر لی ہے کہ آپ پیسے نہیں لے رہے' کوئی تعویز بھی نہیں دے رہے اور کوئی ایسی ویسی بات بھی نہیں ہے لیکن سعودی حکومت کے قانون میں یہاں یہ کام غیر قانونی ہے' ہم آپ کو اس کی اجازت نہیں دے سکتے' یہاں اس کا لائسنس ہے' آپ آج کے بعد کسی کو دم نہیں کریں گے۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ نے مجھے یہاں کا قانون بتا دیا ہے اب میں یہاں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا۔ سعودیہ میں بھی یہ حالات ہیں۔ میں جدہ میں ایک بات دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حکومت نے یہ کہہ کر بے شمار بلڈنگوں اور بچوں کے سکولوں کو سیل کر دیا ہے کہ یہاں جنات کا بسیرا ہے۔ ایک اور حیرانگی کی بات آپ کو بتاتا ہوں کہ وہاں کے جو بڑے بڑے امیر شیخ ہیں انہوں نے باقاعدہ طور پر جادوگروں کو مستقل بنیادوں پر اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے' انہیں گھر دے رکھا ہے' گاڑیاں دے رکھی ہیں' انہیں باقاعدہ تنخواہ دیتے ہیں۔ ان کے مقابلے پر دوسرے شیخ نے بھی جادوگر رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں تو یہ جہالت ناسور کی طرح پھیلی ہوئی ہے' لوگ خود ہی جادو کر دیں گے اور پھر خود ہی اس کا توڑ کریں

Marfat.com

گے اور اس کام کے ہزاروں نہیں لاکھوں روپے لے لیتے ہیں۔ اس کی روک تھام میں ہماری حکومت بہت بڑا کردار ادا کرسکتی ہے۔ میں آپ کو ایک حیرانگی کی بات بتاتا ہوں' میرے پاس 1998ء میں ایک سولہ سترہ سال کی بچی لائی گئی' اس کے باپ نے مجھے بتایا کہ پہلے میری بیٹی ٹھیک تھی اب گونگی ہوگئی ہے' میں ان دنوں عمرے کیلئے جارہا تھا' میں اپنے پیچھے جس بندے کو چھوڑ کر جارہا تھا اسے میں نے بتادیا کہ بچی کو کس طرح دم کرنا ہے۔ بچی کے باپ کو میں نے کہا کہ یہ بچی تین دن میں بولنا شروع ہوجائے گی اور ایئرپورٹ پر تم پہلے شخص ہوگے جو مجھے خوش آمدید کہے گا۔ بچی کے باپ نے مجھے بتایا کہ جتنے بھی نامور روحانی بابے ہیں ان سب کے پاس وہ اپنی بچی کو لے جاچکا تھا اور وہاں اس بچی پر بے پناہ تشدد کیا گیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے ہاں وہ تین دن میں بول پڑی اور محفوظ بھی ہوگئی۔ وہ بچی ڈپریشن کا شکار تھی لیکن وہ بابے اسے کسی جن کی کارروائی سمجھ کر اس بچی پر بے رحمی سے تشدد کرتے رہے۔

سوال: آپ کے پاس کتنے فیصد لوگ ایسے آتے ہیں جن پر واقعی جادو ہوا ہوتا ہے اور کتنے فیصد ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو وہم ہوتا ہے؟

بابا عرفان الحق: میں 18 سال میں سات لاکھ کے قریب آدمی دیکھ چکا ہوں' شاید ان میں سے آٹھ یا دس آدمی ایسے آئے ہوں گے جن پر واقعی جادو کی کوئی کارروائی ہوئی ہوگی' دو یا تین ایسے آدمی ہوں گے جن پر جناب تھے' باقی سوشل میٹر' سائیکالوجیکل میٹر' فزیکل میٹر اور کچھ معاشی مسائل تھے۔ ایک کام ہمیں بہت چالاکی سے کرنا پڑتا ہے' میں لوگوں سے یہ نہیں کہتا کہ تم پر جادو نہیں ہے کیونکہ جس کو یہ بات کہی جائے وہ یہی سمجھتا ہے کہ اس بابے کو کچھ نہیں پتہ' کسی اور بابے کے پاس چلتے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ فلاں کام 15 دن کرلو پھر دیکھتے ہیں کہ جادوگر طاقتور ہے یا ہم طاقتور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی کامیابیوں سے نوازا ہے کہ تنہائی میں سوچ کر آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔

سوال: تسبیحات انسان کی زندگی پر کس طرح اثرانداز ہوتی ہیں؟ اور کیا تسبیحات کا ترجمہ جاننا بھی ضروری ہے؟

بابا عرفان الحق: دو باتیں تسبیحات کی بنیاد بنیں' ایک تو اللہ تعالیٰ یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے میرے اچھے ناموں سے یاد کرو' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک کلیم اور کیا ہے' اللہ نے کہا کہ تجھے اطمینان آ ہی نہیں سکتا میرے ذکر کے بغیر۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول حضرت محمدؐ کا فرمان ہے کہ قیامت کے قریب بہت قحط پھیل جائے گا' جانور بھی قحط کی وجہ سے مرنے لگیں گے اور انسان بھی بہت تکلیف اٹھائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ کیا اس وقت مسلمان نہیں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ بہت ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ پھر مسلمانوں کا کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ انہیں اللہ کا ذکر کفایت کرے گا۔ جب رسول اللہؐ یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ کا ذکر انسانوں کی کفایت کرے گا تو پھر ہم لوگوں کو اللہ کے ذکر پر کیوں نہ لگائیں کہ وہ لوگوں کی کفایت کرے۔ اس کیلئے ترجمہ جاننا ضروری نہیں ہے' ترجمہ وہاں جاننا ضروری ہے جہاں حکم ہو اور آپ کو پوری طرح علم ہو کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ ترجمہ جاننے سے فائدہ بڑھ جاتا ہے۔

سوال: کوئی ایسا نسخہ بتائیں جو ڈپریشن سے نجات دلا سکے؟

Marfat.com

باباعرفان الحق: ایسا نسخہ اللہ کے پیارے رسول حضرت محمدؐ نے بتایا جس میں سو فیصد کامیابی ہے' حضورؐ نے فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی تسبیحات کیا کرو کیونکہ یہ غم کے علاوہ 100 سے زیادہ بیماریوں کا علاج ہے۔ غم ہی سٹریس کی وجہ ہے' کسی چیز کے کھو جانے کا غم اور کسی چیز کے حاصل نہ ہونے کا غم' اس سٹریس کا علاج لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے۔ اس کو اگر کامن کر دیا جائے تو معاشرے میں پھیلا ہوا ڈپریشن دس فیصد بھی نہیں رہے گا۔

سوال: یہ حدیث تو مسلمانوں کیلئے ہے' غیر مسلموں کیلئے کیا طریقہ ہے؟

باباعرفان الحق: وہ بھی یہ پڑھ سکتے ہیں لیکن ایک طریقہ اور بھی ہے' بنیادی چیز ڈلیوری ہوتی ہے' اگر آپ بے سکون ہیں تو کسی نہ کسی طریقے سے اللہ کی مخلوق کو سکون دینا شروع کر دیں' آپ کی اپنی بے سکونی ختم ہو جائے گی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو عزت ملے' آپ لوگوں کی عزت کرنا شروع کر دیں' اپنی پردہ پوشی چاہتے ہیں تو لوگوں کے کاموں کی پردہ پوشی شروع کر دیں' یہ وہ گیند ہے جو آپ دیوار پر مار رہے ہیں وہ لوٹ کر آپ کے پاس ہی آئے گی۔

سوال: سیکھنے کا رویہ انسان میں کس طرح ترقی پاتا ہے؟

باباعرفان الحق: یہ تو تب ہی ہے جب انسان یہ سوچ لے کہ وہ کچھ نہیں جانتا' اگر اس کے اندر یہ احساس پیدا ہو گیا کہ وہ کچھ جانتا ہے تو پھر وہ کچھ سیکھ نہیں سکتا' جب تک وہ اپنے آپ کو خالی سمجھے گا اس وقت تک وہ سیکھتا رہے گا۔

سوال: ہمارے ہاں مزاج میں سختی کا عنصر پایا جاتا ہے' ٹھہراؤ نہیں ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

باباعرفان الحق: اس کی دو تین وجوہات ہیں' عرب میں وہی رویہ ہے جو ویسٹ میں ہے۔ عرب غلام نہیں رہے جبکہ ہم غلام رہے ہیں' جب غلام کو آزادی ملتی ہے تو وہ سب سے بڑا تکبر والا ہوتا ہے۔ ہم غلامی میں رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا رویہ گھٹیا ہے۔ یہ تاریخ سے بھی ثابت ہے اور میرا مشاہدہ بھی ہے۔ میں نے ایک بات نوٹ کی ہے کہ جو بچے دور غلامی کے بعد پیدا ہوئے ان کا رویہ بہتر ہے اور جو لوگ غلامی میں پیدا ہوئے ان کے رویے میں سختی زیادہ ہے کیونکہ وہ غیر محسوس طریقے سے سختیاں جھیلتے رہے ہیں اس لئے وہ غیر محسوس طریقے سے وقت سے اپنا بدلا لیتے ہیں' یہ سب نفسیاتی طور پر ہوتا ہے۔ پھر سب سے بڑی وجہ علم کی کمی ہے' جو مدارس' مساجد اور خطیب علم کا گہوارہ سمجھے جاتے تھے وہاں سے عقائد کا علم تو مل رہا ہے لیکن معاملات کا علم نہیں مل رہا' پچاس سال سے وہ صرف عقیدے گا رہے ہیں اس کے علاوہ وہاں کچھ نہیں ہے۔ جب آپ کو اخلاقیات کی تعلیم ہی نہیں ملے گی تو آپ درست کیسے ہوں گے۔ ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ بھٹو کے دور تک ''کمی'' کا تصور موجود تھا' وہ اپنے مالک کے ہوتے ہوئے پیڑی پر بھی نہیں بیٹھ سکتا تھا' اس وجہ سے بھی غصہ پیدا ہوا۔ اگر آپ اپنے گھر میں امن کا ماحول پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس کا اثر آپ کو باہر سڑکوں پر بھی نظر آئے گا' ملک کا ماحول بدلنے کیلئے اپنے گھر کا ماحول درست کریں۔

سوال: بڑے بڑے ہالوں میں ملک کی پڑھی لکھی' ایلیٹ کلاس سات آٹھ سو کی تعداد میں آپ کو سننے کیلئے آتی ہے' کبھی آپ نفس کے زیر تسلط بھی آئے ہوں گے؟

Marfat.com

بابا عرفان الحق: ایسا بالکل ہوتا ہے' اگر میں یہ کہوں کہ ایسا نہیں ہوتا تو یہ جھوٹ ہوگا۔ جب نفس پیغمبروں پر وار کرنے سے نہیں چوکتا تو عرفان الحق کی کیا حقیقت ہے؟ لیکن اس کام میں اللہ کی طرف سے مجھ پر بڑی مہربانی ہے' میں روز کوئی نہ کوئی ایسی غلطی کرتا ہوں جس پر اپنے آپ کو ملعون کرتا ہوں تا کہ اس سے بچ جاؤں۔

سوال: مختلف فرقوں کے بارے میں بتائیں کہ کیا وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

بابا عرفان الحق: میں تو سب کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ میں کسی فرقے کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ غلط ہے' قرآن وہی' حدیث وہی' بہت سے عملوں سے گزر کر یہ فرقے بنے ہیں۔ فرقہ اصل میں ہے کیا؟ فرقہ یہ نہیں ہے کہ وہ عبادت کس طرح کر رہے ہیں' فرقہ اصل میں یہ ہے کہ وہ آپ کو ناقابل قبول سمجھ رہے ہیں' بس یہ نہیں ہونا چاہئے۔

سوال: مختلف فرقوں میں ہم آہنگی کس طرح پیدا ہو سکتی ہے؟

بابا عرفان الحق: ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے' جیسا کہ ہمارے ہاں جمعرات والے دن لیکچر ہوتا ہے' نماز ہوتی ہے' اس میں شیعہ' بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث' جماعت اسلامی والے' تبلیغی جماعت والے اور ہری پگڑی والے ایک ہی چھت کے نیچے ہوتے ہیں کیونکہ وہاں محبت کا پیغام جاری ہوتا ہے۔ محبت کا پیغام بڑھانا شروع کر دیں خود بخود تبدیلی آ جائے گی۔

سوال: ہر انسان کا کمزور پہلو ہوتا ہے' آپ کا کمزور پہلو کیا ہے؟

بابا عرفان الحق: میں نے بہت غور کیا لیکن مجھے اپنا کوئی کمزور پہلو نظر نہیں آیا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ دولت مجھے متاثر نہیں کرتی' شہرت مجھے متاثر نہیں کرتی' مال مجھے متاثر نہیں کرتا اور عورت مجھے متاثر نہیں کرتی' میں ایک نارمل زندگی گزارنے والا شخص ہوں کیونکہ میں خاص آدمی نہیں ہوں۔ جو چیز مجھے خاص کر سکتی ہے وہ میری دشمن ہے' میں نے خاص نہیں ہونا۔ میری اپنے طالب علموں کو بھی یہی تاکید ہے کہ ریوڑ میں رہنا ہے' اکیلے نہیں ہونا' جو اکیلا ہوگا شیر کا شکار بھی وہی ہوگا۔

سوال: آپ کے لیکچروں میں پاکستان کیلئے بہت امید نظر آتی ہے' ملک کے موجودہ خراب حالات کو دیکھتے ہوئے آپ اتنے پرامید کیوں ہیں؟

بابا عرفان الحق: یہی تو بنیادی ایمان کا فرق ہے' اکثریت اسباب سے دیکھ رہی ہے جبکہ میں پاکستان کے حالات مسبب الاسباب سے دیکھ رہا ہوں اس لیے مجھے کوئی شک نہیں ہے۔ اگر آپ قوموں کی تاریخ اٹھائیں تو کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس کی تاریخ میں المیے' حادثات اور پریشانیاں نہ آئی ہوں۔ وہ آگے بڑھنے کیلئے ٹول کے طور پر آپریٹ ہوتی ہیں' مایوس ہونے کیلئے نہیں ہوتیں۔ ہمارے ساتھ اللہ کی مہربانی کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ ہر وہ نعمت جو اللہ کی طرف سے آتی ہے وہ دوسروں کی نسبت ہمارے لیے زیادہ اور اچھی کوالٹی کی آ رہی ہے۔ ہمارے لیے اللہ کا ایک اور بہت بڑا کرم ہے' دنیا میں آبادی کے مسائل پریشانی کا باعث بن رہے ہیں' دوسرے ممالک میں بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے افراد کی تعداد زیادہ ہے جبکہ پاکستان دنیا کا خوش قسمت ترین ملک ہے جس میں نوجوان نسل کی تعداد 63 فیصد ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ بہت بڑا سرمایہ

Marfat.com

پاکستان کو دے دیا ہے۔ اللہ کے فضل سے یہاں کی نوجوان نسل اپنے ملک سے محبت کرتی ہے' اس کے پاس یہ سوچ موجود ہے کہ ہم نے اپنے ملک کے مقدر کو بدلنا ہے۔ جب میں اپنی نوجوان نسل کی آنکھیں دیکھتا ہوں تو اس میں امید کی چمک دیکھتا ہوں' زندگی دیکھتا ہوں تو میں کیسے مایوس ہو جاؤں؟ میں اگر اپنی بات کروں تو 30 سال پہلے میرے گھر میں صرف ایک پنکھا تھا' اب میرے گھر میں تین اے سی لگے ہوئے ہیں' پنکھے بھی لگے ہوئے ہیں' گاڑی بھی میرے گھر میں کھڑی ہوئی ہے' کھانے پینے اور پہننے کا سامان پہلے سے بہتر ہے۔ یہ صرف میرا حال نہیں ہے' میرے ملک کے ہر گھرانے میں اتنی تبدیلی آ چکی ہے۔ چینلز اور میڈیا کے ذریعے عوام کو مایوس کرنے کے لیے باہر کا پیسہ لگایا جا رہا ہے کیونکہ دنیا کا سسٹم یہ بتاتا ہے کہ کوئی شخص' کوئی قوم یا کوئی گروہ جرائم پیشہ نہیں ہو سکتے جب تک مایوس نہ ہو۔ مایوسی پھیلا کر آپ کو جرائم اور شدت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اگر آپ اس کے مقابلے میں لوگوں کو پرامید کر دیں تو آپ یقین کریں جرائم' شدت اور دہشت گردی کی ریٹنگ از خود نیچے آ جائے گی۔ ایک بات پر غور کریں' کتنے ہی جلسے جلوس ہوتے ہیں' کیا کبھی کوئی دکاندار یا کوئی شخص اپنی جاب چھوڑ کر اس جلوس میں پتھر مارنے کیلئے گیا ہے؟ بالکل نہیں۔ لوگوں کو روزگار کی طرف لگائیں' جو کام پر لگ جائے گا وہ کبھی جرائم پیشہ نہیں بنے گا۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین)

Marfat.com

بابا محمد یحییٰ خان

بابا جی سے میری ملاقات 2009ء میں ہوئی۔ میں نے بہت سے ٹرینرز' سکالرز اور صوفیائے کرام کے ساتھ وقت گزارا ہے اور ان کے ساتھ کام بھی کیا ہے۔ بابا جی کی ایک ایسی بات ہے جو کسی اور میں نہیں۔ میں جب اپنے کولیگ نعیم احمد بلوچ کے ساتھ انٹرویو کرنے گیا تو بڑی خوشگوار گفتگو کے بعد بابا جی نے ہزار ہزار روپے ہم دونوں کو نکال کر دیئے۔ وہ لمحہ ہم دونوں کیلئے نہایت حیرت کا تھا اور ہم دونوں کی آنکھوں میں ایک ہی سوال تھا کہ ان پیسوں کو لینا چاہئے یا نہیں' اسی لمحے میرے دل میں خیال آیا کہ اتنی بزرگ ہستی اتنے پیار سے دے رہی ہے تو لے لینے چاہئیں' میں نے ہاتھ آگے بڑھا دیا تو بلوچ صاحب نے بھی ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ پھر میں نے اس کا ذکر اپنے چیف ایڈیٹر چوہدری عبدالرحمٰن سے بھی کر دیا تا کہ پیسے خرچ کرتے ہوئے کسی طرح کی شرمندگی کا احساس نہ ہو کیونکہ صحافت کی دنیا میں یہ بہت برا سمجھا جاتا ہے۔

پھر ایک دفعہ تو بابا جی نے حیران ہی کر دیا' میں نے حمایت اسلام کالج آف گرلز میں بابا جی کا آرٹ اور مذہب کے موضوع پر لیکچر رکھوایا جس کی میزبانی مس لبنیٰ امجد نے کی۔ ڈیپارٹمنٹ آف آرٹس اور کالج کی اساتذہ نے لیکچر اٹینڈ کیا۔ لیکچر میں بابا جی نے اپنی گفتگو سے سب کو محصور کر لیا اور سوال و جواب کا سیشن بھی بہت عمدہ رہا۔ مشکل سے مشکل سوالات کا بڑا آسان اور تسلی بخش جواب دیا' آخر میں چائے کا بھی اچھا اہتمام تھا۔ چائے کے دوران بابا جی نے 10 ہزار روپے نکال کر پرنسپل ڈاکٹر نسرین اختر صاحبہ کو دینے چاہے' پرنسپل صاحبہ بہت حیران ہوئیں اور سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگیں۔ میں نے آنکھوں کے اشارے سے کہا کہ پیسے رکھ لیں پھر بابا جی نے جو جملہ بولا اس وقت سے میں بابا جی کا دیوانہ ہو گیا ہوں' بابا جی نے کہا کہ ''یہ اپنے خدمت کرنے والے سٹاف میں بانٹ دیں''۔ میں یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور بابا جی کی عزت میری نظروں میں بہت بڑھ گئی۔ میں نے بہت بڑی بڑی شخصیات کو بہت بڑی بڑی باتیں کرتے سنا ہے پر جب پیسوں کا معاملہ آتا ہے سب پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور میں نے آج تک کسی کو ایسے پیسے بانٹتے نہیں دیکھا۔ بابا جی سے

Marfat.com

ہمیشہ میری لڑائی رہتی ہے کہ آپ عورتوں سے ملنے سے کیوں پرہیز کرتے ہیں اور عام لوگوں سے بھی اتنا نہیں ملتے' میڈیا کے لوگوں کو اکثر وقت دے دیتے ہیں لیکن صوفی کا دروازہ اور لنگر ہر عام وخاص کے لیے کھلا رہتا ہے اور اس بات سے صوفی کو کوئی غرض نہیں ہوتی ہے کہ میرے پاس ایک شخص آ رہا ہے یا 100۔ اس بات سے ایک واقعہ یاد آ گیا' پرانے وقتوں میں اعلان ہوا کہ وقت کے امام فلاں جگہ پر فلاں وقت میں بیان فرمائیں گے۔ دور دور سے لوگ ان کے بیان سے مستفید ہونے کے لیے آ گئے۔ ایک شخص کئی دنوں کی مسافت طے کر کے پیدل پنڈال میں پہنچا تو دیکھا کہ تاحد نگاہ لوگ امام صاحب کا بیان بڑے غور سے سن رہے ہیں لیکن جس وقت وہ شخص پہنچا اس وقت امام صاحب آخری کلمات ادا کر رہے تھے۔ اس شخص کو بہت دکھ ہوا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس کے اردگرد مجمع جمع ہو گیا' لوگ پوچھنے لگے کہ تمہارا کیا ماجرا ہے' اس نے کہا کہ میں کئی دنوں کی مسافت . طے کر کے امام صاحب کا بیان سننے آیا تھا جیسے ہی یہاں پہنچا بیان ختم ہو گیا۔ یہ معاملہ امام صاحب تک پہنچایا گیا' امام صاحب نے اس شخص کو بلایا اور بہت پیار سے اپنے پاس بٹھا کر وہی بیان دوبارہ دہرا دیا۔ وہ شخص بہت خوش ہوا اور امام صاحب کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے رخصت ہو گیا۔ یہ سارا ماجرا امام صاحب کے شاگرد دیکھ رہے تھے' اس شخص کے جانے کے بعد انہوں نے امام صاحب سے پوچھا کہ امام صاحب آپ کے اس عمل کی سمجھ نہیں آئی' کہاں آپ ہزاروں کے مجمعے سے خطاب کر رہے تھے اور کہاں آپ نے اتنا ہی وقت ایک شخص پر لگا دیا اور وہی بیان دہرا دیا۔ امام صاحب نے بڑا تاریخی جملہ بولا' انہوں نے کہا کہ ''وہ بیان بھی اس خدا کیلئے تھا اور یہ بیان بھی اسی خدا کے لیے تھا۔'' سبحان اللہ

آج کل کے سکالرز پوچھتے ہیں کہ کتنے لوگ ہمیں سننے آ رہے ہیں۔ اگر ٹی وی پر آ رہے ہیں تو پہلے چینل کی ریٹنگ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اگر کسی اخبار کو انٹرویو دے رہے ہوں تو اس اخبار کی سرکولیشن کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ میرے خیال میں جو سکالرز ٹی وی پر آتے ہیں وہ اپنی قدر کھو دیتے ہیں کیونکہ آہستہ آہستہ پروڈیوسرز سکالرز کو مینوپلیٹ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اپنے مفادات کی خاطر موضوع کو استعمال کر کے سکالرز کے منہ سے کچھ اس انداز میں باتیں نکلواتے ہیں جس سے ان کے پروگرام کے ریٹنگ کے معاملات بہتر ہوتے ہوں اور آہستہ آہستہ شاگرد متنفر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

جب لبنیٰ امجد نے بابا جی کو Sculpture دیا تو مجھے اس بات کا اندازہ تھا کہ بابا جی سے کچھ انعام ملے گا' ایسا ہی ہوا' بابا جی نے پانچ ہزار روپے نکال کر لبنیٰ کی طرف بڑھائے۔ میں نے فوراً کہا کہ پکڑ لو' لبنیٰ تھوڑا سا ہچکچائی لیکن میرے کہنے پر لے لیے۔ اب میری بھی آنکھیں للچائیں لیکن مجھے کچھ نہ ملا۔ میری خواہش تھی کہ لبنیٰ مجھے بھی کچھ پیسے دیدے' بہرحال سوچتے سوچتے لبنیٰ اپنے راستے کو چلی گئی میں اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ ابھی گاڑی میں ہی تھا کہ لبنیٰ کی کال آ گئی' کہنے لگی علی میں جو بات کہنے لگی ہوں اس میں بحث نہ کرنا میری بات مان لینا۔ میں نے کہا کہ مجھے پتہ ہے تم پانچ ہزار میں سے رقم بانٹنا چاہتی ہو۔ اس بات پر وہ بہت حیران ہوئی اور حیرت سے پوچھنے لگی کہ تمہیں کیسے پتہ چلا' میں نے کہا تم اکثر پوچھتی ہو کہ ان بابوں کو ان کہی باتوں کا یا ہمارے دل کے حال کا کیسے پتہ چل جاتا ہے' ویسے ہی آج مجھے پتہ چل گیا۔ بس میں نے

Marfat.com

یہ سوچا تھا کہ اگر پیسے مجھے ملے ہوتے تو میں تم سے ضرور شیئر کرتا' پھر 3000 ہزار روپے میرے حصے میں آئے اور میں بہت خوش ہوا۔

بابا محمد یحییٰ خاں

ویب سائٹ: piyarangkala.co.uk

پتہ: 412 نرگس بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور

Marfat.com

بابا محمد یحییٰ خاں سے یادگار ملاقات

(اس انٹرویو میں میرے کولیگ نعیم احمد بلوچ بھی میرے ساتھ شریک تھے)

کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی میں بُری طرح ٹھٹکا۔ دراصل میں نے اچانک اپنے آپ کو ایک غار میں پایا تھا۔ لوڈشیڈنگ کی وجہ سے کمرہ تاریک تھا لیکن اس کا ماحول، اس کا سامان، اس کی آرائش وزیبائش اور پھر اپنی مخصوص نشست پر بیٹھے کالے لباس، سفید لمبی ڈاڑھی اور ان گنت خوبصورت پتھروں کی مالاؤں سے لدے بابا یحییٰ خاں ..... پھر جب روشنی ہوئی تو مجھے احساس ہوا کہ میں غار میں تو ہوں لیکن یہ جدید دور کا انتہائی خوبصورت غار ہے جہاں صدیوں پُرانی پُراسرار روایت کو جدید کمپیوٹر دور سے انتہائی چابک دستی سے ملایا گیا ہے۔ میں نے عادت سے مجبور ہو کر جب ایک گہری نظر بابا جی کی آنکھوں میں ڈالی تو نہ جانے یہ شعر کیوں میرے ذہن میں آ گیا۔

کاگا سب تن کھیو، سو چُن چُن کھیو ماس
اِک دو نیناں مت کھیو کہ انھیں پیا ملن کی آس

چنانچہ انٹرویو جو بغیر کسی سوال کے خود بخود ہی شروع ہو گیا۔ کہنے لگے کہ کوئی روایتی سوال مجھ سے نہ پوچھنا اور پہلے مجھ سے یہ ضرور سُن لو کہ ''نئی بات'' جب میں نے پہلی دفعہ دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا! اس سے زیادہ بھرپور اور خوبصورت اخبار میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے الفاظ، اس کی ڈیزائننگ سبھی کچھ لاجواب لگا۔ بڑی خواہش ہے کہ آپ کے دفتر جا کر'' آرٹ سیکشن کے ہاتھ چوموں اور لکھنے والے کے قلم سینے سے لگا لوں!'' پھر اُنھوں نے ہمارے فوٹو گرافر نصیر چوہدری کی تعریف کی۔ یہیں سے گفتگو کا رُخ شوبز کے لوگوں کی طرف مڑا۔ ان پر ایک بھرپور تبصرہ کیا کہ یہ لوگ اپنے فیلڈ میں منہمک ہو کر اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں، اس لیے لاکھ گلے شکووں کے باوجود بہت ہی زیادہ توجہ اور ہمدردی کے مستحق ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ان کے اس حقیقت افروز تبصرے میں ہمیں اپنے بہت ہی پیارے مگر مرحوم دوست حافظ محمد ظفر عادل یاد آئے۔ اُنھوں نے بتایا کہ وہ اس اُلجھن میں پھنسے ہوئے تھے کہ حضور پاکؐ کو علمِ غیب تھا کہ نہیں۔ اسی مسئلے پر سوچ و بچار کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ گھر کے قریب دو نشئی آپس میں اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ انتہائی حیرت کے ساتھ لیکن بڑی توجہ سے اُنھوں نے سُنا تو ایک کہہ رہا تھا: ''اوئے بشیرے! میں سوچتا ہوں کہ اگر اللہ کے رسولؐ کو پہلے سے غیب کا علم تھا تو ان پر وحی کیوں اُتری؟''

بشیرے کے مخاطب بے نام نشئی نے ان کے مسئلے کو ہمیشہ کے لیے حل کر دیا اور میں سُن رہا تھا:

''زندگی کی سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ جو مزہ چھینا جھپٹی میں ہے، چلبلے پن میں ہے، وہ سراسر شرافت اور بے پناہ سیدھے پن میں نہیں ہے، وہ جو کہتے ہیں نا کہ ''Excess of everything is bad''، وہ اس معاملے پر بھی لاگو ہے۔ دراصل دُنیا میں مطلق سیدھی لائن، مطلق سیدھا راستہ، ہے ہی نہیں۔ سیدھا راستہ، سیدھی لائن جسے آپ کہہ اور سمجھ رہے ہوتے ہیں، وہ آپ کی نظروں کا دھوکا ہے۔ کالے رنگ ہی کو لے لیں، آپ کی نظر میں وہ صرف کالا رنگ ہے اور میری نظر سے دیکھیں تو میں کہہ دوں گا کہ کالا رنگ تو سارے رنگوں کے خاص امتزاج سے بنتا ہے۔ اگر اس میں موجود پیلے، نیلے یا سبز رنگ میں کمی یا زیادتی ہو گی تو یہ آپ کی نظر میں تو کالا ہو گا، حقیقت میں نہیں.....!

وہ ذرا سا تھمے، کسی اور کا انٹرویو ہوتا تو میں سوال داغ چکا ہوتا مگر مجھے بابا جی کی آنکھوں میں ایک واقعے کی فلم کا منظر صاف نظر آ رہا تھا.....وہی ہوا!

''مجھے ایک قدر دان اپنے ساتھ لے گئے کہ بہن کا رشتہ طے کرنا ہے، بڑا شریف بَر لگتا ہے، آپ ملاقات کے بعد رائے دیجیے۔ میں پہنچا تو وہ بڑے خاندانی لوگ لگے، لڑکا انتہائی شریف، ڈاکٹر۔ میں نے لڑکے سے نظر نہیں ہٹائی، باپ سے پوچھا: کبھی اس نے آپ کی جیب سے پیسے نکالے ہوں، کبھی کوئی شرارت کی ہو کہ آپ کو غصہ آیا، کبھی لڑائی جھگڑا..... بولے: ہرگز نہیں، بہت ہی بھلا ہے میرا بیٹا.....اب میں نے لڑکے سے پوچھا: بھئی ڈاکٹر، کبھی کسی لڑکی کو چھیڑا ہو، مری کے مال روڈ پر کسی حسینہ کے حسن نے دل میں چٹکی لی ہو، دل کے بیابان میں کبھی کسی لیلیٰ کے قافلے کی گھنٹیاں بجی ہوں.....اور اس نے میری طرف انتہائی بے یقینی سے دیکھا جیسے میں نے اس سے کوئی انہونی بات پوچھ لی ہو۔ میں ان کے گھر سے باہر آیا اور اپنے محبت کرنے والے سے کہا: اس کے ہاتھ میں اپنی بیٹی کا ہاتھ نہ تھمانا.....وہ کبھی خوش نہ رہ سکے گی.....زندگی میں توازن کے بغیر خوشی نہیں مل سکتی.....یقین کریں میں چار سنجیدہ باتیں کرنے کے بعد اگر ایک بات ہلکی پھلکی نہ کر لوں تو چین نہیں آتا، بھئی اصل حقیقت یہی ہے کہ ؎

اچھا ہے کہ دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اس موقع پر علی عباس کے دل میں کیا آئی کہ پوچھا: بابا جی، کبھی عشق ہوا؟ بابا جی کے فوری ردِ عمل سے مجھے یہ لگا کہ

Marfat.com

کسی نے ان کے ذہن میں چٹکی کاٹی ہو۔ دو ایک بار سوال کو ٹالا مگر علی نہ ٹلا تو بولے: ہاں ایک ملنے والے کے ہاں جایا کرتا تھا۔ ان کے گھر کے سامنے ایک دفعہ میری نظر ایک لڑکی پر پڑی۔ یہ تقسیمِ ہند سے پہلے کی بات ہے۔ جب میرے اندر ابھی صنف نازک کے متعلق کوئی جذبات پیدا نہیں ہوئے تھے لیکن اس واجبی سی شکل کی لڑکی کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا کہ سبحان اللہ! میں متوجہ ہوا اور پھر اسی کی خاطر وہاں جانے لگا، بات ابھی صرف مجھ تک ہی تھی کہ معلوم ہوا کہ بے چاری کسی عارضے کا شکار ہو کر چل بسی اور بس!

صاف لگ رہا تھا کہ بابا جی اس بات کو کسی اور موضوع کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ پھر وہی ہوا، کہنے لگے دراصل میں آنکھوں سے بہت متاثر ہوں' آنکھوں ہی میں سب کچھ ہوتا ہے۔ بھارتی رائٹر گلزار کی بیوی ہوا کرتی تھی اداکارہ راکھی، میں اسے اس وقت بھی ملا جب وہ گلزار کی بیوی تھی اور اس وقت بھی جب اس کی بیوی نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں کے بارے میں ٹھیک کہا جاتا تھا کہ جس کو دیکھ لیتی ہیں اس سے کوئی نہ کوئی رشتہ قائم ہو جاتا تھا۔ دراصل آنکھیں دو پائے کی ہوں یا چار پائے کی، یا ایک پائے کی..... میں ان میں ڈوب جاتا ہوں! پاک بھارت، دونوں کی فلم انڈسٹری سے میرا بہت تعلق رہا۔ جمیلہ رضا، شابینہ، راگنی۔ ان سب کی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں.....

میرے خیال میں یہ بات اُنھوں نے ملامتی صوفی ہونے کے حوالے سے کی تھی اس لیے میں نے پہلی دفعہ مداخلت کی اور کہا: بابا جی کیا واقعی، دُنیا میں آنکھوں کے سوا کچھ نہیں رکھا؟ میں اس وقت ان سے ذرا فاصلے پر بیٹھا تھا، بولے: یار بلوچا، ذرا قریب آ کر بیٹھ، اچھی بات پوچھی تم نے..... میں قریب آیا تو وہ آہستہ سے بولے: یہ جو بشر ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا نادر شاہکار ہے..... اسے اس نے ''احسن تقویم'' قرار دیا ہے۔ اپنی ساری صفات کا پرتو اس میں رکھا اور انسان کے تمام اعضا میں سے آنکھیں سب سے منفرد ہیں۔ میڈیکل سائنس ہو یا پیرا سائیکالوجی، آج تک ایک بات کا سُراغ نہیں لگا سکی کہ دل میں دھڑکن کیسے پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں کے ذریعے انسان کیسے اندر جھانک لیتا ہے؟ اگر معلوم ہوا ہے تو بس یہی معلوم ہو سکا ہے کہ تصویر کیسے ذہن تک منتقل ہوتی ہے لیکن جیسے آئینہ یا کیمرا صرف آپ کی ظاہری تصویر دِکھا سکتا ہے، باطنی کیفیات نہیں دِکھا سکتا، آپ کی شخصیت نہیں دکھا سکتا۔ اسی طرح سائنس آنکھ کی اصل کارکردگی معلوم نہیں کر سکی۔ وہ جو حضورؐ نے فرمایا ہے نا کہ آنکھ باطن کا دروازہ ہے۔ ہر اچھی اور بُری چیز کا راستہ یہیں سے ہو کر جاتا ہے۔ وہ آنکھ کی بے پناہ خصوصیات کو ظاہر کرتا ہے..... فرمایا جاتا ہے کہ سرکارِ مدینہؐ کی آنکھوں میں اتنی حیا تھی کہ عورتوں کی آنکھوں میں بھی اتنی حیا نہیں تھی..... سبحان اللہ''

ایک دفعہ پھر گفتگو میں سکتہ آیا تو فلم کا ٹکڑا چلنے لگا..... میں نے اپنی کتاب ''کالا کوٹھا'' میں آنکھوں پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ آنکھوں، آکھیوں، نینوں، ڈیلوں، نظروں، چشموں میں کیا فرق ہے۔ بظاہر یہ مترادف ہیں لیکن ان کے استعمالات انھیں نت نئے معنی پہنا دیں گے..... میں ایک مصور سے ملا۔ اس نے ساری عمر میں صرف آنکھیں ہی بنائی تھیں۔ لوگ ان سے بہتیری فرمائشیں کرتے کہ کچھ اور بھی بناؤ مگر وہ صرف آنکھیں ہی بناتا تھا۔ اور میں تو خود پاگل تھا۔ اس جیسے پاگلوں سے ملنے کا شوقین تھا۔ بس ہو گئی دوستی اس سے! وہ جدہ میں تھا..... میں کیونکہ ساری دُنیا گھومتا رہتا ہوں، اسے

Marfat.com

جب یقین ہوا کہ میں بھی اسی طرح کا سیلانی ہوں تو اس نے مجھے رات کے کھانے کی دعوت دی۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ایک مطعم یعنی ہوٹل میں گیا اور جناب اس کا مالک ہم دونوں سے بھی ایک ہاتھ آگے تھا! وہ ایک لبنانی تھا۔ اس ہوٹل میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ اس کا دروازہ ایک آنکھ کی طرح بنا ہے۔ اندر گئے تو تمام برتن آنکھوں کی شکل کے ہیں۔ پیالہ ہے تو وہ آنکھ کے ڈیلے کی طرح بنا ہے۔ رکابی ہے تو آنکھ کی شکل کی بیضوی! حتیٰ کہ جو کھانے پکائے اور سرو کیے جا رہے تھے وہ بھی آنکھ کی طرح کے۔ مثلاً کوفتے کسی بھینسے کے ڈیلے معلوم ہوتے تھے۔ میں بیٹھنے لگا تو ہوٹل کے مالک نے کہا کہ آپ میرے کمرے میں بیٹھیں گے۔ اب میں کمرے میں گیا تو..... اُف میرے خدایا! وہاں ہر طرف آنکھیں ہی آنکھیں بنی تھیں۔ یہ ساری آنکھیں اسی پاگل مصور نے بنائی تھیں۔ ہر آنکھ دوسری سے مختلف تھی اور کسی پر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میں اس کمرے میں رہ جاؤں اور ساری عمر ان، ان گنت اور خوبصورت آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتا رہوں! اب تو میں نے اس لڑکے کو پکڑا اور کہا: بتاؤ اصل بات کیا ہے..... تو وہ کھلا۔

دراصل میں بھارت کے شہر بھوپال کا رہنے والا ہوں، وہاں میرا واسطہ ایک بزرگ کی وساطت سے ایک ایسے خاندان سے ہوا، جن کی آنکھیں نہیں تھیں لیکن نیناں تھے۔ اسی لیے تو کہتا ہوں کہ آنکھیں اور ہوتی ہیں اور نینا اور! اس خاندان کے تمام لوگوں کی آنکھیں بظاہر انتہائی خوب صورت تھیں لیکن وہ سارے اندھے تھے لیکن عجیب وغریب اندھے۔ انھیں دیکھ کر کسی کو ذرا بھر شک نہیں ہوتا تھا کہ وہ اندھے ہیں۔ وہ آنکھوں والوں کی طرح چلتے پھرتے، بات کرتے۔ ان سے ملنے والا تصور ہی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اندھوں کے درمیان ہے اور میں بس اس خاندان کے لوگوں کی آنکھیں بنا تا ہوں۔ یہ ساری آنکھیں انھی کی آنکھوں کی تصویر ہیں! بس جناب اب تو میں نے بھی ضد پکڑ لی کہ اس خاندان سے مل کر رہوں گا اور پھر میں ملا اس خاندان سے..... جو کچھ اس لڑکے نے بتایا بالکل درست تھا۔ اس پر میں نے اپنی کتاب کے 70 سے زائد صفحات لکھے اور اس پر آپ سے گھنٹوں، ہفتوں بات کر سکتا ہوں۔

میرا خیال ہے اب آپ کو اس سوال کا جواب مل گیا ہوگا۔ دُنیا میں آنکھوں کے سوا کیا واقعی کچھ نہیں ہے؟

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بابا جی کی پُر اسرار دُنیا مجھے مکمل طور پر اپنے سحر میں لے چکی تھی لیکن نہ جانے کہاں سے ایک اور سوال میرے دماغ میں روشن ہوا اور میں پوچھ بھی بیٹھا:

''بابا جی، مانا کہ نیناں، نیناں ہوتی ہیں اور آنکھیں آنکھیں لیکن اگر نینوں یا آنکھوں کا دماغ سے تعلق قائم نہ ہو تو پھر؟''

بابا جی نے سوال دُہرانے کی فرمائش کی، حکم مانا تو ان کے پُر اسرار ہونٹوں پر عجیب تبسم نمودار ہوا، بولے: بھئی جسم کے کوئی بھی اعضا برابر نہیں ہوتے، اُنگلیوں کے بارے میں تو سب جانتے ہیں لیکن دونوں ٹانگیں، دونوں بازو بھی ایک جیسے لمبے نہیں ہوتے، دو آنکھیں بھی مختلف ہوتی ہیں اور ایسے لوگ جن کی تمام چیزیں بالکل متوازن ہوتی ہیں بہت کم ہوتے ہیں۔ بس آپ سمجھیں کہ وہ نبی یا پیغمبر ہوتے ہیں۔ خاص الخاص لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس وہ آنکھیں

Marfat.com

نہیں جو یہ فرق دیکھ سکیں۔ جو یہ توازن دیکھ سکے، اب مجھ ہی کو لے لیں۔ میں یہ صلاحیت ضرور رکھتا ہوں کہ میرے سامنے اگر ایک اعشاریے کا ہزارواں حصے کا بھی فرق موجود ہوگا تو میں بتادوں گا اور یہ صلاحیت ہر گز عام نہیں، جیسے ہر لفظ میں تاثیر نہیں ہوتی، ہر آنکھ میں دیکھنے کے علاوہ بصارت نہیں ہوتی، اسی طرح یہ صلاحیت بھی عام نہیں، اس کے لیے بابا لوگوں کے پاس بیٹھنا پڑتا ہے!

اس کے بعد میں تو خاموش ہو گیا مگر علی نے متعدد سوال پوچھے لیکن بابا جی نے ان کا براہ راست جواب نہ دیا۔ اس کے بعد کی باتوں سے معلوم ہوا کہ بابا یحییٰ کی عمر کتنی ہوگی، اس کا جواب لاحاصل ہے۔ آپ بس اندازہ ہی لگا سکتے ہیں۔ وہ پانچ کثیر الاشاعت ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں جن کے نام یہ ہیں: ''پیار رنگ کالا''، ''کاجل کوٹھا''، ''شب دیدہ''، ''لے بابا ابابیل'' اور ''بہلول دانے''۔ یہ انتہائی خوبصورت، دلچسپ اور آٹو بائیوگرافی کی نوعیت کی ہیں۔ بابا جی صرف ان کتب کے مصنف ہی نہیں، اس کے ڈیزائنر اور السٹریٹر بھی ہیں۔ پھر وہ صرف مصنف ہی نہیں، ڈائریکٹر، ایکٹر اور اینکر بھی ہیں۔ اُنھوں نے پی ٹی وی میں بابا بلھے شاہ کے افکار کو نمایاں کرنے کے لیے دستاویزی فلم میں اداکاری کی۔ امریکہ میں وارث شاہ پر بننے والی فلم میں کام کیا۔ ان کا یہ ڈرائنگ روم ایک سٹوڈیو بھی ہے۔ خانقاہ بھی ہے اور سینکڑوں عقیدت مندوں اور حاجت مندوں کے لیے روحانی آستانہ بھی۔ اگرچہ اُنھوں نے آج تک کسی سائل کو نہ تعویز دیا نہ کوئی وظیفہ بتایا۔ وہ اپنے آپ کو ہرگز کوئی پیر یا پیشوا نہیں سمجھتے لیکن وہ سائل کے مسئلے کو ضرور حل کر دیتے ہیں۔ بابا جی پر اللہ کی خصوصی عنایت ہے اور جیل میں موجود بچوں، تعلیمی اداروں اور بے سہارا لوگوں پر بے پناہ خرچ کرتے ہیں اور اس کے علاوہ رفاہِ عامہ کے درجنوں ایسے کام ہیں جو ان کی ذات کو ہمہ جہت بنا ڈالتے ہیں۔

بابا جی سے معلوم ہوا کہ انھیں سگریٹ نوشی شدید ناپسند ہے۔ ان کے پاس بڑے بڑے صحافی، دانش ور اور ادیب و شعراء آتے ہیں لیکن ان کی حقہ اور سگریٹ پینے والوں، ان کے الفاظ میں، سوٹے بازوں سے بالکل نہیں بنتی۔ یہی وجہ ہے کہ اوریا مقبول جان ہوں یا عطاء الحق قاسمی، ہارون الرشید ہوں یا ان کے مرشد پروفیسر احمد رفیق وہ ان سب کی تعظیم بھی کرتے ہیں لیکن یہ سمجھ نہیں پاتے کہ وہ ''سوٹے باز'' کیوں ہیں۔ ان کے خیال میں یہ عادت بہت ہی اچھی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیتی ہے۔ بابا جی نے یہ بھی بتلایا کہ اُنھوں نے زندگی میں لاتعداد کام کیے۔ اُنھوں نے اشفاق احمد کے کہنے پر لکھنا شروع کیا اور پھر پاکستان کے کامیاب ترین مصنّفین میں ان کا شمار ہونے لگا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بابا جی عمران خان کو ووٹ دیں گے! کیونکہ انھیں خون تازہ سے بڑی اُمیدیں وابستہ ہیں۔

ان سے لاتعداد ملاقاتوں کی خواہش ہے، ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم نے ان سے اجازت چاہی۔

☆.....☆.....☆

بابا جی نے ہمیں اپنی دو کتابیں بھی عنایت کیں اور خصوصی اجازت دی کہ ہم ان سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ پہلی کتاب ''پیار رنگ کالا'' سے معلوم ہوا کہ ان کی پیدائش سیالکوٹ میں ہوئی۔ ان کی ولادت کے وقت ان کے والد بزرگوار کی

Marfat.com

عمر 70 برس تھی اور انھیں علامہ اقبال نے نصیحت کی تھی کہ جس طرح حضرت زکریاؑ کو آخری عمر میں اللہ نے جو اکلوتی اولاد دی تھی، اس کا نام اُنھوں نے ''یحییٰ'' رکھا تھا، تم بھی اس کا یہی نام رکھنا اور اُنھوں نے اس پر عمل کیا۔ ان کی ولادت ایک بزرگ کی خاص دوا سے ہوئی۔ سحری کے وقت ان کے گھر میں ایک فقیر نے دستک دے کر روٹی مانگی۔ بابا یحییٰ کی والدہ محترمہ نے اپنے حصے کا پراٹھا ان کی خدمت میں پیش کر دیا لیکن اس بزرگ فقیر نے اس پراٹھے سے کچھ لقمے دونوں میاں بیوی کو عنایت کیے اور کہا وہ اس سے سحری کریں گے۔ اس واقعے کے بعد اس بے اولاد گھرانے کی گود ہری ہوگئی لیکن ننھا یحییٰ جب دُنیا میں آئے تو ان کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں تھی۔ وہ انتہائی لاغر اور بیمار پیدا ہوئے اور ہر وقت روتے رہتے۔ ایک دن ان کے والد انھیں ایک بزرگ کے آستانے پر لے گئے۔ وہاں پہنچ کر وہ ایسے ''شانت'' ہوئے کہ کبھی بلاوجہ نہیں روئے۔ بابا یحییٰ کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ انھیں علامہ اقبال نے اپنی گود میں کھلایا ہے۔ بابا یحییٰ کیونکہ لاڈلے اور اکلوتے بیٹے تھے اس لیے اُنھوں نے بچپن میں خوب آوارہ گردی کی لیکن پھر ''چیچا کنڑ'' کی دوسری بیوی کی روحانی آغوش نے ان کی دُنیا بدل دی۔ اُنھوں نے ہونہار اور محیر العقول صلاحیتوں کے حامل ''یحییٰ'' کو ''کاگا'' کا خطاب دیا کیونکہ وہ کوا نہیں کاگا ہے۔ کاگا کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر وقت علم و معرفت کی تلاش میں رہتا ہے اور یہی خوبی اس نے نوجوان یحییٰ میں دیکھی اور بس اس سے ان کی روحانی، نفسیاتی اور باطنی ترقی کے سفر کا آغاز ہوا جو ان گنت خطوں، وادیوں، ملکوں تک پھیل گیا اور یہ ساری داستان اُنھوں نے اپنی پانچوں کتب میں سموڈالی۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین، 15 اپریل 2013ء)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
موضوع: فقر اور درویشی
بابا محمد یحییٰ خان

سوال: اپنے اور اشفاق صاحب کے تعلق کے بارے میں بتایئے؟

بابا یحییٰ: اشفاق صاحب سے میرا ادبی یا معاشرتی تعلق نہیں تھا بلکہ روحانی تعلق تھا۔ میری اور اشفاق صاحب کی زندگی میں ملاقاتیں بہت محدود ہیں۔ میں نے زندگی میں جو کچھ بھی پایا یا سیکھا انہیں سے سیکھا۔

سوال: آپ کی نظر میں درویش کون ہوتا ہے؟

بابا یحییٰ: فقر اور درویشی ایک ہی لائن کے دو سٹیشن ہیں۔ ایک آگے اور ایک پیچھے۔ ایک سٹیشن پر کھجوریں، چٹائیاں، دیہاتی سٹائل کی ٹوٹی پھوٹی سی مسجد اور پرانا کنواں ہے جبکہ دوسرے سٹیشن پر ٹائلیں لگی ہیں اور سارا لگژری ماحول ہے لیکن بات ایک ہی ہے، جمال اور جلال کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ راستہ ایک ہی ہے۔

سوال: صوفیائے کرام میں مرد تو بہت ملتے ہیں لیکن خواتین کا رجحان اس طرف اتنا کم کیوں ہے؟

بابا یحییٰ: اللہ تعالیٰ نے عورت کو وسیع تر نہیں بنایا، مخصوص اور محدود بنایا ہے جبکہ مرد کو تھوڑا سا وسیع بنایا اور محدود نہیں رکھا۔ مرد کے پاس اختیارات زیادہ ہیں، قوت زیادہ ہے، سوچ زیادہ ہے، ہمت اور برداشت زیادہ ہے جبکہ عورت بالکل مختلف ہوتی ہے۔ عورت کی فزیکل چیزیں اتنی حساس ہیں کہ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتیں۔ پریشانیاں، مصیبتیں اور مجاہدے عورت کے بس کا روگ نہیں ہیں۔ مرد کے مقابلے میں اس کی ذمہ داریاں بہت اہم اور پاور فل ہیں۔ عورت جنگلوں میں نہیں رہ سکتی۔

سوال: کیا صوفی بننے کیلئے جنگلوں میں جانا ضروری ہے؟ کیا کوئی عورت اپنے گھر میں پڑھائی کر کے صوفی نہیں بن سکتی؟

بابا یحییٰ: عورت کو عورت ہی رہنا چاہئے اس کو صوفی نہیں بننا چاہئے۔ عورت ماں کے روپ میں، بیوی کے روپ میں، بیٹی کے روپ میں اور بہن کے روپ میں اچھی لگتی ہے۔ اگر عورت صوفی ہو گی، درویش ہو گی تو رابعہ بصری کی طرح اس کے پاس سب آئیں گے۔

سوال: کیا آپ نے کبھی کسی جن کو دیکھا ہے؟

بابا یحییٰ: آخر ہم لوگ جنات کو اتنی اہمیت کیوں دیتے ہیں۔ جنات اللہ کی مخلوق ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اس کو پیدا فرمایا اور انسان سے پہلے جن کا ذکر آتا ہے۔ اس زمین پر جب انسان نہیں تھا تو جگہ جگہ جنات کی بستیاں قائم تھیں۔ آدم کو زمین پر اتارنے کے بعد جنوں کو حکم دیا گیا کہ تم زمین کو خالی کر کے اِدھر اُدھر ہو جاؤ۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ قرآن مجید میں جہاں بھی انسان اور جنات کا ذکر آیا ہے تو پہلے جن کا ذکر آیا اور پھر انسان کا ذکر آیا ہے' جس طرح ماں کا پہلے آیا اور باپ کا بعد میں آیا۔ جن و انسان کی بیشتر قدریں آپس میں مشترک ہیں۔ ہر وہ چیز پراسرار ہے جو دکھائی نہیں دیتی۔ اساطیری قصوں اور کہانیوں میں ان کا ذکر ہوتا ہے۔ نانی اور دادی اپنے پوتے نواسوں کو پری اور جنوں کی کہانیاں سناتی ہیں لیکن وہ انہیں جن اور پریاں دکھا نہیں سکتیں اس لیے تجسس جاگتا ہے۔ انسان اگر سورہ جن پڑھ سکتا ہے تو پھر کسی جن سے کیوں نہیں مل سکتا' میں نے بارہا کسی کتے کے روپ میں' بلی کے روپ میں یا کسی انسان کے روپ میں جن کو دیکھا ہے۔ جن مختلف شکلوں میں موجود ہوتے ہیں لیکن انہیں دیکھنے والی آنکھ نہیں ہوتی۔

سوال: شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟

بابا یحییٰ: شریعت ایک ضابطہ دین ہے' بتا دیا گیا کہ کون سا کام آپ کر سکتے ہیں اور کون سا نہیں کر سکتے جبکہ طریقت اور معرفت اور چیز ہے' یہ سارے ایک ہی سلسلے ہیں۔ جب آپ کتاب اور خدا سے لیتے ہیں تو وہ شریعت ہے لیکن جب آپ بزرگوں سے لیتے ہیں تو وہ طریقت ہے۔ جو طریقت سکھاتے ہیں وہ اصل میں شریعت ہی سکھاتے ہیں۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ تصوف کا سلسلہ حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے' اس میں کہاں تک حقیقت ہے؟

بابا یحییٰ: اصل میں شریعت' طریقت' معرفت اور حقیقت یہ سارے سلاسل مولا علیؓ سے ہی نکلتے ہیں اور براستہ بغداد ہو کر خواجہ غریب نواز اور داتا صاحب جیسے مختلف گرڈ سٹیشنوں پر پہنچتے ہیں۔ مولا علیؓ علم کا شہر ہیں۔

سوال: یہ سارے سلسلے مشرق کی طرف دیکھے گئے ہیں' کیا مغربی دنیا کو اس کی ضرورت نہیں ہے؟

بابا یحییٰ: اگر سورج مشرق سے نکلتا ہے تو شریعت اور طریقت کے سارے سلاسل بھی مشرق سے ہی نکلیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس طرف سے خوشبو آ رہی ہے۔ میں پچاس ساٹھ سال ان مغربی لوگوں میں گھومتا پھرتا رہا ہوں اس لئے جانتا ہوں کہ ان میں یہ سلسلے ہم سے زیادہ ہیں لیکن چونکہ ہماری ان کے ساتھ ذہنی' سماجی' معاشرتی' اخلاقی اور مذہبی دوستی نہیں ہے اس لئے ہم انہیں قریب سے نہیں جان پاتے۔ ان میں بھی درویش ہوتے ہیں' میں کئی ایک سے واقف ہوں جو میرے دوست ہیں اور وہ صوفی لوگ ہیں۔ صوفی یا درویش ہونے کے لیے مذہب کی چادر اوڑھنا ضروری نہیں ہے۔

سوال: معجزات اور کرامات میں کیا فرق ہے؟ اور کیا آج کل بھی معجزے اور کرامات ہوتی ہیں؟ آپ نے کبھی دیکھے ہیں؟

بابا یحییٰ: معجزے پیغمبروں' نبیوں اور رسولوں سے سرزد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخصوص وقت میں اپنے نبی کو آگے بڑھانے کیلئے معجزہ فرماتا ہے۔ جس طرح حضور اکرم ﷺ نے اپنی انگشت مبارک سے چاند کو شق کر دیا تھا وہ معجزہ تھا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھوں میں کنکریاں لے کر ان سے کلمہ پڑھوایا تو یہ معجزہ تھا۔ آپؐ معراج پر آسمان پر تشریف لے گئے تو یہ بھی معجزہ تھا۔ انسان سے کرامت سرزد ہو سکتی ہے۔ کرامت سے مراد ایسی انہونی بات ہے جو مافوق الفطرت ہو۔ کرامات آج بھی

Marfat.com

ہوتی ہیں' اگر خدا موجود ہے اور اس کے بندے موجود ہیں تو کرامت کا ہونا کوئی اتنی بڑی بات بھی نہیں ہے۔ جیسے اگر کوئی فقیر پانی میں چلتا ہے تو یہ اس کی کرامت ہے مگر اس کو کرامت دکھانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سوال: صوفیائے کرام میں ایک روایت عام ملتی ہے کہ عالم ارواح میں روحوں کا سلسلہ جڑتا ہے جس کی سربراہی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں اور تمام صوفیائے کرام وہاں آتے ہیں اور مجلس ہوتی ہے' اس کے بارے میں بتایئے کہ اس میں کتنی حقیقت ہے اور یہ روایت کہاں سے چلی؟

بابا یحییٰ: میرے خیال میں ان باتوں کی طرف ہمیں توجہ نہیں دینی چاہئے۔ قرآن شریف یا احادیث کی صورت جو ہمیں معلومات ملیں اس کے مطابق جب کوئی شخص دنیا سے پردہ کر جاتا ہے تو اس کی روح عالم برزخ میں چلی جاتی ہے۔ عالم برزخ جنت اور جہنم کے درمیان ایک انتظار گاہ ہے۔

سوال: جب ہم خواب دیکھتے ہیں تو اس میں بھی ہم سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں اور کوئی نہ کوئی کام بھی کر رہے ہوتے ہیں' پھر جب سو کر اٹھتے ہیں تو واپس اس دنیا میں آجاتے ہیں' اب یہ کیسے پتہ چلے گا کہ خواب والی دنیا حقیقی ہے یا یہ والی دنیا حقیقی ہے؟

بابا یحییٰ: ایک موت صغیرہ ہے اور ایک موت کبیرہ ہے۔ موت کبیرہ وہ ہے جب انسان مرنے کے بعد آنکھ نہیں کھولتا اور وہ قبر میں چلا جاتا ہے اور روح عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہے۔ موت صغیرہ میں انسان مر کر دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ایک انسان جب سونے کیلئے لیٹتا ہے اور پندرہ منٹ کے بعد خراٹے لینا شروع ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کی روح اس کے قالب کے اندر موجود نہیں ہوتی۔ اس روح کے نکلنے میں ملک الموت کا ہاتھ نہیں ہوتا۔ روح کا نکلنا ایک روٹین کے مطابق ہوتا ہے۔ روح نکلتے ہوئے کچھ سلسلہ دماغ کو دے جاتی ہے جو بعد میں اسے خواب کی صورت کچھ نہ کچھ دکھاتا رہتا ہے۔

سوال: فقیر کا منصبی تقاضا کیا ہے؟

بابا یحییٰ: فقیر کا منصبی تقاضا یہ ہے کہ پہلے تو وہ خود شناس ہو' پھر خدا شناس ہو اور پھر مخلوق شناس ہو۔

سوال: کیا آپ خود شناس ہیں؟

بابا یحییٰ: راہ پر ہوں۔

سوال: درویشی کا سلسلہ پیڑی در پیڑی کیوں چلتا ہے' کوئی باہر سے اس میں داخل کیوں نہیں ہو سکتا؟

بابا یحییٰ: نہیں اصل میں ایسا نہیں ہے' یہ چیز پیران عظام میں ہے لیکن درویشوں میں یہ چیز نہیں ہوتی۔ پیران عظام میں یہ سلسلہ ہے کہ ایک پیر کا بیٹا بھی پیر ہی ہوگا۔

سوال: چاہے وہ لائق ہو یا نہ ہو؟

بابا یحییٰ: اس سے کوئی غرض نہیں ہے اور لائق ہوتا بھی نہیں ہے۔ شاذ و نادر ہی کوئی لائق نکل آئے ورنہ باقی سارے بڑوں اور اپنے باپوں کی کمائی کھاتے رہتے ہیں جبکہ درویش اپنا جانشین نہیں چھوڑتا۔ درویش کسی کو بیعت نہیں کرتا' درویش کسی کا دوست نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی اس کو فالو کرتا ہے تو وہ گدی نہیں بناتا' وہاں دھوم دھڑ کے نہیں کرتا' وہ صرف تبلیغ کرتا

Marfat.com

ہے۔ جیسے میرے محترم واصف علی واصف صاحب پیر نہیں تھے' وہ تو ایک دنیا دار آدمی تھے۔

سوال: علم غیب کے بارے میں بتایئے کہ یہ کیا ہوتا ہے؟ اور کیا آپ کو علم غیب ہے؟

بابا یحییٰ: فرمایا گیا کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ پیارے رسول ﷺ نے بھی یہی فرمایا کہ میں غیب کا علم نہیں جانتا۔ غیب کا علم صرف خدا کو ہے کسی انسان کو نہیں ہوسکتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو ایسے علوم ضرور عطا فرمائے ہیں جن سے وہ قیاس کر سکتا ہے' جن سے وہ اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک بات اور بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے' جس کو چاہے اور جتنا چاہے عطا بھی کر سکتا ہے۔

سوال: ایک شکایت جو اکثر آپ کے بارے میں سننے میں آتی ہے کہ آپ خواتین سے ملنے سے احتراز کرتے ہیں جبکہ حضور اکرم ﷺ خواتین سے مل کر ان کے سوالات بھی سنتے تھے اور ان کے مسائل بھی حل کرتے تھے' آپ کے نہ ملنے کی وجہ کیا ہے؟

بابا یحییٰ: میں بڑا کمزور انسان ہوں' میرے اندر بے شمار بشری کمزوریاں ہیں' میں کوئی ولی اللہ' پیر یا قطب نہیں ہوں' میں کوئی سکالر نہیں ہوں کیونکہ میں ان پڑھ آدمی ہوں۔ میرے پاس نہ تدبر ہے' نہ تفکر ہے اور نہ تحمل ہے' میں دراصل خواتین سے بہت حجاب کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص میٹھے سے' آگ سے اور عورت سے محتاط رہنا سیکھ لیتا ہے وہ زندگی میں بہت خوش رہتا ہے۔

سوال: کوئی امیر شخص بھی فقیر ہوسکتا ہے؟

بابا یحییٰ: کروڑ پتی' ارب پتی بھی فقیر ہوسکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص پاؤں اور سر سے ننگا ہو اور دال روٹی کھاتا ہو وہ درویش یا فقیر ہوسکتا ہے' اگر تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو بایزید بسطامی جیسے بے شمار بزرگ گزرے ہیں جو بڑے بڑے تاجر تھے' ان کے پاس بہت دنیا تھی' ان کے پاس بہت دولت تھی۔

سوال: جو شخص حقیقت کو پالیتا ہے وہ مجذوب کیوں ہوجاتا ہے؟

بابا یحییٰ: جب انسان پیٹ بھر کر کھانا کھالیتا ہے تو اس کے بعد اس کو نیند آتی ہے' اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کے اندر مستی اور نشہ آجاتا ہے' فقیری بھی ایک نشہ ہے وہ عالم جذب میں لے جاتی ہے۔

سوال: کیا پھر اس کی دنیا میں دلچسپی کم ہوجاتی ہے؟

بابا یحییٰ: ضرورت کے مطابق دنیا ساتھ لے کر چلتا ہے۔

سوال: کیا صوفی ہونے کیلئے لازم ہے کہ وہ درویش بھی ہو؟

بابا یحییٰ: کوئی شیخ' مرزا' سعید یا بھٹی ہو' بنیادی طور پر تو سب مسلمان ہیں۔ یہ سب صوفی اور درویش ایک ہی ہوتے ہیں' آپس میں رشتے دار ہوتے ہیں۔

سوال: درویشی کا ٹائٹل یا لقب کون دیتا ہے؟

Marfat.com

بابا یحییٰ: درویش بننے کیلئے انسان کی اپنی کوشش کامیاب نہیں ہوتی۔ یہ چیزیں عطائی ہوتی ہیں۔ درویش کی پالش ضرور ہوتی ہے جو اس کا پیر یا مرشد کرتا ہے لیکن وہ درویش کی خداداد صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتا ہے۔

سوال: جو لوگ آپ کے پاس اپنی شادی کا مسئلہ' روزگار کی بندش کا مسئلہ یا اسی قسم کے مسائل لے کر آتے ہیں آپ ان کو کیا تجویز کرتے ہیں؟

بابا یحییٰ: میں ایسے لوگوں کو قریب ہی نہیں آنے دیتا۔ عورتوں کو بھی میں اسی لئے قریب نہیں آنے دیتا۔

سوال: لیکن کسی نہ کسی نے تو وہ مسئلے حل کرنے ہیں' جیسے اشفاق صاحب کیا کرتے تھے؟

بابا یحییٰ: اشفاق صاحب کوئی پیر یا روحانی بندے نہیں تھے۔ اشفاق صاحب بہت اچھے انسان تھے' اس سے زیادہ اور کچھ نہیں تھے۔ اشفاق صاحب نے زندگی میں کہیں نہیں کہا کہ میں درویش یا صوفی ہوں۔ ان کی داڑھی تو میں نے ان سے درخواست کر کے رکھوائی کہ تھوڑی سی داڑھی رکھ لیں زندگی کا کچھ پتہ نہیں۔

سوال: خدا نے فرمایا کہ میں نے اپنی صورت پہ انسان کو بنایا' اس کا کیا مطلب ہے؟

بابا یحییٰ: اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو تخلیق فرمایا تو اللہ نے فرمایا کہ یہ میرا ایک شاہکار ہے اور اس کو میں نے خلیفۃ الارض مقرر کیا' یہ میرا ہے اور میں نے اس کی ہر چیز اپنے اوپر رکھی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ کی کوئی صورت ہے' اللہ کی کوئی صورت نہیں ہے لیکن اللہ پاک نے صفات کے طور پر' اچھائی کے طور پر یہ کہا کہ انسان میری ہی صورت کے اوپر ہے۔

سوال: آپ نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ابھی میں نے اپنی ذات کا ایک چھوٹا سا حصہ بیان کیا ہے' بتانے کیلئے ابھی اور بہت کچھ ہے۔ کیا اس جملے سے آپ لوگوں میں تجسس پیدا اور اپنی بڑھوتری بیان کرنا چاہ رہے تھے؟ اس جملے کا کیا مقصد تھا؟

بابا یحییٰ: ایسی بات نہیں ہے' جب بادل برستے ہیں تو ایک حصہ برستا ہے جبکہ باقی بادل گڑگڑا رہے ہوتے ہیں' ادھر ادھر آ جا رہے ہوتے ہیں' انہوں نے مزید برسنا ہوتا ہے۔ میرے اندر ایک جوالا مکھی ہے' وہ مجھے بے چین اور بے تاب رکھتی ہے۔ میری زندگی کے تجربات و مشاہدات' جو کچھ میں نے زندگی سے سیکھا اور حاصل کیا' میرے اندر ایک لاوا ہے جو ابلنے اور باہر نکلنے کیلئے بے چین و بے قرار ہے لیکن دنیا کے مسائل اور عمر کے تقاضے مجھے لکھنے سے روکتے ہیں' میں اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پاتا۔ خدا اپنی جگہ' رسول اپنی جگہ' قرآن اپنی جگہ اور ہر چیز اپنی اپنی جگہ ہے' آپ لبادہ بشریت میں ہیں' پہلے بشری اور انسانی تقاضے تو پورے کر لو۔ جو شخص رزق حلال نہیں کماتا وہ شخص دین کی بات کیسے کر سکتا ہے' خدا اور رسولؐ کی بات کیسے کر سکتا ہے۔

سوال: اگر میں آپ کی تبلیغ کو ایک لفظ میں ڈھالوں تو اسے کردار سازی کہا جا سکتا ہے؟

بابا یحییٰ: نہیں' میرے خیال میں انسان کو سب سے پہلے خود کو سمجھنا چاہئے اور اپنی تخلیق کا مقصد جاننا چاہئے۔ ہماری تخلیق کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم شادی کر کے بچے پیدا کریں اور لمبی چوڑی تعلیم حاصل کریں تا کہ اچھی نوکری اور اچھا گھر حاصل کیا جا سکے۔ میں صبح صبح سڑک صاف کر رہا ہوتا ہوں' کئی لوگ اپنے گھروں کا گند نکال کر میرے آگے ڈال دیتے ہیں'

Marfat.com

شاپر میں کوڑا ڈال کر لوگوں کی نظر بچا کر دوسروں کے گھروں کے آگے پھینک دیتے ہیں مگر میں ایسا نہیں کرتا۔ آپ کو پہلے اچھا مسلمان بننے کیلئے پہلے اچھا انسان بننا ہوگا اور اچھا انسان بننے کیلئے آپ کو روزی کے وسیلے اچھے پیدا کرنا ہوں گے۔

سوال: موسیقی کو روح کی غذا کہا جاتا ہے' کیا موسیقی کا روحانیت اور تصوف کے ساتھ کوئی تعلق ہے؟

بابا یحییٰ: موسیقی کا انسان کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے رونے میں بھی موسیقی ہے۔ ہر پرندے کی چہچہاہٹ میں موسیقی ہے۔ آبشار' جھرنوں اور دریاؤں میں بھی موسیقی ہے' ہر چیز میں موسیقی ہے لیکن افسوس ہم نے اس کو غلط سمجھ لیا۔ جس موسیقی کو قرآن و شریعت نے غلط کہا وہ غنود ہے' وہ لہریں ہیں اور وہ چیزیں ہیں جو انسان کے اندر شیطانیت پیدا کرتی ہیں اور اس کا وقت ضائع کرتی ہیں۔

سوال: مجسمہ سازی میں اگر کوئی مجسمہ ساز خدا سے قریب ہو جائے تو اسے پھرنا جائز کیوں قرار دیا گیا ہے؟

بابا یحییٰ: اللہ تعالیٰ مصور ہیں' انہوں نے آدم کو تخلیق کیا' اس کے اندر روح ڈالی' یہ اللہ کا وصف اور اس کی صفت ہے۔ جب انسان اس صفت کی نقل کرتا ہے اور اس میں کوئی قباحت پیدا ہو جائے تو اس کے پیش نظر یہ کہا گیا کہ مجسمہ سازی نہ کریں کیونکہ اہل ہنود' مشرک لوگ بت بناتے اور ان کو پوجتے تھے۔ صرف اس قباحت کی وجہ سے ان چیزوں کو منع کیا گیا کہ کہیں وہ سلسلے دوبارہ شروع نہ ہو جائیں۔

سوال: آپ کے خیال میں آج کے دور میں وقت کا ولی اور درویش کون ہے؟

بابا یحییٰ: اس کا تعین کرنا بہت مشکل ہے لیکن ایک بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ دنیا کا کوئی دور ایسا نہیں گزرا جہاں اللہ کے بندے موجود نہ ہوں۔ کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اللہ کا مقصود بندہ وہاں موجود نہ ہو۔ ہر گھر میں کوئی ایک بندہ ایسا ضرور ہوتا ہے جس کی وجہ سے اللہ رزق دیتا ہے' اس گھر میں سلامتی رہتی ہے۔ اس شہر میں بھی اللہ کے بندے اور ابدال موجود ہیں۔

سوال: کالے کپڑے آپ کب سے پہن رہے ہیں؟

بابا یحییٰ: یہ تو میں ازل سے پہن رہا ہوں' ہر انسان کا فطری رنگ سیاہ ہی ہے۔ ہر چیز شروع اور آخر میں سیاہ ہی ہوتی ہے۔ سارے رنگوں کو ملا دیا جائے تو سیاہ رنگ بن جاتا ہے۔ کعبہ کو سیاہ خلاف ایسے ہی نہیں پہنایا گیا اور حجر اسود کا رنگ بھی سیاہ ہی ہے' سیاہی کو ختم کر دیا جائے تو نور کو جانا نہیں جا سکتا۔ سیاہی بہت ضروری ہے' یہی ازل اور یہی ابد ہے۔ جب کچھ نہیں تھا تو پانی' جنات اور سیاہی (تاریکی) تھی' اس تاریکی سے ہی نور ہویدا ہوتا ہے۔ میں بچپن ہی سے کالا رنگ پہن رہا ہوں۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

عبداللہ بھٹی

عبداللہ بھٹی صاحب سے پہلی ملاقات 2012ء میں ہوئی۔ عطاء الحق قاسمی صاحب کے کالم سے پتہ چلا کہ اقبال ٹاؤن میں رہتے ہیں۔ قاسمی صاحب نے بہت تعریفیں کی تھیں' میں نے اپنے دوست ہمایوں کو اقبال ٹاؤن کی سڑکوں میں گھما دیا' وہ اقبال ٹاؤن کی تمام گلیوں سے واقف تھا' اس نے ایک ہی دن میں بھٹی صاحب کا گھر ڈھونڈ لیا۔ ہم دونوں اگلے ہی دن بھٹی صاحب کے گھر پہنچ گئے لیکن وہاں کسی نے لفٹ نہ کروائی۔ ان کو میں نے اپنے اخبار کا بتایا تو انہوں نے آفس کا پتہ بتا دیا۔ میں اگلے دن اپنے باس طاہر خورشید احمد اور چیف کوآرڈینیٹر عاطف شہزاد کے ساتھ بھٹی صاحب کے آفس چلا گیا۔ وہاں کافی لوگ پہلے ہی ملنے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ میں بہت متاثر ہوا۔ یہ بات ہمایوں نے بھی مجھے بتائی تھی کہ بھٹی صاحب کو ہزاروں لوگ اپنے مسائل کے حل کیلئے ہفتہ وار ملنے کیلئے آتے ہیں۔ میری ایک بہت پرانی عادت ہے' جس صوفی کے پاس ملنے والوں کی فہرست لمبی ہوتی ہے میں بغیر تحقیق کئے اس سے پچاس فیصد متاثر ہو جاتا ہوں بشرطیکہ وہ لوگوں کا علاج بالترتیب بغیر کسی معاوضے کے کرتا ہو۔ بھٹی صاحب کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ بغیر کسی معاوضے کے لوگوں سے ملتے ہیں اور میں نے خود بھی تجربہ کر لیا۔ اب جب ہم تینوں آفس پہنچے تو بھٹی صاحب اپنی سیٹ پر نہیں تھے۔ میں نے لوگوں سے بھٹی صاحب کے بارے میں معلومات لینا شروع کر دیں' لوگوں نے بڑے اچھے انداز میں ان کی تعریف کی اور اپنے ساتھ ان کے معاملات بیان کرنے لگے' اتنے میں دیکھا کہ ایک خوبرو جوان تیزی سے چلتا چلا آ رہا ہے' سب کی توجہ اس کی جانب مرکوز ہو گئی اور ادباً سب کی نظریں اور سر جھک گئے۔ وہ تیزی سے آئے اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی میری طرف دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے اپنی جانب بلایا۔ میرے ساتھ باس طاہر خورشید احمد بھی تھے میں نے انہیں آگے کیا اور پہلے سے آئے ہوئے دو لوگوں کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ یہ لوگ ہم سے پہلے آئے ہیں۔ بھٹی صاحب نے کہا کہ سب کو چھوڑ دو آپ میرے پاس آ جاؤ۔ احساس ندامت تو مجھے بہت ہوا کہ آخر میں آ کر سب سے پہلے

Marfat.com

مل رہا ہوں لیکن اندر سے خوشی بھی بہت تھی کہ ایک تو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا' دوسرا سب کے سامنے مجھے بلانا میرے لئے باعث فخر اور مسرت کا باعث بنا۔ میں بھٹی صاحب کے بالکل ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ بھٹی صاحب نے میری ٹانگوں کے اندر اپنی ٹانگیں ڈالیں' ماتھے کے ساتھ ماتھا لگایا اور جیسے گلے لگتے ہوئے بازو چھاتی کے اردگرد ڈالتے ہیں ویسے ہی سر کے اردگرد بازو ڈال دیئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ میں نے جواب دیا میرا مسئلہ کوئی عام مسئلہ نہیں' میں آپ سے علم سیکھنا چاہتا ہوں اور زیادہ سے زیادہ آپ کی گفتگو سننا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اپنا موبائل نمبر دے دیں اور چلے جائیں' مجھے رات کو کال کریں۔ میرے دوسرے ساتھیوں نے صرف سلام لیا اور ہم سب وہاں سے واپس آ گئے۔ میں تو غرور اور خوشی سے اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف دیکھ رہا تھا اور میری آنکھیں کہہ رہی تھیں میں تم سب سے افضل ہوں' مجھے دیکھتے ہی انہوں نے پہچان لیا اور اپنے پاس بلا لیا لیکن اندر سے میں بالکل مطمئن نہیں تھا اور نہ ہی ذرا بھی متاثر ہوا کیونکہ بھٹی صاحب بالکل سادہ طبیعت شخص لگے' کوئی علمی گفتگو نہیں کی' لب ولہجہ بھی دانشوروں اور صوفیوں جیسا نہیں تھا۔ میں دوسری طرح کے لوگوں سے متاثر ہوتا تھا جو مشکل الفاظ میں بات کرتے ہیں' بات بات پر حیران کرتے ہیں۔ بھٹی صاحب نے تو میری ذات کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا بس میں سوچتے سوچتے آفس آ گیا کہ بھٹی صاحب دکھی لوگوں کے پیر ہیں مجھے ان سے کچھ نہیں ملنا لیکن ایک بات میں نے بڑے غور سے آبزرو کی کہ باوجود اس کے کہ میں بالکل متاثر نہیں ہوا میرا دل بھٹی صاحب کے پاس ہی رہ گیا اور میں نے رات کو کال کی' بات ہوئی مجھے بہت خوشی ہوئی اور اپنے آپ کو ایک خاص شخص سمجھنے لگا کہ جس کو لوگ ملنے کے لیے ترستے ہیں اس نے مجھے خود اپنا نمبر دیا اور مجھ سے بات بھی کی۔ میں اس پروٹوکول کو انجوائے کر رہا تھا' دو تین ملاقاتوں کے بعد آخر ایک بات مجھے ایسی پسند آ گئی کہ پھر تو میں دیوانہ ہی ہو گیا۔ وہ یہ کہ تمام روحانیت کے سفر کی داستان بڑی کھل کر بیان کرتے تھے' اپنی کتاب اسرار روحانیات میں بھی انہوں نے پوری پوری کوشش کی کہ لوگ روحانیت کو چند بابوں تک محدود نہ سمجھیں' لوگ خود بھی علم حاصل کر کے روحانیت کو پا سکتے ہیں' میں جو بھی بات پوچھتا تھا اس کا بڑا کھلا جواب دیتے تھے۔ اپنے سارے سیکریٹس بڑی ہی آسانی سے اس نیت سے بیان کرتے تھے کہ دوسرے لوگ بھی سیکھیں' میرے پاس بار بار آنے کی بجائے اپنا خود مقام پیدا کریں اور روحانیت کو پا کر خدا کے قریب ہو جائیں۔ میں نے اتنی فراخدلی اور سچائی پہلے کسی میں نہیں دیکھی۔ عموماً لوگ اپنی کامیابی کے سیکریٹس کسی کو نہیں بتاتے۔ ایک دفعہ جب میں ان سے ملنے گیا تو سب لوگوں کو چھوڑ کر مجھے اپنے دفتر کے پاس والے گراؤنڈ میں لے گئے۔ ہم واک کرتے رہے اور گپ شپ کرتے رہے اور جم غفیر جو بھٹی صاحب کو ملنے آیا ہوا تھا وہ ہمیں دیکھتا رہا' ہم نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے واک کی اور بڑی اچھی گفتگو کی' لوگ دور کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ میں نے بھٹی صاحب کے اس رویے کو بہت انجوائے کیا اور اپنے آپ کو ان تمام لوگوں سے معتبر جانا۔ آگے سوال جواب کے سیشن میں آپ ملاحظہ کریں گے کہ میں نے بہت سخت

Marfat.com

سوالات کئے لیکن بھٹی صاحب نے بڑی دانشمندی اور کھلے دل سے جواب دیئے۔

عبداللہ بھٹی
موبائل: 0300-435 2956
0333-999 9156
ویب سائٹ: noorekhuda.org
پتہ: 234 پاک بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور

Marfat.com

عبداللہ بھٹی کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

(اس انٹرویو میں میرے کولیگ نعیم احمد بلوچ بھی میرے ساتھ شریک تھے)

روحانیت کے حوالے سے ہمارے معاشرے میں بڑی عجیب وغریب باتیں مشہور ہیں اور انھیں بڑے اخلاص کے ساتھ مانا بھی جاتا ہے۔ان باتوں کے حوالے سے عام طور پر دو رویے ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ایک یہ کہ سب محیر العقول اور مافوق الفطرت باتیں بالکل حقیقت ہیں اور دوسرا رویہ ان کے بارے میں یہ قائم ہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں، یہ محض جھوٹ، فریب اور مبالغہ آرائی پر مبنی ہیں۔درمیان کی کوئی رائے کم از کم معروف حد تک بالکل نہیں پائی جاتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کے حیرت انگیز کرتب دکھانے والوں کو عام طور پر ''پہنچے ہوئے بزرگ'' سمجھا جاتا ہے۔اس لیے جب کوئی غیر مذہبی شخص یا معروف عقیدے کے خلاف خیالات رکھنے والا شخص کوئی مافوق الفطرت کام کرنے کا دعویٰ کرے تو اسے یا جھوٹا سمجھا جاتا ہے یا جادوگر۔اس حوالے سے معروف روحانی سکالر عبداللہ بھٹی نے پہلی دفعہ بڑی بہادری سے ایک درست موقف کو اختیار کیا۔ان کی کتاب ''اسرارِ روحانیات'' اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے۔عبداللہ بھٹی سے ہونے والی گفتگو کئی پہلوؤں سے قارئین کے لیے حیرت انگیز اور چشم کشا ہوگی۔

''آپ نے اپنی کتاب میں ایک شخص بابا جمال کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اُنھوں نے اپنی موت کا وقت پانچ سال پہلے بتا دیا تھا، یہ کیسے ممکن ہے؟''

عبداللہ بھٹی نے ہماری حیرت کو مزید بڑھاتے ہوئے کہا: ''بھئی اُنھوں نے نہ صرف پانچ سال پہلے بتایا تھا بلکہ جس دن فوت ہونا تھا، اُس دن اپنے گھر والوں کو منع کر دیا تھا کہ آج میرا کھانا نہ پکائیں، تاکہ خوامخواہ ضائع نہ ہو۔رہی بات کہ اُن کو کیسے پتا چلا تو یہ تو حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی غیب کی باتیں جانتا ہے اور کوئی بھی انسان خود سے ایسی کسی بھی بات کا علم نہیں رکھ سکتا، البتہ وہ بعض دفعہ ایسی حالت میں ہوتا ہے تو اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ غیب کی باتوں کا علم ہو

Marfat.com

جاتا ہے۔ البتہ یہ صوفی کا کام ہے کہ اُس کے اندر کا فلٹر کتنا اچھا یا ناقص ہے۔ وہ اس فلٹر سے اپنے اُوپر افشا کی گئی باتوں میں سے کچھ بتاتا ہے اور کچھ نہیں بتاتا۔

اس موقع پر میں نے پہلا سوال کیا اور پوچھا: ''قرآنِ مجید میں سورۃ لقمان میں تین چیزوں کے بارے میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ اُس کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں، ایک یہ کہ قیامت کب آئے گی، دوسرا یہ کہ کوئی کب اور کہاں فوت ہوگا اور تیسرا مستقبل میں ہونے والے واقعات کا حتمی علم ہے۔ اب اگر کوئی شخص اپنی یا کسی کی موت کے بارے میں بتا رہا ہے تو کیا یہ بظاہر قرآن کے خلاف نہیں ہے؟''

اس سوال کے جواب میں بعض باتوں کو عبداللہ بھٹی نے آف دی ریکارڈ قرار دیا، البتہ اس بات کو اُنھوں نے اپنا مؤقف قرار دیا کہ موت کا علم ہو یا غیب کا، یہ اللہ ہی کو ہوتا ہے، بس اللہ جس کو چاہتا ہے یہ علم دے دیتا ہے، اس لیے یہ اس بندے کا علم نہیں، بلکہ اللہ ہی کا علم کہلائے گا!''

اس کے بعد ہم نے وہ اہم سوال کیا جس کا ذکر ہم نے آغاز میں کیا تھا: ''بھٹی صاحب یہ فرمائیے کہ روحانیت کے ماہر صرف مسلمان ہی ہو سکتے ہیں، غیر مسلم نہیں؟''

اُنھوں نے فوراً جواب دیا: ''جی بالکل! ماہر روحانیات (Spiritualist) مسلم اور غیر مسلم دونوں ہوتے ہیں اور یہ صلاحیت ان میں پیدائشی ہوتی ہے۔ جس طریقے سے پیدائشی رائٹر، مصور اور دوسرے فن کے لوگ ہوتے ہیں، اسی طریقے سے ماہر روحانیت ہوتے ہیں، کیونکہ روحانیت ایک فن ہے اس لیے اس فن کا حامل کوئی بھی شخص ہو سکتا ہے اور جس طرح مصوروں اور فنکاروں میں کوئی شخص اچھا اور بُرا ہوتا ہے، اسی طرح روحانیت کے میدان میں بھی کوئی اچھا اور کوئی بُرا ہو سکتا ہے۔ دراصل انسان جسم اور روح کا مرکب ہے۔ بعض کی روح میں لطافت زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں کثافت زیادہ ہوتی ہے۔ جس میں لطافت زیادہ ہوگی وہ لطافت خداوندی کو اپنے اندر جذب زیادہ کرنے کی صلاحیت رکھے گا، اس لیے صوفی لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ روحانیت میں ترقی چاہتے ہو تو اپنی طبیعت میں کثافت کو کم اور لطافت کو زیادہ کریں۔

اُن کی اس بات سے مجھے یہ سوال پوچھنے کا موقع ملا کہ اسلامی روحانیت اور غیر اسلامی روحانیت میں کیا فرق ہے؟

کہنے لگے: سب سے بڑا اور نمایاں فرق یہ ہے کہ غیر مسلم روحانیت کا آغاز ہی ترکِ دُنیا سے کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو سوسائٹی سے بالکل کاٹ لیتے ہیں۔ ہندو سنیاسی ہوں یا عیسائیوں کے راہب، ان کے ہاں اس مقصد کے لیے رہبانیت پہلی اور بنیادی شرط ہے جبکہ مسلمان صوفی زہد اختیار کرتا ہے۔ وہ معاشرے میں رہتے ہوئے شادی کرتا، کاروبار کرتا اور تمام دُنیاوی امور انجام دیتے ہوئے تصوف کی راہ کو اختیار کرتا ہے۔ دوسرا بڑا فرق یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان ماہر روحانیت شریعت کی خلاف ورزی نہیں کرتا، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو لوگ اسے جھوٹا اور فراڈیا کہتے ہیں۔

''دراصل بعض انسان پیدائشی طور پر اپنی روح کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ غیر مسلم ہوں یا مسلمان، جو کوئی راہِ سلوک

Marfat.com

کا مسافر ہوتا ہے، وہ جسم کی ضروریات کو پورا کرنے کے بجائے روحانیت کو بڑھانے پر زیادہ زور دیتا ہے۔ غیر مسلم اس کا طریقہ رہبانیت سے پاتا ہے جبکہ مسلمان غور وفکر اور مراقبے سے۔ مراقبہ لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غارِ حرا میں سرکار مدینہ ﷺ غور وفکر کے لیے جاتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر جا کر چالیس روز کا مراقبہ کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام صحرا میں تنہا سفر کرتے تھے۔ یہ سارا کام اللہ تعالیٰ کی ذات پر غور وفکر کرنے کے لیے تھا۔ اس غور وفکر کے بعد جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتے تھے تو اُس کے عشق میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ مسلمان ہوگا وہ اللہ اللہ کرے گا، ہندو ہوگا تو اوم اوم کرے گا، گویا وہ جس مذہب اور شریعت کا ہوگا، اسی پر عمل کرے گا۔ اصل چیز ذہن کو خالی کرنا ہے۔ اپنی روح کو باہر نکالنا ہے۔ جب دل خالی ہو جاتا ہے تو آپ کو روح پر سفر کرنا آ جاتا ہے۔ پھر آپ کی باطن کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ تمام چیزیں نظر آتی ہیں جو خالی آنکھ سے نظر نہیں آتیں۔ مادّی دُنیا میں جب آپ خوردبین لگا لیتے ہیں یا دُوربین سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں تو آپ کو وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو عام آنکھ سے نظر نہیں آتیں۔ اسی طرح روحانی دُنیا میں جب آپ کی تیسری آنکھ بیدار ہوتی ہے تو آپ کو غیر مادّی وجود نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ وہ جن بھی ہو سکتے ہیں، بھوت بھی اور چڑیلیں بھی۔ وہ روحیں بھی ہو سکتی ہیں اور کچھ اور بھی۔ دراصل مادی دُنیا میں جتنی چیزیں آپ کو نظر آتی ہیں، اتنی ہی چیزیں غیر مادی دُنیا میں ہوتی ہیں''۔

اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد میں نے پوچھا: ''اس کا مطلب ہے کہ جنوں کے علاوہ چڑیلیں، بھوت پریت، یہ سب کچھ ہوتا ہے؟'

اُنھوں نے تصدیق کرتے ہوئے کہا: ''یہی نہیں بلکہ روحانی دُنیا میں سانپ، بچھو، شیر، چیتے ..... یہ سب کچھ ہوتے ہیں!''

اس موقع پر علی عباس نے حیرت سے پوچھا: ''تو کیا آپ نے ان چیزوں کو دیکھا ہوا ہے؟''

''بالکل، کیوں نہیں، ہم جب اپنی خاص کیفیت میں ہوتے ہیں، جب روح کے ساتھ سیر کرتے ہیں، تو بے شمار چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے''۔

''تو کیا آپ ہمیں اس طرح کی کوئی چیز دکھا سکتے ہیں؟''

اس بے تکلف فرمائش پر ہمارے مہمان نے بھرپور قہقہہ لگایا اور کہا کہ اس کے لیے آپ کو مجھے غصہ دلانا پڑے گا۔ آپ اسے ان کا فرار سمجھیں یا واقعی حقیقی مجبوری، بہرکیف ہم نے اگلا سوال داغا: ''کیا آپ مُردوں (لوگوں) کی روحوں سے بھی ملاقات کرتے ہیں؟''

''نہیں، یہ غلط فہمی دور کر لیں، جب انسان مر جاتا ہے تو اللہ اس کی روح کو اپنے پاس رکھتا ہے، اس لیے یہ مُردہ روحوں کی ملاقات والی بات ہرگز درست نہیں۔ البتہ بزرگوں سے ملاقات ضرور ہوتی ہے، جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں لکھا کہ مجھے حضور اکرمؐ، حضرت علی المرتضیٰؓ اور دیگر بزرگوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ شہنشاہ کوہسار امام بری

Marfat.com

سرکارؒ سے ملاقات ہو چکی ہے۔ ان سے رات کو مراقبے میں ملاقات کے بعد صبح ان کے دربار پر گیا، وہاں سرکار امام بریؒ نے مجھ گناہگار کو ایسا گلے لگایا کہ سمندر پلا دیا۔ اس کے بعد بھی میں مختلف درباروں پر حاضری دیتا رہا اور صاحبِ مزار سے گفتگو بھی کی، جس کو میں اپنی کسی آئندہ کتاب میں بیان کروں گا''۔

''آپ نے خود کہا کہ اس فیلڈ میں اچھے بُرے لوگ ہوتے ہیں، اگر یہی بات ہے تو پھر ہم کیسے جانیں کہ اچھا صوفی کون ہے اور بُرا صوفی کون ہے؟''

کہنے لگے: آپ ایسے لوگوں کے پاس جائیں، اگر وہ کوئی غیر اسلامی حرکت کر رہے ہوں، مثلاً اگر وہ اپنی خدمات کا معاوضہ لیتے ہوں اور معاوضہ لیتے وقت سائل کی حالت نہیں دیکھتے یقیناً وہ کاروباری لوگ ہیں جن کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ اب میری ہی مثال لے لیں، میرے آستانے پر بہت سے لوگ آتے ہیں، میں کسی سے کوئی پیسے نہیں لیتا۔ امیر و غریب کا کوئی فرق نہیں رکھتا۔ شیعہ سُنی مسلم غیر مسلم، سبھی فیض اُٹھاتے ہیں یعنی خدمت خلق کے حوالے سے میں سب کی یکساں خدمت کرتا ہوں۔ جو کوئی ایسی بے لوث خدمت کرتا ہے وہ صحیح صوفی ہے۔ اس کی روحانیت مقبول ہے.....

اس موقع پر اُنھوں نے اپنی روحانیت کے حوالے سے کئی دلچسپ واقعات بیان کیے، کہنے لگے:

ایک دفعہ میرے پاس ہالینڈ سے ایک شخص آیا، کہنے لگا کہ میں نے آپ کے بارے میں بہت سُنا ہے کہ آپ ماہرِ روحانیات ہیں، میں کیسے مانوں کہ آپ کے اندر یہ چیز پائی جاتی ہے۔ نہ جانے مجھ پر کیا کیفیت طاری ہوئی کہ میری نظروں کے سامنے ایک لڑکی کی شکل آئی، اُس کا نام نادیہ تھا اور اُس کی ران پر بچھو کا ٹیٹو بنا ہوا تھا، میں نے کہا کہ تمھاری ایک گرل فرینڈ ہے جس کی تھائی پر بچھو کا ٹیٹو بنا ہوا ہے۔ وہ سخت خوفزدہ ہوا اور کہنے لگا کہ تم واقعی پہنچے ہوئے بزرگ ہو۔

ایک اور واقعہ سُنیں، جرمنی سے ایک شخص آیا، اُس نے بھی مجھے چیلنج کیا۔ مجھ پر کیفیت طاری ہوئی، میں نے کہا: آپ کی بیوی کا ساتواں اور نواں مُہرہ خراب ہے۔ وہ بھی سخت حیران و پریشان ہوا۔ مشہور صحافی عطاالحق قاسمی میرے پاس آئے، کہنے لگے کہ یہ روحانیت کیسے طاری ہوتی ہے، کچھ کر کے دکھاؤ۔ میں نے کہا: آگ لائیں میں منہ میں ڈال لیتا ہوں۔ کہنے لگے: میں کہاں سے آگ لاؤں؟ میں نے کہا: یہ چھرا لے جائیں اور آگ کی طرح گرم کر لیں۔ چھرا کوئلے کی طرح گرم کیا گیا اور میں نے اُسے پکڑ کر منہ میں ڈال لیا۔ باقاعدہ شُوں کی آواز آئی۔ مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ تم نے کیسے کر لیا؟ میں نے کہا کہ میں نے تو محض آپ کی بات کا جواب دیا اور اب یہ چھرا کسی کو بھی کچھ نہیں کہے گا، بیشک آپ بھی منہ میں ڈال لیں۔ چھرا دوبارہ گرم کیا گیا، اُن کے قریب کیا گیا تو کہنے لگے: اس سے تو باقاعدہ حرارت نکل رہی ہے، میں نہیں کر سکوں گا۔ میں نے دوبارہ چھرا منہ میں ڈال لیا۔ اسی طرح میرے آستانے پر ہزاروں لوگ آتے ہیں، اُن میں سے کئی مجھ سے ٹھیک ہو جاتے ہیں اور کئی نہیں ہوتے۔ مری میں ایک اندھا بچہ تھا، وہ دیکھنے لگ گیا۔ ایک بہرہ بچہ ٹھیک ہو گیا۔ میرے یہ سارے کریکٹرز زندہ ہیں۔ آپ ان میں سے کسی سے بھی بات کر سکتے ہیں''۔ میں نے حیران ہوتے ہوئے کہا: آپ تمام بیماریوں کا علاج کر لیتے ہیں؟ بولے: ہرگز نہیں۔ یہ تو وہ مثالیں دی ہیں جن میں مَیں کامیاب ہوا

Marfat.com

ہوں، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ میں ستر فیصد میں ناکام ہوا ہوں اور تیس فیصد کامیاب ہوا ہوں۔ میرا اپنا بھائی کینسر کا مریض تھا، جسے میں ٹھیک نہیں کر سکا۔

میں نے اگلا سوال یہ پوچھا کہ آپ صرف بیماریوں کا علاج کرتے ہیں یا کوئی اور خدمت بھی سرانجام دیتے ہیں؟

اُنھوں نے بتایا: میں نے آئی ایس آئی کے ایک جنرل کی مدد کی تھی۔ ایک ریٹائرڈ جج اعجاز چوہدری میرے جاننے والے ہیں۔ اُنھوں نے مجھے خبردار کیا کہ اس طرح کے کاموں میں تمھاری جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ میں خود بھی محسوس کرتا ہوں کہ میں نے اپنے آپ کو اوپن کر کے غلط کیا ہے۔ جرائم پیشہ اور غلط قسم کے لوگ میرے دُشمن بھی ہو سکتے ہیں، لیکن میں ایسا کرنے پر مجبور بھی ہوں کیونکہ مجھے یہ حکم ہے کہ میں یہ چیزیں بیان کروں۔

''آپ کو ایسا حکم کون دیتا ہے؟''

دراصل اللہ تعالیٰ کا غیب کا نظام ''رجال الغیب'' چلاتے ہیں۔ اُن کو تکوینی لوگ بھی کہتے ہیں۔ ان کے مختلف مرتبے ہوتے ہیں، کہیں قطب ہوتا ہے اور کوئی ابدال۔ ہم لوگ اُن کے تابع ہوتے ہیں۔ مجھے انھی کی طرف سے حکم ہے کہ میں یہ سارے انکشافات کروں جو میں نے اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں تا کہ لوگ جان لیں کہ مُرشد کے بغیر بھی منزل مل سکتی ہے۔ میرا کوئی مُرشد نہیں تھا، اس کے باوجود میں نے منزل پائی۔ دراصل مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے تایا جان نے ''اللہ الصمد'' کا سوا کروڑ مرتبہ وِرد کیا تھا تو اُنھوں نے محسوس کیا کہ اُن کے اندر آسمان سے کوئی روحانی چیز آ کر مل گئی۔ اس سے میرے اندر جذبہ پیدا ہوا کہ میں یہ کام کیوں نہیں کر سکتا؟ چنانچہ میں نے بھی سوا کروڑ دفعہ ''حیّ و قیوم'' کا وِرد کیا اور یہ عمل دس برسوں سے جاری ہے، اس میں ایک دن کا بھی ناغہ نہیں ہوا''۔

عبداللہ بھٹی جیسے ''نوجوان'' اور جدید صاحب کشف و کرامات ''بزرگ'' سے ملنا بڑا حیرت انگیز تجربہ رہا۔ ان سے بہت سی گفتگو آف دی ریکارڈ رہی۔ ان سے ملاقات کے دوران ہی میں نے تہیہ کر لیا ان کے پاس اپنے ایک عزیز کو لے کر جاؤں گا۔ میرے یہ عزیز چہرے کی جلد کے مریض ہیں۔ اگر بھٹی صاحب کے ذریعے سے انھیں شفا مل گئی تو میں اس انٹرویو کی ایک دوسری قسط لکھوں گا، جس میں بہت ساری ''آف دی ریکارڈ'' باتیں بھی ہوں گی۔ یہ انٹرویو ہو سکتا ہے اپنی نوعیت کا بہت ہی منفرد انٹرویو ہو، قارئین نوٹ کر لیں، انھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔

(بشکریہ: ''نئی بات'' سنڈے میگزین، 26 مئی 2013)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
موضوع: روحانیت
عبداللہ بھٹی

سوال: جولوگ آپ کے پاس اپنے مسائل لے کر آتے ہیں' آپ کو ان کے مسائل کا کیسے پتہ چل جاتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: پہلی بات تو یہ کہ جو بھی بندہ ہمارے پاس آتا ہے وہ تکلیف میں ہوتا ہے اور وہ خود ہی اپنے مسائل کے بارے میں بتا رہا ہوتا ہے۔ دوسری بات کہ میں روحانی مسافر ہوں' روحانی مسافر جب اپنی ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے اپنی روح کو بیدار کر لیتے ہیں تو ان کے اندر کچھ کشفی صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں' کچھ الہامی کیفیات آنی شروع ہو جاتی ہیں تو پھر کائنات میں جو انفارمیشن اللہ کی طرف سے آتی ہے ایسے روحانی لوگ ان سگنل کو کیچ کر کے ان لوگوں کو بتاتے ہیں کہ تمہارے ساتھ یہ مسئلہ ہے۔ پھر اللہ کے دیئے ہوئے علم سے ہم لوگوں کو بتاتے ہیں کہ آپ یہ علم اور تسبیح کریں اور جب وہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر کرم کر دیتا ہے۔

سوال: اگر کوئی صرف اپنا نام بتائے تو تب بھی آپ کو اس کے مسئلے کا پتہ چل جاتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: بعض اوقات پتہ چل جاتا ہے اور بعض اوقات پتہ نہیں بھی چلتا۔

سوال: میں نے آپ کی کتاب اسرار روحانیت پڑھی' اس میں آپ نے لوگوں سے کافی تعریفی کلمات لکھوائے ہوئے ہیں اور ان لوگوں سے لکھوائے ہوئے ہیں جن کا روحانیت سے دور دور کا بھی تعلق نہیں ہے' وہ ادیب لوگ ہیں' تو کیا یہ جسٹی فائی کرتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: اگر آپ نے کتاب پڑھی ہے تو اس میں آپ نے مولانا راغب نعیمی صاحب کے بھی تاثرات پڑھے ہوں گے' داتا دربار کے خطیب رمضان سیالوی صاحب نے بھی تاثرات دیئے ہیں' پھر روحانی شخصیت انتظار حسین زنجانی نے بھی تاثرات دیئے ہیں' کیونکہ میں کوئی رائٹر یا ادیب نہیں تھا اس لئے میری سوچ تھی کہ میں کوئی ایسی چیز نہ لکھ جاؤں جو سوسائٹی کیلئے آزار ہو اور میرے لئے مسئلہ بن جائے' تو میں نے ان دوستوں سے کہا کہ دیکھئے یہ ادبی طور پر چھپنے کے قابل ہے یا نہیں۔ تاثرات دینے والوں میں روحانی لوگ بھی ہیں اور ادیب بھی ہیں۔

سوال: ایک عام انسان روحانیت کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: انسانی جسم دو چیزوں کا مرکب ہے' ایک جسم اور دوسری روح۔ جسم کو اللہ تعالیٰ نے زمین سے مٹی لے کر

Marfat.com

تخلیق کیا ہے اور روح عالم ارواح سے آئی ہے۔ جسم کے لیے ہم دنیاوی تقاضے پورے کرتے ہیں' کھاتے پیتے ہیں' روحانیت کا مطلب ہے من کی دنیا کو دریافت کرنا' روح تک رسائی کرنا' کچھ ایسے مجاہدے اور ریاضتیں ہیں جن کو کرنے کے بعد آپ روح کو مضبوط کرتے ہیں۔ روح کو بیدار کرنے کے قواعد وضوابط پر جب آپ عمل کرتے ہیں تو روح بیدار ہو جاتی ہے۔ وہ سارے معاملے' وہ ساری ریاضتیں' وہ سارے مجاہدے جو روح کو بیدار اور طاقتور کرتی ہیں انہیں ہم روحانی معاملات کہتے ہیں۔

سوال: یہ خدا کی عطا کردہ ہوتی ہے یا انسان اپنی جدوجہد سے روحانیت کو پا سکتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: کسی جسم میں اگر روح اور لطافت کی مقدار زیادہ ہے تو ہم کہیں گے کہ روحانیت کی طرف اس کا رجحان اور میلان زیادہ ہے' اس کے اندر روحانی صلاحیتیں زیادہ ہیں۔ صوفیائے کرام نے اکثر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ انسانی جسم میں سات یا دس روحانی یونٹس ہیں' کچھ انسانوں میں لطافت زیادہ ہوتی ہے تو اس شخص میں روحانی یونٹس جزوی یا بہت حد تک بیدار ہوتے ہیں۔ جتنی روح طاقتور ہوگی اتنا وہ روحانیت کے قریب ہوگا۔ روح ہر انسان کے جسم میں ہے' یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی میں روحانی صلاحیتیں کم ہوتی ہیں اور کسی میں زیادہ ہوتی ہیں لیکن سب میں روحانی صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں۔

سوال: آپ سب لوگوں کے مسائل بلا معاوضہ حل کرتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: اللہ تعالیٰ ہر سوسائٹی میں صوفیائے کرام اور روحانی شخصیات کو بھیجتا ہے۔ میں خود کو سپیشل نہیں کہتا میں تو صرف ایک طالب علم ہوں۔ جب بھی کوئی تصوف کا مسافر ذکر اذکار کرتا ہے تو اللہ کی طرف بڑھتا ہے' جیسے جیسے وہ اللہ کی طرف بڑھتا ہے ویسے ویسے اسے اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں سے پیار ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ کسی بھی انسان کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ وہ لوگوں کی تکلیف دکھ درد کم کرنے کیلئے ان کی مدد کرتا ہے۔ یہ روحانی لوگ اللہ کی طرف سے انعام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بہت کرم ہے کہ اس نے مجھے یہ صلاحیت یا تھوڑی بہت روشنی دی ہے' اس لئے میرا دل کرتا ہے کہ میں کسی دکھی انسان کے چہرے پر آنسوؤں کی جگہ مسکراہٹ لاؤں۔

سوال: روحانیت انسانیت کی خدمت کیلئے ہے یا خدا کو راضی کرنے کیلئے؟

عبداللہ بھٹی: روحانی مسافر جب اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں سے متاثر ہوتے ہیں تو یہ اللہ کی طرف بڑھتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سفر کرتے ہیں' مراقبہ کرتے ہیں' ذکر اذکار کرتے ہیں' اپنے جسم سے غصے اور لالچ کو نکال باہر پھینکتے ہیں۔ اپنی روح کے اندر محبت' پیار اور اخوت لے کر آتے ہیں۔ جس طرح بارش کا قطرہ سیپ میں گرتا ہے تو پھر وہ موتی بن کر نکلتا ہے اسی طرح جب روحانی شخصیت اللہ کے قرب میں جاتی ہے تو اس کے اندر سپیشل صلاحیتیں' سپیشل قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور انسانوں کے لیے وہ فلاح کا باعث بن جاتا ہے۔ پہلے یہ اللہ کی طرف سفر کرتا ہے اور پھر اللہ اسے سوسائٹی کی طرف موڑ دیتا ہے۔

سوال: جو لوگ آپ کے پاس اپنے مسائل لے کر آتے ہیں' کیا آپ ان کے مسائل ذکر واذکار کے ذریعے حل کرتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: جی بالکل' اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں۔ مجھے روحانی

Marfat.com

طور پر یہی نظر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مختلف نام مختلف بیماریوں میں شفا کا باعث بنتے ہیں۔ میں پچھلے بیس سال سے لوگوں کی بیماریوں کا علاج کر رہا ہوں' میں نے کوڈ بنا لیے ہیں کہ کون سے نام کس بیماری کے لیے کار آمد ہیں' میں لوگوں کو اسی مناسبت سے وظائف بتاتا ہوں جو اللہ کے کرم سے اثر بھی کرتے ہیں۔

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ آپ نے مرشد کی بہت تلاش کی لیکن کئی سال سے آپ کو مرشد نہیں ملا' آج کل کے دور میں اگر کوئی آپ کو مرشد بنانا چاہے تو کیا وہ بنا سکتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: روحانیت' تصوف ایک مشکل ٹاپک ہے کیونکہ یہ روح کی بیداری کا سفر ہے' اس میں روح کو بیدار کیا جاتا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی کام کسی گائیڈ یا استاد کے بغیر ممکن نہیں۔ میں کوئی بھی کتاب اٹھاتا تھا کوئی بھی کتاب پڑھتا تھا تو اس میں لکھا ہوتا تھا کہ روحانی معاملات مرشد کے بغیر حل نہیں ہو سکتے' اس لئے میں بے شمار لوگوں کے پاس گیا لیکن کہیں لالچ نظر آیا تو کہیں شخصی کمزوریاں نظر آئیں' میں ایک رول ماڈل کی تلاش میں تھا اس لئے اسے مرشد نہیں بنا سکتا تھا۔ جب بہت زیادہ کوشش کرنے کے باوجود بھی مرشد نہیں ملا تو میں نے اللہ کے حضور دو نفل پڑھے اور اللہ سے التجا کی کہ یا اللہ میں نے مرشد ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی لیکن مجھے مرشد نہیں ملا' پھر میں نے اللہ کے نام ''یا رقیب'' کا ورد کر کے اپنے آپ کو اللہ کے حضور پیش کیا اور ذکر و اذکار شروع کر دیا۔ اللہ بہت رحیم و کریم ہے' میں نے کچھ نہیں کیا لیکن اللہ کی ذات مجھ سے وہ کام کرواتی گئی' مجھے رہنمائی فراہم ہوتی رہی اور میں آگے بڑھتا گیا۔ میں خود اس راستے کا مسافر ہوں لیکن اگر کوئی اس سلسلے میں میرے پاس آیا تو میں اسے خوش آمدید کہوں گا۔

سوال: مختلف مذاہب میں بھی روحانیت اور تصوف کا وجود ہے' اسلام ان مذاہب سے کس طرح مختلف ہے؟

عبداللہ بھٹی: روحانیت یا تصوف ہر انسان میں ایک فطری رجحان ہے' یہ ہر بندے میں کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ آپ دنیا کا کوئی بھی مذہب اٹھا کر دیکھ لیں' یہ مراقبہ سنٹر پوری دنیا میں بنے ہوئے ہیں۔ یہ سارے لوگ غور و فکر کے مسافر ہوتے ہیں۔ غور کرتے کرتے یہ اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب ہو جاتے ہیں کہ یہ قرب الٰہی عشق الٰہی میں بدل جاتا ہے۔ وہ نیچر سے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ دوسرے مذہب کے روحانی مسافر اپنے جسم کو مسخر کرتے ہیں' وہ ترک دنیا کا سبق دیتے ہیں کہ دنیا کو چھوڑ دو' شادی نہیں کرنی' کھانا پینا نہیں' جنگلوں میں نکل جانا۔ اب اگر انسان ترک دنیا کر لے گا تو دنیا کا کیا ہو گا' اس طرح تو نظام ہی نہیں چلے گا' سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اسلام میں روحانیت کے لیے زہد کا لفظ استعمال ہوتا ہے' زہد اور رہبانیت میں فرق ہے' رہبانیت یہ ہے کہ آپ ہر چیز چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جائیں' زہد یہ ہے کہ دنیا اور سوسائٹی میں رہ کر آپ نے اللہ کی طرف بڑھنا ہے۔ زہد یہ ہے کہ آپ نے اگر روزہ رکھا ہے تو آپ اس کو انجوائے کر رہے ہیں کہ میرے اللہ کا حکم ہے کہ میں نے کھانا پینا نہیں ہے' آپ کا کھانے پینے کو دل ہی نہیں کرے گا جبکہ ایک غیر مسلم اگر روزہ رکھ لے تو سارا دن پیاس سے تڑپتا رہے گا کہ میں نے پانی پینا ہے۔ زہد یہ ہے کہ آپ نے اس دنیا سے گزرنا ہے لیکن آپ کے اندر لالچ نہ ہو۔ مسلمانوں میں زہد ہے اور غیر مسلموں میں رہبانیت ہے۔ مسلمانوں کا ٹارگٹ دربار رسالت تک

Marfat.com

رسائی ہے' اس کے بعد اللہ کی بنائی ہوئی کائنات کی سیر ہے۔ مسلمان اللہ کا عاشق ہوتا ہے جبکہ غیر مسلم اپنی ذات کا عاشق ہوتا ہے۔

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ آپ نے حضور اکرمؐ اور حضرت علیؓ کی بھی زیارت کی' کیا آپ کو لگتا ہے کہ اس بات کا اپنی کتاب میں ذکر کرنا مناسب بات ہے؟ اور آپ نے کیا دیکھا؟

عبداللہ بھٹی: روحانی سفر کے جتنے بھی مسافر ہیں جب یہ قرب الٰہی کے سفر کا آغاز کرتے ہیں تو ان کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کا روحانیت میں سب سے بڑا مقام ہے۔ ان کی تلاش اور جستجو یہ ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح میں مولا علیؓ کے در تک پہنچ جائیں۔ جب میں اس سفر میں تھا تو اس بات کی مجھے سمجھ آ گئی کہ جب تک مولا علیؓ کی نظر مجھ پر نہیں ہوگی تو میں کسی روحانی مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں نے جب ذکر اذکار کیے تو پہلے مجھے اللہ کے پیارے نبیؐ کی زیارت ہوئی' اس کے بعد مولا علیؓ کی زیارت ہوئی۔ میرا یہ بات بتانے کا مقصد یہ تھا کہ بہت سے روحانی مسافر اس تلاش میں رہتے ہیں لیکن وہ ساری ساری زندگی لگے رہتے ہیں' میرا مقصد ان کو ترغیب دینا تھا کہ جب آپ بھی ذکر اذکار کریں گے' مراقبہ کریں گے' روحانی منازل طے کریں گے تو ایک وقت وہ بھی آئے گا جب کائنات کی سب سے بڑی خوشی آپ کو بھی مل جائے گی۔ اور جہاں تک بات ہے کہ میں نے کیا دیکھا تو اس کو بیان کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسے الفاظ ہی نہیں بنے جو آقا دو جہاںؐ اور مولا علیؓ کی زیارت بارے تشریح کر سکیں' میری زندگی کا یہ سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ میرے روحانیت کے طلبہ اکثر مجھ سے یہ پوچھتے تھے کہ سر آپ نے جب یہ سفر شروع کیا تو آپ کے ساتھ کیا ہوا' کہاں کہاں تک پہنچے؟ تو اس کیفیت کے تحت میں نے یہ سب چیزیں لکھ دیں۔ دوسری بات یہ کہ جب اس طرح کی زیارت کسی عام شخص کو ہوتی ہے تو وہ کسی عام شخص کو نہ بتائے بلکہ کسی خاص شخصیت کو بتا دے کیونکہ وہ اس کو گائیڈ کر سکتا ہے' اس کو احتیاط بتا سکتا ہے۔

سوال: سائیکالوجی رول یہ کہتا ہے کہ اگر آپ کسی چیز کے بارے میں دن رات سوچیں' اس کی جدوجہد کریں اور اس کی طرف پوری توجہ سے راغب ہو جائیں تو وہ آپ کو خواب میں بھی آنا شروع ہو جاتا ہے' تو کیا یہ آپ کا گمان بھی ہو سکتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: روحانیت یا تصوف یہ ہے کہ ہم نے اپنی روح کو طاقتور کرنا ہے۔ جب روح کو طاقتور کرتے ہیں' مراقبہ کرتے ہیں' مراقبے کے بعد روح ایک مثالی جسم ہوتا ہے جو اُس کے جسم سے علیحدہ ہو کر باہر آ جاتا ہے۔ وہ شخص اپنی روح کو اپنے جسم سے باہر نکال کر پوری دنیا کی سیر کرتا ہے۔ اس کی روح اتنی طاقتور ہو جاتی ہے کہ وہ پرواز کے قابل ہو جاتی ہے۔

سوال: کیا روحانیات میں بھی منازل ہوتی ہیں؟

عبداللہ بھٹی: کائنات میں جیسے بادشاہ اور وزیر اعظم ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے خاص بندوں کو جو ڈیوٹی دیتا ہے ہم انہیں تقویمی کہتے ہیں۔ اسی طرح ہماری دنیا میں عارف' ابدال' قطب اور مختلف مقام ہیں' ایک اہل تصوف بندہ جیسے جیسے اپنی منزلیں طے کرتا ہے وہ اوپر کی طرف چلتا جاتا ہے۔ یہ اس کا مرشد اسے بتاتا ہے یا اللہ کی ذات اس کی

Marfat.com

رہنمائی کرتی ہے۔ جیسے جیسے وہ محنت کرے گا' اپنی روح اور جسم کو برائیوں سے پاک کر کے آگے جائے گا تو اس کی منزلیں بلند ہوتی چلی جائیں گی۔

سوال: روحانیت کے آخر میں مجذوب بننا بہتر ہے یا مجدد ہو کر لوگوں کی رہنمائی کرنا بہتر ہے؟

عبداللہ بھٹی: مجدد کی کیٹیگری تو بہت ہائی لیول کی کیٹیگری ہے۔ مجدد معاشرے میں پیدا ہونے والے نقائص اور خامیوں کو ختم کرتا ہے جیسے مجدد الف ثانی نے آ کر جہانگیر کی پیدا کردہ خرابیوں کو دور کیا تھا۔ مجدد کا مقام تو بہت زیادہ ہے۔ مجذوب بے چارا تو اپنے ہوش ہی میں نہیں ہوتا۔

سوال: کیا انسان روحوں اور جنات سے گفتگو کر سکتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: انسان بالکل اس قابل ہے کہ روحوں اور جنات سے گفتگو کر سکے۔ انسان کی ایک تو فزیکل باڈی ہے جہاں پر ٹھوس جسم ہوتے ہیں' ایک آسٹرورلڈ ہے جہاں پر ہوائی مخلوق رہتی ہے جو نور اور روشنی سے بنی ہوئی ہے' جب کوئی سالک اپنی روح کو بیدار کرتا ہے' اپنے روحانی یونٹس کو آن کرتا ہے یا اپنی باطل کی آنکھ کو کھول لیتا ہے تو پھر وہ باطنی دنیا یا آسٹرورلڈ کی سیر کرتا ہے اور سیر کے دوران وہاں موجود لوگوں سے گفتگو بھی کرتا ہے۔ وہ ماضی میں بھی جا سکتا ہے' مستقبل میں بھی جا سکتا ہے اور موجودہ حالات میں بھی جا سکتا ہے۔ دنیا میں ایسی بہت سی سوسائٹیاں بنی ہوئی ہیں جو ٹیبل پر بیٹھ کر عالم ارواح سے بات کرتے ہیں' ارواح کو بلاتے ہیں۔ یہ ایک انسان کے لیے ممکن ہے۔

سوال: جیسا آپ نے مادی دنیا کا ذکر کیا' ایک مفروضہ یہ بھی تو ہے کہ یہ صرف ایک خیال ہی ہے؟

عبداللہ بھٹی: اللہ تعالیٰ نے جب قرآن مجید میں ارشاد فرما دیا کہ میں نے جنات کو آگ سے بنایا' وہ خلا میں رہتے ہیں تو یہ تسلیم شدہ بات ہو گئی بلکہ وہ تو ہم سے بہت پہلے سے ہیں۔ انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جنات اور دوسری مخلوق کو پیدا فرما دیا تھا اور وہ خلا میں ہیں۔ اہل روحانیات اور تصوف کے مسافر اپنی روح اور باطن بیدار کرتے ہیں تو وہ انہیں دیکھتے بھی ہیں اور ملاقاتیں بھی کرتے ہیں اور دنیا میں بے شمار سوسائٹیز ہیں جو یہ کام کرتی ہیں۔

سوال: اگر کوئی آپ سے روحانیات کی ٹریننگ لینا چاہے تو آپ اس کو کن کن مراحل سے گزاریں گے؟ اس کو کیسے ٹریٹ کریں گے؟

عبداللہ بھٹی: میرے پاس پہلے ہی بہت سے لوگ روحانیات کا علم سیکھنے کیلئے آتے ہیں۔ میں ان کو مراقبہ بھی کراتا ہوں۔ میں انہیں ان کے مزاج کے مطابق ذکر و اذکار بتاؤں گا۔ روحانی مسافر پر اگر شروع میں ہی سخت پابندی عائد کر دیں تو وہ بھاگ جائے گا اس لئے ہم اسے پیار و محبت سے ذکر اذکار پر لگائیں گے' پھر اس کو خوراک کے حوالے سے بتائیں گے کہ کون سی خوراک اسے سوٹ کرتی ہے اور کون سی خوراک اسے سوٹ نہیں کرتی' عبادات کے بارے میں بھی بتائیں گے۔ جتنا آپ زیادہ کھائیں گے اتنا آپ کے جسم کی کثافت بڑھے گی' جتنا آپ کم کھائیں گے آپ کے جسم کی لطافت اور نور بڑھے گا۔ بے شمار سالک ہیں جنہیں انوارات اور تجلیات کے مشاہدے ہوئے ہیں' جن کے سفر جاری ہیں۔

Marfat.com

سوال: کیا روحانیت کائنات کے رازوں کو کھولتی ہے؟

عبداللہ بھٹی: انسانی جسم میں مختلف یونٹس لگے ہیں جنہیں صوفیائے کرام لطائف کا نام دیتے ہیں' ان لطائف کا کائنات کے مختلف رازوں کے ساتھ تعلق ہے۔ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے راز ہمہ وقت نشر ہو رہے ہیں۔ جب کوئی روحانی مسافر یا سالک اپنی روح کو بیدا کرتا ہے' اپنے روحانی یونٹس کو بیدار کرتا ہے تو پھر جب اللہ کی ذات چاہتی ہے اس پر کائنات کے مختلف راز ظاہر کرتی ہے۔ سالک اور صوفی جو باتیں بتانے والی ہوتی ہیں وہ بتا دیتا ہے اور جو نہ بتانے والی ہوں وہ نہیں بتاتا۔ ایک حقیقت کو میں یہاں بیان کر دوں کہ کوئی صوفی یا سالک خود کفیل نہیں ہوتا' یہ اللہ تعالیٰ کے راز ہیں' جب اللہ تعالیٰ کی ذات چاہتی ہے وہ اسے دے دیتی ہے اور نہیں چاہتی تو نہیں دیتی۔

سوال: آپ کے زندہ روحانی استادوں میں سے اس وقت کون زندہ ہے جو پاکستان میں بھی موجود ہے؟

عبداللہ بھٹی: میں تو ساری زندگی رول ماڈل کی تلاش میں رہا' زندہ انسانوں میں جو خدمت خلق کے مسافر ہیں میں ان سے انسپائر ضرور ہوں' ایدھی صاحب جیسے بے شمار لوگ ہیں جنہوں نے بڑے کام کئے ہیں۔ اسی طرح سوسائٹی میں اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو خیرات کرتے ہیں اور غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ ایسے لوگ کسی بھی سوسائٹی کا حسن ہوتے ہیں۔ مجھے وہ لوگ جو انسانوں کے دکھ کم کرتے ہیں' ان کے چہروں پر آنسوؤں کی جگہ مسکراہٹ بکھیرتے ہیں میں انہیں پسند کرتا ہوں اور عزت کرتا ہوں ویسے ابھی تک مجھے روحانی مرشد کوئی نہیں ملا' میں ابھی تک تلاش میں ہوں کہ وہ مجھے ملے تو میں اس کی خدمت کروں۔

سوال: کیا آپ اہل حدیث' دیوبندی' بریلوی اور اہل تشیع کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: بالکل' میں پڑھتا ہوں' صوفی ان تمام حدود و قیود سے آزاد ہوتا ہے' وہ آقا دو جہاںؐ کی غلامی اور عشق الٰہی کا مسافر ہوتا ہے' میرے پاس مسلم اور غیر مسلم سب لوگ آتے ہیں' وہ اپنا مسلک نہیں بتاتے اور نہ میں پوچھتا ہوں۔ یہ سارے مسلک خوبصورت ہیں لیکن ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو فتنہ پھیلاتے ہیں' میں ان سے دور رہنا پسند کرتا ہوں۔

سوال: کیا روحانیت کو پانے کیلئے کچھ شرائط بھی ہیں؟

عبداللہ بھٹی: روحانیت کو پانے کیلئے نیک اعمال' قرب الٰہی' اللہ کے احکام کی بجا آوری' شریعت کی پابندی' طریقت پر چلنا' تقویٰ اور طہارت بہت ضروری ہے۔

سوال: کیا تمام صوفیائے کرام کو روحانیت آنا ضروری ہے؟

عبداللہ بھٹی: صوفی قرب الٰہی کا مسافر ہوتا ہے' عشق الٰہی کا مسافر ہوتا ہے۔ کچھ لوگ عبادات تو کر رہے ہوتے ہیں لیکن انہیں روحانیت کی تعریف کا علم نہیں ہوتا۔ مجھے اکثر ایسے لوگ ملے ہیں جو روحانی طور پر تو بہت نیک بزرگ تھے لیکن انہیں بھی نہیں پتہ تھا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ صوفی اپنی روحانی قوتوں سے باخبر بھی ہو' اکثر صوفی اپنی روحانی قوتوں سے باخبر نہیں ہوتے۔ وہ عشق الٰہی کا مسافر ہوتا ہے وہ اپنی عبادات میں لگا رہتا ہے۔

Marfat.com

سوال: روحانیت ایک سفر ہے یا ایک فلسفہ ہے؟

عبداللہ بھٹی: روحانیت فلسفہ نہیں بلکہ روحانیت سفر ہے۔ روحانیت کا مسافر جب چلتا ہے تو وہ مختلف منازل طے کرتا ہے۔ فلسفہ تو خیالی اور کتابی باتیں ہیں جبکہ روحانیت ایک پریکٹیکل چیز ہے۔ آپ نے اپنے جسم پر وارد کرنی ہے۔ کسی نے بہت خوبصورت بات کی ہے کہ اگر آپ بنفشی کے پھول کی خوشبو کسی سے پوچھتے ہیں تو وہی بتا سکتا ہے جس نے اس کو سونگھا ہے۔ اس لئے روحانیت کا بھی صرف وہی بتا سکتا ہے جو اس کا مسافر ہو جس نے بنفشا سونگھا ہی نہیں وہ اس کی خوشبو کے بارے میں کیا بتا سکتا ہے۔

سوال: سچی خوشی کا راز کیا ہے؟ خوشی کی حقیقت کیا ہے؟

عبداللہ بھٹی: سچی خوشی مخلوق خدا کی خدمت ہے۔ کسی دکھی انسان' کسی روتے ہوئے انسان کے چہرے پر آنسوؤں کی جگہ اگر آپ مسکراہٹ لے آتے ہیں' کسی کے لیے اگر آپ آسانی پیدا کر دیتے ہیں' تو اس سے حاصل ہونے والی خوشی سچی خوشی ہوگی اور اسی سے آپ کی روح اور جسم و جان توانا ہوتے ہیں۔

سوال: کیا آپ کوئی ایسی تسبیح بتا سکتے ہیں جس سے جن نظر آنا شروع ہو جائے؟

عبداللہ بھٹی: اگر کسی انسان نے روحانی منازل طے نہیں کیں' اس نے اپنے روحانی یونٹس بیدار نہیں کئے' اس کے اندر لطافت نہیں آئی' اس نے اپنے آپ کو بیدار نہیں کیا تو وہ جتنی مرضی تسبیح پڑھتا رہے اسے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ جب وہ اپنی روحانی بیداری کرے گا تب وہ جنات کو دیکھنے کے قابل ہوگا۔

سوال: کیا آپ نے کبھی جن کو دیکھا ہے؟

عبداللہ بھٹی: بے شمار دفعہ ایسا ہوا ہے۔ جب میں آستانے پر بیٹھتا ہوں تو سینکڑوں ہزاروں لوگ میرے پاس آتے ہیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ باطنی طور پر بیدار ہو جائیں' جب آپ کی روح بیدار ہو جائے۔ عام انسان کے لیے یہ مشکل ہے۔

سوال: جنات کا حلیہ کیسا ہوتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: اللہ تعالیٰ نے جنات کو اپنی شکل اور ہیئت تبدیل کرنے کی صلاحیت دے رکھی ہے۔ وہ بہت تیزی سے اپنے آپ کو تبدیل کر سکتے ہیں۔

سوال: کیا یہ انسانی شکل میں بھی آسکتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: یہ جب بھی انسانوں کے پاس آتے ہیں تو انسانی شکل میں آتے ہیں۔ ویسے جب یہ نیچرل موڈ میں ہوں تو اکثریت کی عمر آٹھ سے بارہ سال کے بچوں کے برابر ہوتی ہے اور اکثر جنات کا اوپر والا ہونٹ نہیں ہوتا۔ زیادہ تر کے ہاتھ کا انگوٹھا نہیں ہوتا۔ اکثر بچوں اور بونوں کے روپ میں کھیلتے نظر آتے ہیں لیکن ان کے اندر اپنا جسم تبدیل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے' یہ اپنا جسم چھوٹا بھی کر سکتے ہیں اور بڑا بھی کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ ایک قوت آپ کے اندر آتی ہے' مختلف صوفیائے کرام بھی ایک جلالی کیفیت میں آتے ہیں' اس کے بارے میں بتائیں کہ یہ کیا قوت ہے؟

عبداللہ بھٹی: ایک سالک یا روحانی مسافر جب اپنی روح کو بیدار کر لیتا ہے' ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر انسان ایک قطرہ ہے اور اللہ کی ذات ایک سمندر ہے۔ ایک خاص کیفیت آتی ہے جب وہ قطرہ سمندر سے ملا ہوتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے اندر اللہ کا کرنٹ بہت زیادہ مقدار میں آیا ہوتا ہے تو اس وقت وہ درویش اپنی حالت میں نہیں ہوتا' اللہ کی تجلیات اور انوارات کی اس پر بارش ہو رہی ہوتی ہے۔ وہ اس وقت ایک خاص کیفیت میں ہوتا ہے جب اللہ کا نور اس کے اندر حلول کر جاتا ہے۔

سوال: کیا اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بڑھ جاتی ہیں؟

عبداللہ بھٹی: جب اس کے اندر نور بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے قرب میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خاص کیفیت طاری کی ہوتی ہے' وہ اس وقت جو کہتا ہے وہ اللہ کا خاص کرم ہوتا ہے۔

سوال: ایسے وقت میں اس کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں؟

عبداللہ بھٹی: جب کسی اللہ کے بندے پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے تو بعض لوگوں کو وزن کا احساس ہوتا ہے اور بعض کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگوں پر وزن پڑ جاتا ہے اور بعض لوگوں کا وزن ختم ہو جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ میرے اس وقت رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

سوال: کیا ویٹ مشین پر وزن کرنے پر زیادہ وزن آئے گا؟

عبداللہ بھٹی: مشین کی بات نہیں' اس بندے کے اندر اتنا کرنٹ اور اتنا نور آیا ہوتا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس وقت اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں دعا کرانی اور کرنی چاہئے' دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

سوال: کیا ایسی کیفیت میں آپ صرف اپنے آستانے پر ہوتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: یہ کیفیت کسی بھی جگہ ہو سکتی ہے' یہ ہمارے بس سے باہر ہوتی ہے۔ میں نے اپنی کتاب میں بھی ایک دو جگہ ذکر کیا ہے کہ ایک اندھا بچہ ٹھیک ہو گیا تھا' گونگا بچہ ٹھیک ہو گیا تھا' اس وقت جس طرح اس کی ماں میرے سامنے روئی میں نے کہا کہ یہ ٹھیک ہو جائے گا۔ بعض اوقات میں پوری کوشش کرتا ہوں لیکن پھر بھی وہ کیفیت طاری نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص پریشانی میں میرے پاس آیا ہوا ہے تو اس وقت اللہ کی مرضی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دینا چاہ رہا ہو تو یہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔

سوال: کیا یہ کیفیت آپ پر روزانہ طاری ہوتی ہے؟

عبداللہ بھٹی: نہیں' بعض اوقات تو مہینوں بھی گزر جاتے ہیں' آقا دو جہاںؐ پر وحی کی کیفیت آتی تھی' بعض اوقات نہیں بھی آتی تھی اسی طرح سالک لوگوں پر یہ کیفیت اللہ کی طرف سے ہے' یہ کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔

Marfat.com

سوال: آخری بار آپ پر یہ کیفیت کب آئی تھی؟

عبداللہ بھٹی: کچھ عرصہ پہلے میرے پاس ایک مرگی کا مریض آیا تھا' اس کے والد نے مجھے بتایا کہ یہ میری بچی مرگی کی مریضہ ہے جس کی وجہ سے میرا داماد اس کو طلاق دے رہا ہے' وہ شخص بہت شدت سے میرے سامنے رویا' اس کو دیکھ کر میں بھی اللہ کے سامنے رونا شروع ہو گیا اور میرے اوپر وہ کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ آج کے بعد اس بچی کو مرگے کے دورے نہیں پڑیں گے' اس بچی کو روزانہ دورہ پڑتا تھا لیکن اس کے بعد سے آج تک اس کو دورہ نہیں پڑا۔ اللہ کے خاص کرم کی وجہ سے وہ ٹھیک ہو گئی۔

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں بابا جمال کا ذکر کیا ہے' انہوں نے اپنے مرنے کا وقت پہلے ہی بتا دیا تھا' یہ کیسے ہوا اور یہ کون سا علم ہے؟

عبداللہ بھٹی: بابا جمال میرے تایا جان کے بزرگ تھے۔ کائنات میں بے شمار صوفی اور درویش لوگ اللہ کے ذکر میں ڈوب جاتے ہیں تو اللہ کی ذات الہامی کیفیات میں مختلف انفارمیشنز ان پر اتارتی ہے۔ بابا جمال دین تو ایک مثال ہے اس کے علاوہ بے شمار بزرگ ہیں جنہوں نے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا کہ فلاں وقت ہم نے دنیا سے چلے جانا ہے۔ یہ بھی اسی کیفیت میں ہوتے ہیں جب اللہ کی ذات اپنے کسی بندے کو بتانا چاہتی ہے۔ یہ صلاحیت صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے۔

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ آپ نے ایک اندھا بچہ ٹھیک کیا اور ساتھ موجود دوستوں کو سختی سے منع کیا اور کہا کہ اس واقعے کا کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہئے جبکہ وہی واقعہ آپ نے اپنی کتاب میں لکھ دیا' اس سے کچھ تضاد نظر نہیں آ رہا؟

عبداللہ بھٹی: میں پروفیشنل کے طور پر دم وغیرہ نہیں کرتا تھا میں تو مری میں پڑھا رہا تھا' اس وقت یہ واقعہ پیش آ گیا' میرے پاس اس وقت بہت ہجوم تھا' میں اس ہجوم سے گھبرا گیا کہ اگر یہاں لوگ آئے تو میں یہاں نوکری کیسے کروں گا' میں اپنے معاملات کیسے چلاؤں گا' جب وہ بچہ ٹھیک ہو گیا تو میں شروع میں خود بھی کنفیوژن کا شکار تھا' میں چاہتا تھا کہ لوگ زیادہ نہ بڑھیں۔ اس وقت بھی ہزاروں لوگ آ رہے تھے میں نے سوچا کہ اگر یہ واقعہ لوگوں کو پتہ چل گیا تو میرا جینا حرام ہو جائے گا' اس خوف سے میں نے کہا تھا کہ اس کو راز رکھا جائے لیکن وہ بچہ جب ٹھیک طرح چلنا پھرنا شروع ہو گیا تو سب کو خود ہی پتہ چل گیا۔ میں نے سوچا کہ میں تو اس کو چھپا رہا تھا لیکن اس کا خود ہی لوگوں کو پتہ چل گیا۔ جب میری کتاب آئی تو اس میں یہ واقعہ لکھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ جب کوئی بھی روحانیت کا مسافر جب ذکر اذکار کرتا ہے' مراقبات کرتا ہے' روحانی منازل طے کرتا ہے' اسے بارگاہ رسالتؐ اور مولا علیؓ کی غلامی نصیب ہوتی ہے' یہ کسی بھی روحانی سالک کے ساتھ ہو سکتا ہے' یہ سپیشل میرے ساتھ نہیں ہوا۔ وہ لکھنے کا مقصد ترغیب دینا تھا کہ آپ ہمت نہ ہاریں' تھکنا نہیں ہے' آپ اس سفر کو جاری رکھیں اور کسی وقت اللہ کی ذات آپ کے وجود کو بھی لوگوں کے لیے باعث نفع اور باعث شفاء بنا دے گی۔

سوال: آپ سرکاری ملازم ہیں اور دفتر میں لوگوں سے مل رہے ہوتے ہیں' آپ کام کس وقت کرتے ہیں؟ کیا اس طرح ملنے والی روزی کو آپ حلال سمجھتے ہیں؟

Marfat.com

عبداللہ بھٹی: میں جس برانچ میں کام کرتا ہوں پچھلے دس سالوں میں ایک دفعہ بھی کوئی شکایت نہیں آئی اور کسی ایک بندے نے بھی یہ نہیں کہا کہ میرا کام نہیں ہوا۔ اگر میں کام نہیں کروں گا تو کمپلین آئے گی اور افسر بھی ناراض ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ میرے پاس بہت دور دور سے لوگ آتے ہیں اور جب وہ میرے پاس آتے ہیں تو میں ہر بندے کو یہی کہتا ہوں کہ میں گھر پر فلاں فلاں دنوں میں بیٹھتا ہوں' آپ یہاں آنے کے بجائے وہاں آئیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ اب ہم یہاں آگئے اب کیا کریں۔ اس لئے میں ہر نئے آنے والے بندے کو یہی کہتا ہوں کہ دوبارہ آپ نے میرے آفس نہیں آنا' میں یہاں جاب کرتا ہوں۔ اب رش بہت زیادہ رہنے لگا ہے' میرے اندر اللہ تعالیٰ نے صلاحیت دے رکھی ہے کہ میں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا' میں اس وقت جو بھی ان کے لیے کر پاتا ہوں' کرتا ہوں جبکہ نئے لوگوں کی دل شکنی کرتا ہوں کہ اب دوبارہ یہاں آپ نے نہیں آنا۔ نئے لوگوں کو اپنے گھر کا ایڈریس بتاتا ہوں اور وہیں بلاتا ہوں۔

سوال: ایک زمانہ تھا کہ آپ دم درود کے خلاف تھے لیکن اب خود یہی کام کر رہے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

عبداللہ بھٹی: میری پیدائش جس گاؤں میں ہوئی وہ سارا کا سارا گاؤں دم درود کے خلاف تھا۔ میری پرورش اسی ماحول میں ہوئی اور میں بھی شروع میں یہی کہتا تھا کہ نام نہاد عامل اور بنگالی جادوگر لوٹ مار کرتے ہیں اور پیسے لیتے ہیں اس لئے میں ان سب چیزوں کے خلاف تھا۔ اب جب میں مری میں تھا اور ذکر اذکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری رہنمائی کی' سرکار دو عالمؐ اور مولا علیؓ کی زیارت ہوئی' میں دم درود کے سخت خلاف تھا' میرے خیال میں یہ سب نفسیاتی کیس ہوتے ہیں دم درود نہیں کرنا چاہئے۔ میں نے کتاب میں وہ واقعہ لکھا ہے کہ جب ایک بچے کے اندر کوئی روح آئی اور اس نے کہا کہ عبداللہ بھٹی کو بلائیں' میں اس وقت نہیں جانتا تھا کہ یہ دم ہے کیا' لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ بچہ بارہ سال سے روزانہ بے ہوش ہوتا تھا' اس نے مجھے کہا کہ دم کریں' جب میں نے دم کیا تو ہفتہ دس دن گزر گئے وہ بے ہوش نہیں ہوا' جن جن لوگوں نے وہ واقعہ دیکھا انہوں نے اشتہار کی طرح پھیل کر سب کو بتایا اور لوگوں نے میرے پاس آنا شروع کر دیا۔ لوگ جب میرے پاس آتے تھے تو میں اندر سے یہی سوچتا تھا کہ یہ سب نفسیاتی لوگ ہیں' بھلا میرے دم درود سے کسی کو کیا فرق پڑ سکتا ہے' میں تو خود گناہ گار انسان ہوں لیکن جب بھی کوئی مریض آتا وہ میرے دم درود سے ٹھیک ہو جاتا' میں دو چار ماہ اسی کنفیوژن میں رہا کہ آخر ماجرا کیا ہے' یہ لوگ میرے پاس کیوں آ رہے ہیں' میرے اندر ایک خاصیت تھی کہ جب کسی کو ریلیف ملتا تھا تو مجھے سکون ملتا تھا۔ لوگوں کو ریلیف دینے کیلئے میں آہستہ آہستہ قائل ہوتا چلا گیا۔ میں نے سوچا کہ میرے اس فعل سے اگر کسی کو ریلیف مل رہا ہے تو مجھے دم کرنا چاہئے اور میں نے دم کرنا شروع کر دیا۔ شروع دن سے سوچ رکھا ہے کہ کسی سے پیسے نہیں لینے' میرے دل میں یہ خیال ہے کہ اگر میں نے اس کام کے پیسے لئے تو اللہ کے نور کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

سوال: پیسے لینا غیر شرعی فعل تو نہیں ہے' پھر آپ کیوں نہیں لیتے؟

عبداللہ بھٹی: ایسا صوفی اور سالک جس کے کوئی اور ذرائع آمدن نہیں ہیں وہ اگر پیسہ لیتا ہے تو میں اس کو برا نہیں

Marfat.com

سمجھتا۔ دوسری بات یہ کہ اگر کوئی سائل آپ کے پاس آیا ہے اور اس نے آپ کو بیس' پچاس یا سو روپے دیئے ہیں تو وہ آپ لے لیں لیکن اگر آپ اس سے کہیں کہ مجھے پانچ ہزار یا دس ہزار چاہئیں تو یہ لوٹ مار ہے۔ اگر کوئی غریب مسکین آجائے تو صوفی کو چاہئے کہ وہ اپنے پاس سے پیسے دے۔ میرے پاس تو جاب بھی ہے اور زمین بھی ہے' میرے معاملات تو چل رہے ہیں' میں اس لئے پیسے نہیں لیتا۔

سوال: کیا آپ تحفے لے لیتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: میں پہلے تحفوں کے بھی بہت خلاف تھا' میں تحفے لیتا ہی نہیں تھا۔ ایک دن ایک بہت نیک بندہ میرے پاس آیا اور اس نے اللہ کے نبیؐ کی حدیث مجھے دکھائی کہ اللہ کے نبیؐ تحفے لیتے اور دیتے تھے۔ اس کے بعد میں نے تحفہ لینا قبول کر لیا لیکن میں اکثر کہتا ہوں کہ آپ تحفے لانے کے بجائے کسی بیوہ یا یتیم بچے یا بچی کی مدد کر دیں' کسی کو خوراک یا کھانا دیدیں۔

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ایک پروفیسر اپنی فیملی کے ساتھ آپ کے پاس آئے' وہ بہت خوشحال تھے لیکن آپ نے ان کو بتایا کہ پانچ سال کے بعد ان کی طلاق ہو جائے گی' وہ کیا بات ہے؟

عبداللہ بھٹی: جب وہ پروفیسر میرے پاس مری آئے تو وہ اپنی بیوی کے بارے میں بہت اچھے خیالات کا اظہار کر رہے تھے' دیوانگی کا اظہار کر رہے تھے۔ مجھے ان دنوں انسانوں کے مشاہدے کا بہت شوق تھا' میں نے ان کے اندر جھانکا تو مجھے بہت حیرانگی ہوئی کہ یہ شخص جو اپنی بیوی کے بارے میں اس والہانہ انداز میں باتیں کر رہا ہے وہ پانچ سال بعد اپنی بیوی کو طلاق دیدے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم اپنی بیوی سے اتنا پیار کرتے ہو لیکن مجھے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی کہ مجھے میرا علم بتا رہا ہے کہ تم اپنی بیوی کو پانچ سال بعد طلاق دے دو گے۔ اس نے کہا کہ مراقبے اور مجاہدے کر کر کے تم پاگل ہو گئے ہو۔ میں نے کہا کہ یار اگر یہ بات جھوٹی ثابت ہوئی تو مجھے خود بہت خوشی ہو گی۔ بعد میں میری ٹرانسفر لاہور ہو گئی' ایک دن وہ شخص آیا تو میں دوڑ کر اس کی طرف گیا' حال چال پوچھنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ میں نے تمہاری طلاق کے بارے میں بات کی تھی' اس بات کا کیا بنا؟ اس نے جواب دیا کہ طلاق ہو گئی ہے۔ اس طرح کی انفارمیشن اللہ کی طرف سے ہی آتی ہیں اور بے شمار آتی ہیں۔

سوال: آپ نے اپنی کتابیں لکھنے کا سلسلہ شروع کیا ہے' اس کا مقصد کیا ہے؟

عبداللہ بھٹی: اس کا مقصد بڑا واضح ہے' یہ مجھ پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ میں ہمیشہ ایک ہجوم میں گھرا رہتا ہوں۔ مری میں رہا تو ہزاروں لوگ میرے پاس ہوتے تھے' لاہور میں بھی ہزاروں لوگ میرے پاس ہوتے ہیں' پوری دنیا سے لوگ مجھے فون کرتے ہیں' ملک کے دور دراز علاقوں سے لوگ مجھے فون کرتے ہیں' وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس کیسے آئیں۔ مجھے دوستوں نے یہی مشورہ دیا کہ میں مشاہدات اور مجاہدات سے متعلق اپنی ساری انفارمیشن کتابوں میں لکھ دوں تا کہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ کر بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ اسی لئے میں نے اپنی کتاب کا نام بھی ''سرمایہ

Marfat.com

درویش'' رکھا ہے کیونکہ میں نے اپنی ساری زندگی کا سرمایہ عوام کو پیش کر دیا ہے۔ صدقہ خیرات خود کریں کسی عامل کا پیٹ نہ بھریں۔ میں نے کتاب میں سارے ذکر اذکار کی اجازت دے دی ہے۔

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ آپ نے سوا کروڑ مرتبہ یا حیی یا قیوم کا ورد کیا اور اس سے آپ کو روحانی بلندی ملی' وہ واقعہ بیان کریں؟

عبداللہ بھٹی: میرے تایا جان وقت کے ولی تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ میں نے جب اللہ الصمد کو سوا کروڑ مرتبہ پڑھا تو اس وقت میں دریا کے کنارے بیٹھا تھا' میرے اوپر آسمان سے نور کی لہر آئی اور میرے چہرے پر پڑی' اس کے بعد میں زمان و مکان سے آزاد ہو گیا اور مجھے میلوں دور تک نظر آنا شروع ہو گیا۔ میں اس وقت مری میں تھا' میرے پاس بہت وقت تھا' دو کلاسیں لیتا تھا اور گھر آ کر بیٹھ جاتا تھا' اصل میں قدرت مجھ سے یہ کام کروا رہی تھی' اللہ کی ذات مجھے کسی مقام پر لے کر جانا چاہ رہی تھی' میرا تو سی ایس ایس کا پلان تھا کہ میں وہاں رہ کر سی ایس ایس کروں گا لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ اور پلان کیا ہوا تھا۔ میرے اندر حوصلہ پیدا ہوا کہ اگر میرے تایا جان ذکر اذکار کر سکتے ہیں تو میں بھی ایسا کر سکتا ہوں۔ مجھے بچپن سے اللہ کا ایک نام یا حیی یا قیوم بہت پسند تھا۔ میں نے سوچا کہ میں یا حیی یا قیوم پڑھتا ہوں۔ میں نے یا حیی یا قیوم کو پہلے تین ہزار بار شروع کیا' پھر بارہ ہزار دفعہ کر دیا' پھر میں نے اسے بائیس ہزار دفعہ روزانہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ذوالجلال والاکرام پڑھنا شروع کر دیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ذکر اذکار کرتے پہلا سال تو کچھ نہیں ہوا' ڈیڑھ سال گزر گیا لیکن کچھ نہیں ہوا' پونے دو سال کے بعد مجھے پیارے آقا محمدؐ کی زیارت نصیب ہوئی' مولا علیؓ کی زیارت ہوئی' میرے اوپر کچھ کیفیات طاری ہونا شروع ہو گئیں۔ مجھے جھٹکے لگتے تھے' مجھے روشنی نظر آتی تھی۔ مجھے اپنے تایا جان کی وجہ سے حوصلہ تھا کہ جب وہ زمان و مکان سے آزاد ہو سکتے ہیں' جب وہ میلوں دور دیکھ سکتے ہیں تو میں اگر کروں تو دیکھتے ہیں میرے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ میں نے جب ذکر اذکار کئے اور مجھے زیارتیں نصیب ہوئیں تو مجھے بری سرکار شہنشاہ کوہسار کی زیارت ہوئی۔ اس کے بعد میرا جسم سفر کے قابل ہو گیا۔ یہ سب مجھ سے قدرت کروا رہی تھی اور میں کئے جا رہا تھا۔ وہ ورد میں نے پانچ کروڑ دفعہ کر لیا' اس کے بعد میں نے اسے دس کروڑ کر لیا' پھر پندرہ کروڑ کر لیا' اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مرتے دم تک اسے جاری رکھوں گا اور اسے کرتا ہی رہوں گا۔

سوال: روحانی شخصیات ایڈز اور کینسر جیسی لاعلاج بیماریوں کا علاج کیوں نہیں نکالتیں؟

عبداللہ بھٹی: جب اللہ کی ذات چاہے گی وہ ان امراض کا علاج کسی سائنسدان یا معالج کو بتا دے گی۔ صوفیائے کرام اور انبیائے کرام کے تو بے شمار واقعات ہیں جن میں انہوں نے لاعلاج مریضوں کو ٹھیک کیا' میرے پاس ہیپاٹائٹس کے کئی مریض آئے جنہیں اللہ کی طرف سے شفاء ملی۔

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں تمام ایسے واقعات لکھے ہیں جن میں آپ کو کامیابی ہوئی ہو' آپ نے کوئی ایسا واقعہ کیوں نہیں لکھا جس میں آپ کو ناکامی ہوئی ہو؟

Marfat.com

عبداللہ بھٹی: میرا کتاب لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ نئے روحانی مسافروں کو ترغیب مل سکے۔ میں نے اپنے ایک انٹرویو میں بھی واضح طور پر کہا تھا کہ میرے پاس آنے والے آدھے بندے ٹھیک ہوتے ہیں' باقی آدھے میرے پاس سے ٹھیک نہیں ہوتے۔ یہ کتاب بھی اللہ نے مجھ سے لکھوادی کہ نیا مسافر بھی ہمت نہ ہارے' وہ چلتا رہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی یہ صلاحیتیں دیدے۔

سوال: مستقبل میں روحانیت کے حوالے سے کوئی ادارہ بنانے کا منصوبہ ہے؟

عبداللہ بھٹی: بالکل میرا ایسا منصوبہ ہے۔ میرا منصوبہ ہے کہ جو روحانی سالک ہیں' جو مراقبہ کرنا چاہتے ہیں' میں نے ''ادارہ ترقی روحانیت'' کے نام سے ادارہ بنالیا ہے جس کے تحت ماہانہ بنیادوں پر وہ سارا مواد اور لٹریچر شائع کیا جائے گا اور اس ادارے کے تحت ایک میڈیٹیشن سنٹر یا کوئی ایسی جگہ بھی بنائی جائے گی جہاں پر روحانی مسافروں پر توجہ دے کر ان کی روحانی ترقی کا باعث بنا جائے' اس پر ہم کوشش کر رہے ہیں اور جلد ہی انشاءاللہ ہم اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
عنوان: تصوف پر کئے جانیوالے اعتراضات
عبداللہ بھٹی

سوال: اقبال کی شاعری سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اقبال تصوف اور خانقاہی نظام کے خلاف تھے' آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

عبداللہ بھٹی: اقبال تصوف کے خلاف تھے یا تصوف کے حمایتی تھے اس کا بڑا آسان جواب یہ ہے کہ اقبال کی شاعری الہامی کیفیات کے نتیجے میں ہے یعنی الہامی طور پر ان پر بہت ساری چیزیں اترتی تھیں۔ ہم سب لوگ جانتے ہیں کہ وہ نبی پاکؐ سے کس قدر عشق کرتے تھے اور برملا اظہار کرتے تھے کہ میں مولانا روم سے متاثر ہوں اور مولانا روم کی اگر ہم شاعری پڑھتے ہیں تو وہ ساری تصوف پیشگی الٰہی پر ہے اور مولانا روم شمس تبریز سے متاثر تھے اور مولانا روم خود کہتے تھے کہ میں اس وقت تک مولوی تھا' جس وقت میں شمس تبریز کی غلامی میں آیا تو مجھے تصوف کا سب پتہ چل گیا۔ اب اقبال جس اہم نقطے کی طرف نشاندہی کر رہے ہیں کہ بہت سارے نام نہاد عالمین اور بہت سارے چرسی بھنگی لوگوں نے خانقاہوں پر قبضہ جمالیا اور وہ خانقاہوں پر آکر بیٹھ گئے تو اقبال نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ تم اگر معاشرے میں عملی طور پر لوگوں کی خدمت نہیں کرو گے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

سوال: ''نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری''، اس شعر میں اقبال عوام سے متاثر ہیں یا صوفیائے کرام سے؟

عبداللہ بھٹی: وہ صوفیائے کرام سے متاثر ہیں اور وہ ان کو جھنجھوڑنے کو کہہ رہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ واضح کر دوں کہ اقبال کا میاں شیر شرق پوری کے پاس جانا اور اس کے بعد بے شمار صوفیاء کے پاس جانا اس بات کا اعتراف تھا کہ وہ صوفیائے کرام سے محبت کرتے تھے۔ مولانا روم اور شمس تبریز کی ساری شاعری میں بھی ہم نے دیکھ لیا ہے۔ بے عمل لوگوں کے بارے میں صحاح ستہ میں ایک بہت خوبصورت حدیث ہے کہ بنی اسرائیل کی قوم کا ایک واقعہ ہے کہ اس قوم میں ایک آبادی ایسی تھی جو گناہوں اور برائیوں میں بری طرح لتھڑی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ جاؤ اس آبادی کو آسمان پر لاؤ اور پھر نیچے زمین پر پھینک دو۔ فرشتے جب نیچے زمین پر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ سارے لوگ برائیوں اور خباثتوں میں لگے ہوئے ہیں لیکن ایک شخص ایسا ہے جو مسجد میں اکیلا بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں لگا ہوا ہے۔ فرشتے یہ دیکھ کر واپس آسمان کی طرف گئے اور اللہ کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ نے کہا تھا کہ ساری آبادی کو تباہ کر دو

Marfat.com

تو اس میں ایک تیرا نیک بندہ ایسا ہے کہ وہ تیری عبادت میں مشغول ہے' وہ تیری عبادت میں شب و روز لگا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے کہا مجھے ایسے بندے کی عبادت کا کوئی فائدہ اور شوق نہیں کہ معاشرے میں برائیاں' بیماریاں ہیں' شرک و بدعت ہے اور وہ شخص ان لوگوں کو سمجھانے کے بجائے' ان کے مسائل حل کرنے کے بجائے' انہیں راہ ہدایت دکھانے کی بجائے میری عبادت میں مصروف ہے تو مجھے اس کی عبادت کی ضرورت نہیں ہے' تم اس کو بھی تباہ و برباد کر دو۔ سب سے پہلے اس کو غرق کر دو پھر باقی سب کو بھی غرق کر دو۔ اس شعر میں اقبال نے نام نہاد بے عمل' افیونی' چرسی' بھنگی' نام نہاد صوفیوں کی نشاندہی کی ہے۔ اگر آپ معاشرے میں لوگوں کی اصلاح نہیں کرتے' لوگوں کو نہیں بدلتے' لوگوں کو گائیڈ نہیں کرتے یا ظلم کے خلاف کھڑے نہیں ہوتے تو تمہاری اس عبادت کا' تمہاری اس صوفیت کا کوئی فائدہ نہیں۔ اقبال نے ان بے عمل صوفیوں کی نشاندہی کی ہے' صحیح صوفیوں کو نہیں کہا۔

سوال: خدا کی محبت کو عقل سے حاصل کیا جا سکتا ہے یا محبت سے حاصل کیا جا سکتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: اللہ تعالیٰ نے جو یہ کائنات تخلیق کی ہے وہ اتنی خوبصورت' اتنی جامع اور اتنی بھرپور ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم مجھے سمجھے بغیر' میری نشانیاں دیکھے بغیر' میری تخلیق کو احسن طریقے سے دیکھو گے تو تم مجھے جانو گے' مجھ سے محبت کرو گے تو تم زیادہ قائل ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ اس لیے بار بار کہتے ہیں کہ تم آسمان دیکھو' سمندر دیکھو' ستارے دیکھو' تم غور و فکر کرو' سورج کیسے ڈوبتا ہے' چاند نکلتا کیسے ہے' انسان کی تخلیق انسانی نظام تو جب تم ان سب پر غور و فکر کرو گے تو تم غور و فکر کے بعد بہتر طریقے سے مجھے سمجھ سکو گے اور سمجھ سکو گے کہ اللہ تعالیٰ کتنا بڑا خالق ہے تو غور و فکر کے بعد تم میری محبت میں مبتلا ہو گے تو تم بہتر طریقے سے میری اطاعت کرو گے اور مجھ سے محبت کرو گے۔

سوال: ایک حدیث میں ہے کہ عبادات کے 70 جزو ہیں اور اس میں افضل ترین جزو رزق حلال کمانا ہے' صوفیائے کرام کام نہیں کرتے' اپنے لئے رزق نہیں کماتے' وہ لوگوں سے فنڈز لیتے ہیں' کیا یہ سب صوفیائے کرام کو زیب دیتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: پہلی بات تو یہ کہ یہ ان نام نہاد صوفیاؤں کا ٹولہ ہے جنہیں ہم بہروپیا کہتے ہیں' جادوگر کہتے ہیں' جھوٹے عاملین کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی داستانیں ہیں جو صوفیائے کرام کے نیک نام کو استعمال کر کے خراب کرتے ہیں۔ جو اصل درویش ہے' جو اصل صوفیاء ہیں وہ ایسی حرکت کبھی بھی نہیں کرتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے تزکیہ نفس' طہارت باطنی' طہارت جسم' طہارت روح کیلئے کچھ عرصہ کیلئے دنیا سے کچھ عرصے کیلئے قطع تعلق ضرور کرتے ہیں لیکن قطع تعلق ہونے کے بعد جیسے ہی ان کی تربیت کا عمل مکمل ہوتا ہے وہ پھر دنیا میں سارے معاملات اسی طرح کرتے ہیں تو میں ایسے صوفی کے بالکل خلاف ہوں۔ میں کوئی بڑا صوفی نہیں ہوں' میں ایک طالب علم ہوں' میں اس راستے کا مسافر ہوں' میں نوکری بھی کرتا ہوں اور رزق حلال کے ساتھ اپنے بچوں کی تربیت بھی کر رہا ہوں تو میں ایسے صوفی کو صوفی نہیں مانتا جو رزق حلال نہ کماتا ہو۔ اصل صوفی وہ ہے جو دنیا میں رہ کر رزق حلال کماتا ہے اور رزق حلال کے ساتھ اپنے سارے معاملات سیدھے کرتا ہے۔ جو اس راستے کا مسافر نہیں ہے وہ بھگوڑا اور بے عمل شخص ہے' اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

Marfat.com

سوال: کیا تصوف کو بطور مضمون یونیورسٹیوں میں پڑھانا چاہیئے؟

عبداللہ بھٹی: تصوف عام ڈگری نہیں ہے۔ اس میں وہ لوگ ہوتے ہیں جو تزکیہ قلب اور تزکیہ نفس کے مسافر ہوتے ہیں۔ یونیورسٹیوں میں ارکان اسلام ہے' اسلام کے بنیادی عقائد ہیں' تعلیمات ہیں' ان کو پڑھایا جاتا ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو تصوف کے مسافر ہوتے ہیں تو وہ مزاجاً یا فطری طور پر اس راستے کے مسافر ہوتے ہیں۔ اگر اس تعلیم کو ہم عام لوگوں کو رائج کر دیں تو شاید ہمیں مشکل پیش آئے۔ عام تعلیم کیلئے جو بنیادی ارکان یا عقائد ہیں جب بندہ سیکھ لیتا ہے تو پھر تصوف کی اعلیٰ ڈگری کی طرف جاتا ہے تو ایک ایسا وقت ضرور آتا ہے کہ تصوف کی اعلیٰ ڈگری آنی چاہیئے اور یہ معاشرے کیلئے اچھا ہے' ہونا چاہیئے۔

سوال: آپ بھی تصوف کے مسافر ہیں لیکن آپ نے داڑھی نہیں رکھی ہوئی' آپ کی نظر میں داڑھی کا کیا مقام ہے؟

عبداللہ بھٹی: اگر داڑھی فرض ہوتی تو یہ میری پہلی ترجیح ہوتی اور اب میں اسی فلسفے کا قائل ہوں کہ جو تصوف ہے' روحانیت ہے وہ وضع قطع' ڈیل ڈول' لباس' لمبے لمبے بال' منکے' انگوٹھیاں ایک مخصوص وضع قطع کا نام نہیں ہے۔ تصوف نام ہے طہارت جسمانی اور طہارت روح کا' تو داڑھی میرے نبی پاک ﷺ کی سنت ہے اور وہ میں زندگی میں کبھی نہ کبھی ضرور رکھوں گا۔ اگر یہ فرض ہوتی تو میں فوری طور پر رکھ لیتا لیکن میں اس کے خلاف نہیں ہوں۔ یہ سنت میں اپنی زندگی میں ضرور پوری کروں گا۔ میں باطن کی صفائی کا قائل ہوں' آپ کا باطن صاف ہونا چاہیئے۔ نفرت' غصہ' شہوت' لالچ' تکبر و غرور یہ سب چیزیں آپ کے باطن سے صاف ہونی چاہئیں۔ اگر آپ ظاہری وضع قطع پر جائیں گے تو معاشرہ بھرا پڑا ہے تو ظاہری وضع قطع کے بجائے آپ کو اپنی باطنی اصلاع کرنی چاہیئے۔

سوال: صوفی کو صوفی ہونے کا سرٹیفکیٹ کون جاری کرتا ہے؟ کون سی اتھارٹی ہے جو یہ طے کرتی ہے کہ یہ تمام اصول وضوابط پر پورا اترتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: دنیا میں کوئی ایسی اتھارٹی نہیں ہے جو صوفی کو سرٹیفکیٹ جاری کر سکے۔ میری ناقص رائے کے مطابق اگر کسی صوفی کو دیکھ کر خدا یاد آجائے' یا صوفی کو دیکھ کر آپ کی کیفیات بہتر ہو جائیں' یا صوفی کو دیکھ کر آپ کے دکھ' آپ کا ڈپریشن' آپ کی پریشانیاں' تناؤ دور ہو جاتی ہیں تو ہم کہیں گے کہ اس صوفی کی روح میں اتنی صفائی ہو چکی ہے کہ وہ صوفی جسمانی اور روحانی طور پاک ہو چکا ہے' وہ روحانی طور پر اتنا پاک ہو چکا ہے کہ وہ خدا کے قرب میں آچکا ہے۔ میرے خیال میں اس طریقے سے صوفی کو پہچانا جا سکتا ہے۔

سوال: اچھی قوالی سے بھی تو خدا کی یاد آجاتی ہے' کیا وہ قوال بھی ایک صوفی ہے؟

عبداللہ بھٹی: وہ قوال صوفی نہیں' جس کا وہ کلام پڑھ رہا ہے' یا جس راگ کو جس طریقے سے وہ پڑھ رہا ہے اس کو کریڈٹ دیں گے' قوال کو کریڈٹ نہیں دیں گے۔

سوال: بعض اوقات انسان کو میوزک سے بھی خدا کی یاد آجاتی ہے' تو کیا میوزک بنانے والا صوفی ہوگا؟

Marfat.com

عبداللہ بھٹی: میرا تعلق چشتی سلسلے سے ہے اور میں چشتی سلسلے سے زیادہ قریب ہوں' ہمارے چشتی سلسلے میں سماع کا تصور ہے' سماع کے دوران بھی ایسے الفاظ یا ایسی ادائیگیاں ہوتی ہیں جو بندے کو اللہ کے قرب کی طرف لے جاتی ہیں لیکن رب کی یاد ہر بندے کو نہیں آتی۔ ایک سرور کی کیفیت ضرور ہوگی لیکن رب کی یاد ایک نیک بندے کو دیکھ کر ضرور آتی ہے۔

سوال: زیادہ تر لوگ صوفیوں کے پاس جا کر مافوق الفطرت حرکات کو دیکھ کر بہت متاثر ہوتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

عبداللہ بھٹی: یہ وہ صوفیائے کرام ہیں جو نام نہاد' جھوٹے عامل اور جادوگر ہوتے ہیں' ان کے پاس ایسی مافوق الفطرت حرکات ہوتی ہیں۔ یہاں پر میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں' حضرت علی ہجویریؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص ان کی کرامات سن کر آیا۔ وہ شخص بہت عرصہ داتا علی ہجویریؒ کے پاس رہا اور انہیں دیکھتا رہا' جب دو تین ماہ کے بعد واپس جانے لگا تو داتا علی ہجویریؒ نے اس سے کہا کہ تم اتنے عرصہ میرے پاس رہے ہو اور آج واپس کیوں جا رہے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ میں تو بڑی توقعات لے کر آپؒ کے پاس آیا تھا کہ آپؒ کی کرامات دیکھوں گا' آپؒ کو ہوا میں اڑتا دیکھوں گا' غیب سے چیزیں منگواتا دیکھوں گا لیکن میں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا' میں بہت مایوس ہوا ہوں اس لئے میں واپس جا رہا ہوں۔ اس پر داتا علی ہجویریؒ نے بڑا تاریخی جملہ کہا کہ تم اتنا عرصہ میرے پاس رہے ہو کیا تم نے اتنے عرصے میں میرا ایک عمل بھی ایسا دیکھا جو قرآن وسنت کے مطابق نہ ہو یا اس کے خلاف ہو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے آپؒ کو ہمیشہ قرآن وحدیث کے مطابق ہی عمل کرتے دیکھا ہے۔ میرے خیال میں صوفی وہ ہے جو شریعت محمدیؐ کی پیروی کرتا ہو اور احکام الٰہی کو مانتا ہو اور مخلوق خدا کی خدمت کرتا ہو باقی جو غیب سے چیزیں منگوانے جیسی کرامات ہیں وہ تو غیر مسلم بھی کرتے ہیں' یہ بہروپیے' فراڈ' جھوٹے عاملین کا کام ہے' یہ صوفی کا کام نہیں ہے۔

سوال: آپ کے پاس آنے والوں میں کتنے فیصد کرامات' کتنے فیصد اپنے مسائل اور کتنے فیصد علم کی جستجو کیلئے آتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: تصوف کے حوالے سے جو کتابیں موجود ہیں ان میں صوفیائے کرام کے ایسے واقعات پیش کئے گئے ہیں کہ وہ ہواؤں میں اڑتے تھے' پانی پر چلتے تھے' مردوں کو زندہ کرتے تھے' کوڑھیوں کو ٹھیک کرتے تھے' اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے صوفیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت اور طاقت دی ہوگی' ہمارے پاس جو لوگ آتے ہیں وہ ہمیں نارمل انسان سمجھ کر نہیں آتے' وہ ہمیں مافوق الفطرت بندہ سمجھ کر آتے ہیں حالانکہ میں اکثر ان دوستوں سے کہتا ہوں کہ میرے بھی سر میں درد ہوتا ہے' میرا بھی پیٹ خراب ہوتا ہے' میں بھی تھکاوٹ کا شکار ہو جاتا ہوں' میرے ساتھ بھی مسائل ہوتے ہیں' میں ایک نارمل بندہ ہوں۔ میرے پاس آنے والوں میں 70 سے 80 فیصد لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مجھے مافوق الفطرت بندہ سمجھ کر ہی آتے ہیں بلکہ مجھے کبھی کبھی بہت دکھ ہوتا ہے کہ مہینوں گزر جاتے ہیں میرے پاس لوگ اپنے مسائل ہی لے کر آتے ہیں' کوئی علم کی جستجو میں نہیں آتا' کسی کو بیٹے کی خواہش' کسی کو ویزہ لگوانے کی خواہش' کسی کو رزق چاہئے' کسی کی بیوی سے ناراضگی' بہت عرصے بعد کوئی ایک بندہ ایسا آتا ہے جو کہتا ہے کہ مجھے کوئی ایسا راستہ' کوئی ایسی تسبیح بتائیں جسے اختیار کر کے دربار رسالتؐ میں میری حاضری ہو جائے یا مجھے زیارت نصیب ہو جائے' اولیائے کرام کی زیارت ہو جائے' اس کی

Marfat.com

بات سن کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے' ایسے بندے کو میں ایک طرف لے جاتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں کہ تم کہاں سے آئے ہو' کس سیارے سے آئے ہو' کیا تم اسی دنیا میں رہتے ہو؟ ایسے بندے پانچ یا دس فیصد سے بھی کم ہوتے ہیں جو اللہ کے عشق کیلئے یا محبت کیلئے آتے ہیں' باقی سارے اپنے مسائل یا کرامات کی وجہ سے آتے ہیں۔

سوال: کیا آپ ایسے لوگوں کا ذہن تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو صرف اپنے مسائل کے حل کیلئے آتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: میرا پہلے دن سے ایک ہی مشن ہے کہ میرے پاس جو بھی بندہ آئے میں اس سے اللہ کا ذکر اذکار کرواؤں۔

سوال: لیکن وہ بندہ ذکر اذکار تو اپنے مسائل کے حل کیلئے کرے گا؟

عبداللہ بھٹی: اللہ کے ذکر اذکار کی خوبصورتی ہی یہ ہے۔ میرے پاس بے شمار ایسے بندے آئے ہیں جو تکلیف میں تھے' پریشانی میں تھے' ان کو قرب الٰہی' عشق حقیقی کا' محمدؐ سے محبت کا کوئی احساس نہیں تھا' ادراک نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''بے شک تمہارے دلوں کو اطمینان ملے گا میرے ذکر سے'' یہ ذکر کی خوبی ہے' اللہ کے ناموں کی' قرآن پاک کی آیتوں کی کہ جب ہم ذکر اذکار کرتے ہیں' قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو ذکر اذکار کرتے ہیں تو تسبیح پڑھتے پڑھتے آہستہ آہستہ جس طرح جب ہم کسی چیز کا نام لیتے ہیں تو اس کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں' اسی طرح ذکر اذکار کے بعد 70 فیصد لوگوں کو ذکر اذکار کی عادت پڑ جاتی ہے' ان کے اندر عشق کے جذبات' عشق کے احساسات پیدا ہو جاتے ہیں' یہ لوگ تسبیحات کے ذریعے 60 فیصد تبدیل ہو جاتے ہیں۔

سوال: نیوٹن کے مطابق انسان اپنی زندگی میں اپنا دماغ 8 یا 9 فیصد تک استعمال کرتا ہے' کیا صوفیائے کرام کے پاس ایسی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے دماغ کا 9 فیصد سے زیادہ استعمال کر سکیں؟

عبداللہ بھٹی: انسانی دماغ کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس پر جتنا کام کیا جائے' جتنا غور کیا جائے' جتنا تفکر کیا جائے' جتنا سوچا جائے' دماغ کی اتنی ہی پرتیں اس کی جہتیں بیدار ہوتی جاتی ہیں۔ سارے صوفیائے کرام غور و فکر کے مسافر ہوتے ہیں' وہ مراقبہ کرتے ہیں' کائنات پر' اللہ پر' فطرت پر غور و فکر کرتے ہیں' تفکر کرتے ہیں' مسلسل عبادات یا مسلسل مراقبہ کرتے ہیں تو ان کا شعور بلکہ سپر شعور بیدار ہو جاتا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عرفانی ہو گیا' عرفانی ہونے کے بعد یہ 9 فیصد سے کہیں آگے چلا جاتا ہے۔ یہاں پر ایک مثال امام غزالیؒ کی پیش کرتا ہوں کہ ان کی دو کتابیں ''احیاء العلوم'' اور ''یقین سعادت'' کے نام سے ہیں' جن لوگوں نے یہ کتابیں پڑھی ہیں وہ یہ بات دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر دنیا کے سارے علوم' ساری کتابیں ختم بھی ہو جائیں تو امام غزالیؒ نے ان دو کتابوں میں اتنے جامع اور وسیع علوم دے دیئے ہیں کہ وہ سب ری پروڈیوس ہو سکتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ دنیا کی کوئی لائبریری ایسی نہیں ہے کہ جس میں اتنی جرأت یا وسعت پیدا ہوئی ہو کہ وہ ان دو کتابوں جیسی کوئی کتاب لائے ہوں۔ فتوی المکیہ جیسی کتاب شاید ہی کسی نے لکھی ہو۔ مولانا رومؒ نے مثنوی روم لکھ دی' حضرت داتا علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب لکھ دی' غوث پاکؒ نے اپنی کتاب لکھ دی' میاں محمد بخشؒ نے

Marfat.com

سیف الملوک لکھ دی' ابوالقاسم نے رسالہ کثیر یا لکھ دی۔ پیر وارث شاہ سے پہلے 16 مرتبہ ہیر لکھی گئی لیکن جو وارث شاہ نے ہیر وارث شاہ لکھی' اس جیسی کوئی ہیر کبھی نہیں لکھ پایا' یہ سب صوفی تھے' انہوں نے عبادات مراقبہ جات کیے تو ان کے ذہن کی پرتیں کھلتی چلی گئیں اور 8 یا 9 فیصد سے کہیں زیادہ ان کا دماغ پہنچا کیونکہ پڑھنے والے جب ان کی کتابیں پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ غیر معمولی ہیں ان جیسی کتابیں اب تک کوئی نہیں لکھ سکا تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو یہ بات کرتے ہیں وہ بہت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے۔

سوال: سائنسدانوں نے صوفیائے کرام کے دماغ کا تجزیہ کیوں نہیں کیا کہ آیا ان کا دماغ 15 فیصد استعمال ہوا ہے یا 20 فیصد؟

عبداللہ بھٹی: اس سوال کا جواب بہت آسان ہے' صوفیائے کرام نمود و نمائش کے قائل نہیں ہوتے' یہ اپنی دنیا کے مسافر تھے' بیشتر صوفیائے کرام جب لکھ کر دنیا سے چلے گئے تو تب ان کی کتابوں کا پتہ چلا کہ انہوں نے یہ کتاب لکھی۔ وہ شہرت و نمود کے قائل نہیں تھے وہ تو اپنی مستی میں مگن رہنے والے لوگ تھے' وہ عشق الٰہی میں مصروف تھے اور اس میں لگے رہتے تھے لیکن صوفیائے کرام کی کوئی بھی شاعری و تصنیف دیکھ لیں' انسانی تاریخ میں کوئی اس جیسی تخلیق نہیں کر سکتا۔

سوال: دنیا کی تاریخ میں کبھی صوفیاء کرام کی وجہ سے انقلاب آیا ہے؟

عبداللہ بھٹی: اس کی سب سے بڑی مثال ہمارے پڑوس میں امام خمینی کی ہے' وہ روحانی آدمی تھے' وہ ایک نیک آدمی تھے۔

سوال: کیا وہ خود کو صوفی کہتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: جی ہاں' وہ خود کو صوفی کہتے تھے۔ ایک دفعہ جب وہ یہاں آئے تو امریکہ کے جنگی جہاز یہاں اڑ رہے تھے' انہوں نے ہاتھ کو اوپر کر کے اشارے سے کہا کہ یہ جہاز یہاں نہیں آئیں گے' ان کا یہ کہنا تھا کہ پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ جہاز کہاں گئے۔ انقلاب کے حوالے سے ہندوستان اور پاکستان میں شاہ عبدالحق دہلوی کا بہت نام ہے۔ حدیث کے حوالے سے ان کا بہت نام ہے' چاہے کوئی بھی مکتبہ فکر ہو جب بھی حدیث کے حوالے سے بات ہوتی ہے تو شاہ عبدالحق کی بات ضرور ہوتی ہے۔ اکبر اعظم کے بیٹے جہانگیر نے جب دین الٰہی بنایا تو اس میں بے شمار خرافات' بے شمار غلط چیزیں ڈال دیں تھیں' حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے علم کے ذریعے ان کا مقابلہ کیا۔ اس سے بھی پیچھے اگر آپ دیکھیں تو ہندوستان پر پرتھوی راج کی حکومت تھی' شہنشاہ اجمیر کہاں پر بیٹھے تھے تو وہ علاقہ پار کرتے ہوئے انہوں نے پرتھوی راج کا مقابلہ کیا۔ ان کے علاوہ شہاب الدین غوری ہے' قطب الدین ایبک ہے' محمود غزنوی ہے' پھر فاتح قسطنطنیہ کو دیکھ لیں' اپنے مرشد وہاب شمس الدین کی ترغیب پر انہوں نے قسطنطنیہ فتح کیا۔ تمام جنگی ماہرین حیران ہیں کہ ایک بائیس سالہ نوجوان اٹھا اور اس نے قسطنطنیہ کو فتح کر لیا۔ جس جغرافیائی حالات اور طریقے سے وہ آیا اور اس کو ترغیب دی اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی ایک اور مثال چنگیز خان کی ہے' جب وہ اٹھا تو اس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ہلاکو خان آ گیا جس نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔ اس کے بعد جب ہلاکو خان کا بیٹا تفودار خان آیا تو تاریخ کے اوراق گواہ ہیں' میں نے

Marfat.com

اپنی کتاب فقر درویش میں بھی لکھا ہے کہ تفودار خان کی جب حکومت چل رہی تھی تو اس کے پاس خراسان کا ایک درویش آیا' اس نے اسلام کی تبلیغ دی تو تفودار خان نے اسے اپنے پاس مہمان رکھ لیا۔ اس دوران تفودار خان نے اسلام قبول کر لیا لیکن اس نے کہا کہ ابھی آپ چلے جاؤ' پھر کبھی جب آؤ گے تو میں اپنے سرداروں کو منالوں گا تو پھر ان کے ساتھ میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔ خراسانی درویش جب فوت ہو گیا تو فوت ہونے سے پہلے اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ تفودار خان نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا' تم اس کے پاس جانا اور اس کو یہ وعدہ یاد دلانا۔ خراسانی درویش کا بیٹا جب تفودار خان کے پاس آیا اور اسے اپنے والد کی وصیت کے متعلق بتایا۔ تفودار نے کہا کہ میں نے اپنے تمام جرنیلوں اور سپہ سالاروں سے بات کر لی ہے' سب مان گئے ہیں بس ایک ہی نہیں مان رہا' تم اس سے بات کر لو۔ جب اس سپہ سالار کو بلایا گیا تو تفودار خان نے اس سپہ سالار سے کہا کہ یہ درویش ہمیں اسلام کی تبلیغ دینے آیا ہے اور کہتا ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ سپہ سالار نے جب درویش کو دیکھا تو وہ ہنسنے لگا کیونکہ درویش بہت کمزور اور لاغر تھا۔ سپہ سالار نے کہا کہ میری تو شروع سے ہی عادت ہے کہ میں مقابلہ کر کے کسی کی بات مانتا ہوں' اگر اس درویش میں اتنی جرأت ہے تو مجھ سے مقابلہ کر لے۔ تفودار خان اس کی بات سن کر پریشان ہو گیا' اس نے سوچا کہ کہاں سپہ سالار اور کہاں یہ درویش لیکن درویش نے کہا کہ میں مقابلے کے لیے تیار ہوں۔ یہ تاریخ میں آن ریکارڈ ہے کہ وہ درویش سپہ سالار کے سامنے میدان میں آ گیا' جیسے ہی سپہ سالار مقابلے کیلئے آگے بڑھا درویش نے زناٹے دار تھپڑ اس کے چہرے پر مارا' سپہ سالار نیچے گر گیا اور اس کا سر پھٹ گیا۔ سپہ سالار اٹھا اور اٹھتے ہی اس نے کہا کہ میں نے زندگی میں اتنا طاقتور انسان نہیں دیکھا' سپہ سالار نے اس درویش کا بوسہ لیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ جب تفودار مسلمان ہو گیا تو اس کا چچازاد بھائی برکہ بھی مسلمان ہو گیا اور ان کی اولادوں میں سے یہ مغلیہ خاندان اور بے شمار لوگ پیدا ہوئے۔ اب آپ دیکھیں کہ اتنا بڑا انقلاب ایک صوفی' ایک درویش کی وجہ سے ہی آیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حضرت داتا گنج بخشؒ اور بے شمار صوفی حضرات کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا' یہ صوفیائے کرام اپنی خدمات سے ہر دور میں بدلاؤ لائے۔

سوال: اکثر لوگ کہتے ہیں کہ مجھ پر سایہ ہو گیا ہے' مجھ پر جنات آ گئے ہیں' ایسے لوگ ساری زندگی صوفیاء کے پاس چکر لگاتے رہتے ہیں لیکن ٹھیک نہیں ہوتے' آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: جی ہاں' اس طرح کے لوگ جب ہمارے پاس آتے ہیں تو واقعی کبھی ٹھیک نہیں ہوتے کیونکہ ان میں سے 80 فیصد افراد پر جن بھوت کا سایہ نہیں ہوتا بلکہ وہ نفسیاتی مریض ہوتے ہیں۔ وہ وہم کا شکار ہوتے ہیں' انہوں نے خود ساختہ اپنے آپ کو الجھنوں میں ڈالا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو عاملوں کے پاس آنے کے بجائے کسی نفسیاتی ڈاکٹر سے اپنا علاج کروانا چاہئے۔ اگر کوئی بلڈ پریشر کا مریض ہے تو جب تک وہ چکنائی نہیں چھوڑے گا تب تک اس کا بلڈ پریشر ٹھیک نہیں ہوگا' ایک شوگر کا مریض میٹھا نہیں چھوڑے گا تو اس کی شوگر صرف دم کرنے سے تو ٹھیک نہیں ہو جائے گی۔ اس طرح کی بیماریوں کیلئے بابوں اور عاملوں کے پاس جانے کے بجائے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہئے۔ اسی طرح نفسیاتی مریضوں کو بھی

Marfat.com

ایک اچھے نفسیاتی ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال: اس طرح کے لوگ جب صوفیائے کرام کے پاس جاتے ہیں تو اگر صوفیائے کرام ان سے یہ کہہ دیں کہ ان کے اوپر کوئی جن یا سایہ نہیں ہے تو وہ لوگ ان کو غلط کہنا شروع کر دیتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

عبداللہ بھٹی: اس میں ایک قسم تو نفسیاتی مریضوں کی ہوگئی اور ایک قسم اور بھی ہوتی ہے۔ ہمارے جسم کے گرد ایک روحانی جسم بھی ہوتا ہے جسے ہم اورا کا نام دیتے ہیں' اسے ہم سیفٹی شیلڈ بھی کہہ سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ انسان فزیکل لوگ ہوتے ہیں جبکہ ایک آسٹرو ورلڈ بھی ہے جس میں جنات اور شیاطین ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کیلئے ایک روشنی کا جسم بنا رکھا ہے جو آسٹرو ورلڈ کے ممبران سے ہمیں محفوظ رکھتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا اورا کسی بھی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے یا کمزور پڑ جاتا ہے' ایسے لوگ آسٹرو ورلڈ کے ممبران کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر روحانی اور جسمانی طہارت کا خیال رکھیں اور اللہ سے رجوع کریں تو ان کا اورا ٹھیک ہو جاتا ہے اور مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ میں خود ایسے لوگوں سے تنگ ہوں جو میرے پاس آ کر یہ کہتے ہیں کہ مجھ پر جن آ گیا' مجھ پر سایہ ہو گیا' مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کوئی جن بھوت یا سایہ نہیں ہے بلکہ یہ ڈپریشن اور محرومی کا شکار ہے لیکن اگر میں اسے فوری طور پر یہ کہہ دوں کہ تم پر کسی جن کا سایہ نہیں ہے تو وہ کہے گا کہ عبداللہ بھٹی کو کسی بات کا پتہ ہی نہیں ہے' اس کی تشخیص ٹھیک نہیں ہے۔ ایسے لوگوں نے خود ساختہ ایک کردار تخلیق کیا ہوتا ہے کہ میری بھابی' میری چاچی مجھے تنگ کر رہی ہے اور مزے کی بات یہ کہ جب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ تمہاری بھابی زندہ ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ نہیں وہ تو فوت ہو چکی ہے۔ عاملوں نے ان سے کہا ہوتا ہے کہ تمہاری بھابی یا چاچی کی روح تمہارے پیچھے پڑی ہوئی ہے' ایسے لوگ نفسیاتی مریض ہوتے ہیں' ان کو کسی مستند ڈاکٹر سے اپنا علاج کروانا چاہیے۔

سوال: صوفیاء پر سب سے بڑا اعتراض ہے کہ وہ بدکردار ہوتے ہیں' لڑکیوں کو استعمال کرتے ہیں اور بچوں سے بدفعلی کرتے ہیں' اس میں کہاں تک حقیقت ہے؟

عبداللہ بھٹی: پہلی بات تو یہ کہ یہ وہی جھوٹے عامل اور جادوگر ہیں' یہ اصل صوفیاء نہیں ہیں۔ بنیادی قصور ان نام نہاد صوفیوں کا ہے اور دوسرا قصور ہمارے معاشرے کا ہے کہ وہ ان عاملوں پر اندھا اعتقاد کرتے ہیں اور ان کو اپنے گھر لے آتے ہیں' ان کی عزت کرتے ہیں اور اپنی بہنوں بیٹیوں کو سامنے لے آتے ہیں۔

سوال: بعض لوگ ان کے ساتھ یہ فعل یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ مجھے خواب میں بشارت ہوئی ہے کہ اگر میں تمہارے ساتھ یہ فعل کروں گا تو تم ٹھیک ہو جاؤ گے' اس بارے میں کیا کہیں گے؟

عبداللہ بھٹی: ایک بہت بڑے نام نہاد صوفی ہیں' میں ان کا نام نہیں لوں گا' ان کے بارے میں بتانا چاہوں گا کہ ایک دن ایک لڑکی میرے پاس آئی' میں نے اس سے پوچھا کہ بیٹا بتاؤ کیا بات ہے' اس وقت بہت سے لوگ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے' اس نے کہا کہ میں سب سے آخر میں بات کروں گی۔ جب اس کی باری آئی تو تقریباً سب جا چکے تھے۔

Marfat.com

لڑکی نے جب بات بتانا شروع کی تو مجھے بہت زیادہ دکھ ہوا' اس لڑکی نے بتایا کہ وہ اس نام نہاد صوفی کے پاس جاتی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ مجھے خواب میں بشارت ہوئی ہے کہ نبی پاکؐ نے فرمایا ہے کہ میں تم سے شادی کرلوں' میں بہت پریشان ہوں' میں تو ان کے پاس قرب الٰہی کے لیے جاتی تھی' وہ مجھ سے بہت زیادہ بڑے ہیں' وہ ساٹھ پینسٹھ سال کے ہیں جبکہ میری عمر 25 سال ہے' پلیز مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں۔ میں نے اس سے کہا کہ گھبراؤ نہیں' پہلی بات تو یہ کہ اگر نبی پاکؐ نے خواب میں آنا ہوتا تو تمہارے خواب میں آتے اور دوسری بات یہ کہ نبی پاکؐ اس طرح کے کام ہی نہیں کرتے کہ لوگوں کو اس طرح کی بشارت دیں۔ وہ لڑکی بہادر تھی اس نے جا کر ان صوفی حضرت سے ایسے ہی کہہ دیا۔ جو لڑکیاں بے چاری مظلوم اور کمزور ہوتی ہیں وہ ان باباؤں کے چنگل میں پھنس جاتی ہیں جو یہ کہہ کر کہ مجھے امام بری کی بشارت ہوتی ہے' مجھے داتا صاحب خواب میں نظر آئے ہیں کہ میں تم سے نکاح کرلوں اور بعض تو بہت ہی ظلم کرتے ہیں یہ کہہ کر کہ ہمارا نکاح آسمانوں پر ہو گیا ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ سوچ سمجھ کر ایسے لوگوں کے پاس جائیں جو اس طرح کے کام کرتے ہیں' وہ صوفی نہیں جھوٹے' فراڈیے اور دھوکے باز لوگ ہیں۔

سوال: کیا ایک بدکردار انٹیلکچوئل بھی اپنی تعلیمات آگے ٹرانسفر کرسکتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: جو صحیح صوفی ہوتے ہیں وہ اپنے کردار سے' اپنی تعلیمات سے لوگوں کی زندگی میں روحانی تبدیلی لاسکتے ہیں لیکن جو بدکردار صوفی ہوگا وہ انسانی زندگی میں اپنی تعلیمات سے روحانی تبدیلی نہیں لاسکتا وہ بس اپنی تعلیمات سے' اپنی گفتگو کے اچھے انداز سے ان پر اچھا اثر تو ڈال سکتا ہے لیکن ان میں روحانی تبدیلی لانے کی طاقت نہیں ہوتی۔ جیسے سٹیج پر ان جیسے لوگوں کو بلا کر اور پیسے دے کر اپنے مطلب کی تقریر کروا دیتے ہیں مثلاً کوئی سنیوں کو رگڑ دیتا ہے تو کوئی اہلحدیث اور اہل تشیع کو برا بھلا کہہ دیتا ہے۔ یہ لوگ بس اچھے مقرر ہوتے ہیں جن کو اللہ کی طرف سے اچھا انداز گفتگو ملا ہوتا ہے' ایسے لوگ بس وقتی طور پر اپنا تاثر چھوڑتے ہیں' مستقل اور روحانی تبدیلی لانے کی ان میں صلاحیت نہیں ہوتی۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
عنوان: تقدیر اور تدبیر
عبداللہ بھٹی

سوال: آپ کی پہلی کتاب ''روحانیت'' آئی' اس کے بعد دوسری کتاب ''فکر درویش'' آئی' دوسری کتاب میں ایسی کون سی بات ہے جو پہلی کتاب میں نہیں لکھ پائے؟

عبداللہ بھٹی: میں نے اپنی پہلی کتاب میں روحانیت کے مختلف معاملات' مختلف درجات بیان کئے تھے' جب ایک روحانی مسافر چلتا ہے تو کن کن مشاہدات' کن کن کیفیات' کن کن مسائل اور کن کن منزلوں سے گزرتا ہے' اس کا میں نے اپنی پہلی کتاب میں ذکر کیا ہے اور ایک بات اس میں رہ گئی تھی کہ موجودہ دور میں تصوف پر بہت سے الزامات لگائے جا رہے تھے کہ تصوف بے کار لوگوں کا کام ہے' چرسی' بھنگی اور افیونی لوگوں کا کام ہے' مجھے یہ اچھا نہیں لگتا تھا۔ ان لوگوں کا خیال غلط تھا' تصوف عشق الٰہی کا نام ہے' سرکارؐ مدینہ کی غلامی کا نام ہے' خدمت خلق کا نام ہے تو کئی لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ بدھ مت سے متاثر ہیں۔ کوئی کہتا تھا کہ یہ ہندووانہ طور طریقوں سے متاثر ہیں' تو کوئی کہتا ہے کہ یہ باہر سے آئے ہیں' طرح طرح کے الزامات کے جواب کیلئے میں نے ارادہ کیا کہ آج تک مسلم غیر مسلم نے تصوف پر اعتراضات کئے ہیں' ان پر وسیع بحث کی جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ اہل تصوف لوگ جو تھے وہ جو ہلا نہیں تھے میں اس کی مثال ایسے دوں گا کہ قوت القلوب عبدالطالب مکی کی تصوف پر پہلی کتاب تھی' اس سے پہلے جامع کثیر یا لکھی گئی تھی لیکن وہ جامع نہیں تھی۔ امام غزالی جن کو شیخ الاسلام کہتے ہیں انہوں نے پھر قوت القلوب سے متاثر ہو کر احیاء العلوم' منہاج العابدین' کیمیا سعادت لکھی۔ اس کے بعد فتوۃ المکہ لکھی گئی' کشف المحجوب' سیف المسلوک لکھی گئی۔ میں ایک اور بات کروں گا کہ پھر ہیر وارث شاہ پندرہ سولہ لوگوں نے لکھی لیکن جو ایک صوفی نے لکھی وہ کمال لکھی۔ میں نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو تصوف پر الزامات لگائے گئے ہیں وہ سچ نہیں ہیں۔ اہل تصوف کائنات کے خوبصورت لوگ ہیں' ان اعتراضات کا جواب دیا ہے' لوگوں نے ان اعتراضات کے جواب کو بہت پسند کیا ہے' یہ سب اللہ کا کرم اور سرکارؐ مدینہ کی غلامی ہے اور کچھ نہیں۔

سوال: انسان کو جو کچھ ملتا ہے وہ تقدیر کی بدولت ہے یا انسان کی اپنی محنت کا نتیجہ؟ آپ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: اس میں کوئی شک نہیں کہ تقدیر اور تدبیر پر عالم دانشور اس پر نہ رکنے والی بحث کر رہے ہیں اور کئے چلے جا رہے ہیں لیکن ہم ایک بات بھول جاتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جتنی کوشش کوئی کرے گا

Marfat.com

اتنا میں اس کو دوں گا۔'' دوسری بات یہ کہ جو میں سمجھتا ہوں کہ تقدیر دو قسم کی ہے' مقدر دو قسم کا ہے' ایک تو ایسی تقدیر ہے کہ جو اٹل ہے' جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے' مثال کے طور پر میرا قد کیا ہے' میرا رنگ کیا ہے' میں نے کس شہر میں پیدا ہونا ہے' میرے ماں باپ کون ہیں' میں نے کس مذہب میں پیدا ہونا ہے' یہ ایسی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہیں اور بندہ محتاج ہے۔ دوسری تقدیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندے کو تبدیل کرنے کا اختیار دیا ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک تقدیر ایسی ہے جو معلق ہے اور دوسری تقدیر مبرم کا لفظ دیا ہے کہ وہ معاملات جن میں بندے کو اللہ تعالیٰ نے شعور دیا ہے' سمجھ دی ہے' سوچنے سمجھنے' پریکٹیکل کا خیال دیا ہے' یہاں پر میرے خیال میں انسان کو 70 فیصد بااختیار بنایا ہے' 30 فیصد اپنے کنٹرول میں رکھا ہے اور جب اللہ بااختیار منصف و عادل ہے تو وہ رب کیا ہے جو کوشش کے بعد کسی کو دے ناں' تقدیر کو بدلا جا سکتا ہے۔ اس دنیا میں کئی ایسے صوفیاء اہل معرفت آئے کہ جن کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے تقدیریں تبدیل کیں۔

سوال: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دعاؤں سے تقدیروں کو بدلا جا سکتا ہے' اس میں کہاں تک حقیقت ہے؟

عبداللہ بھٹی: میرا اللہ تقدیر کو پانے کیلئے مخصوص حالات پیدا کر دیتا ہے' مخصوص اسباب پیدا کر دیتا ہے' مخصوص سہولتیں پیدا کر دیتا ہے کہ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنی تقدیر تک پہنچ جاتا ہے کہ جب وہ تقدیر یا تدبیر یا جب وہ ٹاسک آتے ہیں تو جب اللہ کی مرضی اللہ کی مشیت کہ جو ہماری لوح محفوظ میں لکھی ہوتی ہیں ہمارے مقدر کی کیسٹ میں ڈالا ہوتا ہے' جب وقت آتا ہے تو وہ ہم تک پہنچ جاتے ہیں۔

سوال: جب بھی تقدیر اور نصیب کا ذکر ہوتا ہے تو لوح قرآنی کا اکثر ذکر ہوتا ہے' یہ کیا ہے؟

عبداللہ بھٹی: لوح قرآنی اللہ تعالیٰ کے وہ مخصوص نام ہیں جن کے بڑے فیض و برکات ہیں' جن کا ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ کسی جگہ پر ہیں تو بڑے باعث برکت ہیں لیکن اس کا بہت خوبصورت جواب لوح محفوظ کے حوالے سے ہم سارے صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ لوح محفوظ وہ جگہ ہے جہاں انسانوں کی تقدیر حالات احوال وہاں پر درج ہیں' پھر اللہ تعالیٰ اس لوح محفوظ سے انسانوں کی تقدیر کو فرشتوں تک پہنچاتے ہیں اور پھر فرشتے اس تقدیر کو انسانوں تک پہنچاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اتنا قادر' اتنا حکیم' اتنا معرفت والا ہے کہ اس کو تمام انسانوں کو یہاں کے ذرّے ذرّے کا پتہ ہے' اس کو سب پتہ ہے کہ کہاں پر کیا ہونا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھر بھی اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی ہمت سے' محنت سے اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے۔

سوال: حضرت علیؓ نے تقدیر کو کیسے بیان کیا ہے؟

عبداللہ بھٹی: ہر دور کے انسان کو یہ تجسس رہتا ہے کہ اس کی تقدیر کیا ہے' وہ ہر دور میں تقدیر پر بحث کرتا چلا آیا ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ جو کہ علم معرفت کا سمندر تھے' نبی پاکؐ جو علم کا شہر وہ دروازہ تھے' وہ کہا کرتے تھے پوچھو مجھ سے اگلی پچھلی دنیا کے تمام سوال' میں جواب دوں گا' تو ایک آدمی ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ مجھے تقدیر کے بارے میں کچھ بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ اپنی ایک ٹانگ اٹھاؤ' اس نے اٹھائی تو انہوں نے کہا کہ اپنی دوسری ٹانگ بھی اٹھاؤ' اس نے کہا کہ میں نہیں اٹھا سکتا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ وہ تقدیر ہے کہ کچھ چیزوں کے بارے میں تم بااختیار ہو اور کچھ کے معاملے

Marfat.com

میں تم بے اختیار ہو تو یہاں انسان کو تقدیر اور تدبیر کے حوالے سے واضح کیا ہے کہ تقدیر کیا ہوتی ہے۔

سوال: زائچہ بنانے والے لیپ ٹاپ پر لوگوں کو تقدیر کا حال بتا رہے ہیں جبکہ ہاتھ کی لکیریں پڑھنے والے تو عرصہ دراز سے لوگوں کی تقدیر بتانے کا کام کر رہے ہیں' کیا ان تمام طریقوں سے تقدیر کا پتہ چل جاتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: انسان ازل سے فطری طور پر بے صبرا ہے اور وہ ہمیشہ سے ہی اپنے آنے والے وقت کے متعلق جاننے کیلئے بے تاب رہتا ہے اور آج کا دور فرسٹریشن' ڈپریشن' مادیت اور بھاگ دوڑ کا ایسا دور ہے جس میں بندہ راتوں رات امیر ہونا چاہتا ہے۔

سوال: ایسا کیوں ہے؟

عبداللہ بھٹی: ایسا اس لئے ہے کہ معاشرے میں جس چیز کی کمی ہوتی ہے اسی چیز کی خواہش بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اب ہر بندہ یہاں پر راتوں رات امیر ہونا چاہتا ہے' یہاں پر دولت کی تقسیم مساویانہ نہیں ہے۔ کچھ لوگ بہت امیر ہیں اور کچھ لوگ بہت غریب ہیں' لوگ اس مقابلے بازی میں پڑے ہوئے ہیں تو پھر لوگ ان جعلی چیزوں کا سہارا لیتے ہیں۔

سوال: امیر لوگ بھی تو قسمت کا حال معلوم کرنے کیلئے ان لوگوں کے پاس جاتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

عبداللہ بھٹی: ہوس کی وجہ سے' ان جیسے لوگوں کی ہوس کبھی ختم نہیں ہوتی' جو کروڑ پتی ہیں وہ ارب پتی ہونا چاہتے ہیں' جو ارب پتی ہیں وہ کھرب پتی بننا چاہتے ہیں۔ اس ہوس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہیں۔ نبی پاکؐ نے اندھا دھند دوڑ کو منع فرمایا ہے۔ ہمارا بنیادی سوال یہ تھا کہ آسٹرولوجی' نیرولوجی' پامسٹی تو میں ان کو سختی کے ساتھ منع کروں گا کہ پتھروں سے کچھ پتہ نہیں چلتا ہے' بس جو پریشانی کا شکار لوگ ہیں وہ ان لوگوں سے حوصلہ لینے کیلئے چلے جاتے ہیں اور وہ ان کو اچھی اچھی باتیں بتاتے رہتے ہیں۔ ان سب چیزوں سے بھی نبی پاکؐ نے منع فرمایا ہے' تو جب نبی پاکؐ نے منع فرما دیا تو یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ چیزیں ٹھیک ہیں۔ اب آپ خود بتائیں ان پتھروں وغیرہ سے انسان اگر امیر ہونے لگتا تو پتھر بیچنے والے خود نہ امیر ہو جاتے۔ ٹیرو کارڈ والوں کو بھی سب سے زیادہ خود امیر ہونا چاہئے' ہاں پامسٹی کے حوالے سے یہ ضرور ہے کہ انسانی جسم کی فطری طور پر ریزسٹنس ہے' قوت برداشت بیماریوں کا عنصر ہے تو کسی حد تک پامسٹی سے ان چیزوں کا ضرور پتہ چل جاتا ہے لیکن اگر پامسٹی' ٹیرو کارڈ اور پتھروں کے ذریعے آپ راتوں رات اپنے حالات تبدیل کر لیں گے تو یہ سراب کے پیچھے بھاگنے والی بات ہے۔

سوال: آج کل جو اشتہارات ٹی وی پر آ رہے ہیں کہ آپ اپنا مسئلہ بتائیں ہم آپ کو آپ کے مسئلے کے مطابق پتھر تجویز کریں گے اور آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا' یہ کیا ہے؟

عبداللہ بھٹی: انسان بے صبرا ہونے کی وجہ سے شارٹ کٹ کو تلاش کرتا ہے' جب کسی چیز کی ڈیمانڈ ہوتی ہے تو وہ حساس ایریا کو کیش کرانے کیلئے نام نہاد قسم کے عاملین' بہروپیے' نجومی بازار میں آ جاتے ہیں اور لوگوں کے جذبات سے کھیلتے

Marfat.com

ہیں۔ یہ لوگوں کے نفسیاتی مسائل کہہ لیں یا رب سے دوری کا نتیجہ کہہ لیں لیکن یہ غلط باتیں ہیں' نام نہاد عاملین' بہروپیے اور نجومی لوگوں کو لوٹ رہے ہیں' لوگوں کو احتیاط کرنی چاہئے۔

سوال: انسان اپنے حالات کی پیداوار ہوتا ہے یا وہ خود بھی کوشش کر کے کچھ بن سکتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: اللہ تعالیٰ کی ذات نے ہر انسان میں علیحدہ قسم کی خوبی ودیعت کی ہوئی ہے' کوئی شاعر ہے' کوئی رائٹر ہے' کوئی ڈاکٹر ہے' کوئی انجینئر ہے تو کوئی اچھا آرکیٹیکٹ ہے' اصولی طور پر ہمیں چاہئے کہ بچے کا جس طرف میلان ہو' رجحان ہو بچے کو وہ کرنے دینا چاہئے۔

سوال: تو یہ پتہ کیسے چلتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: وہ بچہ خود ہی بتا دیتا ہے' آج کل ہر والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بچہ ڈاکٹر بنے' بچہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں آرکیٹکٹ اچھا ہوں' میں انجینئر اچھا ہوں' میں شاعری اچھی کر لیتا ہوں' میں لکھ اچھا لیتا ہوں لیکن والدین نہیں مانتے' فطری سی بات ہے کہ اگر بزنس مین کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کو اپنا بزنس آگے چلانے کیلئے یہ چاہئے ہوتا ہے کہ اس کا بیٹا بھی بزنس مین ہی بنے تا کہ اس کا بزنس اچھا چل سکے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی فطرت' اپنی خواہشات سے مجبور ہو کر یہ دائرہ توڑ دیتے ہیں' وہ اپنے خاندانی کاروبار کو نہیں چلاتے بلکہ اپنی خواہشات کے مطابق اپنے پروفیشن کو اپناتے ہیں اور لازوال کامیابیاں سمیٹتے ہیں۔ انسان کو اپنی فطری خواہش کے مطابق کام کرنا چاہئے۔

سوال: انسان کا عمل کس سوچ کے زیر اثر ہے؟ مثال کے طور پر آپ یہاں پر آئے' آپ کے یہاں پر آنے کا جو عمل تھا وہ کس سوچ کے زیر اثر تھا؟ آپ نے جو فیصلہ لیا وہ کہاں سے آیا؟

عبداللہ بھٹی: پہلی بات تو یہ کہ دنیاوی نظام ہے' آپ نے مجھے فون کیا اور کہا کہ آپ نے کل آنا ہے تو میں نے سوچا کہ ہاں مجھے کل جانا ہے۔ انسانی ذہن کو ہم سپر شعور کہتے ہیں جو کائنات میں اللہ کی طرف سے معلومات ہوتی ہیں اس سپر شعور میں ہوتی ہیں' پھر ایک لاشعور ہوتا ہے' پھر شعور اور پھر دماغ ہوتا ہے۔ لاشعور میں جو معاشرے میں حالات و واقعات چل رہے ہیں وہ لاشعور سے شعور میں اترتے ہیں اور پھر شعور سے دل و دماغ میں اترتے ہیں۔ یہ سوچیں حالات کو دیکھتے ہوئے چلتی ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے روحانی مجاہدے کرتے ہیں' مراقبہ جات کرتے ہیں' عبادات کرتے ہیں کہ وہ اپنی روح کو پاکیزگی کے مقام تک لے جاتے ہیں وہ اس حد تک اپنے باطن کو پاک کر لیتے ہیں کہ پھر ان کے اوپر الہامی اور کشفی صلاحیت بھی بیدار ہو جاتی ہے تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی صوفی جس نے اپنی روح کو اپنے باطن کو اس حد تک صاف کر لیا ہے تو اس پر کائنات میں جو اللہ تعالیٰ کے راز ہیں وہ بھی منکشف ہوتے ہیں۔ جو عام بندہ ہے وہ معاشرے میں اپنے گردونواح کے حالات و واقعات دیکھتے ہوئے فیصلہ کرتا ہے اور جو اللہ کا نیک بندہ ہے وہ اس کو الہامی و وجدانی کیفیات میں دیکھتا ہے۔ الہام مسلمانوں کو ہوتا ہے اور وجدان غیر مسلم لوگوں کو ہوتا ہے۔ جس طرح ایک غیر مسلم سائنسدان

Marfat.com

کسی چیز کیلئے کوشش کئے جارہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وجدان کے ذریعے بتاتا ہے اور جو مسلمان ہیں نبی انبیائے کرام ان پر وحی آتی ہے اور میں معاشرے کے حالات کے مطابق جو سوچیں آتی ہیں ان پر چلتا ہوں۔

سوال: ایک بچہ جو علمی ماحول میں پیدا ہوتا ہے اور ایک بچہ جو جاہلانہ ماحول میں پیدا ہوتا ہے تو کیا دونوں کا حساب ایک جیسا ہوگا؟

عبداللہ بھٹی: آپ نے بہت اچھا سوال کیا' ہم اس سوال کو ایسے بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک بچہ جو مسلم ماحول میں پیدا ہوا اور ایک بچہ جو غیر مسلم ماحول میں پیدا ہوا' میری اپنی رائے یہ ہے کہ ایک بچہ جو چائنہ میں پیدا ہوا اور بدھ مت پیدا ہوا وہ بڑا ہوا شادی ہوئی' بچے ہوئے اور وہ مر گیا تو اس کو کسی نے دین حق کا پیغام نہیں پہنچایا کہ خالق کائنات کون ہے' نبی پاکؐ کون ہیں' اسلام کیا ہے' اسلام کے بنیادی عقائد کیا ہیں' ارکان اسلام کیا ہیں' تو ایک ان جیسے لوگ ہوتے ہیں اور دوسرا وہ جو مسلم معاشرے میں پیدا ہوا' اس کو اسلامی تعلیمات کا پیغام پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شعور دیا' سمجھ دی' تفکر دیا اور تفکر غور کرنے کے بعد اس کو سمجھ آ گئی کہ اسلام دین حق ہے۔ تو میری نظر میں وہ شخص جو دور ایک بستی میں پیدا ہوا اس کو دین حق کا پیغام ملا نہیں تو اس کی گرفت کم ہوگی' اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے وہ سب جانتا ہے اور اس شخص کی گرفت زیادہ ہے جو علمی ماحول میں پیدا ہوا اور اس کو صحیح اور غلط کا شعور تھا تو اس شخص کی گرفت نہیں ہوگی جو لاعلم ہے' اس شخص کی گرفت ہوگی جو علم رکھنے کے باوجود حق پر نہیں۔

سوال: نصیب اور تقدیر میں کیا فرق ہے؟

عبداللہ بھٹی: تقدیر اور نصیب کو ہم قریب قریب کہہ سکتے ہیں لیکن ان میں جو تھوڑی چیز مختلف ہے وہ یہ نصیب ہے جو ہمیں مل چکا ہے اور تقدیر وہ ہے جو ابھی ہمیں ملنا ہے' جس میں ابھی حجاب آتے ہیں' مستقبل کا انتظار ہے کہ کچھ ملنا ہے یا نہیں ملنا' نصیب وہ ہے جو مل چکا ہے اور تقدیر وہ ہے جو ابھی ملنا ہے۔

سوال: کیا رزق حلال اور رزق حرام بھی تقدیر میں لکھا ہے یا رزق تو ملنا ہی ہوتا ہے کہ وہ حلال طریقے سے کمائے یا حرام طریقے سے؟

عبداللہ بھٹی: اس سوال کا جواب جو ہم نے پروگرام کے شروع میں بات کی تھی کہ تقدیر بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک جو کہ اٹل ہے اور دوسری جس میں انسان کو کچھ اختیار دیا گیا ہے تو نبی پاکؐ کا سختی کے ساتھ ہمیں حکم ہے کہ اللہ کا فرمان ہے کہ جس کی زبان میں جھوٹ غلاظت ہے' جس کے پیٹ میں لقمہ حرام ہے تو اس کی نہ دعائیں قبول ہوں گی نہ وہ اللہ کا قرب حاصل کرے گا' تو ایسا شخص جس نے بنیادی عقیدہ اسلام کی خلاف ورزی کی ہے اور اس نے حرام کو اپنے پیٹ میں ڈال لیا تو اس کے پھر مسائل بھی زیادہ ہوں گے اس کی گرفت بھی زیادہ ہوگی تو تقدیر کے حوالے سے اللہ کی رحمت کا وہ حقدار نہیں ہوگا۔

سوال: جو بچہ مسلمان کے گھر پیدا ہوا وہ تو پیدائشی مسلمان ہو گیا اور اس کو اسلام کو جاننے کیلئے کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑے گی

Marfat.com

لیکن جو بچہ ایک غیر مسلم کے گھر پیدا ہوا اور وہ بڑا ہو کر اسلام کو جاننے کیلئے جدوجہد کرتا ہے' اس کی کوششیں زیادہ ہیں بہ نسبت ایک مسلم گھرانے کے بچے کے تو لیکن جب حساب کا وقت آتا ہے تو جو مسلم بچہ ہے اس نے کچھ بھی نہیں کیا اور مسلمان ہونے کی وجہ سے جنت میں چلا جائے گا تو کیا یہ ٹھیک ہے؟

عبداللہ بھٹی: میرا اللہ بڑا عادل ہے' وہ بہت بڑا منصف ہے' وہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا۔ ایک بندہ اگر کسی مسلمان کے گھر پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو رحمت سے نوازا ہے کہ وہ بہت خوش قسمت ہے کہ وہ آخری نبیؐ کا امتی ہیں اور جس بندے نے زیادہ محنت کی زیادہ کوشش کی' جس کو اللہ نے فہم و ادراک دیا' شعور دیا' اس نے پڑھا ریسرچ کیا تو وہ اللہ کے انعامات کا زیادہ حقدار ہے۔

سوال: لیکن وہ جس ماحول میں پیدا ہوگا' جو وہاں کی رسومات اور طور طریقے ہیں' اس کو وہاں کی عادت ہوگی' جب اس کو حقیقت کا سچائی کا اصل دین کا علم ہوگا تو وہ پندرہ سولہ سال کا ہوگا تو اس میں وہ باتیں جو وہ شروع سے دیکھتا آرہا ہے وہ پختہ ہو چکی ہوں گی تو ان عادات سے نکلنا اس کیلئے مشکل نہیں ہوگا؟

عبداللہ بھٹی: میں خود کہتا ہوں کہ انسان کو جو ماحول' مذہب ملتا ہے وہ اسی کا عادی ہوتا ہے اور ساری زندگی اسی میں رہنا چاہتا ہے' بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ان دائروں کو توڑتے ہیں' غور کرتے ہیں' تفکر کرتے ہیں۔ ہم لوگ تو مسلمان پیدا ہو گئے' ہم پر تو اللہ کا کرم ہو گیا اور وہ لوگ جنہوں نے غور و فکر کیا' تفکر کیا' نبی پاکؐ کی تعلیمات دیکھیں' قرآن پاک کا مطالعہ کیا تو یہ لوگ اللہ کے زیادہ قریب ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کے زیادہ حقدار ہیں۔ ہم لوگوں کو تو اللہ نے انعام سے نواز دیا کہ ہمیں مسلم گھرانے میں پیدا کر دیا لیکن ہماری گرفت بھی زیادہ ہے۔

سوال: یہ زیادتی نہیں ہوگئی؟

عبداللہ بھٹی: میرا اللہ بہت رحیم و کریم ہے' وہ حق کا فیصلہ کرتا ہے' وہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا۔ اگر کسی تک حق کا پیغام نہیں پہنچا تو اللہ تعالیٰ اس کی گرفت نہیں کرے گا۔

سوال: حضرت موسیٰ اور جادوگر والا واقعہ بہت مشہور ہے' وہ سارا معاملہ تقدیر کا حصہ تھا یا تدبیر کا؟

عبداللہ بھٹی: پہلی بات تو یہ ہے کہ تقدیر اور تدبیر لازم و ملزوم اور قریب ترین چیزیں ہیں۔ وہ معاملہ تقدیر کا ہی تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ فرعون اور حضرت موسیٰ کے سارے واقعے میں جو مشیت رہی تھی' جو مرضی تھی وہ پلان کیا ہوا تھا۔ دوسری بات تو یہ کہ تقدیر کو پانے کیلئے جو کوشش کی جاتی ہے وہ تدبیر ہے' ہم اس تدبیر کے ذریعے اس کوشش تک پہنچے ہیں اور تدبیر بھی تب ہی ہوگی جب اس کی تقدیر میں لکھا ہوگا تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ وہ اسباب وہ مواقع پیدا کرتا ہے بلکہ آپ حیران ہوں گے کہ حضرت موسیٰ کو تو نہیں پتہ تھا کہ میں ایسے کروں گا' پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ملا' ایک الہامی کیفیت آئی کہ آپ یہ پلان کرو گے تو پھر ہوگا تو یہ تقدیر کا حصہ تھا جو وہ تدبیر کے ذریعے تقدیر تک پہنچے۔

سوال: قرآن پاک میں جو جگہ تقدیر اور تدبیر کے حوالے سے آیتیں ملتی ہیں' ایک تو یہ ہے کہ ''تم جتنی کوشش کرتے ہو تمہیں

Marfat.com

اتنا ملتا ہے'' دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''میں جسے چاہوں عزت دوں اور جسے چاہوں ذلت دوں'' جب یہ دو آیتیں پڑھتے ہیں تو آپ کو اس میں تضاد نظر نہیں آتا؟

عبداللہ بھٹی: پہلی بات تو یہ کہ یہ بات اٹل ہے کہ جتنی تم کوشش کرو گے اتنا تمہیں ملے گا۔ دوسری بات یہ کہ اگر ایک بندے نے دولت' شہرت اور دنیاوی مرتبہ حاصل کرنے کیلئے کوشش کی تو یہ ضروری نہیں کہ جو مسافر بھی کوشش کرے تو اللہ اس کو کامیابی دے۔ مثال کے طور پر دس آدمی سو میٹر کی ریس میں دوڑ لگاتے ہیں اور ان دس بندوں نے تمام اصول وضوابط اور قواعد کی پابندی کی ہے لیکن سب کے سب تو کامیاب نہیں ہو جاتے' تو ادھر اللہ نے اپنی حاکمیت بیان کی ہے کہ جو لوگ کوششوں میں لگے ہوئے ہیں اور ان کو کامیابی نہیں ملی تو وہ پریشان نہ ہوں اپنے آپ کو مایوس نہ کریں' یہ میری بہتر حکمت عملی ہے کہ میں جسے چاہتا ہوں عزت دے دیتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں ذلت دے دیتا ہوں۔

سوال: ایک روایت عام ہے کہ نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے' عورت میں' سواری میں اور گھر میں' پہلے تو اس کا مستند ہونا بتائیں کہ یہ کہاں تک درست روایت ہے؟

عبداللہ بھٹی: اس کو تو میں یوں کہوں گا کہ نحوست جو ہے وہ ہمارے اعمال ہیں' اگر ایک بندہ زانی ہے' ایک شرابی ہے' غیبت جھوٹ' تکبر' بری بیماریوں روحانی وجسمانی بیماریوں میں پڑا ہوا ہو تو یہ اس کے اعمال کا نتیجہ ہے کہ ہم اگر سرکار مدینہ نبی پاکؐ کی غلامی میں نہیں ہیں' نماز کی پابندی نہیں کرتے' اللہ کی حدود کا خیال نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں منع کی ہیں وہ ہم ساری کئے جا رہے ہیں تو وہ ہمارے اعمال کا نتیجہ زیادہ ہیں' ہماری اسلام سے' مذہب سے دوری کا نتیجہ زیادہ ہیں۔ اگر ہم اپنے اعمال کو درست کر لیتے ہیں تو نبی پاکؐ کی غلامی میں آجاتے ہیں تو پھر وہ نحوست' وہ خرابیاں نہیں رہتیں تو میں یہ اعمال کا نتیجہ کہوں گا یہ نہیں کہوں گا کہ کسی بندے نے کوئی غلطی بھی نہیں کی اور اس کو نحوست کا سبب بنا دیا جائے۔

سوال: خدا کسی منحوس چیز کو کیسے تخلیق کر سکتا ہے؟ یہ عورت' یہ سواری' اونٹ' گھوڑا' گدھا اور یہ گھر بھی تو اللہ کی زمین پر بنا ہے' یہ کیسے منحوس ہو سکتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: میرا اللہ احسن وخالق ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے اپنی صفتوں پر اپنی خاصیتوں پر بہت سارے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور کہتے ہیں کہ میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں اور کہتے ہیں کہ میں تمہارے اندر بھی موجود ہوں۔ اگر آپ حبشی لوگوں کو دیکھیں تو ان میں بھی کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہے' کوئی سنگر اچھا ہے' کوئی آرکیٹکٹ اچھا ہے' کسی کی یادداشت اچھی ہے۔ اگر ہم اپنے بنیادی عقائد ارکان اسلام اور شریعت محمدیؐ سے دور ہوتے ہیں' سنتوں سے دور ہوتے ہیں تو پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ انسان غلط ہے' برا ہے۔ پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو منحوس پیدا نہیں کیا' یہ بعد کی بات ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے منحوس یا برا کہلایا جاتا ہے۔

سوال: انسانوں کے معاملات تو سمجھ میں آتے ہیں' جانوروں نے کیا معاملہ کرنا ہے؟ گھر نے کیا معاملہ کرنا ہے جو منحوس کہلائے جاتے ہیں؟

Marfat.com

عبداللہ بھٹی: یہ صرف توہم پرستی ہے' یہ اسلامی تعلیمات سے دوری ہے۔ یہ جو بڑا عرصہ ہم ہندوؤں کے ساتھ رہے ہیں' ان کی ثقافت میں رہے ہیں تو اس کے اثرات ہماری ثقافت میں بھی آ گئے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں پرندہ گھر پر رکھو جادو نہیں ہوتا' یہ سب وہم ہے' توہم پرستی ہے' اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
عنوان: ذکر واذکار
عبداللہ بھٹی

سوال: ذکر واذکار کی کیا اہمیت ہے؟

عبداللہ بھٹی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''میرا ذکر کثرت سے کرو تا کہ فلاح پا جاؤ' کامیاب ہو جاؤ۔'' ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''تم مجھے یاد کرو' میں تمہیں یاد کروں گا'' جب بھی کوئی بندہ کسی مسئلے میں' کسی پریشانی میں' کسی وقت میں' کسی الجھن کا شکار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں ''بے شک تمہارے دلوں کو سکون ملے گا میرے ذکر سے''۔ تو اس دنیا میں جتنے بھی لوگ ہیں' عالم دین ہیں' ان سب کا مالک میرا رب ہے' تو جب رب ذوالجلال کہہ رہے ہیں کہ جو کوئی میرا ذکر کرے گا' جو کوئی میری تسبیح کرے گا میں اس کے مسائل حل کروں گا' اس کی الجھنیں' اس کی تکلیفیں دور کروں گا۔

سوال: ذکر کی صحیح تعریف کیا ہے؟

عبداللہ بھٹی: جب ذکر اذکار کی تفصیل کی طرف جائیں گے تو پتہ چلے گا' کچھ لوگ اللہ کے ناموں کی تسبیح کرتے ہیں تو یہ بھی ذکر ہے۔ قرآن پڑھنا بھی ذکر ہے' حدیث پڑھنا بھی ذکر ہے' نماز پڑھنا بھی ذکر ہے' نبی پاکؐ کے نام پڑھنا بھی ذکر اذکار ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں گفتگو کرنا بھی ذکر ہے؟

عبداللہ بھٹی: جی ہاں' جب آپ اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہیں تو وہ بھی ذکر ہے' جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں تو یہ بھی ذکر ہے۔ ذکر اذکار کا جو تصور ہے وہ تمام مذاہب میں ہے' انسان فطری طور پر ایک بے چین اور بے صبری فطرت کا مالک ہے' جب بھی اس پر کوئی مشکل آتی ہے' پریشانی آتی ہے وہ سہارا ڈھونڈتا ہے' سہارا ڈھونڈتے ہوئے وہ اپنے مذہب کی طرف جاتا ہے' خالق کی طرف جاتا ہے۔

سوال: ملحد تو کسی مذہب کو نہیں مانتے' وہ کس طرف جاتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: ملحد بھی کسی نہ کسی کی تلاش میں رہتے ہیں' وہ کسی استاد کے پاس' کسی ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں' ہم الحمدللہ مسلمان ہیں' ہمیں جب بھی مشکل پیش آتی ہے تو ہم فطری طور پر اللہ کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی غیر مسلم اللہ کا ذکر کر رہا ہو' چاہے وہ مثبت ہو یا منفی' تو کیا وہ بھی ذکر ہوگا؟

Marfat.com

عبداللہ بھٹی: جو غیر مسلم ہے اس نے بھی کوئی نہ کوئی خدا تلاش کر رکھا ہوگا' کوئی نہ کوئی اس کا بھی بھگوان ہے' کوئی نہ کوئی اس کا بھی دیوتا ہے' انسانی فطرت یہ ہے کہ جب بھی وہ پریشانی میں مبتلا ہوگا وہ مذہب کی طرف ضرور جائے گا۔ میرا رب ذوالجلال بڑا رحیم و کریم ہے' اللہ کو مذہب کی کوئی ضرورت نہیں تھی' اس نے ہماری اصلاح' ہماری بھلائی کیلئے مذہب بنایا۔ جب ہم مشکل میں ہوتے ہیں تو فوری طور پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں' جب کسی مسئلے میں پھنستے ہیں تو فوری طور پر مسجد کی طرف جاتے ہیں۔ کوئی غیر مسلم مندر میں جاتا ہے' کوئی چرچ میں جاتا ہے' کوئی کلیسا میں جاتا ہے' کوئی مراقبے میں جاتا ہے' جب بھی کوئی پریشانی' مسائل کا شکار ہوگا تو مذہب ہی کی طرف جائے گا۔ میرے رب کریم نے قرآن میں خود کہہ دیا ہے کہ کھڑے' لیٹے' بیٹھے' اٹھتے کروٹوں کے بل' ہر حال میں میرا ذکر کرو' تو جب وہ خود کہتا ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کی منت سماجت کرنی چاہئے کہ رب ذوالجلال مجھ پر کرم کر' تو رحیم و کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جب کوئی گزارش کرتا ہے تو وہ اس کی سنتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں۔

سوال: خدا نے کہا کہ اٹھتے بیٹھتے میرا ذکر کرو' کیا ذکر کرتے وقت پاکی ناپاکی کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

عبداللہ بھٹی: میرا رب پاک ہے' اگر ہم اس کا ذکر وضو کر کے کریں گے تو اس کے زیادہ اچھے اثرات ہوں گے' اگر وضو نہیں ہے تو بھی ہم اس کا ذکر کر سکتے ہیں لیکن اگر ناپاکی کی حالت ہے تو ایسی حالت میں ذکر اذکار نہیں کرنا چاہئے' میرا رب پاک ہے اس کا ذکر بھی پاکی کی حالت میں کرنا چاہئے۔

سوال: کیا عورتوں کو اپنے ناپاک دنوں میں اللہ کو یاد نہیں کرنا چاہئے؟

عبداللہ بھٹی: عورتوں کے مخصوص ایام میں وہ دل میں یاد کر سکتی ہیں' خیال میں یاد کر سکتی ہیں' تصور میں یاد کر سکتی ہیں' زبان سے ذکر نہیں کر سکتیں' زبان سے ذکر کرنے کیلئے پاک ہونا ضروری ہے۔

سوال: تسبیحات کو پڑھنے کا کیا طریقہ ہونا چاہئے' اونچی آواز میں پڑھنا چاہئے یا دل میں پڑھنی چاہئے' اس کے طریقہ کار سے کوئی فرق پڑتا ہے؟

عبداللہ بھٹی: میرا رب بڑا رحیم ہے' میرا رب کہتا ہے کہ تم اپنے نفس میں کیوں نہیں دیکھتے' میں تمہارے نفس کے اندر موجود ہوں اور میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ نئے مسافر اور عام مسلمان تسبیحات کو آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں جبکہ صوفیائے کرام دل میں' خیال میں اور تصور میں پڑھتے ہیں۔ صوفیائے کرام خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم جہاں ہوتے ہو میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں تمہارے نفس کے اندر موجود ہیں' پھر کہتے ہیں میں نے تمہارے اندر اپنی روح پھونکی تو جب صوفی درویش یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اتنے قریب ہے تو پھر اس پر ایک ہیبت طاری ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کا جلال ایک محبت' پیار' اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اس کائنات کے مالک کے اتنا قریب ہوں وہ اس کیفیت کے ساتھ بھی پڑھ سکتا ہے۔ یہ مختلف ذکر اذکار ہیں جو صوفیائے کرام دل میں' کوئی منہ میں' کوئی بلند آواز میں پڑھتے ہیں' یہ سارے ذکر اذکار کے طریقے استعمال ہوتے ہیں۔

Marfat.com

سوال: کیا کہیں پر یہ ذکر آیا ہے کہ آپ بالکل خلوت میں جا کر ذکر کریں؟

عبداللہ بھٹی: اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف مزاجوں' مختلف فطرتوں اور مختلف روّیوں کے ساتھ پیدا کیا۔ انسان تین طرح کے ہیں' ایک وہ جو بڑی مشکل سے فرض عبادت پوری کرتے ہیں' بڑی مشکل سے نماز پڑھتے ہیں یا روزہ رکھتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں' کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو فرائض کے ساتھ نوافل بھی پڑھتے ہیں' کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں عبادات میں بڑی لذت ملتی ہے' اللہ نے ایسے لوگوں کیلئے اعتکاف رکھا ہے' تہجد رکھا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر جاتے تھے' جیسے نبی کریمؐ خلوت کیلئے غار حرا میں جاتے تھے' حضرت عیسیٰؑ صحرا میں جاتے تھے۔ جس طرح کچھ لوگ فطری طور پر کھانا زیادہ کھاتے ہیں اسی طرح عبادت کے بھی کچھ درجے ہیں' اللہ تعالیٰ نے تین طرح کے درجے رکھے ہیں' کچھ لوگ فرض پڑھتے ہیں' کچھ فرض کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتے ہیں اور کچھ لوگ تہجد بھی پڑھتے ہیں۔ اعتکاف کی جو فلاسفی ہے وہ یہ ہے کہ اعتکاف کے دنوں میں ساری دنیا سے کٹ کر اللہ کی طرف دھیان لگاؤ' اللہ نے کہا کہ میرے ساتھ عشق کرو' میرا ذکر اذکار کرو۔ انسانوں کے مزاج کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ سارے طریقے رکھے ہوئے ہیں۔

سوال: تسبیح سے انسان کے مسائل کیسے حل ہو سکتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: جیسے میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میرا اللہ کہتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کامیابی چاہتے ہو تو میرا ذکر کرو۔ اللہ بڑا رحیم ہے' اللہ خود ہی کہتے ہیں کہ جو میرا ذکر کرے گا اس کو اطمینان قلب ملے گا۔ میرا رب اس کائنات کا خالق ہے' مالک ہے' جب بھی میرے رب کو کوئی پکارتا ہے تو میرا رب کہتا ہے کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا' جب اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ مجھے پکاریں' مجھ سے دعا کریں بلکہ نبی پاکؐ فرماتے تھے کہ اگر جوتے کا تسمہ بھی لینا ہے تو اللہ سے دعا کرو۔ جب ہم دعا مانگتے ہیں تو ہم اس کو اپنا رب مانتے ہیں اور جب ہم اس اللہ سے مانگتے ہیں تو وہ وعدے کے مطابق ہماری دعا ضرور سنتا ہے اور جواب بھی مثبت دیتا ہے' دعا قبول بھی کرتا ہے۔

سوال: آپ کسی کی صرف تاریخ پیدائش بتانے سے اس کے مسائل کا اندازہ کس طرح لگا لیتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: علم غیب تو صرف میرے رب کے پاس ہے لیکن جب بھی کوئی روحانی مسافر تزکیہ نفس کرتا ہے' تزکیہ نفس کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے' عبادات کرتا ہے' مراقبہ جات کرتا ہے' تزکیہ نفس کی مختلف مشقیں کرتا ہے' انسانی جسم ایک ظاہری ہے اور ایک باطنی یعنی روح ہے' ہمارے صوفیائے کرام ایک لفظ استعمال کرتے ہیں لطائف' روح کے اندر جب لطائف بیدار ہوتے ہیں تو میرے خیال میں لطائف میں جو کشفی صلاحیت سے تعلق رکھتا ہے' کوئی الہامی سے ہے' کوئی وجدان سے ہے تو میں یہ ضرور کہوں گا کہ میرے اوپر بھی کبھی اللہ کا کرم ہوتا ہے' کچھ حالتیں آتی ہیں کہ جب وہ بندہ میرے سامنے آتا ہے تو اس ریاضت' اس عبادت' اس مراقبہ جات کے طفیل میرے اندر کچھ الہامی خبریں آتی ہیں' یہ ہر وقت نہیں آتیں' بعض اوقات آتی ہیں اور بعض اوقات نہیں آتیں تو اس طرح جب بھی کوئی بندہ میرے دل میں آتا ہے تو اس کا

Marfat.com

خواب میرے دل میں آتا ہے' جب میں وہ جواب دیتا ہوں تو وہ ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ یہ عبادات اور اللہ تعالیٰ کے خاص کرم کی وجہ سے ہے' اللہ کے خاص کرم کی وجہ سے یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے' جب لوگ سوال کرتے ہیں تو اس صلاحیت کے بل بوتے پر ان کے جواب دیتے ہوں۔

سوال: کیا اس علم کو روحانی علم' الہامی علم یا انتھرولوجی کا علم کہتے ہیں؟

عبداللہ بھٹی: یہ چار قسم کے ہیں۔ یہ الہام' وحی' کشف یا وجدان ہوتا ہے۔ وحی کا جو طریقہ کار ہے وہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء تک رکھا تھا کہ جبرائیلؑ اللہ کا پیغام نبیوں تک لاتے تھے اور انبیائے کرام کے بعد یہ طریقہ بند ہو گیا۔ الہام صوفیائے کرام یا عام مسلمانوں کو بھی ہو جاتا ہے جیسے علامہ اقبال کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ الہامی شاعری کیا کرتے تھے' مولانا روم کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے' اس طرح صوفیائے کرام پر بھی مختلف کیفیات آتی ہیں۔ غیر مسلم پر نہ وحی آتی ہے نہ ان پر الہام ہوتا ہے' نہ ان پر کشف ہوتا ہے اور نہ ان پر وجدان ہوتا ہے۔ ان پر وجدانی صلاحیت ظاہر ہوتی ہے جیسے نیوٹن یا کوئی اور سائنسدان ہے' وہ کسی چیز پر غور و فکر کر رہا ہے' فوکس کر رہا ہے تو میرا رب بڑا رحیم و کریم ہے' میرا رب کہتا ہے کہ جو کوشش کرے گا میں اس کو دوں گا' دنیا میں جو لوگ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کائنات کے سپر کمپیوٹر سے لوگوں کیلئے معلومات اتارتے ہیں۔

سوال: کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ غیر مسلموں میں روحانیت نہیں ہو سکتی؟

عبداللہ بھٹی: غیر مسلموں میں بھی روحانیت ہوتی ہے' روحانیت ہر انسان میں ہوتی ہے' اسے آپ روحانیت بھی کہہ سکتے ہیں' چھٹی حس بھی کہہ سکتے ہیں' الہام بھی کہہ سکتے ہیں۔ مسلمانوں میں الہام ہوتا ہے' کشف ہوتا ہے۔ غیر مسلم میں ہم وجدان کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ہماری کچھ حسیں ظاہری ہیں اور کچھ باطنی ہیں' کچھ لوگوں میں باطنی حسیں بیدار ہو جاتی ہیں' کچھ لوگوں میں فطری ہوتی ہیں' کچھ لوگوں میں ذکر اذکار کے بعد مراقبہ جات کے بعد تو پھر ہمارے لطائف کائنات سے انفارمیشن لیتے ہیں۔ لوگوں میں یہ صلاحیت تب آتی ہے جب اللہ کی ذات ان کو دیتی ہے۔

سوال: تسبیحات کس طرح پڑھنی چاہئیں؟ اور کیا ان کا مفہوم نہ بھی آتا ہو تو اس کے اثرات ہوتے ہیں یا نہیں؟

عبداللہ بھٹی: میرا ایمان ہے کہ اگر ہم قرآن پاک اور اللہ کے ناموں کا ذکر کریں گے تو ہمیں معنی نہیں بھی آتے ہوں گے تو وہ ہماری ضرور سنے گا لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ ذکر اذکار اور تسبیح کرنا چاہتا ہے تو وہ کسی عالم دین یا اہل نظر سے تسبیح پڑھے اور اس کے معنی بھی پوچھ لے تو اس کے اثرات زیادہ اچھے ہوں گے جیسے گاؤں میں ان پڑھ لوگ زیادہ ہوتے ہیں ان کو تسبیحات کا مفہوم نہیں ہوتا لیکن ان کی تسبیحات کا بھی اچھا اثر ہو گا اور اللہ قبول بھی کرتا ہے۔

سوال: اگر انسان کو تسبیحات کا مطلب ہی نہیں پتہ ہو گا تو اسے تو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ وہ مانگ کیا رہا ہے؟

عبداللہ بھٹی: اس کے لیے وہ کسی عالم دین یا صاحب نظر سے پوچھ کر پڑھے تو اس کے معنی بھی پتہ چل جائیں گے اور اس کی اہمیت و افادیت بھی بڑھ جائے گی لیکن کچھ لوگ بہت سادہ ہیں' ان کے پاس عالم دین یا صاحب نظر لوگ نہیں

Marfat.com

ہوتے اگر وہ بغیر مفہوم کے پڑھیں تو بھی ٹھیک ہے لیکن سمجھ کر پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

سوال: اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں تسبیح گرم ہے یا ٹھنڈی ہے' بعض سورتوں کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ گرم ہیں' اس میں کہاں تک صداقت ہے؟

عبداللہ بھٹی: اللہ کے کچھ نام جمالی ہیں اور کچھ جلالی ہیں' جب صوفیائے کرام ذکر اذکار کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جمالی نام پڑھنے چاہئیں' جلالی نہیں پڑھنے چاہئیں۔ ہوتا یہ ہے کہ جب ہم ذکر اذکار کرتے ہیں تو جن ذکروں میں نور کی بہتات ہوتی ہے' نور تجلیات زیادہ ہوتی ہے تو ہمارے جسم میں نور اور روشنی کا داخلہ زیادہ ہوتا ہے' وہ زیادہ حلول کر جاتی ہے' اس وقت انسان کو اپنے اندر حدت کا احساس ہوتا ہے' میں نے خود یا حی یا قیوم کا پہلے سوا کروڑ کا چلہ کیا تھا' پھر میں نے اس کو پانچ کروڑ کیا' پھر الحمدللہ میں نے دس کروڑ کیا' 15 کروڑ کیا' پھر ایک ایسا وقت بھی آیا جب میں ذکر اذکار 55 ہزار روزانہ کرتا تھا' مجھے یہ ماننے سے کوئی انکار نہیں کہ میرے جسم پر شدید گرمی' شدید حدت کا احساس ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر اذکار کے جسم پر اثرات ہوتے ہیں' روح بیدار ہوتی ہے یا روحانی یونٹ بیدار ہوتے ہیں' حدت کا ایک عنصر ہے اور وہ ضرور ہوتا ہے۔

سوال: کچھ تسبیحات عورتوں کیلئے ہوتی ہیں اور کچھ مردوں کیلئے ہوتی ہیں' ہر شخص ہر تسبیح کیوں نہیں پڑھ سکتا؟

عبداللہ بھٹی: اگر کسی عورت کو اللہ تعالیٰ سے اولاد چاہئے تو اسے ذکر کرنا چاہئے ''یا مصور' یا خالق' یا باری'' اور اگر کوئی بندہ ہے جو ذہنی طور پر کمزور ہے اسے ''یا حکیم' یا واسع' یا حی یا قیوم'' پڑھنا چاہئے۔ اللہ کے ایسے نام جو جباریت والے ہوں ان کو نہیں پڑھنا چاہئے' وہ نام پڑھنے چاہئیں جن کی آپ کو ضرورت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن پاک آپ سادہ پڑھیں تو اس کا کوئی حرج نہیں لیکن جب آپ ہزاروں میں چلے جاتے ہیں تو کچھ لوگوں میں تبدیلیاں شروع ہو جاتی ہیں' ان میں روحانیت ظاہر ہوتی ہے' ان میں لطائف بیدار ہوتی ہے' اگر ان کا مرشد یا روحانی رہنما مستند نہیں' کامل نہیں تو ذہنی خلل یا رجعت شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے کسی عالم دین یا صاحب نظر سے پوچھ کر پڑھنا چاہئے' اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔

سوال: ذکر کے بارے میں اکثر تعداد کا تعین کیا جاتا ہے کہ فلاں تسبیح 313 مرتبہ پڑھیں یا 101 بار پڑھیں' اس کی کیا حقیقت ہے؟

عبداللہ بھٹی: ذکر کی تعداد ہم اس طرح لیتے ہیں کہ جب نبی پاکؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا کہ بیٹی جب آپ تھک جاتی ہو تو رات کے وقت 33 بار الحمدللہ' 33 بار سبحان اللہ اور 34 بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ بعض دفعہ حضور اکرمؐ نے سورۃ اخلاص کے بارے میں فرمایا کہ یہ 33 بار پڑھی جائے تو اس کی فلاں افادیت ہے' بزرگان دین بھی اسے وہیں سے کاپی کرتے ہیں لیکن ذکر اذکار کی تعداد کے بارے میں بتانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں' کوئی ایسا اہل نظر' کوئی ایسا اہل تصوف جو روحانی معاملات کو جانتا ہو' اسمائے الٰہی کو جانتا ہو' قرآن پاک کو جانتا ہو' اگر وہ آپ کو گائیڈ کرتا ہے اور آپ اس کی رہنمائی کے مطابق چلتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ ویسے میں خود تعداد کا زیادہ خیال نہیں کرتا' میرا اللہ فرماتا ہے کہ میرا

Marfat.com

ذکر کثرت سے کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ' اگر آپ کو ذکر اذکار میں لذت' حلاوت' سرور ملتا ہے تو آپ ذکر اذکار زیادہ بھی کر سکتے ہیں' اس میں ذکر اذکار کے کثرت سے کرنے کا قائل ہوں۔

سوال: حروف مقطعات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے قلیل علم دیا ہے' آپ حروف مقطعیات کے بارے میں کیا کہیں گے؟

عبداللہ بھٹی: میرا خیال ہے کہ قرآن پاک میں 29 حروف مقطعات ہیں' خوبصورت بات یہ ہے کہ ان میں سے 25 یا 26 حروف مقطعات ایسے ہیں جب ہم ان کو دیکھتے ہیں تو فوری حروف مقطعات کے بعد قرآن پاک کی فضیلت اور عظمت کا ذکر آتا ہے۔ صوفیائے کرام ان کو مخصوص کوڈ کہتے ہیں' روحانی مسافر جب اللہ کے عشق میں مبتلا ہو کر اللہ کی طرف بڑھتا ہے تو پھر اس کی کوشش کے مطابق اللہ تعالیٰ اس پر انوارات' تجلیات اور راز کھولتا ہے' لیکن ابھی تک صوفیائے کرام ان حروف پر بحث ہی کئے جا رہے ہیں' کوئی مستند بات سامنے نہیں آسکی کہ ان حروف کے معنی کیا ہیں۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

بلال قطب

جولائی 2005ء میں اخبار میں اشتہار پڑھا' NCA میں گرڈ کمیونی کیشن کا کورس ہو رہا تھا' ایک ہفتے کے کورس کی فیس صرف پانچ سو روپے تھی۔ میں تو خوشی سے پاگل ہو گیا' این سی اے جیسے خوبصورت ماحول میں جانے کی ہر لڑکے کی خواہش ہوتی ہے۔ اشتہار پڑھتے ہی خوبصورت اور ماڈرن لڑکیوں کے خواب آنا شروع ہو گئے۔ پھر موضوع بھی میری پسند کا تھا۔ اب مسئلہ 500 روپے کا رہ گیا تھا۔ ماموں سے مانگے' انہوں نے سنجیدگی سے نہیں لیا' آخر کار والد صاحب ہی کام آئے۔ کورس شروع ہوا' وہاں میری پہلی ملاقات بلال قطب صاحب سے ہوئی۔ ان دنوں میں تذبذب کا شکار تھا کہ ایک قرآن ہے' ایک ہی حدیث ہے پھر لوگوں میں اختلافات کیوں پیدا ہوتے ہیں اور فرقے کیوں بنتے ہیں۔ اس بات کا جواب اس ورکشاپ میں بلال قطب کے ذریعے ملا۔ انہوں نے ایک سلائیڈ دکھائی جس میں کافی چوکور خانے بنے ہوئے تھے۔ ساری کلاس کو گننے کے لیے کہا' سب نے ان خانوں کی گنتی کے مختلف جواب دیئے۔ میں بڑا حیران ہوا کہ ایک سادہ سے خانے ہیں' ان میں بھی اتنا اختلاف' پھر بلال قطب نے سمجھایا کہ سادہ سے خانوں میں 60 لوگوں کی کلاس متفق نہیں تو جو قرآنی آیات اور احادیث جو کہ فلسفہ' سائیکالوجی اور خیال ہے اس میں کیسے اتفاق ہو سکتا ہے۔ میں نے Perception سیکھی کہ ہر انسان اپنے مائنڈ سیٹ کے مطابق Concept اور چیزوں کو قبول کرتا ہے اور میری یہ خواہش تبدیل ہو گئی کہ تمام فرقے ختم ہو جانے چاہئیں' صرف ایک مسلمان ہونا چاہئے۔ پھر میری خواہش ہوئی کہ ہر فرقے کو ایک دوسرے کو کھلے دل و دماغ کے ساتھ تسلیم کرنا چاہئے اور ان کی عزت کرنی چاہئے۔

ورکشاپ کے آخر تک میں مکمل طور پر BQ کی شخصیت اور علم کی گہرائی سے متاثر ہو کر عشق میں مبتلا ہو چکا تھا۔ پھر میں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں سیمینارز آرگنائز کرواتا ہوں لیکن خلاف توقع BQ کی طرف سے کوئی اچھا رسپانس نہ ملا' میں بڑا حیران ہوا' بہر حال ایک دفعہ کار میں لفٹ لے کر ساتھ بیٹھ گیا' وہاں پر خود کو ان کے مائنڈ میں رجسٹر کروانے کی

Marfat.com

کوشش کی پھر کچھ ہی دنوں بعد ایک ٹیچر ٹریننگ میں ان کو بطور مہمان سپیکر دعوت دی' وہاں سے سلسلہ چل پڑا۔

پھر میری ملاقات نوید تاج غوری سے ہوئی۔ اس نے لاہور سے باہر پہلا لیکچر آرگنائز کروایا جس کی مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ اسلام آباد کا سفر بھی ہوگا اور BQ کا ساتھ بھی۔ BQ کی سب سے اچھی بات مجھے یہ لگی کہ سارا خرچ اپنی جیب سے کرتے ہیں' گھر آئے مہمان کی بہت عزت کرتے ہیں اور کھلاتے پلاتے بھی بہت اچھے طریقے سے ہیں۔ پھر اسلام آباد کے بعد پنجاب کے تقریباً تمام اہم شہروں میں BQ کے لیکچر ہوئے۔ عموماً میں ساتھ ہی جاتا تھا' وہاں لوگ بہت عزت کرتے اور پروٹوکول بھی دیتے جسے میں بہت انجوائے کرتا' دعوتیں بھی بہت اچھی اچھی ملنے لگیں۔ جب لیکچر ختم ہوتا تو جو لوگ دعوت دیتے تھے وہ تحفہ تحائف کے ساتھ روانہ کرتے تھے۔ گاڑی میں تحفے پڑے ہوتے تھے اور واپسی کا سارا وقت میرے دل میں یہ خیال رہتا تھا کہ BQ ان تحفوں میں سے مجھے بھی کچھ دیں گے لیکن کبھی نہیں دیئے پھر ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ میں خود کہہ دیتا ہوں پھر خیال آیا کہ اگر استاد دل کی بات نہیں سمجھتا تو کہنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔ ایک بات پر میرا ہمیشہ اختلاف رہا کہ لیکچر کے بعد جب سوال جواب کا سلسلہ شروع ہوتا تو اس میں غصہ ہو جاتے تھے اور سوال کا جواب اتنا لمبا کر دیتے تھے کہ سوال ہی بھول جاتا تھا کہ کیا ہوا۔ ایک چیز میں بڑے غور سے Observe کرتا تھا کہ جو لڑکیاں لیکچر کے بعد ملتی تھیں ان کی طرف BQ کن نظروں سے دیکھتے ہیں' جو سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں وہ شفقت والا ہے یا ٹھرک والا' ان معاملات میں BQ کو میں نے مرد مومن پایا۔ اتنے سالوں میں ایک بھی ایسا موقع نہیں آیا جس میں مجھے محسوس ہوا ہو کہ BQ لڑکیوں سے اپنی جنسی تسکین کے لیے گفتگو کر رہے ہیں۔ یہ خوبی میں نے بہت کم سکالرز میں دیکھی ہے۔

سید بلال قطب
رابطہ: نوید تاج غوری
موبائل: 0300 417 9027
ویب سائٹ: www.bilalqutab.com
فیس بک: https://www.facebook.com/syed.bilal.qutab
پتہ: سی سول ڈیفنس سوسائٹی' فیصل گھمن روڈ' لاہور کینٹ

Marfat.com

سید بلال قطب کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

بلال قطب نے آرٹیکچر کی تعلیم این سی اے سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ چلے گئے۔ پھر واپس آ کر این سی اے میں بطور استاد جوائن کر لیا۔ زمانہ طالب علمی میں غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیا کرتے تھے یہاں تک کہ اپنے وقت کے بہت اعلیٰ ڈرمر تھے۔ پھر ان کا رجحان مذہب کی طرف ہوا اور کہتے ہیں کہ میں نے دنیا کی تمام لذتوں سے زیادہ لذت مذہبی تعلیم سیکھنے اور سکھانے میں پائی۔ مختلف ٹی وی چینلز پر مذہبی پروگرام کرتے ہیں اور لوگوں کی کیریئر کونسلنگ بھی کرتے ہیں۔ مختلف شہروں میں جا کر مذہب پر لیکچر دیتے ہیں اور پھر انفرادی طور پر لوگوں کی شخصیت سازی اور مسائل کو حل کرتے ہیں۔ گزشتہ دنوں ان سے ہونے والی ملاقات کی گفتگو قارئین کی نذر کی جا رہی ہے۔

سوال: آج کل کے سکالرز زیادہ بڑا مجمع دیکھ کر موٹی ویٹ کیوں ہوتے ہیں؟

بلال قطب: اس کی بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے زیادہ تر سکالر منبر سے نہیں میڈیا سے بنے ہیں۔ میڈیا میں اگر کوئی شخص آتا ہے تو اسے لاکھوں لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ دوسری طرف اگر دیکھیں کہ جو لوگ سکالر نہیں ہیں وہ لوگ بھی منبروں سے بنے اور ان کے سامنے بھی مجمع بہت زیادہ تھا۔ تیسری بات یہ کہ اگر کوئی بہت بڑا سکالر ہے لیکن اس کو سننے والا کوئی نہیں ہے تو اس کے سکالر ہونے کی دلیل کون دے گا؟ اگر سکالر کو پبلک سے جدا کریں گے تو آپ رسول اکرمؐ کی سنت کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے دعوت اسلام دی جائے' اس پر آپ کو سوالیہ نشان لگانا پڑے گا۔

سوال: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی سکالر بلند پائے کا ہو لیکن زیادہ مشہور نہ ہو؟

بلال قطب: بالکل ایسا ہو سکتا ہے لیکن میرے خیال میں اگر آپ کے پاس علم ہے اور ایسا علم کہ خدا آپ کے دل میں لوگوں کی محبت ڈال دے اور لوگوں کے دل میں آپ کے لیے محبت ڈال دے تو یہ کہنا بہت مشکل ہو گا کہ میں عالم تو بہت بڑا ہوں لیکن مشہور نہیں ہوں۔

Marfat.com

سوال: فرشتے' جنات اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا' اللہ تعالیٰ سبحان اللہ' الحمدللہ اور اللہ اکبر کے ذریعے اپنی تعریفیں کرواتا ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کا کیا مقصد ہے؟

بلال قطب: اس میں اللہ کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں کہ اللہ خود پسند ہے۔ خود پسندی کی تعریف اللہ کے لیے ہے' تکبر کی تعریف اللہ کیلئے ہے' اگر کوئی انسان خود پسندی یا تکبر کرے گا تو اللہ کو وہ پسند نہیں آئے گا اس لیے خود پسندی کی تعریف اگر انسان میں آئے گی تو وہ منفی ہوگی' اگر خدا کے لیے ہے تو وہ تخلیق کرنے والا ہے اس کو تکبر بھی سجتا ہے۔

سوال: خدا کی خود پسندی کا کہیں کوئی حوالہ آیا ہے؟

بلال قطب: حدیث قدسی میں اللہ کے تکبر کا حوالہ ہے' خود پسندی کا گمان میرا گمان ہے کیونکہ اللہ نے ہر جگہ اپنی تعریف کی اور تعریف کرنے کو کہا اور یہ جو تعریف ہے اللہ کے لیے تو یہ تعریف ہے لیکن کرنے والے کے لیے یہ اجر و ثواب ہے۔

سوال: ٹاک شوز پر حکومت کو گالیاں دی جاتی ہیں جبکہ لوگ حکومت میں شامل وزراء کو اپنی تقاریب میں مہمان خصوصی کے طور پر بلاتے بھی ہیں' یہ دوہرا معیار کیوں ہے؟

بلال قطب: پاکستان کے اندر ملتان کی ذہنیت ہوسکتی ہے' دہلی کی ذہنیت ہوسکتی ہے یا لکھنؤ کی ذہنیت ہوسکتی ہے' آپ ایک طوائف کے بارے میں جتنی مرضی بری رائے رکھتے ہوں لیکن اسے آپ اپنی نکاح کی تقریب میں ضرور بلائیں گے۔ ہمارا معیار لکھنوی ہو چکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے امراء کی ذلت دیکھیں' ذلت میں ہمیں تسکین ملتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ معاشرے میں برائی کس طرح سے پھیل رہی ہے مثال کے طور پر اگر کہیں ڈاکہ یا چوری ہوئی ہے تو یہ بہت بڑی خبر نہیں ہوگی لیکن اگر کسی سسر نے اپنی بہو کو ہاتھ لگایا ہے تو یہ بہت بڑی خبر ہوگی۔ میرے خیال میں یہ رویہ اس لیے متعین ہوا کیونکہ ہم نے اپنے فیملی سٹرکچر سے' اپنی تعلیم سے' اپنے میڈیا سے غلط اور صحیح کے فیصلے کرنے کی صلاحیت کو نکال پھینکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مشہور ہونا چاہئے' چاہے وہ منفی ہی کیوں نہ ہو' میرے نزدیک یہ لکھنوی انداز ہے۔ آج کے زمانے میں اقبال پڑھنے والے' غالب پڑھنے والے' حالی پڑھنے والے لوگ کم نظر آئیں گے لیکن وہ لوگ جو ننگے جسم پر قوم کے محترم اور باعزت ترین اداروں کے ٹیٹو بنوالیں انہیں آپ دیکھنا بھی چاہیں گے اور سننا بھی چاہیں گے۔ یہ جو آپ نے عزت کے معیار قائم کئے ہیں یہ کسی نے باہر سے لاکر نہیں دیئے ہیں' یہ ہم نے خود قائم کئے ہیں۔

سوال: اس علاقے کے ساتھ یہ مسئلہ کتنی صدیوں سے چل رہا ہے؟

بلال قطب: صدیوں کی بات نہیں ہے' آپ اگر ساٹھ' ستر کی دہائی دیکھیں تو آپ کو ڈکشنری کے اندر کرپشن کا لفظ بھی نہیں ملے گا' کرپشن کا تصور ہی نہیں تھا۔ 70ء کی دہائی میں بھٹو کے زمانے میں جب لوگوں نے مڈل ایسٹ جانا شروع کیا' لوگوں نے راتوں رات امیر ہونا شروع کر دیا' اس تبدیلی نے پوری کی پوری سوسائٹی کو کنسٹرکشن میں بھی وسیع کر دیا'

Marfat.com

لاہور پہلے بہت چھوٹا تھا لیکن ستر کی دہائی کے بعد لاہور پھیلنا شروع ہو گیا۔ 80ء کی دہائی میں لاہور کا کوئی حدود اربعہ نہیں تھا' حکومت چاہتی تھی کہ لاہور گوجرانوالہ کی طرف پھیلے لیکن لاہور ملتان کی طرف پھیلنا شروع ہو گیا۔ پرائیویٹ سیکٹر حکومتی سیکٹر سے بھی زیادہ طاقتور ہو گیا۔ پیسہ اتنی روانی' تیزی اور بغیر چیک اینڈ بیلنس کے آیا کہ مورل کو رکھنا کسی کے لیے بھی ناممکن تھا۔

سوال: کیا آپ کی دی ہوئی تسبیحات کا غیر مسلم پر اثر ہو سکتا ہے؟ گرم اور ٹھنڈی تسبیح کا کیا تصور ہے؟

بلال قطب: میرے خیال میں کوئی بھی چیز ٹھنڈی یا گرم نہیں ہو سکتی۔ دوسری چیز یہ کہ ہم نے دین کو خاص طور پر ایسی چیزوں کو جوڑ کر کے زمرے میں آئیں ان میں ہم نے بہت سی چھپی ہوئی چیزوں کو ڈال دیا ہے' اگر میں کسی سے کہوں کہ آپ یہ ذکر کم کیجئے گا شاید اس کا آپ کی طبیعت پر بھاری اثر ہو گا' میں اس بات کو یقینی بنا رہا ہوں کہ وہ شخص یقیناً میری اس بات کو دل میں رکھتا ہوا' خوف کی وجہ سے مجھ سے دوبارہ رابطہ کرے گا اور کہے گا کہ حضرت میری طبیعت میں جو بھاری پن آ رہا ہے یہ کہیں اسی وجہ سے تو نہیں آ رہا؟ ذکر میں کمی یا بیشی کر دوں؟ میں نے اپنے کلائنٹ کو اپنے لیے فکس کر لیا' اگر میں اس کے خوف کا استعمال نہیں کروں گا تو میں اسے اپنی طرف متوجہ نہیں رکھ سکتا۔ دوسری بات یہ کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کے کلام کا کسی کے دل پر اثر ہو گا یا نہیں' دلوں کے حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن میرے خیال میں اگر کوئی شخص اللہ پر یقین نہیں بھی رکھتا' حضور اکرمؐ کے ساتھ ادب کا رشتہ بھی رکھتا ہے تو اس پر اللہ کے کلام کا اثر ضرور ہو گا۔

سوال: کوئی صوفی جب تک مافوق الفطرت حرکات نہ کرے لوگ اس کو صوفی نہیں مانتے' اس کی کیا وجہ ہے؟

بلال قطب: اس کی بڑی بنیادی وجہ ہندو ہے۔ رسول اکرمؐ کے زمانے میں حاجی کے بارے میں ایک حدیث آئی کہ حاجی وہ ہو گا جس کے جسم سے پسینے کی بو آ رہی ہو' اس کے بالوں میں مٹی ہو اور بال بکھرے ہوئے ہوں' حاجی کی یہ مثال اس لیے دی گئی کیونکہ وہ کھلے میدانوں میں خدا کو تلاش کر رہا تھا۔ اسی تلاش میں حج کا سفر جب ختم ہوا تو وہ شخص واپس آتا ہے اور وہ حاجی جیسا نہیں لگتا' اب اس سفر میں خدا ملا یا نہیں یہ دوسری بات ہے لیکن ہم نے یہاں پر حاجی کو اپنا موٹو اور فوکس نہیں بنایا' ہم نے یہاں پر بابوں کو اپنا فوکس بنایا کیونکہ اس کے پاؤں میں جوتی نہیں ہو گی' وہ مانگ کر کھانا کھائے گا' ان چیزوں کو ہم نے اپنایا۔ کہتے ہیں کہ پیر تو نہیں اڑتا لیکن مرید پیر کو اڑاتا ہے' ہم نے اپنے پیروں کو جب اڑانا شروع کیا تو ہم نے ان کو تشبیہات دینا شروع کر دیں کہ یہ بدھسٹ مونک کی طرح لگتا ہے' یہ ہندو مونک کی طرح لگتا ہے جبکہ اگر یہاں کے مسلمانوں کی تاریخ دیکھی جائے تو علی ہجویریؒ سے بڑا بزرگ یہاں پر کوئی نہیں گزرا۔ علی ہجویریؒ بڑے بزرگ اس لیے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی تدریس پر لگائی' ہمارے ہاں ان کے علاوہ کوئی اتنا بڑا بزرگ نہیں گزرا جس نے کشف المحجوب جیسی اعلیٰ پائے کی کتاب لکھی ہو۔ آپؒ نے بھی جو درجے لوگوں کے بتائے وہ علم پر تھے' قرآن نے بھی جو درجے بتائے وہ علم پر ہیں۔

سوال: آپ کے ساتھ زندگی میں کبھی کوئی مافوق الفطرت واقعہ پیش آیا ہے؟

Marfat.com

بلال قطب: میں مافوق الفطرت تجربے کو اس لیے نارمل سمجھوں گا کیونکہ میرے علاوہ دنیا کی تمام آبادیاں اور اللہ کی ستر لاکھ مخلوقات کو رہنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ مجھے حق ہے۔ مجھے اگر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ میرے کمرے میں کوئی بدروح یا جن موجود ہے تو میں اس کا بھی اس کمرے میں رہنے کا اتنا ہی حق سمجھوں گا جتنا کہ میرا ہے۔

سوال: آپ نے کبھی اس طرح کی چیز دیکھی یا محسوس کی ہے؟

بلال قطب: جی ہاں کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا ہے۔ مثال کے طور پر بچپن سے لے کر آج تک میری ایک ہی جدوجہد رہی ہے کہ میں جن کو دیکھ لوں۔ علامہ اقبال ٹاؤن میں شفیق احمد گل نامی صاحب رہتے تھے' ان سے ہمارا بہت اچھا تعلق تھا' وہ بہت اچھی توجہ کرتے تھے۔ موجودہ اور اس وقت کے جتنے مشہور بابے ہوا کرتے تھے وہ سب شفیق احمد صاحب کے گھر کے باہر کھڑے ہو کر روزانہ نوٹس بنایا کرتے تھے کیونکہ یہ شخص بہت اچھا میڈی ٹیٹر تھا' میں نے آج تک اس جیسا میڈی ٹیٹر نہیں دیکھا لیکن اس کی لینگویج بہت بری تھی۔ دوسرے بابے لینگویج اور ادب میں بہت اچھے تھے اس لیے شفیق احمد کی باتوں کو تصوفی انداز میں اپنے اداروں میں جا کر بیان کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ شفیق احمد ہمیں جن دکھانے کے لیے راوی کے کنارے پر لے گیا۔ ہمارے اندر خوف پیدا کرنے کے لیے اس نے کہا کہ اگر جن کو دیکھو گے تو نامرد ہو جاؤ گے۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہمیں منظور ہے' ہم پہلے کون سے بہت بڑے مرد ہیں' اگر نامرد ہونا ہی ہے تو جن دیکھ کر کیوں نہ ہوا جائے۔ پھر ہم نے اس جن کو دیکھا' وہاں پر پھول بکھر گئے' اندھیرے کی وجہ سے اس کا چہرہ تو نہیں دیکھ سکے لیکن اس کا قد لمبا تھا اور اس نے چوغہ پہنا ہوا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو چھو کر دیکھا تو مجھے اس کے ہاتھ پر بال محسوس ہوئے جیسے ریچھ کے ہاتھ پر ہوتے ہیں۔ مجھے اس سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جن نہ ہو بلکہ کوئی انسان ہو یا پھر میرے تخیل کی تخلیق ہو لیکن میرے علاوہ اور بھی جتنے لوگ وہاں موجود تھے سب کو یہی تجربہ ہوا۔

سوال: آپ اپنے لیکچرز کے دوران اکثر عالم ارواح کا ذکر کرتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

بلال قطب: عالم ارواح وہ جگہ ہے جہاں ہم زمین پر بھیجنے سے پہلے روح یا کسی اور شکل میں خدا کے پاس تھے' خدا کے پاس بیٹھ کر مجلسیں کیا کرتے تھے یہ وہ وقت ہے جسے ہم عالم ارواح کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

سوال: کیا شیطان کو معصوم کہا جا سکتا ہے؟

بلال قطب: میں شیطان کو معصوم تو ہرگز نہیں کہہ سکتا' بے وقوف ضرور کہہ سکتا ہوں۔ پھر بھی کیسی خوبصورت بات ہے کہ بہت سی روایتوں میں یہ بات آتی ہے کہ شیطان سے پوچھا گیا کہ تم نے آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو شیطان نے جواب دیا کہ میں خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کروں گا۔ شاید شیطان نے اچھا اور بڑا سٹینڈ لیا لیکن وہ شیطان اس لیے بن گیا کہ اللہ کا حکم جیسا بھی ہو اس پر لیت و لعل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ شیطان کا کہنا ہے کہ اللہ نے مجھے سجدے کا حکم تو دیا تھا لیکن وہ چاہتا نہیں تھا کہ میں آدم کو سجدہ کروں تاکہ دنیا کا نظام چل سکے' آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

Marfat.com

بلال قطب: شیطان کے بارے میں یہ دلیل میں نے روایت میں کہیں نہیں دیکھی، لیکن اگر یہ دلیل ہے بھی تو فلسفے کی دلیل ہے۔ ظاہر ہے کہ شیطان کا انکار اور باقی فرشتوں کی رضامندی اللہ کی رضا کے بغیر ممکن ہی نہیں تھی۔

سوال: تو پھر شیطان کو سزا کیوں دی جائے گی؟

بلال قطب: ایک صحابیہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے شیطان کو دیکھا کہ وہ پتھر پر کھڑا نماز پڑھ رہا تھا اور زور زور سے سجدے کر رہا تھا اور زار و قطار رو رہا تھا۔ میں نے شیطان سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ شیطان نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جب اللہ اپنا وعدہ پورا کر لے گا تو پھر مجھے بھی بخش دے گا۔ کیونکہ شیطان نے اصل کو دیکھا ہوا ہے اور اصل کے پاس رہا ہوا ہے اس لیے شیطان کا بھروسہ شاید ہم سے بھی زیادہ ہے۔

سوال: کیا یہ ممکن ہے کہ شیطان بھی جنت میں جا سکتا ہے؟

بلال قطب: عین ممکن ہے، اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

سوال: حکمت اور انفارمیشن میں کیا فرق ہے؟

بلال قطب: انفارمیشن تو آپ کے پاس ایک مکینزم ہے، کیا آپ کے پاس اس مکینزم کو استعمال کرنے کی صلاحیت ہے؟ یہ قدرت شاید ہر کسی کے پاس نہیں ہوتی۔ یہ قدرت کیسے آتی ہے، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ابھی تک سائنس بھی اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکی کہ کیوں ایک شخص دوسرے سے بہتر دانشور ہو سکتا ہے۔ بہت سی روایات ایسی بھی ہیں کہ ایک شخص تنہائی میں بہت دانشور نکل آیا جبکہ اس کے پاس تجربات بھی نہیں تھے۔ انفارمیشن تو گوگل کے پاس بھی بہت ہے لیکن گوگل وائز سیگمنٹ نہیں ہے۔

سوال: کسی انسان کو اس بات کا علم کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا کی نظر میں اس کی کتنی عزت ہے؟

بلال قطب: عزت اور ذلت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میرے خیال میں جب خدا کسی کو عزت دینا چاہتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے۔ اگر لوگوں کے دلوں میں کسی شخص کے لیے عزت و محبت ہو تو میں گمان کروں گا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں قبول ہے۔

سوال: آپ اکثر کہتے ہیں کہ انسان کی فطرت نہیں بدل سکتی۔ انسان کی فطرت پیدائشی طور پر اس کے ساتھ ہوتی ہے یا وہ اپنی فطرت خود بناتا ہے؟

بلال قطب: فطرت کو ہم دوسرے لفظوں میں نیچر کہہ سکتے ہیں۔ یہاں نیچر کا مطلب ہم قدرت سے نہیں لیں گے بلکہ اس کا مطلب انسان کی نیچر سے ہوگا۔ انسان کی نیچر اس کے جینز میں شامل ہوتی ہے۔ سانپ کا کام کاٹنا ہوتا ہے، کتے کا کام بھونکنا ہے، یہ کام وہ اپنے ماحول سے نہیں سیکھتے بلکہ اپنے جینز سے سیکھ کر دنیا میں آتے ہیں۔ ہر چیز کو انسان کی فطرت بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ بہت سی چیزیں انسان کی عادتیں ہوتی ہیں۔ آپ اگر مسلسل سگریٹ پیتے ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ آپ کی فطرت ہے، بلکہ یہ آپ کی عادت ہوگی۔

Marfat.com

سوال: آپ اکثر میڈیا کے خلاف بات کرتے نظر آتے ہیں لیکن خود بھی میڈیا پر بہت زیادہ آتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

بلال قطب: بالکل صحیح بات ہے' بالکل اسی طرح جس طرح میں نے اپنے اچھے استادوں سے سیکھا کہ سوال اٹھانا بہت صحت مند بات ہے۔ یہ بات جب استادوں سے سیکھ کر استادوں پر ہی اپلائی کی جاتی ہے تو استادوں کو کبھی بھی اچھا نہیں لگتا۔ میڈیا میں پچھلے دس برسوں میں جو ترقی ہوئی اس نے بہت پاور فل امپیکٹ دیا ہے' مثال کے طور پر میرے خیال میں معاذ اللہ اگر آج کوئی شخص آئے اور وہ نئے دین کو قائم کرنا چاہے تو میڈیا کی مدد کے بغیر اپنی بات کو پھیلانا اس کے لیے ممکن نہیں ہے۔ میڈیا ایک پاور فل ٹول ہے۔ میں میڈیا کے حق میں اس لیے ہوں کہ وہ پیغام کو آگے لے جانے کا ذمہ اٹھاتا ہے۔ میڈیا بھلائی کا کردار ادا کر سکتا ہے' جو بھلائی کا حصہ نہیں بنتا میں اس پر انگلی اٹھاتا ہوں اور جو بھلائی کا حصہ بن جاتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

سوال: جب آپ کو دوسرے شہروں میں دعوت دی جاتی ہے تو لیکچر شروع کرنے سے پہلے آپ کے دماغ میں کیا بات ہوتی ہے؟

بلال قطب: میرے دماغ میں ایک ہی بات ہوتی ہے کہ وہ کیا ٹاپک ہوگا جس پر جا کر بات کرنی ہے' کیا میں اس پر کچھ کہنے کے قابل ہوں۔ میرا یہ خیال ہے اور میں اپنے خیال کو قرآن و حدیث کے تابع رکھتا ہوں' اگر میں کسی فرد تک قرآن و حدیث کا حوالہ اور احادیث پہنچا سکوں تو میں اسے کامیابی اس لیے سمجھتا ہوں کیونکہ اللہ کے رسولؐ کی یہ حدیث ہے کہ جس نے حدیث کو یاد رکھا اور لوگوں تک پہنچایا جب وہ روز قیامت مجھ سے ملے گا تو اس کا چہرہ ہشاش بشاش ہوگا۔

سوال: گستاخانہ فلم کے خلاف احتجاج کس طریقے سے ہونا چاہئے تھا؟ آپ نے کیسے احتجاج کیا؟

بلال قطب: یورپ' امریکہ' انگلینڈ' ہندوستان اور پورے ایشیا میں بھی گستاخانہ فلم کے خلاف احتجاج کیا گیا اور پاکستانی مسلمانوں سے بڑھ کر احتجاج کیا گیا۔ بدبختی یہ ہے کہ پاکستانی مسلمانوں کے احتجاج کے دوران لیڈر شپ نظر ہی نہیں آئی۔ لیڈر شپ کے نظر نہ آنے کی میرے خیال میں دو وجوہات تھیں' پہلی وجہ تو یہ کہ لیڈر شپ نے جب لوگوں کو گھروں سے باہر نکلنے کا نعرہ دیا تو اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ پچاس لوگوں کے آگے تقریر کرنے والا پانچ سو لوگوں کو کس طرح ہینڈل کرے گا' وہ ڈر کر گھر میں ہی بیٹھ گیا۔ دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ لیڈر شپ کو یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر میں احتجاج میں نظر آیا تو میرے آنے والے ڈالرز اور پاؤنڈز میں کمی نہ آجائے۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ ناموس رسالتؐ سے زیادہ مجھے اس دن لوگوں میں غربت کی فرسٹریشن نظر آئی' ناموس رسولؐ کے لیے کسی نے کچھ نہیں جلایا' سب نے اپنی محرومیوں کا غصہ نکالا۔ ایک اور اہم بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عالمی آقاؤں کے اشارے پر ناموس رسالتؐ کا یہ ایشو اس لیے چھیڑا گیا ہو تا کہ یہ چیک کیا جا سکے کہ جن لوگوں کو ہم فنڈز کی مد میں پیسے دے رہے ہیں وہ نمک حلالی بھی کر رہے ہیں یا نہیں؟ اور مسلمان ممالک نے بہت اچھی طرح سے یہ بتا دیا کہ آقا ہم آپ کے نمک حلال ہی ہیں۔

سوال: آپ نے تیس دن لوگوں کو قرآن و حدیث سکھائی' اکتیسویں دن آپ میرا کے ناچ گانے کے پروگرام میں بیٹھے

Marfat.com

ہوئے تھے' جن لوگوں نے آپ کو تیس دن دیکھا ان کا اور انہیں ٹوٹا ہوگا؟

بلال قطب: میرے خیال میں اور ے ہوتے ہی جعلی ہیں کیونکہ ہم لوگ جب داڑھی رکھ کر' ٹوپی پہن کر کندھے پر رومال رکھ لیتے ہیں تو پھر ہم ایک ادا میں آجاتے ہیں' میرے خیال میں ادائیں طوائفوں کو اچھی لگتی ہیں علماء کو اچھی نہیں لگتیں۔ اس لیے جب انسان اداؤں کو مذہب بنالے تو میں اس پر بہت بڑا سوالیہ نشان رکھوں گا۔ ایک بات اور یہ کہ ٹیلی ویژن پر اللہ کا ذکر جتنا اہم یا غیر اہم ہے اتنا ہی اہم یا غیر اہم میرا یا پاکستان کی کسی بھی عورت کی عزت واحترام ہے۔ اگر مجھے میرا گانے سننے کے لیے بلائے تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا لیکن اگر وہ مجھے بلائے اور کہے کہ آپ مجھے دعا دیجئے تو میں اس کے سر پر ہاتھ رکھنے کے لیے ضرور جاؤں گا۔

سوال: آپ کی نظر میں دانشور کون ہے؟

بلال قطب: میری نظر میں دانشور صرف وہ ہے جو غلط اور صحیح میں سے فیصلہ نہ کرے بلکہ غلط اور صحیح کی رینج کو پہچانتے ہوئے غلط میں سے کم ترین غلط کو اور بہترین میں سے اعلیٰ ترین کو منتخب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین' 28 اپریل 2013)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
موضوع: غصہ
بلال قطب

سوال: دوسرے معاشروں کی نسبت ہمارے معاشرے میں لوگوں کو غصہ زیادہ کیوں آتا ہے؟ گاڑی کے پیچھے گاڑی لگا کر ہارن پر ہارن کیوں دیتے رہتے ہیں؟

بلال قطب: ہمیں بحیثیت قوم اس بات کا تجزیہ کرنا چاہئے کہ کیا ہمیں خود کو ذلیل و خوار کرنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ اور اسرائیل سے زیادہ غصہ پوری دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے' فلسطین سے زیادہ تحمل کسی کے پاس نہیں ہے' آج جن لوگوں کو ریفرنس کے طور پر کہا جاتا ہے کہ غصہ نہیں تحمل زیادہ ہے' آج اگر لندن کا ٹمپریچر لاہور جتنا ہو اور وہاں 16 گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ ہو تو میں دیکھوں گا کہ وہ اپنی گاڑیوں کو سیدھا لائن میں کس طرح کھڑا کرتے ہیں' میں دیکھوں گا کہ وہ بس سٹینڈ پر تحمل سے بس کا کیسے انتظار کرتے ہیں۔ ہم بحیثیت قوم جس رویے کا اظہار کر رہے ہیں' میرے خیال میں ہمیں اس بات پر شکر گزار ہونا چاہئے اور خود کو ان قوموں سے کمپیئر نہیں کرنا چاہئے جو نہایت سہولت کے ساتھ یہ زندگی گزار رہی ہیں۔ اگر یہ سوچا جائے کہ برطانیہ' امریکہ یا یورپین ممالک میں لوگ قطار میں کھڑا ہونا پسند کرتے ہیں تو اس بات کی داد دینی چاہئے لیکن اگر ہمارے ہاں یہ نہیں ہے تو اس کی وجہ دو رجحانات ہیں' پہلا یہ کہ ہمارے ہاں پانچ سے سات فیصد گاڑیوں میں ایئر کنڈیشنڈ ہے' وہ لوگ کبھی ہارن نہیں دیں گے' جن 95 فیصد گاڑیوں میں ایئر کنڈیشنڈ نہیں ہے ان میں صبر و تحمل سے بیٹھ کر اشارہ کھلنے کا انتظار کرنا مشکل کام ہے۔ آج صبح جب میں ڈیفنس کے ایچ سیکٹر میں پانی کی بوتل کو بھروانے کیلئے گیا تو بہت بڑے آؤٹ لیٹ پر لکھا تھا کہ مشین بند ہونے کی وجہ سے پانی دستیاب نہیں ہے۔ ان کے پاس آخری ٹرک کھڑا تھا جن کے پاس بوتلیں تھیں' مجھ سمیت وہاں دس لوگ کھڑے تھے اور میرے علاوہ سب بڑی بڑی گاڑیوں میں آئے تھے' وہ بڑی گاڑیوں میں آئے ہوئے نو لوگ پانی کی ایک بوتل کیلئے بالکل اسی طرح لڑ رہے تھے جس طرح ایک فقیر داتا دربار کے باہر روٹی اور دال لینے کیلئے لائن میں کھڑا ہونا نہیں چاہتا۔ یہ وسائل کی جنگ ہے' اسے مزاجوں کی مستقل جنگ نہیں بنانا چاہئے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر کسی ملک میں کوئی مسلمان جاتا ہے تو اس ملک کے قانون کو تسلیم کرنا اور فالو کرنا اس پر شرعاً فرض ہے۔ ہمیں اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے کچھ قوانین دیئے' مثال کے طور پر اللہ کے رسولؐ نے ہمیں یہ قانون نہیں دیا کہ موٹر سائیکل الٹی طرف سے چڑھ کر چلانی ہے یا سیدھی طرف سے چڑھ کر چلانی ہے'

Marfat.com

موٹر سائیکل چلانی ہے یا نہیں چلانی ہے۔ ہم اس کو ایسے دیکھیں کہ اللہ کے رسولؐ نے سواری کو استعمال کرنے کے احکامات کس طرح سے دیئے ہیں۔ سواری کو رفلی استعمال کرنا ہے یا کائنڈلی استعمال کرنا ہے' اس پیراڈائم میں ہم باتوں کو لے کر آئیں گے' پھر اس کی تفسیر ہم اپنی عقل' دانش' وقت اور مقام کے حوالے سے کریں گے۔ اس چیز کو ہم کہیں گے کہ یہ اسلامی شریعت کے پیراڈائم کے بیچ میں بات ہے۔ اسلامی شرع آپ کو اخلاق کا درجہ اور اخلاق کا سبق دیتی ہے۔ اس لئے ایک مسلمان اگر وہ پیاسا اور بھوکا بھی ہے تو اس کو ہارن نہیں بجانا چاہئے' اس کو ان صحابہ کی بات یاد کرنی چاہئے کہ جب تین صحابہ پیاس کی شدت سے کراہ رہے تھے اور شہادت کے قریب تھے' جب ایک صحابی پانی لے کر گئے تو انہوں نے کہا کہ پہلے دوسرے کو پلاؤ' دوسرے نے کہا کہ تیسرے کو پلاؤ' تیسرے نے کہا کہ پہلے کو پلاؤ' اس طرح تینوں نے شہادت لے لی۔ یہ مزاج ہے' شہادت سے پہلے آپ کو پانی کی بے حد پیاس ہو اور آپ دوسرے کو پانی دیں' ہم نے یہ مزاج چھوڑ دیا ہے۔ اب ہم تیسرے پہلو کو دیکھتے ہیں' سب سے زیادہ بے صبری کا اظہار وہ شخص کرتا ہے (معافی کے ساتھ) جس کے چہرے سے دین ٹپک رہا ہوتا ہے۔ یہ میری اور آپ کی غلطی ہے کہ ہم نے دین ان لوگوں کے حوالے کر دیا جو اپنی زندگی میں کسی اچھی یونیورسٹی کی شکل نہ دیکھ سکے' گھر سے مدرسہ اور مدرسہ سے گھر' اس سے زیادہ ان کی دنیا نہ بڑھ سکی' اس سارے پیراڈائم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہم کسی بات کو یا تو مذہبی پہلو سے دیکھ سکتے ہیں یا اپنی نیشنل کاز کے پیراڈائم میں دیکھ سکتے ہیں۔ جب یہاں کے بدتمیز اور بداخلاق لوگ ایک ڈیڑھ گھنٹے کا سفر طے کر کے دبئی اتریں گے تو پیلی لائن کے پیچھے کھڑے ہوں گے' اس کی بڑی بنیادی وجہ ہے کہ وہاں کا شیخ محمد نہ قانون خود توڑتا ہے اور نہ کسی کو توڑنے دیتا ہے۔ یہاں پر صرف لاہور شہر کے اندر نو ہزار پولیس افسر نظر آئیں گے' دبئی آپ کو نو پولیس افسر بھی نظر نہیں آئیں گے لیکن لائن سیدھی نظر آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر آپ کا نظام ٹھیک چل رہا ہو تو ہم انسان کے بچے ہیں۔

سوال: تو کیا انسان روز آخرت اللہ سے یہ کہہ سکے گا کہ چونکہ مجھے نظام ٹھیک نہیں ملا اس لئے میرا مزاج ایسا رہا؟

بلال قطب: اللہ بھی تو اسے کہہ سکتا ہے کہ ناں تم نے وہ حدیث کیوں نہیں پڑھی جس میں صحابی رسول اللہؐ کے پاس گئے اور انہوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ اگر میں نے دجال کا زمانہ پالیا تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے ایمان کو قائم رکھنا۔ ان صحابی نے پھر کہا کہ یا رسول اللہؐ اگر ایمان کو بھی قائم نہ رکھ سکا تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر تو اللہ پر یقین رکھنا۔ صحابی نے پھر کہا کہ یا رسول اللہؐ اگر میں خدا پر بھی بھروسہ نہ رکھ سکا تو پھر کیا کروں گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ پھر تنہائی اختیار کرنا اس سے کم پر سودا نہیں ہو سکتا۔

سوال: غصہ جبلی حالت ہے یا اختیاری؟

بلال قطب: یہ فلسفے کی بات ہو گی' میں آپ سے حدیث کی بات کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کو جب تخلیق کیا تو اللہ نے ان پر بڑا فخر محسوس کیا۔ ایک اس وقت جب اللہ نے علم کو قائم کیا تو اللہ نے اس پر فخر محسوس کیا' ایک اس وقت جب اللہ نے نفس کو تخلیق کیا۔ آج کی زبان میں اگر کہا جائے تو اللہ تعالیٰ نے علم اور نفس کو کیٹ واک کرا کر دیکھا تا کہ اس کی

Marfat.com

نوک پلک سنواری جا سکے۔ نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنا دشمن خود پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرد میں غصہ اور محبت ضد کی حیثیت میں نفس کے اندر ڈالیں اور ان دونوں کی ضد علم کی صورت باہر ڈالی۔ بنیاد یہ ہے کہ ان دونوں کی جنگ میں جیتنے والا ساتھی کون ہے۔ اگر تو جیتنے والا علم ہوگا تو نفس زیر ہوگا' اگر جیتنے والا نفس ہوگا تو علم زیر ہوگا۔

سوال: علم جتنا زیادہ ہوگا کیا مزاج میں غصہ بھی اتنا ہی کم ہوگا؟

بلال قطب: اگر اس بات کو سٹینڈر بنالیں تو ایسا نہیں ہے کہ علماء میں غصہ نہیں ہوتا' علماء سڑکوں پر مظاہرہ کرنے نہیں آتے یا کوئی قابل پروفیسر غصہ نہیں کرتا۔ اس کا تعلق اس علم سے نہیں ہے جس علم کی ہم عمومی طور پر بات کرتے ہیں۔ اس کا تعلق ہے اللہ کے ان علوم سے جہاں اللہ آپ کا سینہ اس بات سے کھول دے کہ آپ اپنی جبلت کو اللہ کے واسطے سرنڈر کر سکیں۔ جب آپ نے روزہ رکھا ہوتا ہے تو کوئی بھی آپ کو نہیں دیکھ رہا ہوتا لیکن کمرے میں آپ اپنے روزے کو توڑتے نہیں ہیں کیونکہ آپ کو اس بات کا علم ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ یہی مزاج اگر آپ کا باہر ہوگا یا کسی کے ساتھ تعلق یا رشتے میں ہوگا تو آپ اپنے غصے پر قابو پانے کی صلاحیت رکھیں گے۔ آپ کا غصہ بائے پراڈکٹ دو چیزوں کا ہو سکتا ہے' ایک آپ کے تکبر کا' دوسرا خدا کی محبت کا بائے پراڈکٹ ہو سکتا ہے۔ آپ کے تکبر کا بائے پراڈکٹ غصہ تب ہوگا جب آپ کے پاؤں کے اوپر کوئی پاؤں رکھ دے اور آپ کو غصہ آجائے جبکہ جب کوئی اللہ کا اصول توڑتا ہے تو اس کیلئے جب آپ غصہ کریں تو وہ غصہ آپ کے تکبر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا اصول توڑا ہے۔ ایک طرف تکبر ہے اور دوسری طرف خدا سے محبت ہے۔

سوال: کیا تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ ملتا ہے جس میں رسول خدا ﷺ کو غصہ آیا ہو؟

بلال قطب: حضور اکرم ﷺ کی بات کرنے سے پہلے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی بات بھی کی جا سکتی ہے۔ حضرت عمر خطابؓ اپنے دفتر میں بیٹھے تھے' وقت ختم ہونے پر اٹھ کر گھر چلے گئے۔ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنینؓ میرا ایک معاملہ ہے اس کو آپؓ حل کر دیجئے۔ آپؓ نے اس کو ڈانٹ کر کہا کہ جب میں دفتر میں بیٹھا ہوا ہوتا ہوں تو تب تم کیوں نہیں آتے؟ یہ کہنے کے بعد آپ کو احساس ہوا کہ شاید میں نے زیادتی کی ہے' آپؓ باہر نکلے اور اس شخص سے معافی مانگی' اس شخص کو ایک سو سرخ اونٹ اس لئے دیئے تا کہ اس کے دل سے رنج دور ہو سکے۔ پھر آپؓ واپس گھر میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے عرض کی کہ اے اللہ تو نے اس کو مسلمانوں کا امیرِ المومنین بنا دیا ہے جس نے ساری عمر بکریاں چرائیں اور اس کو بکریاں چرانے کا طریقہ نہیں آیا۔ پھر ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر خطابؓ کے پاس حضرت بلال حبشیؓ گئے' وہ بیٹھے تھے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں حبشی کہہ کر بلایا' حضرت بلالؓ حبشی کہنے پر ناراض ہوئے' حضرت بلالؓ حضور اکرم ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ دیکھئے عمرؓ مجھے حبشی کہہ کر بلاتے ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے' حضور اکرمؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے عمر! تیری جہالت کا وقت ابھی ختم نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر آپ اخلاق کے ایک پیمانے پر پورا نہیں اترتے تو اللہ کے رسولؐ کی نظر میں یہ جہالت ہوگی۔ پھر حضرت

Marfat.com

عمرؓ باہر آئے اور اپنا منہ زمین پر لگایا اور حضرت بلالؓ سے کہا کہ اپنا پاؤں میرے منہ پر رکھ اور اتنے زور سے رگڑ کہ میری ناک مٹی میں چلی جائے' جب تک تو یہ نہیں کرے گا میرے نفس کو تسکین نہیں ملے گی' مجھے علم نہیں ہوگا کہ تو نے مجھے معاف کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ کو بھی حضرت عمرؓ پر غصہ اس لیے آیا کیونکہ اصول کی پامالی ہوئی' یہ غصہ ہے اصول کی پامالی پر' چاہے وہ اصول اللہ کا بنایا ہوا ہو' چاہے وہ اصول اللہ کے اس احکامات کے نیچے اخلاقیات کا ہو' جب یہ معاملات ٹوٹیں گے تو غصہ ضرور آئے گا لیکن یہ غور کیجئے کہ حضور پاک ﷺ کو کبھی کسی جنگ میں غصہ نہیں آیا' جنگ کے اندر حلیمی ہے' جنگ کے اندر دعا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس باہر سے کچھ غیر مسلم لوگ آئے' وہ مسجد نبویؐ کے اندر بیٹھے تھے' ان کی عبادت کا وقت ہوا تو مسجد کو چھوڑ کر جانے لگے' اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ تم یہیں اپنی عبادت کر لو تا کہ ہمارے مذاکرات کا تسلسل قائم رہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری عبادت کا وقت ہو گیا ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ یہ بھی تو اللہ کا گھر ہے' اب یہ مزاج دیکھئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی وحدانیت کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں اجازت دی کہ وہ مسجد نبویؐ میں عبادت کر لیں۔ تیسری چیز یہ دیکھئے کہ حضور اکرم ﷺ کا اپنی زوجاؤں' ہماری ماؤں کے ساتھ کیسا تعلق رہا' کہا جا سکتا ہے کہ ہماری مائیں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان ذرائع کے اوپر بحث کرتی تھیں جو ان کے پاس نہیں تھے۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے بحث کرنے کے بجائے ان سے علیحدگی اختیار کی۔ ایک اور مثال دیکھئے' حضور اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تھے اور حضرت عائشہؓ شاید ان کے ساتھ بحث کر رہی تھیں' اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور انہوں نے اپنی بیٹی کو ڈانٹا' حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کروٹ لے کر سو چکے تھے۔ یہاں یہ اہم نکتہ سامنے آتا ہے کہ جب آپ کی کسی سے اختلافی بحث ہو رہی ہو تو آپ کو خاموشی اختیار کر لینی چاہئے۔

سوال: بچوں میں غصہ آباؤ اجداد سے بھی منتقل ہو جاتا ہے؟

بلال قطب: چیز کو آپ نظر انداز نہیں کر سکتے' اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ اگر تم سے کوئی شخص یہ آ کر کہے کہ احد کا پہاڑ سونے کا ہے تو بحث نہ کرنا' اگر وہ کہے کہ وہ پہاڑ چل کر میرے گھر بھی آ رہا ہے تو پھر بھی بحث نہ کرنا لیکن اگر وہ یہ کہے کہ میری فطرت بدل گئی ہے تو ہرگز نہ ماننا۔

سوال: کیا غصہ فطرت کا حصہ ہے؟

بلال قطب: فطرت کا بھی آدھا حصہ ہے' ہر چیز جینیٹکس نہیں ہے' بہت سے معاملات کا دارومدار انٹیلکچوئل رویے پر بھی ہوتا ہے۔ یہ عقل و دانش ہوتی ہے۔ میرے خیال میں جو غصہ نظر آتا ہے وہ جینیٹکس کے علاوہ آپ کا تکبر علم یا تکبر معاشرہ ہوتا ہے جو آپ کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ آپ کی بات کو آپ کے دلائل کو بغیر سوال کے مان لیں۔ اگر آپ کو کہیں سے بھی رزسٹینس ملتی ہے چاہے وہ چوکیدار کے دروازے دیر سے کھولنے کی صورت میں ہو یا اگر کوئی آپ کا حکم نہ مانے تو آپ کو غصہ آئے گا۔ اگر تمام کائنات چوبیس گھنٹے آپ کا حکم مان رہی ہو تو پھر آپ کو غصہ کس چیز پر آئے گا۔ عین ممکن ہے کہ آپ کو خود پر غصہ آئے کیونکہ اگر انسان کو خود پر غصہ نہ آتا تو خودکشی کو حرام قرار نہ دیا جاتا۔ جب خودکشی کو حرام قرار دیا گیا تو اس کا

Marfat.com

مطلب یہ ہوا کہ وہ موت جو آپ اس لمحے میں لے رہے ہیں اللہ کی رحمت پر بھروسہ نہیں رہا' اس کا مطلب غصے کی ایک تفسیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ اپنی رائے دینا چاہ رہے ہیں آپ کو اللہ کی رحمت پر بھروسہ نہیں ہے۔

سوال: کیا غصے کی انرجی کو پراڈکٹویٹی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے؟

بلال قطب: مینجمنٹ ضرور کہتی ہے کہ غصے کو پراڈکٹویٹی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے لیکن مینجمنٹ کے لکھنے والوں نے یقیناً کبھی خالد بن ولید کو نہیں پڑھا' حضرت خالد بن ولید نے تین سو سے زیادہ جنگیں لڑیں اور ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جس پر زخم کا نشان نہ ہو اور آپ کی شہادت بستر پر ہوئی' میں اس کو شہادت اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ وہ بیماری کی حالت میں ہوئی۔ ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ آپ کبھی بھی میدان میں جا کر شہید نہیں ہوسکتے' آپؓ کو اپنی بیوی کی یہ بات بری لگی کہ اس نے ایسا کیوں کہا کہ آپ میدان میں جا کر شہید نہیں ہوسکتے۔ بیوی نے کہا کہ آپ اس لیے میدان میں شہید نہیں ہوسکتے کیونکہ اللہ کے حبیب ﷺ نے آپ کو اللہ کی تلوار کا لقب دیا ہے' اللہ کی تلوار کو کوئی کیسے شہید کرسکتا ہے' اس لئے آپ جنگ میں شہید نہیں ہوسکتے۔ حضرت خالد بن ولید کے حوالے سے ایک واقعہ ہے کہ جب رومن پر حملہ کرنا تھا تو ایک مقام سے راہ فرار اختیار کرنا پڑی اور مسلمانوں کی دوسری ٹیم کے پاس جانے کے لیے اس ریگستان کا راستہ اختیار کیا جہاں سے کوئی پرندہ بھی نہیں گزرتا تھا۔ آپ اپنے 900 ساتھیوں کے ساتھ اس ریگستان سے گزرے جہاں سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ خالد بن ولید یہاں سے جائیں گے۔ آپؓ نے ایک وقت میں ایگریشن شو کیا اور اس ایگریشن پر آپ نے اپنے چالیس صحابہ کرام کو شہید کروایا اور وہ ایگریشن تھا جب آپ کی ٹوپی میدان جنگ میں گر گئی تھی۔ صحابہ نے پوچھا کہ آپ نے ایک ٹوپی کو بچانے کیلئے چالیس لوگوں کو شہید کروادیا۔ آپؓ نے جواب دیا کہ میں نے ٹوپی کو بچانے کیلئے نہیں' اس ٹوپی میں میں نے تبرک اور زیارت کے طور پر حضور اکرم ﷺ کے بالوں کو محفوظ رکھا ہوا تھا' اس کے لیے مجھے چالیس کی بجائے چالیس ہزار بھی شہید کروانے پڑتے تو میں ان بالوں کو کبھی دشمن کے ہاتھ نہ لگنے دیتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے کسی شخص سے شاعری سنی اور اسے دس ہزار درہم انعام کے طور پر دے دیئے۔ حضرت عمرؓ تک بات گئی تو آپؓ نے ایک ایلچی کو بھیجا کہ خالد بن ولید کو معزول کر کے واپس لایا جائے اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر خالد بن ولید نے دس ہزار درہم سرکاری خزانے سے دیئے ہیں تو جرم ہے اور اگر ذاتی دیئے ہیں تو اسراف' ایک امیر کو یہ دونوں کام نہیں کرنے چاہئیں۔ وہ ایلچی خالد بن ولید کے پاس آیا اور آپ ہی کے عمامے سے آپ کے ہاتھ باندھے اور اسی حالت میں واپس لے کر گئے۔ اس موقع پر خالد بن ولید نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو کہا کہ مجھے عمر نے معزول کر دیا ہے' اگر تو میں عمر کے لیے لڑتا تھا تو آج کے بعد نہیں لڑوں گا اور اگر اللہ کے لیے لڑتا تھا تو ایک سپاہی کی حیثیت سے ساری زندگی لڑتا رہوں گا اور تاریخ گواہ ہے کہ وہ آخری عمر تک لڑتے رہے۔ غصے کی دوسری حیثیت دیکھئے کہ حضرت خالد بن ولید اکثر لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ عمر نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا' عمر کو چاہئے تھا کہ مجھے معزول کر کے واپس مدینے نہ بلاتے لیکن لوگ خالد بن ولید سے کہتے تھے کہ تم جو امیر المومنین کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ امیر فتنے کا شکار ہو جائے' خالد بن

Marfat.com

ولید نے کہا کہ جب تک عمر ہے زمانے میں فتنہ نہیں ہوسکتا۔ ایک طرف ان کو اس بات کی خلش تھی کہ مجھے واپس بلایا اور دوسری طرف اسی شخص پر یہ اطمینان تھا کہ اگر وہ زندہ ہیں تو فتنہ نہیں ہوسکتا۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہاں پر غصہ ہرگز بھی ذاتی نہیں ہے' ایک الہامی معاملہ ہے' ایک دل کا راستہ ہے' ایک محبت کی کیفیت ہے اور ایک اصول پرستی ہے۔

سوال: ہٹلر کی اتنی زیادہ فتوحات میں کسی قسم کے غصے کا بھی عمل دخل تھا؟

بلال قطب: اس سوال میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ تاریخ لکھنے والے جرمن نہیں ہیں' تاریخ لکھنے والے برٹش اور امریکن ہیں۔ اگر کسی کو چھوٹے قد کا طعنہ دیا جاسکتا ہے تو وہ ہٹلر کو نہیں دیا جاسکتا وہ نپولین کو دیا جاسکتا ہے اور نپولین کی ایک انگلی بھی چھوٹی تھی لیکن تاریخ میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی کہ اس کو غصہ آتا تھا' مثال کے طور پر جب وہ فرانس میں داخل ہونے لگا تو اس کو پتہ تھا کہ میں داخل نہیں ہوسکتا' اس نے ساری مینجمنٹ کے تھیسز کو ایک طرف رکھا اور پل کے پاس کھڑے ہوکر اپنی آرمی کو بلایا اور ایک جذبے کے ساتھ وہ فرانس میں داخل ہوا۔ دوسری طرف آپ جرمن تاریخ کے حوالے سے دیکھیں تو ہٹلر نے تو ساری زندگی ایک خاتون کے ساتھ محبت اور پیار میں گزاری' یہاں تک کہ اس خاتون کے ساتھ اس نے خودکشی بھی کرلی۔ دوسری بات یہ کہ اس کا کوئی فیصلہ اس بنیاد پر نہیں تھا کہ وہ غصے میں تھا' وہ اپنی قوم کو دوسری قوموں جو کہ چوروں اور ڈاکوؤں کا مکسر ہے سے اعلیٰ نسل خیال کرتا تھا اس کی اس سپیریئرٹی کو نہ ماننے کیلئے اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے غصے میں آکر یہ سب کچھ کیا بلکہ اس میں تاریخ لکھنے والے کا غصہ زیادہ نظر آتا ہے کہ اس نے بہت زیادہ متعصب ہوکر تاریخ لکھی۔

سوال: ہمارے مذہب میں غصے کو حرام قرار دیا گیا ہے جبکہ دوسری طرف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس کو غصہ آئے وہ نارمل شخص ہے' یہ تضاد کیوں ہے؟

بلال قطب: اس میں کوئی تضاد نہیں ہے' جو کہتے ہیں کہ جس کو غصہ آئے وہ نارمل شخص ہے وہ سب کے سب سائیکالوجسٹ یا سائیکیٹرسٹ ہیں۔ آپ ان اللہ کے ولیوں سے یہ پوچھیں کہ یہ جو آپ نارمل کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو کیا آپ کے ابوجان کے پاس بھی نارمل کی ڈیفینیشن ہے' ان کے پاس نارمل کی ڈیفینیشن نہیں ہے لیکن غصے کو نارمل قرار دے رہے ہیں' یہ انتہائی نامعقول قسم کی عقل و دانش کا اہتمام ہے۔ دوسری طرف اسے جو حرام قرار دیا گیا ہے یہ مذہبی پیراڈائم میں قرار دیا ہے کیونکہ وہاں تقویٰ اور صبر موجود ہے۔

سوال: اگر کوئی غصے میں اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو کیا نکاح فاسق ہوجاتا ہے؟

بلال قطب: پہلی بات تو یہ کہ یہ سوال اس مفتی سے ہوسکتا ہے جس کے پاس فتویٰ دینے کا سرٹیفکیٹ ہو' میں یہ بات بہت ادب اور ہاتھ باندھ کر کہتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ کسی ایسے سکول سے پڑھ کر نہیں نکلی تھیں لیکن فتویٰ دیتی تھیں' حضرت عمر خطابؓ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں قاضی بھی تھے اور فتویٰ بھی دیتے تھے۔ میں عقل و دانش سے بات کر رہا ہوں' اگر آپ یہاں بیٹھ کر یہ کہیں کہ فلاں لڑکی سے میرا نکاح ہوگیا ہے تو کیا نکاح ہوجائے گا' نکاح کیلئے تمام مسائل کا درس دیا جاتا ہے

Marfat.com

کہ ان حالات میں نکاح ہوسکتا ہے اور ان حالات میں نکاح نہیں ہوسکتا لیکن دوسری طرف ہم نے طلاق کو اتنا آسان بنا دیا ہے۔ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ نکاح میرا پسندیدہ عمل ہے لیکن یہ ضرور کہا کہ طلاق میرا سب سے ناپسندیدہ عمل ہے۔ طلاق کے مسائل پر آج تک کسی عامل نے گفتگو کرنے کی جرات نہیں کی کیونکہ طلاق جب ہوگی اور اس کے بعد جب شرمندگی ہوگی تو ایک صورت حلالے کی موجود ہوتی ہے' جب حلالے کا کہا جائے گا تو آپ اپنے ماموں کے بیٹے سے تو اپنی بیوی کا حلالہ کرنے سے رہے اس کے لیے آپ علاقے کے مولوی صاحب کے پاس جائیں گے۔ میں ہرگز اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا کہ غصہ عارضی وقت کے لیے پاگل پن ہے' اگر پاگل پن میں نکاح نہیں ہوسکتا تو پاگل پن میں طلاق کیسے ہوسکتی ہے۔

سوال: مزاج میں ٹھہراؤ پیدا کرنے اور غصے کو نرم کرنے کیلئے صوفیائے کرام نے کیا کردار ادا کیا ہے؟

بلال قطب: صوفیائے کرام کا مزاج ان کی تربیت کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ پائے کے جو صوفیائے کرام گزرے ہیں ان کے ہاں دو باتیں پائی جاتی ہیں' پہلی یہ کہ چوبیس گھنٹے دروازے کا کھلا رہنا دوسرا لنگر کا جاری ہونا۔ وہاں تعلیم ہو یا نہ ہو لنگر ضرور ہوگا۔ تعلیم اور لنگر ہو یا نہ ہو لیکن دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ یہ تربیت کا حصہ ہے تعلیم چاہے ہو یا نہ ہو اس لئے ان لوگوں کے ہاں غصہ نہ آنے کی جو وجہ ہے خود کو لوگوں کے لیے خدمت خلق اور اللہ کی خوشنودی کے لیے وقف کرنے کا نام ہے۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
موضوع: جادو کی حقیقت
بلال قطب

سوال: تصوف کیا ہے؟ اصل صوفی کی کیا نشانی ہے؟

بلال قطب: جس کی ترجیح اول خداوند ہے وہ صوفی ہے۔ خدا کو ترجیح اول بنانے کا پراسیس سوائے علم کے کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ بہت کوسا۔ اللہ کے کوسنے کا طریقہ ہماری طرح کا تو نہیں ہوسکتا۔ اللہ نے ایسے کوسا کہ وہ شخص اندھا ہے' بہرہ ہے اور بیل ہے جو سوچتا اور سمجھتا نہیں ہے۔ پھر اللہ نے کہا کہ تم میں سے اعلیٰ کون ہے؟ حدیث کی طرف دیکھو تو اعلیٰ وہ ہے جو تقویٰ کرتا ہے' قرآن کی طرف دیکھو تو اعلیٰ وہ ہے جو آپ سے بہتر علم رکھتا ہے۔ جب حدیث اور قرآن کے حوالے سے دیکھو تو اپنی عقل و دانش کو زیادہ تکلیف نہیں دینی چاہئے' اگر قرآن کے نزدیک اعلیٰ بہتر علم والا اور حدیث کے نزدیک تقویٰ والا اعلیٰ ہے تو صوفی وہی ہوگا جس کا تقویٰ اعلیٰ ہے اور علم نفیس ترین ہوگا۔

سوال: ایک عام انسان صوفی کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

بلال قطب: عام انسان کیلئے صوفی کوئی پرپز نہیں ہے' یہ ڈیموکریسی کا زمانہ ہے اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ہر شخص کا حق ہے کہ وہ بی اے پنجاب یونیورسٹی سے کرے حالانکہ بی اے وہی کرے گا جس کی ایف اے میں فرسٹ ڈویژن آئی ہوگی' یہ اس کا حق نہیں ہے۔ صوفی اس کا حق ہے جو انٹیلکچوئل ایک سپیریئر کوالٹی رکھتا ہے اور اس کو زیادہ ریفائن کرنا چاہتا ہے۔ یہ سلیکٹو لوگ ہوتے ہیں' علم کم لوگوں کے پاس ہوتا ہے' عقل کم لوگوں کے پاس ہوتی ہے' فہم و ادراک کم لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔ جتنے سلیکٹو لوگ ہوتے چلے جائیں گے علم اتنا کوالیٹیو ہوگا۔ صوفی اس راستے کے آخر میں کھڑا ہے اس لئے اس کا طالب علم بھی اس لائن میں کھڑا ہوگا تو اس کا حق ہے' عام آدمی کا یہ پرپز نہیں ہے۔

سوال: کسی انسان پر جادو ہونے کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ اس کا علاج کیسے کیا جاسکتا ہے؟

بلال قطب: میڈیا نے لوگوں کو بڑا بھرپور ایجوکیٹ کیا ہے' اگر آپ کچھ چینل دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ آدھا پاکستان جادو کروا رہا ہے اور آدھا کروا رہا ہے بلکہ اس میں دین کو جو ہم نے ایک نئی ٹرینالوجی جو ایڈ کردی وہ مذہب کو ہم نے انٹرٹینمنٹ کے طور پر ریلیجس انٹرٹینمنٹ بنا دیا' اسی تناظر میں ہم نے ان چیزوں کو جو باقاعدہ اللہ کی تعلیم تھی اس میں ہم نے اپنی بہت سی دانش جو کہ سوشل آرڈر تھا اس کو بھی شامل کیا' مثال کے طور پر زائچہ حرام کام ہے' جسے ہم حلال بنا کر پیش کر رہے

Marfat.com

ہیں۔ میری نظر میں اگر کوئی حرام کام کو حرام کہہ کر کر رہا ہے تو وہ پھر بھی کچھ جائز ہے لیکن اگر حرام کام کو حلال کہہ کر کر رہا ہے تو یہ بہت زیادہ ناجائز ہے۔ اس کے بعد استخارہ نکالنے کے بارے میں بات کرتے ہیں' صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے رسولؐ استخارے کے لیے اس طرح تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن کی' لیکن تعلیم یہ دیتے تھے کہ استخارے کی دعا کرو اور ڈوری اللہ پر چھوڑ دو۔ ہم نے اس کو دوسرا ہی رنگ دے دیا کہ ٹیلی فون پر پوچھتے ہیں اور مولوی صاحب استخارہ کر کے بتاتے ہیں۔ دیکھنے میں یہ صرف ایک فریم نظر آ رہا ہے لیکن اس کے پیچھے بلین ڈالرز کی انڈسٹری ہے جو ٹیلی فون کال یا ایس ایم ایس کے ذریعے چلائی جا رہی ہے۔ یہ مذہب کی کارپوریٹ انڈسٹری ہے جس کو ہم اپنے انٹیلکچوئل سے جائز قرار دلوانے کی کوشش میں ہیں۔ اگر اللہ اور اس کے رسولؐ نے کہہ دیا کہ یہ شیطانی فعل ہے تو وہ حرام ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس معاشرے کے اوپر انسٹی ٹیوشن کے طور پر جادو ایگزسٹ ہی نہیں کرتا۔ جو تہذیبیں دریاؤں کے آس پاس ابھریں وہاں پر ایگری کلچر ان کی مین اکنامک تھا' اگر بارش زیادہ آ گئی تو فصل خراب' آندھی زیادہ آ گئی تو فصل خراب' بارش بالکل بھی نہ ہوئی تو فصل خراب' اب ایسا آدمی چاہئے تھا جو اس سارے رجحان کو ایک الہامی رنگ دے سکے۔ یہاں پر ایک ایسے گرو یا آدمی نے جنم لیا جو بادشاہ کو تسلی دیتا تھا کہ کل آندھی نہیں چلے گی۔ تہذیبیں تو اور بھی تھیں لیکن وہاں جادو کیوں نہیں چلا' چین پر جادو کیوں نہیں چلا' ترکی پر جادو کیوں نہیں چلا' یہ جادو وہاں پر چلا جہاں ناجائز حکومتیں تھیں اور ان ناجائز حکومتوں نے اپنی جسٹی فکیشن ڈھونڈنی تھی۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب کروسیڈز وار انگریز مسلمانوں سے نہیں جیت سکا' کروسیڈز وار کو جیتنے کا ایک ہی اور پہلو تھا' وہ آج تک کامیاب ہے' انہوں نے کروسیڈز وار جیتنے کے بغیر دو انتظامات ہمیں دیئے' ایک انتظام انہوں نے اکنامک دیا' جسے ہم بینک کا نظام کہتے ہیں' اس بینکنگ نظام نے اسلام کو بہت بڑا دھچکا یہ دیا کہ آپ نے مال کو خرچ کرنے کے بجائے مال کو جمع کرنا شروع کیا۔ اب صرف یہ برائی نہیں رہی کہ آپ نے مال کو جمع کرنا شروع کیا' اب برائی یہ آئی کہ آپ نے بینک کو اسلام کا نام دے کر اسلامی بینکنگ کرنا شروع کر دی اور اس پر فتوے بھی مل گئے۔ کروسیڈ سے دوسری چیز ہمیں جادو کی شکل میں ملی' یہ جب ہندو ذہنیت سے ملا تو اس نے ایسا رنگ لیا کہ ہم نے اپنی نماز روزے کو بھی ان چیزوں سے منسوب کرنا شروع کر دیا کہ اگر میرا دل نماز کو نہیں چاہ رہا تو یقیناً میری ساس یا نند نے میرے اوپر جادو کیا ہے۔

سوال: اکثر سننے میں آتا ہے کہ اس مکان پر جنات ہیں' سایہ ہے یا آسیب ہے' کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟

بلال قطب: اس کائنات میں سوائے خدا کے ہر چیز کا سایہ ہے۔ اب اگر اس ایک جملے پہ بات کو چھوڑ دوں تو یہ بات بڑی ناقص ہوگی کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جب روز قیامت ہوگا اور وہ لوگ جو اہل بیت سے محبت کرتے ہیں وہ ذوالجلال کے سائے میں ہوں گے۔ ذوالجلال تو خدا ہے' اگر خدا کہہ رہا ہے کہ میرا سایہ ہے تو پھر تمام اشیاء کا سایہ ہوگا۔ میں ایک جگہ یہ حدیث کوٹ کر رہا تھا تو مفتی صاحب نے کہا کہ آپ مت کہیں کہ اللہ کا سایہ ہوگا' آپ کہیں کہ آسمان کا سایہ ہوگا۔ ہم حدیث کے الفاظ بدل دیتے ہیں اگر ہماری ذہنی کاوش اس طرف نہیں پلٹتی۔ اگر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ ذوالجلال کا سایہ ہے تو اللہ کے رسولؐ سچ کہتے ہیں۔ اب اس پیرائے میں کہ جن کا سایہ ہوگا یا کسی بدروح کا سایہ ہوگا تو پھر

Marfat.com

میں یہ کہوں گا کہ حدیث یہ کہتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ ایک شیطان کو جو جنوں کا بادشاہ ہے، ایک کھمبے کے ساتھ باندھ کر ساری رات سزا دیتے ہیں تو ہم تو ان صحابہؓ سے محبت کرنے والے ہیں' اگر وہ ان کو سزا دے سکتے ہیں تو اگر ہم اپنا کردار حضرت ابو ہریرہؓ جیسا کر لیں تو ہم جنوں اور شیطانوں کو باندھنے والے ہوں گے اگر شیطان جیسا کر لیں تو پھر اس جیسے ہوں گے۔

سوال: آپ نے بہت چلے کاٹے ہیں' کیا آپ نے جن کو خود دیکھا ہے؟

بلال قطب: وہ آتش جوانی کا وقت تھا اور جب آتش جوانی کا وقت ہو تو انسان کوئی ایسا کام کرنے سے بھی نہیں ڈرتا جو شاید اب کوئی پیسے بھی دے تو نہ کروں لیکن وہ چلے میں نے چلوں کیلئے ہرگز نہیں کاٹے تھے۔ وہ میں نے صرف اس لئے کیا تھا کہ ہر کوئی کہتا تھا کہ اس میں خدا مل سکتا ہے اس لئے میں وہ رسک لینے کو تیار تھا' کسی نے کہا کہ اگر قبر میں چالیس دن چلہ کاٹو گے تو کشف قبور ملے گا' کسی نے کہا کہ سردیوں میں اگر بارڈر پر پیدل جاؤ گے تو میں نے وہ بھی کیا' جس کے کہنے پر میں نے یہ سب کیا وہ ایک بہت بڑا سرکاری وکیل تھا' اس کے کہنے پر میں نے اپنے گھر کا سامان چوری کیا' اپنی ماں کا زیور چوری کیا اور اس کے گھر کا رپٹ اور قالین لے کر چلا گیا کہ شاید یہ مجھے خدا دکھا دے لیکن خدا کسی کے بس کا نہیں تھا کہ وہ مجھے خدا کا راستہ بھی دکھا سکتے۔ میں زندگی میں احمد رفیق کو اپنا استاد اس لئے مانتا ہوں کہ اس نے مجھے زندگی میں نارمل لائف گزارنے کا انگ دیا اور میرا منہ اس راستے کی طرف کیا جو خدا کی طرف جاتا تھا۔ چلے کاٹنے کے یہ سارے سلسلے اگر کسی سنت یا حدیث سے ثابت ہو سکتے تو میں زندگی میں انہیں جاری رکھتا' یہ سنت اور حدیث سے ثابت نہیں ہوتے' یہ ہندو اور بدھا مائتھالوجی سے ثابت ہوتے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ جن کو میں نے نہیں دیکھا تو یہ جھوٹ ہوگا' اگر کہوں کہ دیکھا ہے تو اگلا سوال ہوگا کہ پھر کیا ہوا' اس لئے میں اس ایکسپیرنس کو اکثر شیئر نہیں کرتا۔ علامہ اقبال ٹاؤن میں ہمارے ایک دوست شفیق احمد گل ہوا کرتے تھے' مجھے نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے یا نہیں' وہ سرکاری وکیل تھا' اس کے ساتھ دریائے راوی پر کھلی جگہ پر بیٹھے تھے' وہاں ٹھنڈ بھی تھی' کچھ دھند بھی تھی' روشنی نہ ہونے کے برابر تھی' مجھے نہیں معلوم کہ یہ ذہنی تصور تھا' مجھے نہیں معلوم کہ یہ حقیقت تھی لیکن اس وقت میں اس قدر ڈیووٹیڈ تھا کہ اگر اس وقت وہ شخص مجھے کہتا کہ تیرے سامنے خدا کھڑا ہے تو میں خدا کو دیکھ لیتا' نفسیات کی زبان میں اسے آج کلیکٹو سائیکی کہتے ہیں۔ یہی کیفیت ریگستان میں اس شخص کے ساتھ ہوتی ہے جو پیاس کی وجہ سے اپنے آپ کو تصور کراتا ہے کہ سامنے نخلستان ہے' وہ جھوٹ نہیں بول رہا ہوتا لیکن وہاں نخلستان موجود نہیں ہوتا۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا لیکن وہ جو بھی شخص تھا جن تھا یا کوئی اور تھا مجھے اس سے خوف نہیں آیا' میں نے فوراً بڑھ کر اس کو چھونا چاہا' جب میں نے اس کو چھوا تو اس کے جسم پر بال تھے' انسان سے کچھ بڑا قد تھا' سات ساڑھے سات فٹ کا قد تھا۔ اگر آج جن مجھے سچ مچ مل بھی جائے تو میں اس کی قدر و قیمت اتنی ہی کروں گا کہ وہ میرے سے قرآن و حدیث پڑھنے آئے۔

سوال: سب کونٹی نینٹ میں اگر جادو اتنا ہی تگڑا تھا تو انہوں نے قائداعظم پر جادو کیوں نہیں کر دیا؟

بلال قطب: یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ میں کہوں کہ آج کے دور میں اگر کسی کو حکومت نہیں پسند تو دوسری پارٹی

Marfat.com

والے اس حکومت پر جادو کیوں نہیں کروا دیتے۔ جادو کے اوپر وقت بھی لگے گا اور مقام بھی لگے گا' یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ آپ یہاں پر تصور کر رہے ہیں اور آپ کا تصور فزیکل عمل کے اندر آ رہا ہو۔ جادو کا یوں تصور کیا گیا کہ میں یہاں بیٹھ کر بنگال میں جادو کر سکتا ہوں۔ اگر بنگالی ہانڈی چلا سکتا ہے تو وہ ہانڈی یہاں زرداری پر کیوں نہیں چلاتا؟ جادو سے ووٹ تبدیل کیوں نہیں کئے جا سکتے؟ یہ ممکنات میں سے نہیں ہے' یہ صرف ان کے لیے ہوسکتا ہے جنہوں نے اپنی عقل' دانش اور ایمان سے اس جادو کرنے والے کو بڑا مانا ہو اور معاذ اللہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوٹا کیا ہو۔

سوال: روایت ہے کہ حضور اکرمؐ پر بھی جادو ہوا' آپ کے نزدیک اس کی حقیقت کیا ہے؟

بلال قطب: میں اس پر دو طرح کی رائے رکھتا ہوں۔ ایک رائے تو یہ کہ تاریخ میں جو بھی واقعہ جس طرح سے ہوا ہو اور وہ قرآن اور حدیث میں ویسے لکھا گیا ہو اس کو اپنے تئیں وضاحت کرنے سے احتیاط کرنی چاہئے۔ مثال کے طور پر جب ہم یہ جملہ استعمال کرتے ہیں کہ جادو برحق ہے تو وہ ہم اس لئے کرتے ہیں کیونکہ ہم اگلا جملہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ رسول پاکؐ پر بھی ہوا اس لئے وہ برحق ہے' حق کا لفظ مذہبی لٹریچر میں صرف خداوند کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ جملہ سب کونٹی نینٹ میں کسی تیسرے درجے کے ادیب نے کہیں لکھا ہوگا اور یہ ہماری روایت بن گیا۔ یہ کہنا نہایت کفر اور جہالت ہے کہ ہم حق کو جادو کے ساتھ ملائیں' پھر حق اور جادو کو ملا کر رسول اللہؐ کے ساتھ لگائیں۔ اگر ہم یہ جملہ کہنا بھی چاہیں تو اس طرح کہنا چاہئے کہ سحر کو اللہ نے رسولؐ سے گزارا' اللہ نے کیوں گزارا؟ کیونکہ اللہ نے ہمارے لئے مثل قائم کی' اگر فلق اور ناس اس سحر کے گزرنے سے اللہ کے رسولؐ کی طبیعت کو بحال کر سکتے ہیں تو ہمارے اوپر اگر سحر ہے تو سورہ فلق اور سورہ ناس سے وہ طبیعت بحال ہونی چاہئے۔ پھر اس میں کچھ نشانیاں حدیث میں ملتی ہیں کہ حضور اکرمؐ کی طبیعت ناساز کیا ہوتی تھی کہ آپؐ بات کو بھول جاتے تھے' اس سے زیادہ کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے بتایا کہ یہ جادو اس طرح ہوا ہے' ہم اس کو کالا جادو کہنے لگ گئے' یہ صرف جادو تھا۔ کالا جادو اس لئے کہا جانے لگا کہ ہمارے آج کے ماڈرن صوفی سفید جادو پر بھی یقین رکھتے ہیں کیونکہ سفید اور کالے جادو میں صدقات کے رنگوں کا فرق ہے۔ چونکہ یہ ساری کارپٹ مارکیٹ ہے اس لئے ہم یہ سارا تصور اس طرف لے گئے لیکن یہ بات مدنظر رکھئے کہ اسلام اور تصور کے اندر جو واقعات کی حقیقت ہوتی ہے ان کو جاننے کیلئے حدیث کوٹ کرنا انتہائی ضروری ہے۔ دوسری بات یہ کہ حضور اکرمؐ کی ناساز طبیعت فلق اور ناس سے دور ہوگئی۔ ہمارے ہاں تعویذ کا تصور فلق اور ناس سے بھی آگے چلا گیا۔ یہاں پر ایک بات کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے کہ آپ اپنی ذمہ داری یا بیماری کو تسلیم کرنے کے بجائے اس کی ذمہ داری کسی ایسے فرد پر نکال دیتے ہیں جس سے آپ کا نفرت کا رشتہ ہو۔ ہم نے اس تصور سحر کو جادو میں اس لئے تبدیل کیا کیونکہ تصور سحر کے اندر نفرت کا پہلو نہیں تھا' وہاں پر حکمرانی کا تصور تھا کہ اگر وہ اللہ کے رسولؐ کو حکمران مان لیتے تو پھر یہ معاملات اس طرح سے پیش نہ آتے۔ انتہائی احتیاط کے ساتھ یہ عرض کر رہا ہوں کہ کہنا یہ چاہئے کہ اللہ نے سحر کو رسولؐ سے گزارا تا کہ ہمیں یہ علم ہو کہ اگر کوئی بدبخت یہ کرتا بھی ہے تو اللہ نے اس کا توڑ فلق اور ناس میں دیا ہے' اگر اس سے علاج ہو جاتا ہے تو وہ تھا' اگر نہیں ہونا تو پھر

Marfat.com

اسے دماغی ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے۔ میں نے اپنے کیریئر میں آج تک ایسا کوئی کیس نہیں دیکھا کہ حقیقت میں کسی شخص پر جادو ہوا ہو، سارے لوگ دماغی مریض تھے لیکن وہ یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
موضوع: وسیلہ
بلال قطب

سوال: وسیلے کا آغاز کہاں سے ہوا؟

بلال قطب: وسیلے کا آغاز اس وقت ہوا جب ابھی کائنات تخلیق نہیں ہوئی تھی، جب حضرت آدم کو تخلیق کیا گیا۔ حدیث قدسی ہے کہ حضرت آدم سے جب لغزش ہوئی تو آدم کو توبہ اور معافی کا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا اور آدم فرماتے ہیں کہ میں ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر جاتا تھا اس کوشش میں کہ میں ایسا کون سا عذر پیش کروں کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کر کے مجھے معاف فرما دے۔ پھر میں پہلے آسمان پر آیا اور اللہ نے مجھے دوسرے آسمانوں پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا دکھایا۔ جب میں نے آسمانوں پر لفظ ''محمد'' پڑھا تو مجھے قوی یقین ہو گیا کہ میری آنے والی اولادوں میں سے یہ ایسا فرد ہو گا جو بہت اعلیٰ اور بلند ہو گا اور اللہ چاہتے ہیں کہ میں ''محمد'' کے وسیلے سے توبہ کروں۔ میں نے محمد کا وسیلہ دیا اور توبہ کی تو اللہ نے میری توبہ اور معافی قبول فرمائی۔ جس زمانے کی یہ بات ہے اس زمانے میں اللہ نے وقت کو بھی قائم نہیں کیا تھا، جب وقت ہی قائم نہیں ہوا اس چیز کا تجزیہ کرنا کہ وسیلہ کب سے شروع ہوا ہے بے معنی ہو جاتا ہے۔

سوال: جو بزرگ انتقال کر چکے ہوں کیا درباروں پر جا کر ان کے وسیلے سے بھی دعا مانگی جا سکتی ہے؟

بلال قطب: یہ زندہ اور مرے ہوئے کا معاملہ ہے، ہم ذکر کر رہے ہیں شہداء کا اور اللہ فرماتا ہے کہ شہید مرتا نہیں ہے۔ وہ شہید جو جنگ کے دوران تلوار سے مرتا ہے اس شہید کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ شہید اصغر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ گمان نہ کرنا کہ میں اسے رزق نہیں دیتا، میں اسے رزق پہنچاتا ہوں۔ شہید اکبر وہ ہے جو علم کی راہ پر چلتا ہے اور حقوق العباد اور حقوق اللہ میں ایک بیلنس رکھ کر چلتا ہے۔ ایک دفعہ جب صحابہ کرامؓ جنگ حنین سے واپس آ رہے تھے تو انہوں نے اپنی خون لگی تلواروں کو حضور اکرمؐ کو دکھا کر کہا کہ ہم جہاد اکبر سے واپس آ رہے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا جہاد اکبر نہیں جہاد اصغر سے۔ جہاد اکبر اس وقت ہو گا جب تم مکے اور مدینے میں کفار کے ساتھ اپنے روز و شب بسر کرو گے۔ شہداء کو اللہ زندہ مانتا ہے ہم کہتے ہیں کہ انہوں نے پردہ کر لیا۔ حضور اکرمؐ جب احد کے گڑھے پر کھڑے تھے اور کفار سے بات کر رہے تھے تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ آپ ان کافروں سے کیوں بات کر رہے ہیں؟ کیا یہ آپ کی بات سن سکتے ہیں؟ رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ یہ تم سے بہتر سن سکتے ہیں، جواب نہیں دے سکتے۔

Marfat.com

سوال: کہا گیا ہے کہ جب قبرستانوں میں جاؤ تو السلام علیکم یا اہل القبور کہو' مطلب وہ ہمارے سلام کو سن رہے ہوتے ہیں تو پھر بزرگ' شہید اور عام شخص میں فرق کیا ہوا؟

بلال قطب: درجات کا فرق ہوا۔ جیسے زندہ لوگوں میں بھی کچھ اعلیٰ نسل کے ہوتے ہیں' زیادہ ذہین ہوتے ہیں لیکن یہ ہر شخص کے لیے واجب نہیں ہے کہ ہر شخص اعلیٰ نسل یا اعلیٰ کردار اور اعلیٰ عقل رکھتا ہو۔ اسی طرح شہداء کا فرق بھی ان لوگوں سے ہے جو بزرگ ہیں لیکن شہداء میں سے نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ شخص جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے وہ بھی شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے کئی درجات بنا دیئے۔ دوسری بات یہ کہ سلام کرنا فرض ہے' یوں بھی ہوا ہے کہ دو صحابیؓ جا رہے ہیں اور ان کے درمیان درخت آ گیا ہے تو اوٹ سے نکلتے ہی ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ یہ واجب ہے اور اس کا جواب دینا بھی واجب ہے۔ جو اہل قبر ہے وہ آپ کا سلام بھی سن رہا ہے اور آپ کو وعلیکم السلام بھی کہہ رہا ہے لیکن آپ سن نہیں پا رہے۔ اگلی بحث یہ بھی شروع ہو سکتی ہے کہ کیا وہ قبر میں موجود ہے' کیا اس کا صرف جسم قبر میں موجود ہے اور اس کی روح آسمانوں پر ہے' ہم اس بات کا تجزیہ نہیں کر سکتے کہ ہماری آواز اس کی روح کو آسمانوں پر جا رہی ہے یا اس کے جسم کا جواب آ رہا ہے' اس پر کوئی آیت یا حدیث موجود نہیں ہے۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ جو حدیث حضور اکرمؐ نے فرمائی ہم اس پر عمل کریں۔ سلام کرنا فرض واجب اور جواب دینا بھی واجب ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں تو کیا براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگی جا سکتی؟

بلال قطب: اللہ تعالیٰ کے شہ رگ سے قریب ہونے والی بات ہمیں کس شخص نے بتائی' یہ حدیث ہے' قرآن اسی زبان سے نکلا جس زبان سے حدیث نکلی' قرآن اسی زبان سے نکلا جس زبان سے حدیث قدسی نکلی۔ اب یہ ساری چیزیں ایک فرد واحد کہہ رہا ہے کہ یہ قرآن ہے' یہ حدیث قدسی ہے اور یہ میری بات ہے' اب ان تینوں باتوں میں سے اس بات کا انتخاب کر لینا جو وہ شخص اللہ کو منسوب کر کے کہہ رہا ہے اور اس بات کا انتخاب نہ کرنا جو وہ خود سے منسوب کر رہا ہے۔ اگر معاذ اللہ آپ کو اس کے کردار پر شک ہے تو پھر آپ کو اس کی پہلی بات پر بھی شک ہونا چاہئے۔ میں یہ بھی حدیث مانتا ہوں کہ اللہ کہہ رہے ہیں کہ میں تمہاری شہ رگ سے قریب ہوں لیکن یہی جملہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کے وسیلے سے ہم تک پہنچایا۔

سوال: عرب میں درباروں' پیروں فقیروں کا کوئی کلچر نہیں ہے لیکن وہاں کا بھی نظام چل رہا ہے' وہاں بھی لوگوں کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں تو کیا درباروں پر جانا ضروری ہے؟

بلال قطب: ضروری تو صرف فرائض ہوتے ہیں' دربار ضروری نہیں ہوتا لیکن افضل ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ عرب میں دربار نہیں ہیں تو کائنات کا سب سے بڑا دربار ہی وہاں موجود ہے' باقی تو سب ان درباروں کے عکس موجود ہیں۔ جہاں رسولؐ مدفن ہوں اس سے بڑا دربار کون سا ہو سکتا ہے۔ جب حضور اکرمؐ دنیا سے پردہ فرما گئے تو کیا صحابہ آپ کی قبر پر جا کر

Marfat.com

آپ کے وسیلے سے دعائیں نہیں کرتے تھے' حضرت عائشہؓ اس حجرے میں نہیں رہتی تھیں۔ وسیلے کا معاملہ مسلکی مغالطہ ہے اور کچھ لوگ مسلک کی وجہ سے اس کو نہیں مانتے۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک نابینا شخص حضور اکرمؐ کے پاس آیا اور عرض کی کہ یارسول اللہؐ مجھے آنکھوں کیلئے دعا دیجئے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ سے میرا وسیلہ دے کر دعا کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیری بینائی واپس کرے۔ اس نابینا شخص نے رسول اللہؐ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی بینائی واپس لوٹا دی۔ سوال یہ ہے کہ رسولؐ موجود تھے تو آپؐ نے خود دعا کیوں نہیں فرمائی' اگر یہ ثابت کرنا ہوتا کہ وسیلہ نہیں ہوتا تو رسولؐ دعا فرماتے' نابینا نے وسیلے سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول بھی فرمائی۔

سوال: کچھ لوگ درباروں پر جا کر منتیں اور دعائیں مانگنے کو بدعت قرار دیتے ہیں' ایک لڈو رکھ دیا جاتا ہے کہ اگر کسی نے کھالیا تو سمجھو منت پوری ہوگئی اور ساتھ یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ جو وہ لڈو کھائے گا وہ 21 لڈو وہاں رکھے گا۔ درباروں پر مانے جانے والی منتوں اور اسی طرح کی دوسری باتوں کی اسلام میں گنجائش ہے؟

بلال قطب: ایک لڈو کے بدلے 21 لڈو رکھنے کو ہم بدعت قرار دیتے ہیں لیکن جب آپ کو ایس ایم ایس آتا ہے کہ اس حدیث کو چالیس لوگوں کو بھیجیں' بھیج دیا تو خوشخبری ملے گی اور نہ بھیجا تو کام خراب ہوگا' اس کو آپ بدعت نہیں کہتے' معاملہ تو دونوں کا برابر ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ حدیث کو دیکھنا چاہئے' اگر حدیث کسی بات کی راوی دیتی ہے تو پھر زیادہ سوال اور اپنے ذہن کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضور اکرمؐ حرم کعبہ کے باہر کھڑے تھے اور آپؐ نے دیکھا کہ ایک شخص دھوپ میں کھڑا ہے' آپؐ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ یہ شخص دھوپ میں کیوں کھڑا ہے' صحابہ نے بتایا کہ رسول اللہؐ اس شخص نے منت مانی تھی۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اس شخص کو کہو کہ سائے میں آ کر کھڑا ہو کر منت کو پورا کر لے۔ اس کا مطلب جو منت مانی جاتی ہے انسان اسے آسان بھی کر سکتا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے منت نہ ماننے کیلئے نہیں کہا' منت کو آسان کرنے کیلئے کہا ہے۔ ایک مسلک ایسا ہے جو کہتا ہے کہ یہ بدعت ہے' پہلی بات تو یہ کہ کیا ہم نے بحیثیت امت یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ بدعت کے فلسفیانہ معنی کیا ہیں اور اس کے لغوی معنی کیا ہیں؟ ان دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ اکثر یہ ممکن نہیں ہوتا کہ فلسفیانہ معنی لغوی معنی سے ملتے ہوں۔ بدعت سے مراد ہے کسی چیز میں اضافہ کرنا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ایڈیشن کر کس چیز میں رہے ہیں' اگر میں کہوں کہ اللہ نے پانچ نمازیں فرض نہیں کیں میں تین نمازیں فرض سمجھتا ہوں تو میں نے مذہب میں یہ ایڈیشن کی۔ اگر میں اصول کو تبدیل کروں گا تو میں نے بدعت سرانجام دی۔ اللہ کے رسولؐ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی' اللہ کے رسولؐ نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی' اللہ کے رسولؐ نے ہاتھ نیچے کر کے نماز پڑھی' اللہ کے رسولؐ نے ہاتھ اوپر اٹھا کر نماز پڑھی' یہ تمام سنتیں موجود ہیں' میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا انداز اسلامی ہے باقی تمام بدعت ہیں۔ دربار پر لڈو روایت کے طور پر رکھنے میں حرج نہیں لیکن اگر کوئی ایسا بدبخت شخص ہے جو قبر یا اس اہل قبر کو سجدہ کر رہا ہے تو وہ اسلام کے دائرے سے ہی باہر ہے۔

سوال: کیا والدین کی موجودگی میں بھی وسیلہ ڈھونڈنا چاہئے؟ کیا والدین بہترین وسیلہ نہیں ہیں؟

Marfat.com

بلال قطب: والدین بہترین وسیلہ ضرور ہیں' والدین کی دعائیں قبول ہوتی ہیں' باپ کی دعا بہت قبولیت کا درجہ رکھتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جب آپ کے والدین موجود ہوں تو آپ کسی دوسرے بڑے استاد کو نہیں ڈھونڈ سکتے۔ والدین سے آپ شفقت اور دعا ضرور لیں لیکن اگر اور کوئی اللہ کا نیک بندہ ہے تو اس سے یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔ دعاؤں میں یاد کرنے کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ اس زبان سے دعا کر جس سے تو نے کبھی لغزش نہ کی ہو۔ موسیٰ نے کہا کہ یارب العالمین میری زبان سے تو کئی بار لغزش ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ موسیٰ تو اپنے کسی اور امتی سے کہہ کہ وہ تیرے لئے دعا کرے کیونکہ تو نے لغزش اس کی زبان سے نہیں کی' ہم نے وہیں سے یہ سنت اٹھائی اور ہم ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ آپ میرے لئے دعا کیجئے گا۔

سوال: دعا کا طریقہ کار بھی بتا دیں' کیا دربار پر حاضر ہو کر یا اس شخصیت کے پاس جا کر ہی دعا مانگنی چاہئے یا گھر بیٹھ کر بھی فاتحہ خوانی کر کے اس بزرگ کے وسیلے سے دعا مانگی جا سکتی ہے؟

بلال قطب: آپ دعا بغیر فاتحہ خوانی کے بھی مانگ سکتے ہیں۔ ہر چیز کا ایک پروٹوکول ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اعلیٰ تقویٰ کا شخص ہے تو پھر اس کا پروٹوکول اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ اس کے پاس اپنی حیثیت کے مطابق پھول' چادر یا مٹھائی تحفے کے طور پر لے کر جائیں' پھر ان سے درخواست بھی کریں کہ حضرت میں اپنی حیثیت کے مطابق تحائف لے آیا میں یہی کر سکتا تھا آپ اپنی حیثیت کے مطابق میرے لئے دعا فرمایئے۔

سوال: زمانہ جوانی میں آپ ڈرمر ہوا کرتے تھے' کہا جاتا ہے کہ موسیقی روح کی غذا ہے' ڈرم بجاتے ہوئے کبھی آپ کی روح نے پرورش پائی؟

بلال قطب: اگر یہ ادبی جملہ نہ ہوتا تو میں اسے جاہلانہ جملہ کہتا۔ اگر روح نے موسیقی ہی سے غذا حاصل کرنی ہے تو اس روح کا نہ ہونا ہی زیادہ افضل اور بہتر ہوگا۔ ہمارے معاشرے میں پھیلا ہوا یہ فقرہ غلط العام نہیں بلکہ حرام العام ہے۔ ایک بڑی پختہ روایت ہے کہ حضرت عمر خطابؓ اونٹ پر بیٹھے ہوئے گنگنا رہے تھے اور آنکھیں بند تھیں۔ آپؓ خود بھی بہت خوبصورت تھے اور آپؓ کی آواز بھی بہت خوبصورت تھی۔ آپؓ کے قریب لوگ اکٹھے ہو گئے اور آپؓ کو سننے لگے۔ حضرت عمرؓ نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ لوگ انہیں غور سے سن رہے ہیں آپؓ نے فوراً تلاوت شروع کر دی۔ لوگ بکھرنا شروع ہو گئے۔ آج کے دور میں بھی یہی ردعمل ہوگا' آپ موسیقی میں زیادہ لوگوں کو پائیں گے اور تلاوت میں کم لوگوں کو پائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے غصے میں کہا کہ تمہاری ماں کی ناک کو مٹی لگے' ایسا عرب کلچر میں کسی کو برا کہنے کیلئے کہا جاتا تھا' انہوں نے کہا کہ جب میں گاتا ہوں تو پاس آتے ہو اور جب میں اللہ کی باتیں کرتا ہوں تو تم مجھ سے دور بھاگتے ہو۔ اس روایت کی پختگی پر کوئی سوال نہیں اٹھایا جا سکتا لیکن جو لوگ موسیقی کو غلط کہتے ہیں وہ اس روایت کو غلط قرار دیں گے کہ حضرت عمرؓ تو گنگنا ہی نہیں سکتے۔ تو اس پر میں عرض کروں گا کہ جب حضور اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے تو

Marfat.com

وہاں لڑکیاں بیٹھی باقاعدہ گا رہی تھیں' بدر کے واقعے کو گا رہی تھیں لیکن آپؐ نے انہیں نہیں روکا بلکہ ایک طرف کروٹ لے کر لیٹ گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے اور اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ سے کہا کہ تم دیکھ نہیں رہیں کہ حضورؐ یہاں تشریف فرما ہیں اور تم ایسی حرکتیں کر رہی ہو' یعنی ان کو روکا۔ اللہ کے رسولؐ نے کروٹ لی اور ابوبکرؓ کو ٹوکا کہ اے ابوبکرؓ یہ ان بچیوں کی خوشی کا دن ہے' انہیں گانے دو۔ اگر رسولؐ نے ان بچیوں کو گانے سے نہیں روکا تو میں اپنی بچیوں اور دوسروں کی بچیوں کی کیسے روک سکتا ہوں۔ ہاں یہ بات ضرور ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ ہر چیز کی ایک لذت ہوتی ہے' جب کوئی لذت آپ کو اللہ کی یاد سے دور کر دے تو یہ لذت حد پار کر جاتی ہے۔ لذت خداوند اگر کسی اور لذت سے اعلیٰ تر ہو تو مناسب ہے اگر کم تر ہو جائے تو معاملہ خطرناک ہو جاتا ہے۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ پر وحی کا سلسلہ شروع کیا تو درمیان میں وسیلہ جبرائیل علیہ السلام کو بنایا' اللہ تعالیٰ نے براہ راست حضور اکرمؐ پر وحی نازل کیوں نہیں کی؟

بلال قطب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اکرمؐ پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس میں سے ایک طریقہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے' حضورؐ کو وحی خواب کے ذریعے بھی آتی تھی' براہ راست بھی وحی آتی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے چھپ کر اور اس چادر میں گھس کر بھی دیکھا جب حضور اکرمؐ پر وحی نازل ہو رہی ہوتی تھی' شدید پسینہ طاری ہوتا تھا اور گھنٹیوں کی آواز آتی تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد آپؐ واپس آتے تھے اور فرماتے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام یا اللہ نے کیا پیغام دیا۔ یہ تمام طریقے موجود ہیں۔ ہم اپنی عقل سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت جبرائیلؑ کا انداز کیا تھا' خواب کا انداز کیا تھا اور جب اللہ بغیر خواب اور بغیر جبرائیلؑ آپؐ کو وحی دیتے تھے تو اس کا انداز کیا تھا۔ ہمیں ایمان' بھروسہ اور یقین صرف اللہ کے رسولؐ کے بیان پر کرنا چاہئے۔

سوال: اگر کوئی غیر مسلم مسلمانوں کے دربار پر جا کر دعا مانگے تو کیا اس کی دعا بھی قبول ہوتی ہیں؟

بلال قطب: غیر مسلمان ہونے سے دو معنی ہو سکتے ہیں' ایک تو یہ معنی ہو سکتا ہے کہ وہ منکر خداوند ہے' اور ایک معنی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اہل کتاب تو ہے لیکن اپنے راستے سے بھٹکا ہوا ہے۔ اگر کوئی اصل میں اہل کتاب ہے تو وہ کہیں بھی جا کر دعا مانگ سکتا ہے کیونکہ اللہ سب کا ایک ہی ہے۔

سوال: اہل کتاب سے شادی کی جا سکتی ہے' تو کیا کوئی مسلمان عورت بھی اہل کتاب سے شادی کر سکتی ہے؟

بلال قطب: مسلمانوں میں عورت ایک ہی شادی کر سکتی ہے اور وہ مسلمان ہی سے کر سکتی ہے' اہل کتاب سے نہیں کر سکتی۔ ایک مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم پر ایمان نہ رکھتا ہو لیکن عیسائیوں کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ عیسائی تب ہوں گے جب وہ محمدؐ پر ایمان رکھیں گے۔ اب ایک مسلمان مرد ایک ایسی عورت سے شادی کرتا ہے جو عیسائی ہے لیکن شرک میں نہیں ہے' وہ شخص اس عورت کے نبی پر ایمان کی حالت تک یقین رکھتا ہے لیکن جب ایک مسلمان عورت کسی ایسے مرد سے شادی کرے گی جو مسلمان نہیں ہے تو وہ

Marfat.com

اس شخص سے شادی کر رہی ہے جو اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے بطن سے جو بچے پیدا ہوں گے ان کا سٹیٹس کیا ہوگا۔ اس لئے خدا نے جو اصول بنایا ہے وہ بڑا منطقی بنایا ہے۔

سوال: کیا وسیلے سے دعا مانگنے کا مقصد خدا کو راضی کرنا ہونا چاہئے؟

بلال قطب: وسیلے سے دعا مانگنے کا مقصد صرف ایک ہی ہوتا ہے کہ ہم خود کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے' ہم عاجزی سے عاجز تر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہوتے ہیں کہ اللہ میں تو اس قابل بھی نہیں ہوں کہ تیرے سے مانگ سکوں' میں تو اس شخص کو وسیلہ بنا کر تیرے حضور پیش کر رہا ہوں جو مجھ سے بہتر ہے۔ میرے خیال میں وسیلہ عاجزی کا دوسرا نام ہے۔

سوال: درباروں پر جو حال ہوتا ہے' چرس' بھنگ' منشیات چل رہی ہوتی ہیں اور اعلانات ہو رہے ہوتے ہیں کہ اپنی جیبوں کا خیال رکھیں' اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہو کر کسی دربار پر جائے تو وہ مسلمانوں کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا اور اس کے دل پر کیا گزرے گی؟

بلال قطب: کبھی اس بات پر بھی توجہ دیں کہ کبھی اگر آپ برطانیہ کے پب میں جاتے ہیں تو وہاں ایک خاتون نیم لباس میں آپ کے ڈالر اور پاؤنڈ لوٹتی ہے۔ یہ اس کا پیشہ ہے۔ مزاروں پر جاری ناجائز کام بھی ان لوگوں کا پیشہ ہے' اس کو آپ مذہب میں کیوں شامل کرتے ہیں' اگر کوئی بھنگ پی رہا ہے تو مذہب تو اس کی اجازت نہیں دیتا' یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ جیب کاٹ رہا ہے تو یہ بھی اس کا ذاتی فعل اور اس کا پیشہ ہے۔ آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ غیر مسلم تعصب پسند ہے تو بہت منفی تاثر لے کر جائے گا لیکن اگر دانشور ہے تو وہ اس کو مذہب سے جوڑے بغیر جائے گا۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
عنوان: خود شناسی
بلال قطب

سوال: قرآن میں نفس عمارہ، لوامہ اور نفس مطمئنہ کا ذکر آتا ہے، یہ تینوں کیا ہیں؟

بلال قطب: یہ جو آگ، پانی، مٹی اور ہوا ہے یہی وہ چیز ہے جس نے تصوف کے اندر ایک ایسا وار کیا ہے جس سے تصوف اسلامی تصوف ہونے کے بجائے وہ تصوف بن گیا جو انتہائی قسم کا شرکیہ تصوف ہے اور خدا کو آپ اس جگہ لانا چاہتے ہیں جس جگہ آپ کا دل چاہے مثال کے طور پر توجہ کے اندر وہ الہامیت پیدا کرنا چاہتے ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کا بیان آپ کی زبان سے ہو۔ یہ وہ عالم ہوگا جو نبیوں اور پیغمبروں کو درجہ دیا گیا کیونکہ ہم نے تصورات کو مکس کیا۔ ہندو چونکہ نفس کو نہیں سمجھتا، ان کے وید یہ کہتے ہیں کہ آگ، پانی، مٹی اور ہوا سے کائنات تخلیق ہوئی، کائنات کے ہی چھوٹے چھوٹے اجزاء انسانوں کے اندر آئے لیکن اگر اسلام کی رو سے دیکھیں تو اللہ نے یہ کہیں نہیں کہا میں نے ان چار چیزوں کا سہارا لے کر کائنات اور انسان کو تخلیق کیا، اللہ تعالیٰ نے کھنکتی مٹی کے اندر اس کو رکھا اور یونی سیلولر سے ملٹی سیلولر کی طرف لے کر گیا، کھنکھناتی مٹی گاڑھی مٹی ہوتی ہے، اللہ نے اس کو پروٹیکٹو کر دیا۔ دوسری بات یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا، ایک پراسیس تو زمین پر تخلیق کرنے کا ہے اور ایک پراسیس آسمان پر تخلیق کرنے کا ہے، آسمانوں پر جب اللہ نے تخلیق کیا تو دو اشیاء کو تخلیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فخر محسوس کیا، ایک عقل کو اور دوسرا نفس کو، یہاں خدا نے یہ نہیں کہا کہ اس نے نفس کو کیسے تخلیق کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے اپنے دشمن کو خود پیدا کیا۔ اب اللہ جس دشمن کا ذکر کر رہا ہے اس دشمن کو انسان کے اندر رکھ رہا ہے۔ آگ، پانی، مٹی اور ہوا کے اندر نفس کہاں سے آ گیا، خالی تھیولجز کے ساتھ اسلام کا مجموعہ نہیں جوڑنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ خدا کے ہاں جو پراسیس آف ریوولوشن ہے وہ دونوں طرح سے قائم کیا جا سکتا ہے، ایمانی طور پر بھی اور سائنسی طور پر بھی، اگر سائنٹیفک طور پر آپ دیکھیں تو خدا تعالیٰ نے دو باتوں کا ذکر کرتے ہوئے اسے انتہائی محدود کر دیا، پہلی بات اللہ نے یہ کہی کہ کل ذی حیات پانی سے پیدا ہوئی، دوسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ کی کہ یہ یونی سیلولر تھا میں نے اسے اس وقت تک کھنکھناتی مٹی میں رکھا جب تک یہ ملٹی سیلولر نہیں ہو گیا۔ اس پراسیس کو اگر آپ آج کی دنیا میں دیکھیں تو کم از کم سات بلین سال کے پراسیس کے بعد ملٹی سیلولر بنتا ہے، اب ملٹی سیلولر کا مطلب ہے کہ ایک سنگل سیل، جو کبھی تھا، جس سے ہماری ابتداء ہوئی، وہ آج بھی ہمارے جسم میں موجود ہے اور اس کا نام امیبا ہے، یہ سنگل سیلولر ہے اور یہ زندہ رہنے کیلئے دوسری اشیاء پر

Marfat.com

انحصار کرتا ہے۔ پھر آپ اس ایوولوشن کو دیکھیں تو آپ گھٹنوں کے بل سے چلتے ہوئے اس زمین پر سیدھے کھڑے ہوئے' جس کو ہم اپنی تخلیقی زبان میں کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص بنا جس نے درختوں پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اس کو بندر سے تشبیہہ دینا تھوڑی سی کم نظری ہوگی لیکن لوگ اس کو بندر سے ہی تشبیہہ دیتے ہیں۔ اگر بندر سے انسان میں تبدیل ہونا ہی تھا تو آج کا بندر کیسے بندر رہ گیا' یہ کیوں نہیں انسان بن گیا۔ ہم اس بندر کو تقریباً اڑھائی تین ملین سالوں سے ریکارڈڈ دیکھ رہے ہیں' اس بات کا جواب فی الحال کسی سائنسدان کے پاس نہیں ہے۔ ان باتوں کو سمجھنے کے لیے آپ کو تخیل چاہیے لیکن حتمی فیصلہ خداوند کی ذات کا ہی ہوسکتا ہے۔ اقبال کہتا ہے کہ ایک کرنٹ لگا اور آدم کی تخلیق بدل گئی۔ اب آدم کی تخلیق کیسے بدل گئی' کیا معاذ اللہ وہ بندر سے انسان بنا' اقبال کہتا ہے کہ جولٹ کا مطلب یہ تھا کہ وہ غیر شعور سے شعور کے اندر آ گیا۔ یہ ہمارا گمان ہے کہ آدم موجود تھا لیکن آدم کے اندر شعور نہیں تھا۔ اب اس بات کو آدم کی بات سے ملا کر دیکھئے کہ آدم کہتے ہیں کہ جب تک لغزش نہیں ہوئی تھی تو آدم کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ ننگا ہے لیکن جب لغزش ہوگئی تو آدم اور اماں حوا اپنے ستر کو ڈھانپنے کیلئے پتے ڈھونڈنے لگ گئے۔ اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہیں یہ کس نے بتایا تھا کہ ستر کو ڈھانپنا چاہیے۔ اب یہ سارے وہ سوالات ہیں جن کا مذہبی طور پر جواب نہیں دیا جا سکتا۔

سوال: ستر کو ڈھانپنے کا حوالہ کہاں ملتا ہے؟

بلال قطب: یہ ہمیں روایتوں میں ملتا ہے۔ تاریخ کی روایتوں میں آپ یہ سوال اٹھا سکتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ یہ تاریخ ٹھیک ہو یا غلط ہو لیکن حدیث کے اوپر یہ سوال نہیں اٹھایا جا سکتا کہ وہ ٹھیک ہے یا غلط۔ کچھ روایتیں حدیث اور روایتوں کے درمیان کی ہوتی ہیں مثال کے طور پر اگر ایک روایت تورات میں بھی آ رہی ہے' بائبل میں بھی آ رہی ہے' قرآن میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے تو پھر ہم اس روایت کو زیادہ طاقتور روایت سمجھیں گے لیکن یہ روایتیں تو محکم ہیں کہ ایسا ہوا لیکن ہم کہتے ہیں کہ کٹ آف ٹائم کہاں پر آیا اس کا ہمیں اندازہ نہیں ہے۔

سوال: خدا نے قرآن حضرت آدمؑ پر کیوں نہیں اتارا؟

بلال قطب: یہ سوال اچھا ہے کہ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ خدا نے حضرت آدم پر قرآن اتار دیا ہو' اگر اللہ نے آخر پر آ کر ہی قرآن اتارنا تھا تو آدم پر ہی اتار دیتے' میری عقل کے مطابق حضرت آدم پر قرآن اس لئے نہیں اتارا گیا کیونکہ جب انسان کی زندگی کی ابتداء ہوئی تو اس وقت انسان اپنی فزیکل ایوولوشن پوری کر چکا تھا لیکن انسان کی مینٹل ایوولوشن ابھی ابتدائی دور میں تھی۔

سوال: کیا حضرت آدم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی مکالمہ بھی ہوا ہوگا؟

بلال قطب: حضرت آدم پہلے نبی اور پیغمبر ہیں اس کا مطلب ہے کہ ان کے اوپر بھی کوئی شریعت آئی ہوگی۔ وہ شریعت کیا آئی ہوگی اس کا ہمارے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ ہمارے پاس صرف چار کتابوں کا ریکارڈ ہے۔ باقی صحیفے ہیں' وہ موجود نہیں بھی ہیں تو ہمارا ان پر ایمان ہے مثال کے طور پر بہت سے صحیفے سکوت سکینہ میں دفن ہیں' ہمیں نہیں پتہ کہ وہ سکوت سکینہ فرشتے لے گئے یا کون لے گیا۔ جب فزیکل ایوولوشن آپ کی پوری ہوگئی اور مینٹل ایوولوشن اپنی پراسیس

Marfat.com

میں چل رہی ہے تو اس ایوولوشن کا اندازہ دینے کیلئے کہ ہم اس ایوولوشن کے اندر ہیں اللہ نے ہمارے دماغ میں بارہ بلین سیل تخلیق کر دیئے' جس کی وجہ سے ہم ایک ہزار دو سو پچاس کیوسک کے دماغ کو لے کر پھرتے ہیں۔ان بارہ بلین سیلوں میں سے صرف دو لاکھ سیلوں کا استعمال ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی دو لاکھ سے بارہ بلین تک ہم نے ترقی کرنی ہے' ہماری عقل کا ارتقاء ابھی ہو رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے عقل کی انتہا محمدؐ پر پوری کر دی' اب ہمیں اس تک پہنچنا ہے۔وہ جو ایک روحانی' جسمانی سفر تھا اس میں سے جسمانی سفر کو پورا کرتے ہوئے روحانی سفر کی جو انتہا خدا نے سمجھی ٹھیک ہے وہ محمدؐ کے زمانے تک تھا۔

سوال: نفس عمارہ کیا ہے؟

بلال قطب: جس طرح ایوولوشن ہے اسی طرح یہ نفس بھی ایوولوشن کے پراسیس کے اندر ہیں۔مثال کے طور پر پہلا نفس لوامہ ہے' لوامہ کا لفظ عربی سے زیادہ پرانا ہے' عربی کلاسیکل زبانوں میں ساتویں زبان ہے' لاطینی زبان اس سے زیادہ پرانی ہے۔یہ لاطینی لفظ ہے جسے ہم دو حصوں میں توڑتے ہیں۔لومو لائم سے مراد وہ چیز ہے جو اینمل لائیک ہو۔انسان کو دیا لیکن اس میں جانورانہ پن ہے۔وہ تمام چیزیں جو جانوروں میں کامن پائی جاتی ہیں وہ ہمارے اندر بھی کامن پائی جاتی ہیں۔اب انسان کو جانور سے افضل کیسے بنانا تھا' وہ لومہ لائم سے اگلا معاملہ آیا' وہ معاملہ نفس عمارہ کا تھا۔اس کا مطلب کسی کام کا انجام دینا ہے۔آپ کو اللہ نے لومو لائم تو دے دیا' نفس لوامہ تو دے دیا' اس لوامہ کو آپ نے عمر میں کیسے تبدیل کرنا ہے' آپ نے کھانا تو کھانا ہی ہے لیکن آپ کو فرق کرنا ہوگا حرام اور حلال میں' آپ کو اپنی انکم کے طریقہ کار میں سلیکٹو ہونا پڑے گا کہ میں چوری کر کے کماؤں گا یا نوکری کر کے کماؤں گا۔چاولوں کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا چاہے آپ چوری کر کے کھائیں یا آپ کما کر کھائیں۔یہ حلال اور حرام آپ کی ذہنی کیفیت ہے۔کوئی بھی چیز لوامہ کا عمارہ ہونا دو حالتوں میں تقسیم ہوتا ہے' یہ میں اپنے گمان سے بات کر رہا ہوں' اگر تو آپ نے وہ عمارہ اپنے لئے کیا یہ عمارہ امر رہ گیا' اگر یہ امر آپ نے خدا کے واسطے کیا تو یہ نفس مطمئنہ میں تبدیل ہو گیا۔کچھ لوگ زیادہ کھا کر بھی تسلی میں نہیں ہوتے لیکن کچھ فقیر ایسے بھی ہوتے ہیں جو تیسرے روز کھانا کھا رہے ہوتے ہیں اور الحمدللہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔

سوال: کیا آپ خودشناس ہیں؟

بلال قطب: ایک لفظ خودشناسی اور دوسرا خداشناسی' ان دونوں لفظوں کو میں نے حدیثوں اور حضرت علیؓ کی روایتوں سے اٹھایا ہے' مثال کے طور پر اللہ کے رسولؐ سے جب پوچھا گیا کہ آپ خدا کو کیسے شناخت کرتے ہیں' اللہ کے رسولؐ نے جواب دیا کہ اللہ جس کو اپنی شناخت دینا چاہتا ہے اس کی آنکھ اس پر کھول دیتا ہے۔یہ خودشناسی ہو گئی۔اب میں یہ کہوں کہ اللہ نے میری آنکھ مجھ پر کھول دی ہے تو یہ تکبر ہے۔اب اگر میں علمی تکبر میں چلا جاؤں تو یہ موت ہے۔اس لئے یہ لفظ اس فلسفے کی بنیاد رکھتے ہیں جو آپ کو عقل و دانش میں آگے بڑھنے کی جہت دیتے ہیں۔ان چیزوں کا فیصلہ صرف روز قیامت ہو سکتا ہے کہ کون خودشناس تھا یا کون خودشناس ہے۔اس جملے کو بنانے کا ایک اور مقصد تھا کہ ہم ہمیشہ اور اکثر یہی چاہتے اور کہتے ہیں کہ میں تو اپنے آپ کو جانتا ہوں۔مجھے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو یہ کہے کہ مجھے کوئی اور جانے۔اس لئے

Marfat.com

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں خدا کی شناخت اپنے ارادوں کی ناکامی سے کرتا ہوں۔ اب اس بات کے اوپر بائبل کو دیکھیں تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ بائبل کے لکھے کا اگر میں اردو ترجمہ کروں تو وہ کچھ یوں ہوگا کہ خود شناسی خدا شناسی کی ابتدا ہے۔ یہ جملہ ہے' ضروری نہیں ہے کہ یہ سچ اور حق ہو' سچ اور حق صرف خدا کی ذات ہے۔

سوال: پرسنیلٹی اور کریکٹر میں کیا فرق ہے؟

بلال قطب: پرسنیلٹی وہ ٹریڈز ہیں جو آپ لے کر جاتے ہیں' آپ نے کپڑے پہن رکھے ہیں' آپ نہ بھی بولیں تو آپ جو کچھ نظر آ رہے ہیں' آپ کے بالوں کا ایک سٹائل ہے' یہ سب آپ کی شخصیت ہے' کردار بنیادی طور پر وہ عقل و دانش ہوتا ہے جس میں آپ غلط اور صحیح کو جدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اب مجھے صحیح اور غلط میں جو اپنے لوازمات ہیں وہ اچھے لگیں گے لیکن اگر ان لوازمات میں سے شراب میرا لوازم ہو گیا اور اللہ نے اسے حرام قرار دیدیا اور فعل شیطان قرار دیدیا تو مجھے اپنے نفس کو کال نہیں کرنا بلکہ خدا کے حق کو کال کرنا ہے۔ اس لئے پرسنیلٹی اور ئینڈ وہ ہوگا جو خود پرست ہوگا' خود پرست ہونے میں اور خود شناس ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

سوال: اولیائے کرام ترک دنیا کی ترغیب دیتے ہیں اور کم سونے اور کم کھانے کو ترجیح دیتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

بلال قطب: کم سونے اور کم کھانے کو تو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ یہ حدیث پاکؐ ہے۔ ترک دنیا ہمارے آج کل کے صوفیائے کرام نے شروع کر دیا ہے۔ ہمارے ہاں کوئی ایسا صوفی نہیں ہے' جس نے معاشرے میں اپنی بھرپور زندگی نہ گزاری ہو' چاہے وہ تیسرے درجے کا ہو یا پہلے درجے کا ہو' آپ لال حسین شاہ کو لے لیں کہ ایک ہندو لڑکے کے ساتھ ان کی کس طرح کی کہانی ہے لیکن معاشرے میں رہے' کما کر کھایا' بابا بلھے شاہ کو لے لیں' انہوں نے بھی زندگی میں کما کر کھایا' زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارا' علی ہجویری کو لے لیں' یہ ہم نے اس زمانے میں آ کر کیونکہ ہمارے پاس ان لوگوں کے علوم نہیں تھے' آج کے صوفیائے کرام نے کہا کہ صوفی بننے کیلئے تنہائی میں جانا ضروری ہے' تنہائی میں اگر جانا ضروری ہوتا تو اسلام اس کی ترغیب کرتا۔ یہ بات میں بہت ذمہ داری سے کر رہا ہوں کہ آج کے زمانے کے جوان پڑھ' جاہل' کم بخت اور بد بخت صوفیائے کرام ہیں وہ روایت دیتے ہیں ان چالیس سالوں کی جو غار حرا کے ہیں' اس کے علاوہ ان کے والد صاحب کے پاس بھی کوئی مثال نہیں ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ جن چالیس سالوں کے اوپر حدیث کوئی نہیں ہے' ان کو جبرائیل نے آ کر الہام دیا ہے' وہ کم بخت اور بد بخت اس لئے ہیں کہ وہ اللہ کے رسولؐ پر ایک بہتان لگا رہے ہیں کہ وہ غار حرا میں کیا کرتے تھے۔ اللہ کے رسولؐ نے' حضرت خدیجہؓ نے' حضرت جبرائیل نے کوئی مثال نہیں دی کہ آپؐ وہاں پر کیا کرتے تھے' اس لئے اگر کوئی میرے رسولؐ پر تہمت لگائے گا' بہتان لگائے گا تو میری نظر میں اس سے کم بخت اور بد بخت کوئی نہیں ہوگا۔

سوال: تنہائی تو تھی ناں؟

بلال قطب: واللہ اعلم' اگر خدا موجود تھا تو پھر تنہائی کہاں کی رہ گئی۔

سوال: خود شناسی میں میڈیٹیشن کا کتنا کردار ہے؟

Marfat.com

بلال قطب: دو چیزوں کو ذہن میں رکھنا چاہئے' ایک مسٹیک ہوتا ہے اور دوسرا مسٹک ہوتا ہے۔ مسٹیک سے مراد چیزوں کو چھپانا ہوتا ہے' رسول پاکؐ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جو ہم سے چھپا ہوا ہو' چاہے وہ غسل کا لمحہ ہی کیوں نہ ہو' وہ بھی آپؐ نے بیان فرمایا۔ ہم میں جو نالائق اور جاہل جنہیں میں نے کم بخت اور بد بخت کہا یہ ان لوگوں کا کام ہے کہ ان لوگوں نے اس کو مسٹیک بناتے ہوئے مذہب کو نہ جاننے کی وجہ سے' مذہب کو نہ پہچاننے کی وجہ سے اسے چھپا ہوا بنانے کیلئے ایک نیا کردار بنایا' اس میں آپ دو جملے سنتے ہوں گے کہ ''مجھے کہا گیا ہے'' یا ''مجھے میرے مؤکل نے کہا ہے''، ''مجھے اجازت نہیں ملی''، بھلا مجھے اجازت کسی کے باپ نے دینی ہے؟ اگر مجھے اللہ اور اس کا رسولؐ اجازت دے گا تو کسی کا باپ بھی مجھے اس اجازت سے نہیں روک سکتا۔ وہ کون ہے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے بڑا ہے جو ان کو اجازت نہیں دیتا۔ یہ اکثر کہتے ہیں کہ فلاں ذکر کی اجازت نہیں ہے' اللہ نے قرآن میرے اور آپ کیلئے اتارا' میں ان کمبختوں سے پوچھ کر' ان سے اجازت لے کر پڑھوں گا' پھر ٹھنڈے گرم کا شوشہ چھوڑ دیتے ہیں' اگر اللہ کے رسولؐ یا صحابہ کرامؓ نے بھی کلام کے ٹھنڈے یا گرم ہونے کا کہا ہوتا تو میں مان لیتا' ان بدبختوں کی تو نہیں مان سکتا۔ تیسری بات یہ کہ وہ کام اللہ کے رسولؐ نے منع فرمائے جو آپ کو ان لوگوں کے برابر لا کھڑا کریں جو مسلمان نہیں ہیں' جو غیر مسلم ہیں۔ ہم نے اس کو توجہ کا نام دیا' ہم نے کہا کہ خدا ہمیں اس ذریعہ سے سمجھ میں آتا ہے یا ہم پر طاری ہوتا ہے۔ ایک آدمی جو آنکھیں بند کر کے بیٹھا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں نظر آیا' آپ کے پاس کیا دلیل ہوگی کہ اسے کچھ نظر آیا بھی ہے یا نہیں۔ آپ کو اس کی بات پر اس لئے یقین کرنا پڑتا ہے کیونکہ آپ اسے چیلنج کرنے سے ڈرتے ہیں کہ واقعی اسے کچھ نظر نہ آ گیا ہو' اس کا مطلب ہے کہ آپ کا اپنا ایمان گھٹیا حد تک گر چکا ہے۔ یہ میریٹیشن ان لوگوں کا کام ہے جن کے ہاں خدا موجود ہی نہیں ہے' وہ بدھ مت ہیں' بدھ مت سے زیادہ پرانے میریٹیشن کرنے والے لوگ اس کائنات میں نہیں ہیں۔ یہ لوگ جو ''توجہ'' کرتے ہیں اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ معاذ اللہ یہ ایک مرے ہوئے خدا کی روح کو اپنے اوپر طاری کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم زبان خداوند بول رہے ہیں' جب ہے ہی شرک تو ان کو صوفی کون مانے گا۔

سوال: اس رمضان المبارک میں آپ کو لوگوں کے سوالات کچھ بدلے ہوئے محسوس ہوئے ہیں یا وہی پرانے سوالات ہیں؟

بلال قطب: اس رمضان یا آنے والے سو رمضان مجھے سوالات بدلتے ہوئے نظر نہیں آ رہے۔ جب میں آٹھویں کلاس میں تھا اور جن سوالات پر بحث ہوتی تھی الحمدللہ آج بھی انہی سوالات پر بحث ہوتی ہے اور میں وہی گھسے پٹے جواب دے رہا ہوتا ہوں۔

سوال: اس کی کیا وجہ ہے؟ سوالات کی تبدیلی کیوں نہیں ہوتی؟

بلال قطب: میرے خیال میں ہمارے ہاں سوچنے کا مزاج اور رواج نہیں ہے۔ ہمارے نظام تعلیم نے بھی اسے پروموٹ نہیں کیا اور ہمارے ہاں ڈیبیٹ کرنے والا فیملی سٹرکچر بھی نہیں رہا اس لئے ہمارے ہاں نوجوانوں میں تو چھوڑیئے' درمیانی اور بڑے عمر کے لوگوں میں بھی سوال کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ایک سوال اگر اٹھتا بھی ہے تو اس کا جواب وہ

Marfat.com

اپنے مسلک سے لینا چاہتے ہیں' دین یا قرآن وحدیث سے نہیں لینا چاہتے۔ دونوں طرف بندشیں لگا دیں' ایک طرف اپنے اوپر مسلک کی بندش لگا دی اور دوسرا نیا خیال نہ سوچنے کی بندش لگا دی۔ ایک طالب علم اگر مسجد میں جائے اور جمعہ کی نماز کے دوران اٹھ کر کہے کہ میں خدا کو نہیں مانتا آپ ثابت کریں کہ خدا ہے تو آپ میں سے کتنے مرد مومن ایسے ہوں گے جو اس کو بٹھا کر اس کو جواب دے سکیں۔ ایک تو سوال نیا نہیں ہے اور پھر ان کا بھی شکریہ ادا کریں کہ یہ نیا سوال نہیں کرتے کیونکہ ہم اس قابل بھی نہیں ہے کہ اس سوال کا جواب دے سکیں۔

سوال: بدھ ازم اور ہندوازم میں ایک تصور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جنسیات کی تسکین سے خدا کو پائیں' اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟

بلال قطب: یہ تصور بدھ ازم کے اندر نہیں پایا جاتا' بدھ ازم کے اندر جو تین فرقے ہیں' ماہیان اور اہیان ان کے اندر خدا کے تصورات موجود ہیں' ہندوازم کے اندر بھی بنیادی طور پر ایک ہی خدا کا تصور موجود ہے اور وہ خدا اندرا سے شروع ہو کر آگے اس کے بچے آجاتے ہیں' یہ مائیتھولیجز کنورٹ ہوتی ہیں۔ یہ جو لطف' جنسیات یا نفس کی تسکین ہے اس کی انتہا نہیں ہے' یہ کاماسوترا کا تھیسز ہے' یہ انتہا کی بھی فائن آف انتہا ہے کہ اتنا جنسیات کا استعمال کیا جائے کہ وہ لذتیں اس میں سے ختم ہو جائیں اور ان لذتوں کے آخر میں خداوند بیٹھا ہو' معاذ اللہ اس تصور کا ماسوترا میں غور فرمایئے کہ انتہائے لذت خداوند ہے' یا اس سے خدا کو پایا جا سکتا ہے۔ یہی تصور روس میں راسپوٹین نے دیا' کاماسوترا اور راسپوٹین کا جو نظریہ ہے اس میں سے راسپوٹین کا نظریہ زیادہ صحت مند لگتا ہے کیونکہ راسپوٹین کہتا ہے کہ مجھے کوئی راستہ بتانے والا نہیں ہے کہ میں خدا کو کیسے تلاش کروں لیکن ہندوؤں میں تو ان کو پتہ تھا کہ خداوند ایک ہے' انہوں نے ان کی اولادیں بنا کر اس کو بکھیرا اور تمام فوکس جنسیات کی طرف لے کر آ گئے کیونکہ مندروں میں داسیوں کا کلچر ڈویلپ ہو رہا تھا۔

سوال: خودشناسی اور خدا تک پہنچنے میں تسبیحات اور ذکر واذکار کا کتنا کردار ہے؟

بلال قطب: ذکر واذکار کا تعلق قطعی طور پر نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں ہے' ہم اسے اپنے طور پر تفسیر قرآن یا تفسیر حدیث میں لے کر جاتے ہیں' مثال کے طور پر حضرت ابو ہریرہؓ کو اللہ کے رسولؐ نے کہا کہ یہ پڑھا کرو' ہم سمجھتے ہیں کہ یہ پڑھنا چاہئے کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے کہا ہے تو یقیناً رحمت اور برکت ہوگی۔ اگر اللہ کے رسولؐ نے ایک آیت کے بارے میں کہا کہ یہ اللہ کے خزانوں میں سے چھپا ہوا ایک خزانہ تھا تو ہم اس لئے اس کو پڑھتے ہیں کہ ہم پر بھی اس کی برکت ہو' ذکر کا معاملہ یہ ہے کہ ہم نے خدا کی یاد سے جڑے ہوئے رہنا ہے' خدا کی یاد سے جڑے ہوئے رہنے کا اعلیٰ ترین تصور تو یہ ہو سکتا ہے کہ میں کچھ بھی نہ کر رہا ہوں اور خدا میرے خیال میں ہو کیونکہ میں انسان ہوں اور میری توجہ بٹ جاتی ہے اس لئے میں اپنی توجہ کو واپس پلٹانے کیلئے ذکر قائم کرتا ہوں تا کہ خدا میری یاد میں رہے۔ یہ اہم نہیں ہے کہ میں مخلوق ہونے کی نسبت سے خالق کو یاد کروں' اہم یہ ہے کہ میں جب مخلوق کی حیثیت سے یاد کر رہا ہوں تو خالق اس وقت مجھے یاد کر رہا ہے۔ لطیف بھٹائی سے کسی نے پوچھا کہ تم اس وقت اللہ کا ذکر کر رہے ہو' کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ خدا اس وقت کیا کر رہا

Marfat.com

ہے؟ روایت میں ہے کہ بھٹائی نے جواب دیا کہ خدا اس وقت لطیف بھٹائی' لطیف بھٹائی' لطیف بھٹائی کر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ مذاق کر رہے ہیں' بھٹائی نے جواب دیا کہ نہیں' کیونکہ میں اللہ اللہ کر رہا ہوں اس لئے اللہ بھٹائی بھٹائی کر رہا ہے۔ یہ مثال اس لئے دی کہ اگر میں اللہ کو یاد کروں گا تو اللہ مجھے یاد کرے گا۔

سوال: خودشناسی کے راستے پر چل کر کسی نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تو کسی نے رسول ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا' اس میں توازن کس طرح قائم رکھا جا سکتا ہے؟

بلال قطب: یہ سب معاملات کم عقلی پر ہیں' مثال کے طور پر اگر منصور حلاج کا ذکر کیا جائے تو اس نے کہا کہ انا الحق' تو اس نے خدائی کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا کیونکہ اس نے اس آدمی کے اوپر جس نے اس کے ہاتھ' پاؤں اور گردن کاٹی کوئی الزام نہیں دھرا لیکن جس نے اس کو پھول مارا اس کو اس نے کہا کہ تم نے مجھے پھول کیوں مارا' تمہیں تو میری بات کی سچائی کا علم ہے۔ یہ معاملات تعلیم اور قابلیت کے ساتھ ہیں چونکہ اللہ نے کہا کہ ہر علم والے پر علم والا ہے' دین کام ہے عقل مند لوگوں کے لیے' جو عقل مند نہیں ہیں' جو عقل اور علم نہیں رکھتے' ان کے لیے دین نے ایک آسانی پیدا کر دی' وہ اپنے اعمال پر توجہ دیں' یا تو اعمال پر توجہ دے کر اپنے راستوں کو ٹھیک رکھیں' اگر اس سے زیادہ عقل و دانش ہے تو پھر دین کی طرف جائیں گے اور علم کا راستہ ہوگا جو آپ کو اپنی شناخت کی طرف لے کر جائے گا۔ اس سے دینی مراد یہ نہیں کہ آپ نے خود کو شناخت کر لیا بلکہ آپ اس راستے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے' یہی شناخت ہے' آپ کو نہیں پتہ کہ اس راستے پر سفر کیسے کرنا ہے' کم از کم آپ کا منہ صحیح راستے کی طرف تو ہو۔

سوال: حضرت امام علیؓ حضرت عیسیٰؑ سقراط اور ارسطو نے بھی خودشناسی کا ذکر کیا' اسلام دوسرے مذاہب سے کس طرح مختلف ہے؟

بلال قطب: پہلی بات تو یہ کہ اسلام گروتھ ہے' اسلام عیسائیت سے مختلف نہیں ہے' عیسائیت اسلام کے اندر ہے۔ سقراط اور ارسطو نے جو کچھ کہا ہم نے تفسیر قرآن میں ان کے خیالات کو شامل کیا۔ مسلمانوں نے جب تفسیر قرآن کی' خاص طور پر اگر تفسیر اکسیر دیکھیں' تفسیر ابن اسحاق دیکھیں تو ہم نے ان کے خیالات کو Include کیا۔ ہم نے بات کو سمجھنا ہے' علم ہماری کھوئی ہوئی وراثت ہے۔ ہمیں کسی حکیم نے یہ نہیں کہا کہ سقراط چونکہ غیر مسلم ہے اس لئے اس کی بات کو نہ سمجھنا۔ آج اگر کوئی ایسا سائنسدان جو ہمیں ٹائم اینڈ اسپیس سمجھانا چاہے' مثال کے طور پر اسٹیفن ہاکنز اگر سمجھانا چاہے تو ہم نے ایسی کون سی منت ماننی ہے کہ ہم اسٹیفن ہاکنز کے ٹائم اینڈ اسپیس کو نہ سمجھیں بلکہ غور کریں کہ کسی مسلمان سائنسدان نے آپ کو ٹائم اینڈ اسپیس نہیں سمجھایا' اس لئے وہ بھی سنت تھی اور یہ بھی سنت ہے کہ جو علم دنیا میں موجود ہے اسے جانو' شناخت کرو اور اس کی روشنی میں اپنی عقل اور ایمانداری سے قرآن کی تفسیر کو سمجھو۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
عنوان: اسلام میں عورت کا مقام
بلال قطب

سوال: ہمیشہ عورتوں کے حقوق کیلئے آواز کیوں اٹھائی جاتی ہے؟ مردوں کے حقوق کیلئے آواز کیوں نہیں اٹھائی جاتی؟

بلال قطب: اس بات کیلئے اس معاشرے میں ایسی عورت کا ہونا ضروری ہے جو اتنی سمجھدار، عقلمند، طاقتور اور اتنی باظرف ہو کہ اس کو دیکھنے اور سمجھنے کیلئے مرد کو اپنا آپ بہت کمزور اور غیر محفوظ لگے اور پھر مرد اپنے حقوق کیلئے آواز اٹھائے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے عورت کو نبی منتخب کیوں نہیں کیا؟

بلال قطب: پہلی بات تو یہ کہ وہ خدا ہی کیا جسے ہماری رائے کی ضرورت ہو۔ دوسری بات یہ کہ رسول ہونے کی کیا دلیل ہونی چاہئے؟ رسول کا رسول ہونا ہی رسالت کی دلیل ہے اس طرح اللہ کا اللہ ہونا ہی دلیل ہے اور جب ہم اللہ کے سامنے یہ سوال نقص کے طور پر اٹھاتے ہیں کہ اللہ نے یہ کیوں نہیں کیا، یہ کیوں کیا؟ بنیادی طور پر عقل کا کج پن ہوتا ہے، کج پن میں ٹیڑھے پن کو کہتا ہوں۔ یہ تقسیم اس لئے نظر آتی ہے کہ میرا دماغ سیکولر دنیا میں سیٹلڈ ہوا ہے۔ آپ کو یہ تقسیم مغلیہ دور میں نظر نہیں آئے گی اور مغلیہ دور سے لے کر جنگ آزادی تک نظر نہیں آئے گی اور جنگ آزادی کے 25 سال نظر نہیں آتی۔ اگر 25 سال کے بعد پچھلے 30 سال میں یہ سوال نظر آتے ہیں تو آیا کہ یہ سوال علمی ہیں، یہ سوال تجارتی ہیں، میں ان سوالوں کو تجارتی سوال کہوں گا لیکن اگر تجارتی سوال بھی آ گئے تو ان کا جواب بھی دینا پڑے گا۔ آپ دو باتوں کو مدنظر رکھئے اگر کوئی عورت پیغمبر نہیں آئی تو کسی عورت نے پیغمبر ہونے کا آج تک دعویٰ بھی نہیں کیا۔ پیغمبریت کے جتنے بھی دعوے ہوئے ہیں وہ مردوں نے ہی کئے ہیں۔ یہ جو افضل ہونے کی نسبت ہے عورت نے کبھی اس کو نہیں اٹھایا کہ وہ اس شرک اور اس بدبختی سے دور رہی۔ تیسری چیز یہ کہ رسالت کا پیغام جو وہ 365 دنوں کیلئے نہیں ہوتا یہ ابتداء سے لے کر انتہا تک ہے یعنی کہ قیامت تک، پھر یہ کہ پیغمبر ہونے کیلئے آپ کی بہت سی معاشرتی ذمہ داریاں ہیں جس میں جہاد کرنا، جہاد بالنفس سے لے کر جہاد اللہ تک کا سفر کرتا ہے۔ اگر ان تمام معاملات کے اندر ایک اعلیٰ مقام دیا اور چھوٹا کام نہیں دیا تو عورت کے اوّل نہ ہونے کی اس سے بڑی کوئی دلیل نہیں۔

سوال: صوفیاء میں بھی خواتین کا نام نہیں ملتا؟

بلال قطب: رابعہ بصریؒ بہت بڑا نام ہے، دوسرا رضیہ سلطانہ بھی بہت بڑا نام ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صوفیاء میں

Marfat.com

عورتوں کا نام نہیں ہے' کم ہے۔ اگر اللہ نے عورت کو پیغمبر نہیں بنایا تو عورت علم حاصل کر کے اعلیٰ مقام تک پہنچ سکتی تھی' عورتوں کے پاس آج بھی چوائس موجود ہے کہ وہ علم حاصل کر کے رابعہ کے مقام تک پہنچ سکتی ہیں۔

سوال: کیا کسی عورت نے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر لکھی ہے؟

بلال قطب: آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ کیا پچھلے 50 سالوں میں عورت کو کسی نے ترجمہ یا تفسیر لکھنے سے منع کیا ہے؟ نہیں کیا' تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔ عورت کم عقل بھی نہیں' یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عورت کم عقل ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ عورت کم عقل ہے' آپ کی کیا رائے ہے؟

بلال قطب: نہیں عورت کم عقل نہیں ہے' ہاں اگر سائنسی طور پر دیکھیں تو عورت کے دماغ کا وزن مرد کے دماغ کے وزن سے کم ہوتا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ کمتر بات ہے تو میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اگر یہی عورت آسٹرونالٹ بنے تو خلائی شٹل کے اندر مرد کے مقابلے میں زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ کم آکسیجن استعمال کرتی ہے۔ مرد عورت کا معاملہ مقابلے کا نہیں توازن کا ہے' برابری کا ہے۔

سوال: کیا عورت مرد کی پسلی سے نکلی ہے' اس کا کوئی ٹھوس ثبوت ہے؟

بلال قطب: قرآن و حدیث میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے' یہ بائبل کی روایت ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ ہم نے آدم کو پیدا کیا اور حوا کو پیدا کیا۔ اس لئے ہم عورت کو پیدائش خداوند سمجھتے ہیں' پسلی سے نکلا ہوا نہیں سمجھتے۔

سوال: عورت کی گواہی کو آدھی گواہی کیوں سمجھا جاتا ہے؟

بلال قطب: رابعہ کا رابعہ ہونا اس لئے ہے کہ رابعہ کی زندگی کا کوئی اور مقصد نہیں تھا۔ اس طرح آپ کو ایسے مرد بھی مل جائیں گے جن کی زندگی کا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔ رہی بات گواہی کی تو عورت کی آدھی گواہی صرف معاشی معاملات میں سمجھی گئی ہے' باقی معاملات میں نہیں' جن معاملات کو عورت پر فرض نہیں کیا گیا جیسا کہ روزی کمانا عورت پر فرض نہیں ہے۔ آپ کی والدہ نے آپ کو بتایا کہ میں آپ کی ماں ہوں تو وہ ایک ہی عورت کی گواہی ہے۔ آپ کی والدہ نے آپ کے والد کو بتایا کہ یہ آپ کا بیٹا ہے تو یہ بھی ایک ہی گواہی ہے۔ نرس آ کر بتاتی ہے کہ آپ کو بیٹا ہوا ہے تو یہ بھی ایک عورت کی گواہی ہوئی۔ آپ اس سب کو مانتے ہیں لیکن جب گواہی کو آپ آدھی گواہی کہہ رہے ہیں وہ صرف معاشی معاملات میں ہے۔ اگر اب یہ سوال اٹھتا ہے تو ایسا کیوں ہے' مجھے جو سمجھ میں آتا ہے تو اس کا جواب خطبہ نکاح میں چھپا ہوا ہے۔ نبی پاکؐ جب بھی نکاح پڑھاتے تھے تو وہ یہ دعا کرتے تھے کہ یہ عورت تیرے نفس کی تسکین کیلئے تجھے دیدی گئی۔ ہم نے ہمیشہ نفس کی تسکین کو سمجھا کہ یہ شاید جسمانی تسکین ہے جب تک آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے اس حدیث و تفسیر کو نہیں پڑھا کہ تسکین نفس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ایک نمازی مسجد سے نماز پڑھ کر نکلے تو اپنا دل مسجد میں چھوڑ کر جائے اسی طرح جب شوہر گھر سے نکلے تو دل گھر پر چھوڑ کر جائے۔ دلوں کو جیتنا پیسہ کمانے سے زیادہ عقلمندی کا کام ہے۔ اللہ نے عورت کو روپیہ پیسہ کمانے سے زیادہ اچھا کام دیا' کمانا عورت کیلئے آپشنل رکھا' اس کو منع نہیں کیا لیکن اللہ نے کہا کہ یہ عورت کی

Marfat.com

ڈومین نہیں ہے لیکن اگر کبھی پیسوں کے معاملات ہو جائیں تو عورت سے مشورہ لے لیا کرو۔

سوال: ایک روایت حضرت علیؓ سے منسوب ہے کہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ عورت سے کبھی مشورہ نہ لو' کیا یہ روایت درست ہے؟

بلال قطب: یہ حضرت علیؓ کا مشورہ نہیں ہے بلکہ یہ حضرت علیؓ کا خطبہ ہے۔ پہلی بات تو آپ یہ دیکھیں کہ فاتح خیبر' دامادِ رسولؐ شوہر فاطمہؓ کا خطبہ ایک جملہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آج اگر کوئی بڑا بننا چاہے گا تو اس کا خطبہ چھوٹا ہونا چاہئے اور اگر کوئی مرد اپنی ساری زندگی عورت سے مشاورت ہی کرتا رہے گا تو اس کے مرد ہونے کا کیا فائدہ۔ دوسری بات یہ بات حتمی نہیں ہو جاتی کیونکہ یہ حدیث یا قرآن میں تو نہیں' یہ حضرت امام علیؓ کا قول ہے اور جب حضرت محمدؐ نے اپنا احرام کھولا تو صحابہ نے بات نہیں مانی تو آپؐ نے حضرت ام سلمیٰؓ سے مشورہ لیا۔ آپؓ نے مشورہ دیا کہ آپؐ احرام کھول دیں تو باقی سب آپؐ کی نسبت سمجھ کر کھول دیں گے' تو یہ ایک عورت کا ہی مشورہ تھا۔ میں ایک اور بات بہت ادب سے کہنا چاہوں گا کہ کہیں کوئی مفتی مجھے دھمکی نہ دے دیں کہ نبی پاکؐ نے ساری زندگی صرف ایک عورت کی نوکری کی اور وہ عورت ہماری ماں حضرت خدیجہؓ تھیں۔

سوال: جو حدیثیں عورت سے مروی ہیں ان کو کیسے صحیح اور موثر مانا جائے؟

بلال قطب: آدھی گواہی کے بارے میں عرض کیا کہ صرف معاشی معاملات میں عورت کی گواہی کو آدھا تصور کیا جاتا ہے اور اگر معاشی معاملات کے اندر کوئی اور حدیث بھی ہے تو مجھے نہیں معلوم۔ دو ہزار سے زائد احادیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں لیکن صرف حضرت عائشہؓ سے ہی مروی نہیں' حضرت عائشہؓ ان کی صرف ابتداء کی راوی ہیں' وہ نیچے اترتے ہوئے ہم تک پہنچی ہیں' اس کا مطلب ہے کہ جو حضرت عائشہؓ نے بات کی' جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ہم تک پہنچائی' انہوں نے تو نہیں کہا کہ یہ آدھی گواہی میں لوں گا' انہوں نے تو بات کو مکمل اور پورا لیا' ہم نے اس بات کو آدھا کیا۔ اپنے اس مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے جہاں داڑھی رکھنا مردانگی اور مذہبی رجحان دکھانے لگ گیا۔ اس لئے میرے خیال میں یہ مرد کی عقل اور نفس کی پسماندگی جس نے اس آیت کو مکمل نہیں سمجھا اور عورت کو اس نے آدھا کر دیا۔ جیسے ایک ادیب کی شناخت اس کی ادبیات ہیں اسی طرح اللہ کی شناخت اس کا کلام قرآن پاک ہے۔ اللہ جب قرآن میں کہتا ہے کہ الف لام میم' حالانکہ مجھے پتہ ہے کہ ان تینوں الفاظ میں تین تین لفظ ہیں' تو آپ یہ دیکھئے کہ اگر اللہ کوئی بڑی بات کہنا چاہتا ہے تو وہ پہلے نہیں آئی بعد میں آئی ہے۔ قرآن حکیم کا مزاج یہ ہے کہ اگر اللہ نے کہا کہ شراب کی حالت میں نماز کی طرف نہ جاؤ تو یہ آخری آیت نہیں ہے' یہ ابتداء کی آیت ہے' اس لئے جب بھی اللہ نے مومنوں کا ذکر کیا تو پہلے مومن مرد اور پھر مومن عورت کا ذکر کیا' میں لٹریچر کا گمان کر رہا ہوں کہ اللہ نے قرآن پاک میں عورت کو مرد سے افضل رکھا۔

سوال: کیا مرد کو عورت کا کچن علیحدہ کرنے کا تقاضا مان لینا چاہئے' کیا یہ شرعی ہے؟

بلال قطب: میرے خیال میں اس معاملے کا دین سے کوئی تعلق نہیں' اس کا تعلق معاشرے سے ہے۔ اس پر فتویٰ ان مفتیوں کا لگ سکتا ہے جو اپنی بیویوں سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کہا کہ بیوی کے آگے اف نہ کرنا' کچن

Marfat.com

الگ کرنے سے ماں ناراض ہوتی ہے تو یہ سوال ضرور ہوگا کہ نکاح شدہ سے معاملات طے کر لئے اور ماں کو ناراض کر دیا۔ مرد کو چاہئے کہ ماں کی بات کو اہمیت دے کیونکہ ماں تو ماں ہی رہتی ہے اس کو تو معاذ اللہ طلاق نہیں دی جا سکتی اس لئے آپ میں اگر مردانگی ہے تو کم از کم برابری کرنے کا احساس اور جذبہ پیدا کریں۔

سوال: کیا عورت ہی عورت کی دشمن ہے؟ جب عورت کی شادی ہوتی ہے تو اس کو زیادہ تر تکلیفیں ساس اور نند کی صورت عورت ہی سے ملتی ہیں؟

بلال قطب: آپ کی بات درست ہے لیکن یہ بات کرتے ہوئے ہمیں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے کیونکہ پاکستان میں 6976 این جی اوز ہوں گی جو اس بات کی تردید کرتی ہیں کہ عورت عورت کے خلاف ہے۔ مردوں نے کتنی عورتوں کو تکالیف پہنچائیں جن کی وجہ سے انہوں نے خودکشی کی۔ یہ جتنی عورتیں ہیں انہوں نے اپنی ناک کی وجہ سے خودکشی کی اس کے اعداد و شمار گوگل پر موجود ہیں۔ میرے خیال میں یہ انسٹی ٹیوشن ایز اے وومن ہڈ کی ناکامی ہے۔ یہ ایک ماں کی ناکامی ہے کہ جب لڑکی رخصت ہوتی ہے تو اس کی ماں اسے کیوں نہیں سمجھاتی کہ تم نے دوسرے گھر جا کر ان کے دل جیتنے ہیں' یہ بات خطبہ نکاح میں بھی ہے جبکہ کچن علیحدہ کرنے کا خطبہ نہیں ہے۔

سوال: عورت امامت اور جنازہ کیوں نہیں پڑھا سکتی؟

بلال قطب: حیض کی وجہ سے کیونکہ اگر عورت حالت حیض میں ہے تو وہ لوگوں سے اگر یہ کہے گی کہ میں نماز نہیں پڑھا سکتی کیونکہ میں حالت حیض میں ہوں۔ اللہ تعالی نے ہر جگہ عورت کا پردہ وحیا رکھی ہے۔ ایک مرد اگر جنابت کی حالت میں آ کر کہے کہ میں غسل نہیں کر سکا تو اس نے اپنی اور اپنی بیوی کی پردہ کشائی کی لیکن وہ غسل کر کے آ کر نماز پڑھا سکتا ہے لیکن عورت اپنے مخصوص ایام میں جتنے چاہے غسل کر لے وہ نماز نہیں پڑھا سکتی کیونکہ وہ ناپاک ہے۔

سوال: یہ کہا جاتا ہے کہ پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا' اس میں کہاں تک سچائی ہے؟

بلال قطب: میرے خیال میں یہ بات انتہائی مولویانہ قسم کی ہے کہ پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا' یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا کہ پہلا قتل ایک بہن کی وجہ سے ہوا کیونکہ وہ دونوں کی ہی بہن تھی۔ ایک یہ روایت بھی ہے کہ بابا آدم اور اماں حوا کہ ہاں جڑواں بچے پیدا ہوئے تھے' ایک لڑکا اور ایک لڑکی' یہ دونوں بہن بھائی تھے' پھر جب دوسرے لڑکی اور لڑکا پیدا ہوتا تھا تو ان سے ان کا نکاح ہوتا تھا۔ اب آپ بتائیں کہ یہ والا جوڑا بھی تو ان کا بہن بھائی ہوا' یہ اللہ کی مرضی تھی۔ اللہ نے جب چاہا کہ نکاح ہو تو نکاح ہوا' جب چاہا کہ نہ ہو تو نہیں ہوا' اگر وہ چاہتا ہے کہ بغیر نکاح کے بچے حلال سمجھنا ہے تو یہ اس کی مرضی ہے' اس کی خدائی ہے وہ جو چاہے کرے۔

سوال: عورت نہیں چاہتی کہ اس کے گھر بیٹی پیدا ہو' وہ ہمیشہ یہی چاہتی ہے کہ اس کے گھر بیٹا پیدا ہو' کیا وہ اپنی ذات سے مطمئن نہیں؟

بلال قطب: میرے خیال میں یہ ذات کا تصور کم اور مذہب سے دوری زیادہ ہے۔ میں نے ان عورتوں کو مذہب

Marfat.com

سے زیادہ دور دیکھا ہے جو نقاب بھی کرتی ہیں اور دوپٹہ بھی لیتی ہیں۔ میں یہ بات بہت ادب اور جرأت سے کہہ رہا ہوں کہ اگر عورت دین کو ترجیح دے تو ہمارے دین میں بیٹی کی پیدائش کو آدھی جنت کی دلیل قرار دیا جاتا ہے اور دو بیٹیوں کی پیدائش کو مکمل جنت کی دلیل دی ہے یعنی بیٹیوں کی اچھی تربیت جنت کا حصول ہے اور نبی پاکؐ نے فرمایا کہ جس نے دو بیٹیوں کی اچھی تربیت کی وہ میرے ساتھ ایسے کھڑا ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اس میں نمازیں بھی ہوں' روزے بھی ہوں' اس میں صرف بیٹی کی اچھی تربیت کی گواہی ہے۔ ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ ہمارے مذہب نے ہمارے لئے کتنی آسانی پیدا کر دی کہ دو بیٹیوں کی اچھی تربیت کر کے جنت حاصل کی جا سکتی ہے۔ نبی پاکؐ نے وہ برکتیں ہم تک پہنچا دیں' اگر ہم ان برکتوں کے پیدا ہونے پر ناشکرے پن کا مظاہرہ کریں تو اس سے زیادہ افسوس کی بات اور ہو ہی نہیں سکتی۔

سوال: تو یہ کیا نفسیاتی احساس ہے کہ وہ نہیں چاہتی کہ میرے گھر بیٹی پیدا ہو؟

بلال قطب: یہ نفسیاتی کمپلیکس عورت کا نہیں ہے' یہ کمپلیکس اس معاشرے کا ہے' یہ معاشرہ ہی مذہبی نہیں ہے۔

سوال: عورت بیٹی پیدا ہونے پر فخر کرنے کے بجائے شرمندہ کیوں ہوتی ہے؟

بلال قطب: آپ کی بات درست ہے لیکن ہر عورت کو اپنی ماں حضرت خدیجہؓ سے کمپیئر نہیں کیا جا سکتا۔ ہر عورت کو حضرت عائشہؓ' رضیہ سلطانہ' رابعہ بصری نہیں سمجھا جا سکتا' یہ خاص عورتیں ہیں' ان کا موازنہ عام عورتوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ اب آپ دیکھیں کہ ایک دفعہ حضرت حسن بصری نے حضرت رابعہ بصری کے گھر رات قیام کیا' ان کی عمر میں زمین آسمان کا فرق ہے لیکن ہمارے جیسے لوگ ساری رات ان کے دروازے کے باہر کچھ سراغ لینے کیلئے کھڑے رہے۔ جب صبح حضرت حسن بصری باہر نکلے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ پھر حسن ساری رات رابعہ کے ساتھ گزاری' تو کیا یہ طنز نہیں تھا۔ حضرت حسن بصری نے انکار نہیں کیا' انہوں نے کہا کہ ہاں ساری رات رابعہ کے ساتھ گزاری' کیسی اللہ کی ولی عورت ہے کہ اس نے ساری رات مجھے احساس نہیں ہونے دیا کہ میں ایک مرد ہوں۔ آپ اس بات پر غور کریں کہ ایک مرد ایک عورت کے آگے اپنی مردانگی کو سرنڈر کرتا ہے تو کیا رات کو اس عورت کے آگے اپنی عقل و دانش کو سرنڈر نہیں کرتا ہوگا۔

سوال: کیا مرد اور عورت اکٹھے تعلیم حاصل کر سکتے ہیں؟

بلال قطب: مقصد تعلیم حاصل کرنا ہے' مرد اور عورت کا اکٹھے ہونا نہیں ہے۔ نبی پاکؐ کے زمانے میں نبی پاکؐ نے بھی عورتوں کیلئے دن رکھے ہوئے تھے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے دین کی تعلیم دینا شروع کی تو وہ صحابیات اور صحابہ کرامؓ دونوں کو تعلیم دیتی تھیں۔ کوایجوکیشن اگر شرعی حدود کے اندر ہے تو جائز ہے' اگر اس سے باہر ہے تو ناجائز ہے۔

سوال: شرعی حدود کا بھی تو پتہ نہیں چلتا' ہر کسی کی اپنی حدود ہیں' حدود کے بارے میں بتائیں؟

بلال قطب: میں ایک بہت اچھے چینل پر بیٹھا تھا اور ایک بہت ہی اچھی اینکر پرسن میرے ساتھ تھی جس نے میرا نام بلال بھائی ڈال دیا تھا' اسی وقت ایک بہت ہی اچھے مذہبی سکالر آئے جنہوں نے آتے ہی اس اینکر پرسن سے ہاتھ ملایا۔ اب لڑکی بہت بہادر تھی اس نے اسی وقت مجھ سے پوچھ لیا کہ بلال بھائی ان کا ہاتھ ملانا ٹھیک ہے۔ اب میں یہ سوچ

Marfat.com

کر خاموش رہا کہ اگر میں ان حضرت کے سامنے کچھ بولوں گا تو میرا کسی بھی سٹوڈیو میں داخلہ ممنوع ہو جائے گا۔ پھر ان حضرت نے ہی جواب دیا کہ یہ تو نیتوں کی بات ہے۔ لڑکی بہادر تھی' پروگرام ختم ہوا تو وہ میرے ساتھ ڈاکٹر اسرار صاحب کے پاس گئی اور اس نے جا کر وہاں کہا کہ ڈاکٹر صاحب ہمیں آسان الفاظ میں پردہ سمجھا دیجئے تا کہ ہماری ساری زندگی کے مسائل حل ہو جائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی چھڑی اٹھا کر اپنی ٹانگوں کے درمیان رکھ لی اور کہا کہ پہلا پردہ یہ ہے کہ مرد ادھر اور عورت ادھر۔ دوسرا پردہ یہ ہے کہ گھر میں محرم ادھر نامحرم ادھر۔ تیسرا پردہ بازار کا ہے' اس پردے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورت جب بازار جائے تو گھونگھٹ گرا لے۔ انہوں نے کہا کہ سمجھ میں آ گیا۔ ہم نے کہا کہ جی ہاں سمجھ آ گئی۔ تو انہوں نے کہا کہ جایئے۔ یہ تھے عالم۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ لڑکا اور لڑکی ایک ساتھ پڑھتے ہوں اور بغیر فلرٹ کئے تعلیم حاصل کریں۔ لڑکا لڑکی میں کشش ضرور ہو گی۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا آپ اپنی بیٹی کو ایسی جگہ تعلیم دلوا سکتے ہیں جہاں لڑکے اور لڑکیاں اتنی قربت میں بیٹھے ہوں کہ ایک دوسرے کی خوشبو کو محسوس کر سکیں۔ ان میں یا تو ہارمونز کا مسئلہ ہو گا یا وہ شرع کی حد کو پار کریں گے۔

سوال: کیا شادی کے بعد لڑکی کے لیے لڑکے کے خاندان والوں کی خدمت کرنا فرض ہے؟

بلال قطب: نہیں' فرض تو صرف وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج' باقی سب تو اخلاقی ضروریات ہیں۔ اگر خاوند کی نظر میں اس کے ماں باپ کی خدمت کرنا اخلاقی ضرورت ہے تو عورت کو چاہئے کہ وہ ان کی خدمت کرے۔ معاملہ خدمت کا نہیں' معاملہ دل جیتنے کا ہے' تو اسے چاہئے ان کے دلوں کو جیتے۔

سوال: جو لڑکی چھوٹے کپڑے پہن کر اشتہارات میں آتی ہے' کیا وہ اپنی زینت کو خود خراب نہیں کر رہی؟

بلال قطب: یقیناً' اس میں تو دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں۔ لڑکی صرف چھوٹے کپڑے ہی نہیں پورے کپڑے بھی پہن کر آتی ہے تو اس نے اپنی زینت کو گنوایا ہی ہے۔ میں یہاں پر ایک جملہ کہنا چاہوں گا' لفظ ''وومن'' لاطینی زبان کا لفظ ہے' جس میں ''وو'' کا مطلب ''درد'' ہے اور ''مین'' کا مطلب آدمی' یعنی "Pain to man is woman" آج تک کسی انگریزی دان نے یہ نہیں کہا کہ اس لفظ ''وومن'' کو عزت دار بناؤ۔ عورت کا مطلب ہے چھپا ہوا' کیا خوبصورت تصور ہے کہ چھپا ہوا خزانہ زیادہ پرکشش ہے۔ میں یہ بات دل سے کہتا ہوں کہ حجاب میں جو عورت کا تقدس ہے وہ ہاف بازو اور سلیولیس بازو میں نہیں ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں پوری دنیا میں کون سا معاشرہ ایسا ہے جس میں عورتوں کو مکمل حقوق دیئے جا رہے ہیں؟

بلال قطب: پوری دنیا میں ایران ایسا معاشرہ ہے جہاں عورت کو مکمل طور پر تحفظ حاصل ہے۔ وہاں عورت سبزی بھی بیچ رہی ہے' ٹیکسی بھی چلا رہی ہے۔ آج جو وومن رائٹس کا سب سے زیادہ دلدادہ ملک ہے وہ امریکہ ہے' وہاں عورت اگر صبح چار بجے ٹیکسی چلائے تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کے ساتھ ریپ ہو جائے گا بلکہ گینگ ریپ ہو جائے گا جبکہ ایران میں اگر صبح چار بجے کوئی خاتون برف میں بھی ٹیکسی چلاتی ہوئی ملے گی تو کسی کی ہمت نہیں ہو گی کہ اس کو نظر اٹھا کر دیکھ

Marfat.com

بھی لے۔ وہاں عورت بآسانی سبزی بھی بیچتی ہے' ٹیکسی بھی چلاتی ہے۔ آپ اس سے سبزی بھی خریدیں گے اور اس کی ٹیکسی میں سفر بھی کریں گے۔ آپ اس کے ساتھ ٹرین میں بھی سفر کریں گے' وہ آپ کی ٹیچر بھی ہوگی کیونکہ اس کا تقدس ریاست نے قائم کیا ہے' یہ وہ ریاست ہے جہاں دین کو ٹھیک طریقے سے لاگو کیا گیا ہے۔ انہوں نے حد قائم کی ہے' آپ اپنے گھر میں چاہے جینز پہنیں لیکن جب آپ گھر سے باہر آئیں تو آپ کو سر سے پاؤں تک حجاب میں ہونا چاہئے۔

سوال: ہمارے معاشرے میں ایک جملہ بہت عام ہے کہ عورت کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی' کیا یہ بات درست ہے؟

بلال قطب: اگر عورت کی کمائی میں برکت نہ ہوتی تو آپ حضرت خدیجہؓ کو کہاں لے کر جائیں گے' اسی برکت سے اللہ کے رسولؐ نے کمایا۔ ہمارے نبیؐ نے صرف ایک ہی عورت کا کام کیا اور اس میں برکت آئی اور حضرت محمدؐ کو اسی میں اکنامکل شفٹ ملا۔ یہ بہت ہی ہندووانہ بات ہے کہ عورت کی کمائی میں برکت نہیں ہے۔

سوال: جس طرح مرد کی کمائی پر عورت کا حق ہے' کیا اسی طرح عورت کی کمائی پر مرد کا حق ہے؟

بلال قطب: نہیں' عورت کی کمائی پر مرد کا کوئی حق نہیں لیکن اگر مرد مجبوری میں ہے' وہ معذور ہو جاتا ہے اور اس کی عورت اس پر اپنی کمائی خرچ کرتی ہے تو وہ اس عورت کا اس پر احسان ہے' فرض نہیں ہے اور نہ ہی اس کا حق ہے۔

سوال: کیا اسلام میں عورت کا مسجد اور قبروں پر جانا منع ہے؟

بلال قطب: حدیث ہے کہ نبی پاکؐ نے رات کو صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ عورت پر پردہ اترا ہے' پھر جب صبح ہوئی اور اذان فجر ہوئی تو صبح عورتیں مسجد میں موجود تھیں' رات کو آیت نازل ہوئی اور صبح عورتیں مسجد میں تھیں اور وہ اس طرح ساکت و جامد کھڑی تھیں جس طرح ان پر کوے بیٹھے ہوں۔ جب حضور اکرمؐ کے دور میں عورتیں مسجد میں جا سکتی ہیں تو کیا (معاذ اللہ) آج کے امام زیادہ بڑے ہو گئے ہیں جو عورتوں کے مسجد میں جانے پر پابندی لگائیں۔ حضرت عمرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک بار کہا کہ میں تو عورتوں کو مسجد میں نہیں جانے دوں گا تو حضرت عمرؓ نے کوڑا اٹھا لیا کہ جب نبی پاکؐ نے اجازت دی تو تُو اس میں تبدیلی کرنے والا کون ہوتا ہے۔ یہ معاملات مذہبی نہیں ہیں' یہ معاملات معاشرتی ہیں۔ مذہبی ہونا ایک نارمل زندگی ہے' ایسا نہیں ہے کہ آپ پانچ سال کسی عورت کی شکل ہی نہ دیکھیں' چاہے وہ عورت آپ کی ماں یا بہن ہی کیوں نہ ہو۔

سوال: کیا آپ عورتوں کے مسجدوں اور قبروں پر جانے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں؟

بلال قطب: ہماری ماں سیدہ عائشہؓ کے گھر میں نبی پاکؐ کی قبر ہے۔ ہماری ماں کے گھر میں ان کے والد کی قبر ہے' ہماری ماں ان کی قبروں پر جاتی تھیں اور جب حضرت عمر بن خطابؓ کی وہاں تدفین ہوئی تو حضرت عائشہؓ وہاں حجاب کر کے جاتی تھیں اور انہوں نے وہاں دیوار اٹھوا دی جو دیوار وہاں آج بھی موجود ہے۔ ممانعت اس وقت ہوئی تھی جب عورتیں قبروں پر جا کر منہ میں انگلی ڈال کر بین کرتی تھیں' نبی پاکؐ نے اس وقت منع فرما دیا تھا لیکن بعد میں اجازت دیدی تھی اور عورتیں دوبارہ جانے لگی تھیں۔

Marfat.com

سوال: وراثت میں عورت کا حق کم کیوں رکھا گیا ہے' وراثت کے معاملے میں عورت کو کمتر کیوں کر دیا گیا؟

بلال قطب: میرے خیال میں جو ہم حساب کتاب لگاتے ہیں تو ہم نے میٹرک میں ریاضی بھی نہیں پڑھی ہوتی۔ اب غور کیجئے کہ عورت کو وراثت کہاں کہاں سے مل رہی ہوتی ہے۔ لڑکی باپ کا ذمہ ہے' لڑکے نے خود کمانا ہوتا ہے' وہ ذمہ نہیں ہے۔ باپ اگر مر جائے تو لڑکی بھائی کا ذمہ ہے' اگر دونوں مر جائیں تو سرکار کا ذمہ ہے' مرد ذمہ نہیں ہے۔ اب اگر وہ نکاح میں چلے گئی تو شوہر کا ذمہ ہے اور مہر علیحدہ لے گی یعنی اس کو باپ سے بھی مل رہا ہے' بھائی سے بھی مل رہا ہے' شوہر سے بھی مل رہا ہے' باپ کی وراثت میں بھی حصہ ہے' باپ کے حصے میں سے جو بھائی کو ملا وہ اپنی بیوی کو پالے گا' بیٹی کو بھی پالے گا' اپنی بہن کا بھی خیال رکھے گا۔ فرض کیجئے چار بھائی ہیں' ماں ہے' بہنیں ہیں' تو باپ کی جائیداد چار بھائیوں میں بھی تقسیم ہوگی' بہنوں میں بھی ہوگی اور ماں میں بھی تقسیم ہوگی' بھائی ساری جائیداد تو نہیں لے کر جا رہے' بھائی اس جائیداد میں سے ماں کا بھی خیال رکھے گا' بہن کا بھی خیال رکھے گا لیکن ماں نہ تو اپنی جائیداد میں سے بیٹے کو دے گی اور نہ بہن دے گی تو زیادہ حصہ تو عورت کو ہی مل رہا ہے۔

سوال: کیا عورت جسمانی لحاظ سے مرد سے کمزور ہے؟

بلال قطب: آپ کی مراد جہاد سے ہے تو عورت بھی جہاد کر سکتی ہے اور اگر انٹیلکچوئل ہے تو اس میں بھی کسی سے کم نہیں ہے۔

سوال: انٹیلکچوئل میں عورتوں کا کم نام آتا ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

بلال قطب: عورتیں انٹیلکچوئل میں کم نہیں ہیں' بہت سے نام ہیں لیکن وہ نام ہم تک پہنچ نہیں پاتے۔

سوال: اگر انٹیلکچوئل عورتیں ہوتی ہیں تو آج تک کسی عورت نے قرآن کا ترجمہ یا تفسیر کیوں نہیں لکھی؟

بلال قطب: یہ ایک الگ بات ہے' یہ آج کے دور کی بات ہے۔ ہماری صحابیاتؓ میں بے شمار ایسی صحابیاتؓ ہیں جنہوں نے حدیثیں پہنچائیں اور جن کی روایات ہم تک پہنچی ہیں۔ اس زمانے میں اگر عورتیں نہیں آئیں تو یہ ان کا اپنا ایک الگ مسئلہ ہے جس کی وجہ سے انہوں نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا۔ دوسری بات یہ کہ میرے خیال میں طاقت اور کمزوری کا معاملہ مسلز پاور سے نہیں دیکھنا چاہئے' مائنڈ پاور سے کرنا چاہئے۔ عورت یقینی طور پر اتنی کمیٹڈ نہ ہوتی تو حضور پاکؐ حضرت عائشہؓ کی اتنی چھوٹی عمر میں ان کا انتخاب نہ کرتے' وہ اس لئے کیا کہ ان کے ذہن میں بھرپور تازگی تھی اور اللہ کے رسولؐ کے پردہ کرنے کے بعد وہ پیغامات جو اور کہیں سے نہیں مل سکتے تھے وہ ہماری ماں عائشہؓ سے ملے۔

سوال: حضرت عائشہؓ کے کم عمر ہونے پر مغرب بہت اعتراضات اٹھاتا ہے' آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

بلال قطب: آپ نے پچھلے دنوں اخباروں میں عراق کا واقعہ پڑھا ہوگا جہاں ایک 92 سالہ بوڑھے نے ایک 22 سال کی عمر کی لڑکی سے شادی کر لی۔ اس شادی میں بوڑھے کے پوتوں نے بھی شرکت کی اور ڈھول پر خوب ڈانس کیا۔ اس کے ساتھ اس کے 17 سالہ پوتے نے بھی شادی کی۔ اب 92 سال کے مرد سے 22 سال کی لڑکی کی شادی بھی تو

Marfat.com

مغرب کے لیے ہضم کرنا ممکن نہیں۔ یہ بات اگر پاکستان میں کھلے گی تو یہاں کی این جی اوز بھی چیخ و پکار کریں گی۔ ہم نے نارمیلٹی کا سٹینڈرڈ کس سے لینا ہے؟ کیا ہمیں یورپ آ کر بتائے گا کہ 18 سال کی لڑکی بالغ ہے جبکہ ان کی اپنی 12 سال کی لڑکیاں مائیں بن رہی ہیں۔ کیا مجھے باہر سے آ کر کوئی بتائے گا کہ میری بیٹی شادی کے قابل ہے یا نہیں؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہمارا خاندانی ڈھانچہ ختم ہو رہا ہے' اب ہمیں حکومت بتائے گی کہ ہمارا بچہ یا بچی دوسرے مرد یا عورت کیلئے تیار ہے' اس سے زیادہ جاہلانہ اور نامعقول کوئی قانون ہو ہی نہیں سکتا۔

سوال: ازواج مطہرات کو دوبارہ شادی کی اجازت کیوں نہیں دی گئی؟

بلال قطب: کیونکہ وہ ہمارے نبی پاکؐ کی ازواج تھیں۔

سوال: کیا تمام ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے؟

بلال قطب: جی ہاں' تمام ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے۔

سوال: چاہے ان کا کردار کیسا بھی ہو؟

بلال قطب: جی ہاں' چاہے ان کا کیسا بھی کردار ہو۔ ہمارے پیارے رسولؐ نے فرمایا کہ جس نے ایک دفعہ کلمہ پڑھ لیا اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی۔ اس پر ایک صحابیؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ چاہے اس نے گناہ کبیرہ کیا ہو؟ تو نبی پاکؐ نے فرمایا کہ ہاں چاہے اس نے گناہ کبیرہ کیا ہو۔ جب نبی پاکؐ نے فرما دیا کلمہ پڑھنے سے جنت مل جائے گی تو ہم سے جنت چھیننے والے آپ کون ہوتے ہیں۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
عنوان: قبر کا عذاب
بلال قطب

سوال: روز قیامت فیصلہ ہوگا کہ کون گنہگار ہے اور کس کے نامہ اعمال میں نیکیاں زیادہ ہیں' اس کے بعد ہی جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہوگا لیکن اس سے بہت عرصہ پہلے قبر کے عذاب کا تعین کیسے کیا جائے گا؟

بلال قطب: کتنی عجیب بات ہے کہ اس موضوع کا تعلق اس اسلوب سے ہے جس کا تعلق دنیاوی کتابوں میں سے نہیں ہے' اس کا تعلق آسمانی کتاب قرآن حکیم سے ہے۔ دنیاوی کتابوں میں جتنے مرضی قابل عامل ہوں' آپ کو اس بات کا اندازہ ہوگا کہ کتاب سے پہلے اس کتاب کا دیباچہ لکھا ہوتا ہے' پھر مصنف مضمون کو ابتداء سے لے کر انتہا تک سٹیبلش کرتا ہے اور پھر اپنی رائے دیتا ہے اور اس رائے کو ہم تھیسز کہتے ہیں اور اس تھیسز کو ایک طرح سے یا دوسری طرح سے ثابت کرتا ہے لیکن قرآن حکیم کا نہ کوئی دیباچہ ہے اور نہ کوئی مضمون ہے' اس لئے اس میں وہ ربط نہیں ہے جو دنیاوی کتابوں میں ہے لیکن اس کا نام ''الکتاب'' ہے۔ یہ بات میں آپ سے اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ وہ کتابیں جو دو روپے سے لے کر دو لاکھ روپے تک اس دنیا میں موجود ہیں ان کو پڑھ کر ہم اپنا مائنڈ سیٹ کر لیتے ہیں اور یہ ذہن ہمارا 25 سے 30 سال کے اندر بنا ہے۔ ہم جب قرآن پاک کے اسلوب کو جج کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان دو نمبر' تین نمبر یا ایک نمبر مصنف کے اسلوب کے مطابق لا کر سمجھنا چاہتے ہیں کہ اس میں جو کونٹینٹ دیا ہے اس کونٹینٹ کو سٹیبلش کرنے کے بعد ثابت بھی کیا جائے۔ یہ وہ بنیادی انٹیلکچوئل یا ذہنی کمزوری کی بات ہے جس کی وجہ سے بہت سے ایسے نکات ہیں ایسے معاملات جو عقلی اور دانشورانہ ہیں جن کی وجہ سے ایسا لگتا ہے کہ جو ان کے سوالات ہیں وہ لکھنے والے کے پاس نہیں ہیں۔ اب اگر سوال پوچھنے والے سے یہ کہا جائے کہ آپ دانشور نہیں ہیں' تو یہ بہت بے عزتی والی بات لگے گی اس لئے انسان سوال کے جواب کی طرف آتا ہے اس کے برعکس اگر وہ یہ کہے کہ آپ اسلوب قرآن سے واقف نہیں' چاہے وہ جو بھی شخص ہو اس لئے یہ سوال ترتیب بھی پایا جب اسلوب قرآن سے روشنائی ہوتی۔ دوسری بات یہ کہ جب بھی ہم وقت کا تعین کرتے ہیں ہم اپنے زمانے سے کرتے ہیں' قرآن وقت کا تعین ہمارے زمانے سے نہیں کرتا' ہمارے زمانے سے بھی کرتا ہے اور ہمارے زمانے سے بالا بھی جاتا ہے۔ قرآن حکیم جن معاملات کو ہینڈل کرتا ہے اس کے معاملات قرآن پاک میں بکھرے پڑے ہیں۔ میں جو یہ بکھرے ہوئے لفظ کہہ رہا ہوں وہ میں ''انورٹیڈ کوماز'' میں کہہ رہا ہوں۔ میرے خیال میں بکھرے ہوئے بالکل بھی بکھرے

Marfat.com

ہوئے نہیں ہیں' ان بکھرے ہووں کا تناسب اس انداز سے ہے کہ جب محمدؐ کی زندگی کی ابتداء ہوئی' جس طرح مسائل انسانی زندگی میں آئے' ان معاملات کو اللہ تعالیٰ نے مدنظر رکھتے ہوئے ماضی کا بھی ذکر کیا' حال کا بھی ذکر کیا اور مستقبل کا بھی ذکر کیا اور آپ کا یہ سوال عذاب قبر کا اس طرف سے اٹھے گا جو صراط مستقیم پر ہوگا ورنہ اس کیلئے موت یا موت کے بعد کا سلسلہ کوئی معنی رکھتا ہی نہیں۔ اگر یہ سوال مذہبی مائنڈ سے اٹھے گا تو یہ حدیث کی طرف جائے گا اس کا درمیانی پہلو بھی ہوسکتا ہے' نہ حدیث کی طرف نہ سیکولر یعنی لادینیت کی طرف بھی نہیں ہے تو پھر ہم کس طرف جائیں گے تو پھر ہمارا سوال ہی نہیں ہوگا یعنی ہم نے زندگی ساٹھ ستر سال گزارنی ہے اور جو اس کے بعد ناکامی اور کامیابی ہے وہ انہی پیمانوں کے ساتھ پیمائش کے قابل ہیں جو پیمانے اس دنیا کی ناکامی اور کامیابی کے ہیں' کیا وہ دین اسلام اور کسی اور دین کے بھی ہیں' جواب ہوگا نہیں' اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نبی پاکؐ سے کسی صحابہؓ نے کہا کہ نبی پاکؐ مجھے آپ سے محبت ہے۔ نبی پاکؐ نے فرمایا کہ فقر کیلئے تیار ہو جاؤ اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے فقر اس کے ساتھ یوں آتا ہے جیسے ڈھلوان سے پانی گرتا ہے۔ اب اگر اللہ کے رسولؐ سے محبت کرنے والوں میں سے ہوں یہی ایک واحد راستہ ہے جو خدا کی طرف لے کر جاتا ہے تو فقر کو قبول کئے بغیر ناکامی اور کامیابی کے پیمانے آپ کیسے قائم کریں گے اس لئے میں اس بات کو یہاں تک چھوڑ کر جاتا ہوں کہ سوال کو سمجھنے کی ترتیب وہ الہامی کتابوں کے اندر ایک اور ذہن رکھتا ہے اور ادبی کتابوں کے اندر ایک اور ذہن رکھتا ہے۔ ادبی ذہن کے ساتھ الہامی فلسفے کو سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔ ایک لفظ جو عذاب قبر ہے یہ قرآن کا اور حدیث کا لفظ ہی نہیں ہے اس لیے میں نے یہ ساری تمہید باندھی۔ لفظ عذاب اور قبر ہمارے ادب کا لفظ ہے کہ قبر میں عذاب ہوگا۔ کیا خدا کسی کو بھی عذاب دے گا اس کا میں یہ جواب دوں گا کہ خدا تو کسی کو بھی عذاب نہیں دے گا' جس نے اس کیلئے ایک آنسو بھی بہایا اسے ایک آنسو بہانے کے وسیلہ میں عذاب قبر سے بہت دور رحمت اور جنت ملی تو قبر کے عذاب کا تصور کہاں موجود ہے۔ یہ تو خوف کے وہ پیمانے ہیں جو لوگوں کیلئے بنا لئے گئے جن لوگوں کو صحیح اور غلط کا بتانے کیلئے عقل و دانش نہیں خوف اور محبت کا تاثر دینا پڑتا ہے کہ اگر آپ یوں کرو گے تو جنت میں جاؤ گے اور یوں کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے تو پھر رابعہ بصری کی جو عبادت ہے اس کو آپ کہاں رکھیں گے۔ اس نے کہا کہ نہ تو مجھے جہنم کا خوف اور نہ ہی جنت کا لالچ' میں تو اللہ کی عبادت اس لئے کرتی ہوں کہ وہ عبادت کے قابل ہے' یہ مذہبی ذہن ہے۔

سوال: عذاب قبر کے دوران درد روح کو ہوگا یا جسم کو؟

بلال قطب: لفظ درد کا مطلب تکلیف ہے' بنیادی طور پر دنیاوی معاملہ ہے' ایک پن چبھنے کی تکلیف ہوتی ہے' ایک ناکامی کی تکلیف ہوتی ہے اور ایک کامیابی کی وہ تکلیف جو آپ کو معلوم ہو کہ ہم نے حرام کی کمائی سے حاصل کی ہے اب آپ دیکھیں ان تینوں تکلیفوں میں کتنا فرق ہے لیکن جب ہم مرے ہوئے انسان کا ذکر کر رہے ہیں تو ہمیں اس بات کا بھی اندازہ نہیں کہ ہم اس کے ساتھ کس تکلیف کو جوڑ رہے ہیں جو ہم کہہ رہے ہیں کہ اس کو تکلیف ہوگی ہمیں اس بات کا کیوں ادراک نہیں کہ ایک جسمانی تکلیف کے علاوہ ایک ذہنی تکلیف بھی ہو' مثال کے طور پر اگر آپ ایک بہت طاقتور

Marfat.com

انسان بھی ہیں' وائس چانسلر یونیورسٹی کا ہو' 20 ویں گریڈ کا افسر ہو' رات کو اس کو ایک سپاہی آ کر یہ کہے کہ ایس ایچ او صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں صبح تھانے سے ہو کر جائیں۔ ایس ایچ او ایک گریڈ 15 یا 16 کا افسر ہو گا لیکن وائس چانسلر رات کو پندرہ فون کر کے سوئے گا کہ صبح میری حفاظت ہو۔ آپ ایک 20 ویں گریڈ کے افسر کا خوف اور تکلیف لے نہیں سکتے۔ ہماری عقل و دانش کتنی غیر شستہ ہو گئی ہے کہ ہم اس تکلیف کو پرسیو کرنا چاہتے جو ایک نا قابل بیان تکلیف ہے۔ دوسری بات یہ کہ جب ہمارا تعلق دنیا سے ٹوٹ گیا' ہم اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو ہم اگلی دنیا کے معاملات بھی اس دنیا کی مثالوں سے سمجھنا چاہ رہے ہیں تو یہ کم عقلی کی دلیل ہوتی ہے کہ ہم اپنی فلسفے کی ذہنیت کو استعمال کرنے کے قابل نہیں ہوتے اس لئے ہم وہ مثل لینا چاہتے ہیں جو اس دنیا میں لگی ہو۔ اگلا سوال 10 سال کے بعد ہو سکتا ہے کہ مینجمنٹ کی جو کتابوں کے فلسفے ہیں یا جو دنیاوی کامیابیوں کے تجربے ہیں وہ جنت میں کس طرح اپلائی ہوں۔ یہ سوال بالکل جائز ہو گا لیکن کیا اللہ تعالیٰ ان سوالوں جوابوں کا محتاج ہے۔ اس لئے جو عذاب قبر کا سوال ہے وہ وہی جانتا ہے جو تکلیف دے گا اور جو تکلیف لے گا۔

سوال: کسی بھی قسم کے عذاب کا ہم کیسے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ ہماری اللہ سے نافرمانی کی وجہ سے ہے یا ہماری آزمائش ہے؟

بلال قطب: یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اگر ہم سے کوئی یہ پوچھے کہ ہمارے وزیر اعظم نواز شریف کے دل میں کراچی کے بارے میں کیا چل رہا ہے تو اس کا جواب کسی کا ابو بھی نہیں دے سکتا بلکہ جو نواز شریف کے والد ہیں اللہ انہیں جنت نصیب کرے وہ بھی اس بات کا جواب نہیں دے سکتے تھے کہ میرے بیٹے کے دل میں کیا چل رہا ہے۔ آپ کو کبھی اس بات کا تعجب نہیں ہوتا کہ ہم خدا کے ذہن کو پڑھنے کی کوشش میں لگے ہوتے ہیں کہ خدا کس طرح سے سوچ رہا ہے۔

سوال: کیا خدا بھی یہ چاہتا ہے؟

بلال قطب: خدا چاہتا ہے ہمیں سوچنا لیکن خدا کے ذہن کو پڑھنا کیا انسان کی قابلیت ہے۔ یہ انسان کی قابلیت نہیں انسان کی غروریت ہے جو کہ اس کو خدائی کا دعویٰ پہنچانے کیلئے کرتی ہے۔ اگر بچے کو اجازت دی جاتی ہے کہ جو مرضی کرے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بچہ باہر جا کر شراب کا کاروبار کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی حدود میں رہو اپنی حیثیت' اوقات اور گریبان میں جھانکنے کے ساتھ ساتھ چلو۔ معاملہ یہ کہ خدا عذاب دے رہا ہے یا آزمائش دے رہا ہے یہ خدا کا فیصلہ ہے ہم اس بارے میں رائے نہیں رکھتے۔ ہم صرف آئمہ کی بات کر سکتے ہیں مثال کے طور پر حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ کوئی وقت زندگی کا' کوئی معاملہ زندگی کا تمہیں خدا کی یاد کی طرف لے کر جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب نہیں آزمائش ہے۔ اب یہ امام علیؓ کا قول ہے ہم ان سے سیرت و تفسیر تو سمجھ سکتے ہیں لیکن وہ شرح نہیں لے کر آئے۔ یہ معاملات ہم جب نبی پاکؐ کے بعد کمتر درجات پر آتے ہیں تو ہم ان کی روایات سے سمجھ سکتے ہیں یہ بہت خوبصورت جملہ ہے کہ ''جب کوئی آزمائش اللہ کی یاد کی طرف لے کر جائے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی معاملہ آپ کو اللہ کی یاد کی طرف نہ لے کر جائے وہ آزمائش نہیں ہے عذاب ہے۔ میں پھر عرض کر رہا ہوں کہ یہ سارے تخیلاتی پہلو ہیں جو ہم نے اس دنیا میں اپنی زبان سے سیکھے ہیں۔ زبان انسان کی عقل کو بڑھانے کیلئے ہوتی ہے کتنی عجیب بات ہے کہ ہم اپنی اس زبان کے خود

Marfat.com

قیدی بن گئے ہیں اور عقل و دانش میں ایک بھی قدم آگے نہیں بڑھا سکتے جس نے فیصلہ کرنا ہے فیصلہ اسی نے کرنا ہے اور جس وقت کرنا ہے اسی وقت کرنا ہے ہمیں آرام سے زندگی میں اس وقت کا انتظار کرنا چاہئے' یہ بتانے والا ہمیں بتائے گا کہ یہ عذاب ہے یا آزمائش ہے۔

سوال: کیا علمائے کرام کے لوگوں کو عذاب قبر سے ڈرانے سے رویوں میں فرق پڑتا ہے؟

بلال قطب: ایک بہت مشہور کتاب ہے جس میں عذاب قبر کی بہت بڑی بڑی باتیں ہیں۔ اس کتاب کا میں نام نہیں لوں گا۔ دیکھیں آپ کا سوال یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ ان علماء کے پاس خوف کے سوا کوئی اور علم تھا' اگر تھا تو وہ کہاں پر ہے' جن کے پاس خوف کا علم تھا انہوں نے خوف کا علم دیا۔ میرے نبی پاکؐ کے پاس قرآن کا علم تھا انہوں نے قرآن کا علم دیا۔ آپ مجھے کوئی ایک واقعہ' کوئی ایک روایت بتائیں جس میں آپؐ نے صحابہؓ کو عذاب سے ڈرایا ہو۔ اللہ کے رسولؐ نے آپ کو بہتری کی طرف لے کر جانے' نیک نیتی کے ساتھ عبادت کر کے خدا کی رضا لینے کا پیغام دیا۔ اللہ نے کہا کہ میں نے پیغمبروں کو خوشخبری کیلئے بھیجا' جب اللہ نے پیغمبروں کو خوشخبری کیلئے بھیجا تو علماء کیوں لوگوں کو خوف کے ساتھ جنت میں لے کر جانا چاہتے ہیں۔ تو جناب یہ سوال پھر علماء پر اٹھنا چاہئے' خدا پر نہیں۔

سوال: آج کل بڑے بڑے بلڈرز لوگوں کیلئے لنگر کھول رہے ہیں' غریب بچیوں کی شادیاں کروا رہے ہیں' ٹی وی چینلز پر آ کر لوگوں کو چیک بھی دے رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف لوگوں کی زمینوں پر قبضے بھی کر رہے ہوتے ہیں' کیا انہیں اللہ کا خوف نہیں ہے؟

بلال قطب: ہمارے ایک دوست ہیں' اللہ انہیں ہدایت دے لیکن ابھی تک دی نہیں۔ وہ ہمارے ساتھ لاہور ڈیفنس میں کام کرتے تھے' ہماری سب کی تنخواہ ایک جتنی تھی لیکن ان کے پاس گاڑی کا ماڈل بھی نیا تھا' گھر بھی بڑا تھا اور ان کی بیوی بچے بھی ہمارے بیوی بچوں سے زیادہ خوشحال تھے۔ ہم ان سے پوچھتے تھے کہ آپ یہ سب کچھ کیسے کرتے ہیں تو وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ وہ حرام نہیں کھاتے۔ اگر آپ حرام نہیں کھاتے تو ہم خوشحال کیوں نہیں ہیں۔ ہمارے پیسوں میں برکت کیوں نہیں ہے تو وہ یہ کہتے تھے کہ میں اوپر کا 12 فیصد لیتا ہوں۔ میرے خیال میں تو وہ 18 فیصد لیتے تھے لیکن چلو مان لیتے ہیں کہ وہ 12 فیصد لیتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ ان میں سے کچھ رقم میں علی ہجویری کو ڈال آتا ہوں تو جب علی ہجویری حرام نہیں کھا سکتے تو میرا سارا مال حلال ہو گیا۔ آپ یہی دلیل باقی سب پر لگا لیں تو یہ دلیل بھی ان پر ایسے ہی اترتی ہے کہ 300 دسترخوان لگے ہوئے ہیں لیکن لوگوں کی زمینوں پر قبضہ اس طرح کئے ہوئے ہیں' اس کو میں کہوں گا کہ یہ ایک گلٹ کمپلیکس ہے کیونکہ میں نے رات کو جو گناہ کیا ہے تو میں صبح اٹھ کر نیا دھلا ہوا کرتا پہن کر فجر کی نماز کیلئے ضرور جاؤں کہ جو رات کو میں نے شراب پینی ہے اس کیلئے تھوڑی سی جگہ بن جائے۔

سوال: دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ قبروں پر ٹہنیاں رکھتے ہیں یا کچھ لوگ قبر پر جا کر اذان دیتے ہیں' کیا اس سے قبر کا عذاب ٹل جائے گا؟

Marfat.com

بلال قطب: اگر یہ ٹہنیاں اور پتے قبرستانوں میں ہیں تو میرا خیال ہے ان قبرستانوں کو خوبصورت دکھنا چاہئے۔ جیسا کہ مغرب کے قبرستان گرین اور منظّم ہیں۔ یہاں کے قبرستان تو گرد آلود اور نشئی بھنگیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہاں کے قبرستانوں کی طرح یہاں کے بھی آرگنائزر ہونے چاہئیں بلکہ یہاں کے لوگ ہم سے بہتر حالت میں موجود ہیں اور آگے کی حالت میں تو ہم ان کی حفاظت کیوں نہیں کرتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھیں کہ نبی پاکؐ کے پاس ایک عورت ایک چادر کا تحفہ لے کر آئی تو آپؐ نے وہ چادر ان سے مانگ لی تو صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ان کے پاس تو ایک ہی یمنی چادر ہے تم نے کیوں مانگی تو انہوں نے کہا کہ یہ چادر میں نے پہننے کیلئے نہیں مانگی یہ میں نے اپنے کفن کیلئے مانگی ہے اور اسی ایک چادر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دفن کیا گیا اور جب حضرت حمزہؓ کی شہادت ہوئی تو جب میدان میں لوگ ان کے گرد اکٹھا تھے تو لوگوں نے آپؐ سے چادر مانگ کر ان پر ڈھکی تو وہ چادر یا تو ان کے سر کو ڈھانپتی تھی یا ان کے پاؤں کو تو نبی پاکؐ نے وہاں سے گھاس پھوس لے کر ان کے پاؤں پر ڈالی۔ اگر یہ صحابہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک چادر میں قبر میں گئے اور حضرت حمزہؓ پونی چادر میں قبر میں گئے تو آپ کفنوں کو چاہے 9 کپڑوں کا بنالیں یا 3 کپڑوں کا بنالیں، قبروں پر چاہے پودے لگالیں یا ٹہنیاں لگادیں، وہاں پر آپ اذانیں دیں یا مقبرے بنادیں اس سے آپ کے دل کو تسلی تو ہوسکتی ہے لیکن اس سے آپ اللہ کو رشوت نہیں دے سکتے۔ یہ دنیاوی معاملے ہیں، جس طرح آپ نے یہاں کسی کی تعریف کی تو آپ نے اپنا کام نکلوالیا تو اللہ بھی ہمارے کہنے سے فیصلہ بدل لے گا، وہ خدا ہی کیا جو ہمارے کہنے کا محتاج ہو اور اپنے فیصلے کو اٹل نہ کرسکے۔

سوال: کفن سفید ہی کیوں ہوتا ہے؟

بلال قطب: جو یمنی چادر ہے وہ کبھی بھی سفید نہیں ہوتی، یمنی چادر اس لئے مشہور ہے کہ اس میں پرویا ہوا دھاگہ ہوتا ہے اور اس میں پیٹرنڈ دھاگہ ہوتا ہے، اگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس چادر کو لے کر قبر میں جاسکتے ہیں تو ہمارے پاس سنت رسولؐ جو پہنچی وہ یہ پہنچی یا سفید کپڑے کی پہنچی۔

سوال: کیا سفید رنگ کے علاوہ بھی کفن بن سکتا ہے؟

بلال قطب: کیوں نہیں بن سکتا، بالکل بن سکتا ہے۔ اگر عبداللہ بن مسعود یمنی چادر میں جاسکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں جاسکتے اور یمنی چادر مشہور اس لئے ہے کہ اس میں پرویا ہوا دھاگہ ہوتا ہے وہ پیٹرنڈ ہوتی ہے اور یہی وہ یمنی چادر ہے جو حضرت علیؓ نے اپنے دروازے پر لٹکائی تھی کیونکہ پیٹرن بنے ہوئے تھے تو نبی پاکؐ اس دروازے کے اندر سے نہیں گزرے تھے جس کو ہم غلط طریقے سے بیان کرتے ہیں کہ تصویر کی وجہ سے، یہ تصویر نہیں تھی، پیٹرن تھے اور آپؐ نے کہا کہ ہم آسائش کے لوگ نہیں ہیں، اس کا مطلب یہ کہ وہ پیچیدہ ڈیزائن کی چادر ہوگی لیکن میں اپنے گمان سے کہہ رہا ہوں جس کو آپ نے کہا کہ آسائش امیروں کی نشانی ہے اور ہم امراء میں سے نہیں ہیں، ہم آسائش کے لوگ نہیں ہیں تو سادہ چادر وہ نہیں ہوگی، اگر غیر سادہ چادر کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کفن بنا سکتے ہیں تو ہم لوگ سفید لٹھے کی کسی نے منت نہیں مانی یہ

Marfat.com

ہمارے لوکل کلچر ہیں' لوکل رسوم ہیں کہ اگر آپ نے سفید لباس یا کالا لباس دلہن کو پہنا دیا تو وہ منحوس' اس کیلئے لال لباس ہوگا یہ رسومات ہم نے ہندو ثقافت سے لی ہیں کہ دلہن کیلئے لال لباس مخصوص کر دیا' وہ سفید لباس یا کالا لباس نہیں پہن سکتی' اسی طرح مرد کیلئے سفید لباس مخصوص کر دیا وہ کوئی اور رنگ کا کفن نہیں پہن سکتا' ارے اس کی بھی تو فکر کرو جن کو کفن ہی نصیب نہیں ہوتا۔

سوال: جن لوگوں کو قبر ہی نصیب نہیں ہوتی جیسا کہ کوئی پانی میں ڈوب کر مر گیا' جہاز کریش ہو گیا تو ان پر قبر کا عذاب کیسے ہوگا؟ کیا وہ عذاب سے مبرا ہو جاتے ہیں؟

بلال قطب: جی جیسے ایک مثال اسامہ بن لادن کی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ قبر کا عذاب ایک مفروضہ ہے' یہ عذاب اللہ تعالیٰ سمندر کی تہہ میں بھی دے سکتا ہے اور آسمانوں کی بلندیوں پر بھی دے سکتا ہے' اگر یہ سوچا جائے گا کہ عذاب جسم پر ہوگا تو جسم کی تو کوئی ورتھ نہیں' جسم کو تو کیڑے کھا جائیں گے' تو عذاب کس پر ہوگا' ہمیں نہیں پتہ کہ عذاب کس پر ہوگا' اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ روح عالم ارواح میں رہے گی۔ اب یہ عالم کون سا ہے' یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ وہ روح پردے میں رہے گی' اب یہ پردہ کون سا ہے اللہ ہی جانتا ہے۔ روح اس پردے میں رہے گی' اب اگر اس روح کو پتہ ہو کہ وہ دوزخ میں جائے گی تو وہ کس قدر عذاب میں ہوگی اور اگر روح کو پتہ ہو کہ وہ جنت میں جائے گی تو اس دل کا کیا عالم ہوگا وہ کتنی پرسکون ہوگی۔ اس لئے نبی پاکؐ نے فرمایا کہ تم قبر کو صرف ایک مٹی کا ڈھیلا نہ سمجھو' یہ دوزخ کے گڑھوں میں سے آگ کا گڑھا بھی ہو سکتا ہے اور جنت کے باغوں میں سے باغ بھی ہو سکتا ہے۔ اب آپ یہ سوچیں کہ یہ دو اڑھائی فٹ چوڑی' 6 فٹ لمبی جنت کا باغ کیسے ہو سکتا ہے تو جناب جنت کا باغ یہ قبر بھی ہو سکتی ہے اور ریاض الجنتہ جنت کا ہی باغ ہے جو اس دنیا پر موجود ہے اس کا رقبہ بھی تقریباً دس مرلہ ہوگا۔ ایک بات واضح ہو گئی کہ یہاں پر اللہ کی رحمت ایسی اترے گی اور اللہ کا عذاب ایسے اترے گا' یہ سب مفروضے ہیں جن سے ہم اپنی تخلیق کرتے ہیں۔

سوال: پکی قبر اور کچی قبر کے بارے میں کیا احکامات ہیں؟

بلال قطب: جب جسم کو کھانا ہی کیڑوں نے ہے تو چاہے آپ قبر کو پکی رکھیں یا کچی' یا اس کے اندر ایئر کنڈیشنڈ لگوا لیں جسم نے تو اسی طرح رلنا ہے جس طرح کہ اس نے رلنا ہے۔ میرے خیال میں مرنے کے بعد کے جو تکبرات ہیں کم از کم انسان انہیں کم کرے تو اچھی بات ہے۔ اس لئے میں سعودیوں کی بہت سی باتوں کے خلاف ہوں لیکن میں ان کے اس عمل کا حامی ہوں کہ اگر ان کا کوئی بادشاہ بھی مر جائے تو کفن میں لپیٹ کر ایسی جگہ دفن کر کے آتے ہیں جہاں کوئی تختی نہیں لگی ہوتی کہ یہ ملک کا کونسا سربراہ تھا اور یہ معاملہ انہوں نے سیکھا کہاں سے؟ جنت البقیع سے' جدھر حضرت عثمان غنیؓ بھی ہیں' حضرت عائشہؓ بھی ہیں اور بی بی فاطمہؓ بھی ہیں تو آپ کو اندازہ نہیں ہوتا کہ ان قبروں کے اندر کون ہیں تو یہاں سے بھی اگر مسلمان نہیں سیکھتے اور قبروں کو پکی کر کے ان پر نشانیاں لگاتے ہیں تو پھر ان پر اِنا للہ ہی پڑھا جا سکتا ہے۔

سوال: قبر کے اندر جو پہلا سوال من ربک ہوگا تو یہ سوال کون کرے گا اور اس گفتگو کی زبان کون سی ہوگی؟

Marfat.com

بلال قطب: پہلی بات تو یہ کہ اللہ کی کمیونیکیشن کی زبان عربی ہے اور یہ کہا جائے کہ کائنات کی یہی واحد زبان ہے تو یہ بھی مناسب نہیں ہوگا کیونکہ کلاسیکل زبانوں میں عربی ساتویں کلاسیکل زبان ہے۔ ان تمام کلاسیکل زبانوں کی جو سائنس ہے وہ عربی کے اندر موجود ہے' یہ سائنس اس زبان کو زیادہ ہیوی بناتی ہے لیکن یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ بات چیت کیلئے عربی زبان کا انتخاب کیوں کیا گیا۔

سوال: سوال کون کرے گا؟

بلال قطب: سوال منکر نکیر کریں گے' یہ وہ دو فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قبر میں بھیجیں گے' وہ آپ کے اچھے اور برے کا سوال آپ کے پاس لے کر آئیں گے۔ اب یہ کس حالت میں آئیں گے' کس شکل میں آئیں گے' کیا شہادت لے کر آئیں گے' وہ اللہ ہی جانتا ہے۔

سوال: آپ نے بیان کیا تھا کہ روح کہیں اور ہوگی جبکہ سوال و جواب قبر میں ہوں گے تو یہ کیسے ہوگا؟

بلال قطب: یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مثال کے طور پر میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اللہ چند منٹوں کیلئے روح کو پھر سے جسم میں ڈال دے اور پھر مردہ کفن پھاڑ کے اٹھ بیٹھے تو منکر نکیر کو اس کے سامنے کر دے' پھر اس کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا تو وہ کیوں نہیں بتائے گا۔ اس وقت تو ضرور بتائے گا اور اس سوال کا کہ تیرا رب کون ہے' صرف وہ شخص جواب دے سکتا ہے جس نے دنیا میں یا درکھا ہو کہ میرا رب کون ہے۔ نبی پاکؐ کی ایک حدیث ہے کہ جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میرا چہرہ بھی آگے کر دینا تو وہ نیک آدمی نبی پاکؐ کا چہرہ مبارک بھی دیکھ سکے گا۔ اس کا طریقہ کار کیا ملٹی میڈیا ہوگا' یا کوئی پروجیکشن ہوگا' یا کوئی تشبیہہ ہوگی یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور اس ٹیکنالوجی کے بارے میں جاننے کیلئے مجھے اور آپ کو موت کا انتظار کرنا ہوگا۔

سوال: کیا ان پڑھ اور عالم دونوں سے ایک ہی طرح کے سوال کئے جائیں گے؟

بلال قطب: آپ کا سوال بہت اعلیٰ ہے کہ ایک ان پڑھ سے بھی یہ سوال ہوگا اور ایک عالم سے بھی وہی سوال ہوگا۔ بہت عرصہ پہلے تقریباً سات یا آٹھ سال پہلے میں نے ریڈرز ڈائجسٹ دیکھا جس کے ٹائٹل پیج پر ''دی گاڈ جین'' لکھا ہوا تھا' ہمارا بیماری' زندگی' تندرستی' ذہنیت' کمزوری اور طاقت کا اثاثہ ہمارے جینیٹکل آرڈر میں ہے۔ اگر سائنسدان نے یہ ڈسکور کر لیا کہ انسان کے اندر ایک ایسا جین موجود ہے جو کہ انسان کو اس بات پر تنبیہہ کرتا ہے' ہدایت دیتا ہے کہ تم خدا شناسی کی طرف جاؤ تو اس کا مطلب ہے کہ اگر انسان کے اندر خدا نے جو بنیادی خصلت ڈالی تو سب کے اندر ایک ہی خصلت ڈالی اور وہ یہ ہے کہ انسان کے اندر خدا کی جستجو موجود ہے۔ اس کا جواب ہے کہ تیرا رب کون ہے تو ایک عالم کا جواب لا الہ ہوگا۔ اور ایک ان پڑھ کا بھی یہی جواب ہوگا' باقی پروسیس میں اگر میں علم کے راستے پر نہیں پڑھا میرے لئے آسانی یہ ہے کہ میں نے جو یہ لفظ لا الہ وہ میں نے اپنے مرشد سے اللہ کے رسولؐ سے لیا اور جو عالم ہے اس نے سفر علم کے راستے سے طے کیا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کے جو درجات ہیں مجھ سے بالا اور بہتر ہوں اور وہ جنت کے اعلیٰ ترین درجے میں جائے لیکن جنت

Marfat.com

کے کمزور ترین درجے میں بھی اپنے سوال کی درستی پر موجود ضرور رہوں گا۔

سوال: مردے کا رخ قبلہ رخ کیوں کیا جاتا ہے؟

بلال قطب: میں آپ کی اس بات کو اس سے جوڑوں کہ جو پانی میں گر کر مرتا ہے اس کو تو قبلہ رخ نہیں کیا جا سکتا' نہ جو جل کر مرتا ہے اس کو قبلہ رخ کیا جا سکتا ہے' یہ ہماری دنیاوی روایتیں ہیں کہ ہم نے قبلہ رخ کیا ہوا ہے تو اگر میں کسی عالم سے یہ پوچھوں کہ لاہور کا قبلہ کتنے ڈگری پر ہے تو وہ اس کو ویسٹ کی طرف بتائے گا جبکہ قبلہ ویسٹ کی طرف نہیں' لاہور کا قبلہ ویسٹ سے ساؤتھ کی طرف آتا ہے تو یہ 12 ڈگری 5 منٹ اور 3 سیکنڈ کے اوپر ہے تو مجھے ایک مسجد یا ایک قبرستان دکھایئے جو اتنی ٹیکنالوجی پر بنا ہو تو ہم اس کو اپنی محبت کیلئے کرتے ہیں کہ جو شخص اس دنیا سے چلا گیا تو اس کا چہرہ قبلہ کی طرف' حرم کی طرف رہے۔

سوال: یہ روایات ملتی ہیں کہ اگر 40 لوگوں نے یا دوسری روایت میں ہے کہ 70 لوگوں نے مردے کی نماز جنازہ پڑھی تو مردے کی بخشش ہو جائے گی' اس میں کہاں تک سچائی ہے؟

بلال قطب: تو آپ اس بات کو کہاں لے کر جائیں گے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ ایک رات جب میں اٹھا تو نبی پاکؐ اپنے بستر پر نہیں تھے' ایک جہاد میں جا رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ نبی پاکؐ اور حضرت ابوبکرؓ ایک مردے کو دفنا رہے ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ اس وقت میں نے سوچا کہ کاش اس وقت میں مر چکا ہوتا اور نبی پاکؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مجھے دفنا رہے ہوتے تو اس مردے کو دفنانے کیلئے تو صرف دو لوگ تھے' تو کیا ان صحابیؓ معاذ اللہ ہم جیسوں سے کم ہو گئے جن کے پاس چالیس لوگوں کا ہم گمان کر رہے ہیں کہ کیا پتہ جنازہ نصیب نہ ہو' تو یہ روایتیں بنی ہوئی ہیں اور ہم نے ان روایتوں کو مذہبی رنگ دے لیا ہے جو غلط فہمیاں پیدا کرتی ہیں۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
عنوان: فرقہ واریت
بلال قطب

سوال: فرقے کا آغاز کہاں سے ہوا اور ایک حدیث اکثر سننے میں آتی ہے نبی پاکؐ نے فرمایا کہ 72 فرقے ہوں گے' کیا اب تک 72 فرقے بن چکے ہیں؟

بلال قطب: میرے خیال میں کسی بھی چیز یا تخیل کو سمجھنے کیلئے بنیادی طور پر روٹ کو سمجھنا چاہئے' اس سے بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ فرقہ لفظ فرق سے ہے اور ہم مسلمان قوم ہیں' ہم میں فرق نہیں ہو سکتا' نہ رنگ کا نہ نسل کا' اگر فرق ہو سکتا ہے تو وہ تقویٰ کا ہو سکتا ہے۔ سو اگر فرقے ہو سکتے ہیں تو وہ تقویٰ کی بنیاد پر ہو سکتے ہیں۔ ہم حدیث بھی معاذ اللہ اتنی ہی سناتے ہیں جتنی ہمارے فرقے کو سوٹ کرتی ہے' جس میں ان کے مفادات پورے ہوتے ہیں' ہم ہمیشہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے بھی کہا تھا کہ میری امت کے بھی 73 فرقے ہوں گے اور ان میں سے ایک فرقہ صحیح بھی ہوگا اور یہ فرقہ میرا ہوگا۔ ہر فرقے والا یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ ہمارا فرقہ نبی پاکؐ کا فرقہ ہے اور یہی فرقے والے کبھی پوری حدیث نہیں سنا رہے ہوتے۔ اب وہ صحیح کہہ رہے ہیں یا نہیں میں یہ آپ کیلئے سوالیہ نشان چھوڑ دیتا ہوں۔ آپ سیاق وسباق کے بغیر نہ ہی آیت کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی حدیث کو' مثال کے طور پر اگر آپ اتنی آیت سنا دیں کہ تم نماز کے قریب نہ جاؤ تو بات ہی ختم ہو گئی تو آیت کو سمجھنے کیلئے سیاق وسباق جاننا ہوگا۔ اس حدیث کا سیاق یہ ہے کہ میری امت بنی اسرائیل کی طرح بن جائے' تو کس طرح بن جائے گی' نبی پاکؐ نے مختلف مثالیں دیں (یہ ابن ماجہ کی حدیث ہے) ایک مثال یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے جو علماء تھے وہ امراء کے ساتھ بیٹھنے لگ گئے اور یہ ان کی تباہی کا سبب بنا اور میری امت کے علماء بھی امراء کے ساتھ بیٹھنے لگ جائیں گے اور وقت آخر کی نشانی ہے یہ علماء کبھی نہیں بتائیں گے کہ جب ہم امراء کے ساتھ بیٹھیں گے تو تب تباہی ہوگی۔

سوال: کیا امراء میں حکمران بھی شامل ہیں؟

بلال قطب: ان میں ہیں ہی حکمران' اور کون امراء ہیں' ہمارے علماء کرام جو ہمارے سروں کے تاج ہیں یہ صرف ان کے ساتھ بیٹھتے ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ پاور کو شیئر بھی کرتے ہیں' پاور ڈائریکٹ بھی کرتے ہیں' تو یہ بنی اسرائیل کی مثال دی اور طنزاً مثال دی کہ اگر ان کے بہتر ہوں گے تو ہم ان سے اتنے اچھے ہوں گے کہ ہمارے تہتر ہوں گے۔ اگلی مثال دیکھو کہ نبی پاکؐ نے کتنی اچھی مثال دی ہے کہ میری امت بنی اسرائیل کو اس طرح نقل کرے گی جس طرح دو جوتیاں آمنے

Marfat.com

سامنے رکھی ہوتی ہیں یعنی ایک جوتی دوسری جوتی کی نقل ہوتی ہے۔اب یہ طنز ہو رہا ہے کہ میری امت اس پستی کے مقام تک جائے گی' پھر آخری جملہ غور کیجئے گا کہ بنی اسرائیل کی امت میں سے کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے گا تو میری امت میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے گا۔تو ہم جو پیروی کر رہے ہیں یہ اس کے بارے میں ہیں۔یہ 72 اور 73 طنز ہیں کہ اگر ان کے اتنے ہوں گے تو ہمارے اتنے ہوں گے۔غور کیجئے گا کہ ہمارے ہاں اگر 40 کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب 40 نہیں ہوتا اس کا مطلب ہوتا ہے بے انتہا اور ہزار کے برابر میں 1000 کا مطلب 1000 نہیں ہوتا اس کا مطلب بھی بے انتہا ہوتا' اب اللہ تعالیٰ کا 1000 اللہ ہی جانتا ہے۔تو اگر اس پوری حدیث کو دیکھیں تو یہ وقت آخر کی نشانیوں میں سے ہے کہ یہ وقت ہوگا جب ہمارے لوگ بنی اسرائیل کو کاپی کر رہے ہوں گے اور اب بنی اسرائیل کو کاپی کرنا آپ نے کہاں سے شروع کیا جو آپ کا تھنک ٹینک ہے معاشرے کا تھنک ٹینک کون ہوتا ہے' علمائے کرام اگر آپ نے اپنا نام رکھ لیا مفتی علی عباس قادری تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوا کہ آپ علماء ہو گئے۔آپ نے اپنا نام عالم رکھ لیا ہے وہ جو علماء کا ذکر ہو رہا ہے اب یہ دیکھیں کتنی بدبختی کی بات ہے اور یہ میں بہت ادب سے کہہ رہا ہوں کہ علماء نے بھی خود کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا ایک علمائے حق اور دوسرا علمائے سو' علمائے حق کون سے ہیں سچے علمائے اور علمائے سو کون سے ہیں جھوٹے علماء' بھائی کسی کے ماتھے پر لکھا ہے کہ میں علمائے سو ہوں اور میرا دماغ خراب ہے کہ میں علمائے حق کو چھوڑ کر علمائے سو کے پاس جاؤں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ علماء نے بھی اپنے لباسوں کی شناخت کے بعد اپنے ریشمی لباس کی شناخت کے بعد اپنی ٹوپی اور عمامہ کی شناخت کے بعد علماء کو ایک اور تقسیم دی کہ یہ اصل علماء ہیں اور یہ جعلی علماء ہیں۔اب یہاں پر مسئلہ کوئی نہیں ہے' ایک ہی مسلک میں مزید فائن آرٹس کی تقسیم ہو گئی کہ میں ہوں تو اہل سنت والجماعت لیکن میں حق کا عالم ہوں اور دوسرا جو عالم سو ہے تو آج تک مجھے بتایئے کہ سوا چودہ سو سال میں کون عالم ایسا ہے جس نے کہا ہو کہ میں عالم سو ہوں تو علمائے سو کون سے ہیں جنہیں ہم علمائے سو کہتے ہیں ہم نے تقسیم در تقسیم اس لئے کی کہ ہمارے پاس علم ایمان کم تھا' سیاست زیادہ شناخت ہماری دین نہیں بنا' شناخت ہماری سنت نہیں بنی لیکن ہم اہل سنت کہلوانے کیلئے لباسوں کا' پگڑیوں کا' مندریوں کا' رنگوں یا جاموں کا' اونچے اور نیچے ہونے کا' ہاتھوں کا پیٹ پر کس جگہ ہاتھ رکھنے کا ہم نے ان چیزوں کا سہارا لینا شروع کر دیا۔ہم نے تقسیم کیسے کیا ایک فرقوں کی بنیاد پر اور ایک حق سو کی بنیاد پر۔آخر میں ایک اور بات کہتا چلوں کہ کوئی عالم' عالم حق اور عالم سو ہونے کی بات پر ڈیڑھ منٹ سے زیادہ بات نہیں کرے گا کیونکہ اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے' کیا آئی ڈی کارڈ ہے کہ آپ عالم حق ہیں' آپ کا صرف نام مفتی اعظم ہے' یہ اپنے ذہن کی پیداوار ہیں' یہ تقسیم بنائی گئی' تقسیم در تقسیم بنائی گئی اس لئے کہ آپ بنی اسرائیل جیسے ہو جائیں۔

سوال: کیا مولوی فرقہ بنا کر طاقتور ہوتا ہے؟

بلال قطب: فرقہ بنیادی طور پر ان لوگوں کا دین ہے جن لوگوں کو ہم برطانوی آقا کہتے ہیں۔ایک بات دیکھیں کہ وہ ہمیشہ اکٹھے ہو کر مقابلہ کرتے ہیں' سارا یورپ فیصلہ کرے گا پھر امریکہ سے ملے گا اور پھر عراق پر حملہ کرے گا اور اب وہ

Marfat.com

شام پر سب مل کر حملہ کریں گے اور دوسری بات یہ کہ جب تک وہ لوگوں کو تقسیم نہیں کریں گے تب تک ان کی حکمرانی نہیں ہوگی۔

سوال: تو تقسیم کرنا بھی ان کا ایجنڈا ہے؟

بلال قطب: صرف تقسیم کرنا ہی ان کا ایجنڈا ہے۔ تقسیم کرنے کیلئے جنہیں استعمال کیا گیا وہ علماء ہی ہیں۔ مجھے اور آپ کو تو تقسیم نہیں کریں گے نہ لباس پر تقسیم کریں گے۔ مجھے یا آپ کو اگر یہ کہیں کہ آپ سفید قمیص نہ پہنیں' کالی پہنیں تو مجھے کیا اعتراض ہوگا' آپ اگر یہ کہیں کہ آپ برگر نہ کھائیں کڑاہی کھائیں تو میں مان لوں گا' میری آپ سے کیا تقسیم ہو سکتی ہے۔ تقسیم تھنک ٹینک کی ہوگی۔

سوال: کیا نظریات کی بھی تقسیم ہوگی؟

بلال قطب: نہیں' نظریات کی نہیں' علماء کے پاس کوئی نظریہ نہیں' نظریات وہ پیش کرتے ہیں جنہیں ہم سکالرز کہتے ہیں' ہم ان کو مفتی یا علماء نہیں کہتے۔ آپ نے نظریہ پاکستان پر پاکستان قائم کیا تو وہ نظریہ کس نے دیا؟ مفتی علامہ اقبال نے' ان کو علامہ بھی عزت سے کہتے ہیں بلکہ وہ صرف اقبال تھے' آپ کو نظریہ جناح نے دیا' وہ صرف جناح تھے' یہ جو ہم نے ناموں کی تقسیم کی یہ ہم نے زیادہ رنگ دینے کیلئے کی' اس کا مطلب ہے جو تقسیم در تقسیم کر رہے ہیں وہ بنیادی طور پر ان آقاؤں کے ذہنی اور مالی طور پر غلام ہیں جو برسوں پہلے پاکستان اور برصغیر چھوڑ کر جا چکے ہیں۔

سوال: آپ کا تعلق کس فرقے سے ہے؟

بلال قطب: میرے فرقے کا نام اسلام ہے۔

سوال: اس وقت کون سا فرقہ باقی فرقوں سے بہتر ہے؟

بلال قطب: میرے خیال میں اسلام ہی ایسا فرقہ ہے جو باقی فرقوں سے بہتر ہے۔ اگر میں کہوں کہ میرا فرقہ اسلام ہے تو آپ کا اگلا سوال یہ ہونا چاہئے تھا کہ آپ کا اسلام کس مسلک سے تعلق رکھتا ہے' اس کا کیا سکول آف تھاٹ ہے' اب تمام لوگ تو یہی کہہ رہے ہیں تو پھر فرقوں میں بٹے ہوئے کیوں ہیں' اس کا مطلب کہ لوگ کہتے ہیں تو ان کی زبان میں اور فعل میں فرق ہوتا ہے۔ میری نظر میں کوئی بھی شخص اگر آپ کو فرقوں میں تقسیم کر رہا ہے تو وہ اتنا ہی گرا ہوا اور پست ہے جتنا کہ میرے اور آپ کے خیال میں وہ گرا ہوا اور پست ہے۔ میں اس کیلئے لفظ استعمال نہیں کروں گا لیکن ادب سے میں آپ کو ایک بات کروں گا کہ جب ہم خود کو نظریات میں تقسیم کرتے ہیں تو اس کا مطلب فرقوں میں تقسیم کرنا نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ نبی پاکؐ نے ایک صحابہؓ کے وفد کو بھیجا اور کہا کہ جب اس مقام تک پہنچ جاؤ تو عصر کی نماز وہاں ادا کرنا' جب صحابہؓ جا رہے تھے تو راستے میں اذان عصر ہو گئی تو کچھ صحابہؓ کہنے لگے کہ نماز یہیں پڑھ لیتے ہیں لیکن کچھ صحابہؓ نے کہا کہ نہیں جہاں نبی پاکؐ نے کہا ہے وہیں جا کر نماز ادا کریں گے تو کچھ صحابہؓ نے وہیں نماز ادا کر لی اور کچھ نے اسی مقام پر ادا کی جہاں نبی پاکؐ نے کہا تھا۔ جن لوگوں نے راستے میں نماز ادا کی تھی انہوں نے بھی رسولؐ کا نماز پڑھنے کا

Marfat.com

حکم مانا اور جن لوگوں نے اس مقام پر پڑھی جہاں نبی پاکؐ نے فرمایا تھا تو بھی نبی پاکؐ کا حکم مانا' تو جب یہ لوگ واپس آئے اور یہ معاملہ مدعا نبی پاکؐ کے سامنے رکھا تو نبی پاکؐ نے کسی کے بارے میں کوئی رائے نہ دی' دونوں کو صحیح ٹھہرایا' اگر نبی پاکؐ نے دونوں کو صحیح ٹھہرایا تو جناب اب بتایئے کہ فرقے کی گنجائش سنت رسولؐ میں کہاں رہی۔

سوال: اہل تشیع' اہل حدیث' دیوبندی' بریلوی' کیا آپ ان تمام فرقوں کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں؟

بلال قطب: میں ان سب کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں' مجھے کوئی اعتراض نہیں' میری دلچسپی نماز میں ہے۔ میں بہت ایمانداری سے کہہ رہا ہوں کہ میں اہل تشیع کے ہاں نماز پڑھوں گا تو میں اپنے ہاتھ کھول کر پڑھوں گا تاکہ نفق پیدا نہ ہو' جب میں اہل سنت والجماعت کے ہاں پڑھوں گا تو میں اپنے ہاتھ وہیں رکھوں گا جو میں اپنے اردگرد دیکھوں گا' جب میں اہلحدیث کے ہاں پڑھوں گا تو میں ہاتھ کی ترتیب' اپنے دائیں بائیں دیکھ کر رکھ لوں گا۔ یہ تمام سنتیں نبی پاکؐ کی ہیں' کوئی نبی پاکؐ کو اس طرح سے محبوب سمجھتا ہے تو کوئی اس طرح سے سمجھتا ہے لیکن اگر میں نے رسولؐ کی محبت کو اختلاف کا ذریعہ بنالیا تو میں اس بنیادی شرائط کی پیروی نہیں کرتا جن بنیادی شرائط پر اسلام آیا' جس کو سلامتی کا مذہب کہا جاتا ہے۔

سوال: والدین اپنی اولاد کو یہی تاکید کرتے ہیں کہ وہ اسی فرقے کو اپنائیں جو فرقہ ان کا اپنا ہے' اگر اولاد والدین کی بات نہ مانتے ہوئے دوسرے فرقے کے پیچھے نماز پڑھنے لگ جائیں تو کیا یہ بات صحیح ہے؟

بلال قطب: میرے خیال میں عقلمند بچے کی نشانی یہی ہوگی کہ وہ تمام مکتبہ فکر میں جائے اور وہاں جا کر نمازیں دیکھیں' علماء کی باتیں سنے' یہ دیکھے کہ کون سی مسجد میں نماز پڑھنا قدرتاً زیادہ آسان اور سہل ہے۔

سوال: یہ بات والدین کی نافرمانی میں تو نہیں آئے گی؟

بلال قطب: اگر والدین بچے کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی باتوں سے دور کر رہے ہیں تو یہ نافرمانی نہیں ہوگی بلکہ فرمانبرداری قائم ہوگی۔

سوال: والدین تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ دوسرے فرقے والے مسلمان ہی نہیں' اگر آپ دوسرے مکاتب فکر کی مساجد میں' ان کے حلقے میں بیٹھیں گے تو آپ ایمان کے دائرہ سے خارج ہو جائیں گے' اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

بلال قطب: جی وہ ایمان کا بھی کہتے ہیں' بلکہ صرف ایمان کا ہی نہیں وہ نکاح کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ آپ کا نکاح فسق ہو جائے گا' آپ کو نکاح بھی دوبارہ کرنا پڑے گا۔ میں اس بات کو بہت مانتا ہوں کہ آئندہ نکاح کرنے کی گنجائش ضرور رہنی چاہئے لیکن میں سنجیدگی سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ یہ ان کی کمبختی ہی نہیں بدبختی بھی ہے' ایسے والدین جو اپنی اولادوں کو اپنے نظریات پر چلانا چاہتے ہیں جو کہ خدا اور رسولؐ کے راستے پر نہیں بلکہ ان آئمہ کرام کے راستے پر چلتے ہیں۔ میں یہ بات تسلی سے سمجھ کر اور بہت ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ اگر آپ آئمہ کے مزاج کو سمجھ کر قرآن فہمی کی طرف جائیں تو یہ بہت اعلیٰ کام ہوگا لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ میں اسی کے ایمان پر ایمان لے کر آیا تو یہ حد زیادہ ہو جائے گی۔ میں نے اپنا ایمان اللہ اور اس کے رسولؐ پر لانا ہے' ان پیروں' فقیروں' مریدوں' مرشدوں اور آئمہ پر ایمان نہیں لانا۔ یہ ان کے قائد

Marfat.com

ہیں اس لئے وہ میری سر آنکھوں پر ہیں لیکن میں نے جان اپنے اللہ کو دینی ہے ان آئمہ یا پیروں کو نہیں دینی۔

سوال: کیا آپ کی ذات کسی کے عظیم ایجنڈے کی غیر شعوری طور پر خدمت کر رہی ہے؟

بلال قطب: جی بے شک' ضرور کر رہی ہے' یقینی طور پر کر رہی ہے۔ ہم تمام کسی نہ کسی ایجنڈے کو فالو کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں غیر جانبدار ہوں تو میرے خیال میں اس سے بڑا منافق ہی کوئی نہیں۔ ہم تمام لوگ متعصب ہیں۔ غیر جانبدار' تعصب نہ رکھنے والی تو قبر بھی نہیں ہوتی' ایک قبر دوسری قبر سے بہتر ہوتی ہے۔ ایک قبر عذاب میں ہوتی ہے اور دوسری قبر عذاب میں نہیں ہوتی۔ قبرستانوں کی قسمیں' سٹائل' ایڈریس مختلف ہوتے ہیں۔ جب قبرستان متعصب ہیں تو زندہ شخص یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں تعصب کا شکار نہیں۔ ہم ایجنڈے کو فالو کرتے ہیں۔ اب آپ کو یہ سوچنا چاہئے کہ ہم کس کے ایجنڈے کی پیروی یا نمائندگی کرنا چاہتے ہیں' یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

سوال: کچھ لوگ ایجنڈے سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں اور کچھ لوگ بغیر فائدے کے ہی ایجنڈے کی خدمت کرتے رہتے ہیں' اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

بلال قطب: آپ کی یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ میرے خیال میں ایجنڈے کو فالو کرنا بھی ٹھیک ہے' اس کے بغیر ہم رہ ہی نہیں سکتے۔ فیصلہ کرنا چاہئے کہ ایجنڈے کا نیکسٹ کیا ہے اور نکات کیا ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ کو اس سے کم ترین فائدہ بھی لینا ہے تو اجر آخرت کا ضرور لینا ہے لیکن آپ نے اعلیٰ فائدہ لینا ہے تو آپ کو داعی بننا ہے' دعویٰ کرنا اور وہ دین آپ کو صرف اپنے تک ہی نہیں لوگوں تک پہنچانا ہے۔ اگلا جملہ آپ کیلئے بہت صحت مند ثابت ہوگا کہ داعی بننا رسالت کی سنت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ جیسے کہ رسولؐ نے دعوی کیا۔ میرے رسولؐ نے اخلاق کے ساتھ کردار کے ساتھ' نرمی کے ساتھ دعویٰ کیا۔ دو بجے کسی کے گھر جا کر بیل نہیں بجائی کہ آؤ نماز پڑھیں۔ نماز پڑھی' لوگوں نے کردار کو دیکھا' کردار کو دیکھنے کے بعد لوگ نماز پڑھنے آئے۔ مثال کے طور پر آپ کے گھر رات کو ایک بجے ایک آدمی آتا ہے اور آ کر یہ کہتا ہے کہ آپ دوپہر میں نماز پڑھنے آیئے گا تو آپ اس سے یہ کہتے ہیں کہ مجھے آپ کے کردار پر شک ہے کہ اگر آپ نے رات کے دو بجے آ کر میری نیند خراب کی ہے' آپ نے نبیؐ کی سنت کی خلاف ورزی کی ہے تو وہ آدمی آپ کو سڑک پر کھڑے ہو کر نو حدیثیں سنا دے گا۔ میں امام مالکؒ کا ماننے والا ہوں اور امام مالکؒ نے اس جیسے شخص کو 100 کوڑے مارنے کا حکم دیا ہے تو میں تو اس کو 100 کوڑے ماروں گا لیکن امام مالکؒ کے اس حکم کو حدیثوں کی کتابوں سے نکال دیا گیا ہے' تو جب امام مالکؒ ہی نہیں رہے تو 100 کوڑوں کی سزا بھی ختم۔ میں تو کہوں گا کہ داعی بننا ان عقلمند قابل ترین بندوں کا کام ہے جو عقل و دانش' دین اور دنیا دونوں کی رکھتے ہیں۔

سوال: کیا فرقہ واریت کو کم کرنا ممکن ہے؟ پاکستان میں فرقہ واریت میں شدت پسندی کیوں ہے؟

بلال قطب: اس سارے معاملے کا حل اگر کوئی وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم بلکہ بات کو وزیر اعلیٰ تک ہی رکھا جائے تو ٹھیک ہے' اگر وزیر ایک نوٹیفکیشن جاری کر دے کہ اگلے سال کوئی مسجد یا مدرسہ نہ فطرانہ لے گا' نہ زکوٰۃ لے گا' نہ خیرات لے گا اور نہ

Marfat.com

کوئی صدقہ لے گا بلکہ یہ سارا فنڈ سرکاری فنڈ میں جائے گا اور حکومت یہ فیصلہ کرے گی کہ کس مدرسے یا مسجد کی پرفارمنس اچھی ہے' تو اگلے سال یہ مدرسے یا مساجد ان ممالک میں ہوں گی جن ممالک میں وہ آسانی سے فنڈز لے رہے ہوں۔ یہ سارا معاملہ پیسے کا ہے' نظریات کا نہیں' تو جس حکومت نے پیسے کو کنٹرول کرلیا وہاں سے ایسے مسائل کا خاتمہ ہو جائے گا۔ آپ ایران اور ملائیشیا کو ہی دیکھ لیں' وہاں پر مسالک نہیں ہیں۔

سوال: وہاں بھی مسالک ہیں لیکن کم ہیں۔

بلال قطب: جی ہاں بہت کم ہیں' ہم ان کو کاؤنٹ بھی نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر اگر ایک ملک کی آبادی 18 کروڑ ہے تو اس میں مسالک اتنے کم ہیں کہ آپ اس کی تناسب بھی نہیں نکال سکتے' وہ پوائنٹ زیرو زیرو میں ہی نکلے گی۔ نظریات کا مختلف ہونا تو معاشرے کا فطری عمل ہے لیکن یہ مسائل حل طلب ہیں اور حل ہو سکتے ہیں۔ اگر حکمران ان پر کوئی ایسی رائے رکھتے ہوں کہ لوگوں کو اپنا ووٹ بینک سمجھتے ہیں تو پھر مسئلے کبھی حل نہیں ہو سکتے۔

سوال: تشدد کا رویہ کیوں ہوتا ہے؟

بلال قطب: اگر رویے میں تشدد نہیں ہوگا تو آپ کو پیسے کیسے ملیں گے۔ اگر ہم دونوں بھائی ہوں گے اور ہماری مساجد کے اندر اختلافی پہلو نہیں ہوگا تو آپ کی مسجد میں پیسے دینے والے لوگ میری مسجد میں کیوں آئیں گے۔ یہ سارا معاملہ ہی پیسے کا ہے۔ اگر میں آپ کو غیر مسلم کہوں گا تو میری طرف کلائنٹ شپ زیادہ ہوگی' یہ مارکیٹنگ ہے۔ یہاں پر میں بہت ادب کے ساتھ یہ بات اللہ سے معافی مانگتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ بدترین ممکنہ سیلز مین اللہ تعالیٰ نے دین کو دے دیئے ہیں۔ یہ بدترین سیلز مین ہیں جو ظلم کو' بربریت کو' قتل کو' عذاب کو ثواب کا درجہ دے کر' دین کا درجہ دے کر لوگوں کو متحرک کرتے ہیں اور اس معاشرے میں تشدد کو عام کرتے ہیں' جس کی بنیاد پر ان کی پروجیکشن پر ایک بس پر کھڑے ہو کر تقریر کرنے کیلئے پچاس ہزار لوگ اکٹھے ہو سکتے ہیں لیکن مجموعی طور پر معاشرہ ان سے قطعی طور پر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر رہا۔

سوال: اللہ کا فرمان ہے کہ تم میری رسی کو مضبوطی سے تھام لو لیکن ہم نے اس کے بالکل برعکس کیا کہ ہم نے اپنے فرقوں کی رسی کو مضبوط سے تھام لیا ہے' ایسا کیوں ہے؟

بلال قطب: آپ اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اللہ کی رسی کو مختلف رسیوں میں بانٹ دیا۔ ہر فرقہ سمجھتا ہے کہ جو رسی میرے پاس ہے وہی حق پر ہے' جب وہ اس رسی کا ذکر کرتا ہے اور اس رسی کو قرآن اور سنت کہتا ہے تو وہ اپنے قرآن اور اپنی سنت آزادانہ طور پر قائم کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قرآن کے معنی میرے ہوں گے' قرآن کی تفسیر میری ہوگی' سنت اتنی ہوگی جتنی میں کہتا ہوں۔ میں آپ کو بہت ادب سے یہ بات حلفاً کہتا ہوں اور آپ اس بات کی شہادت دینا یا گواہی دینا یا آئندہ بھی ایسا نہ ہو تو مجھے بتانا کہ میں کوئی اہل بیعت کی بات نہیں کرتا جو اہل سنت کی کتابوں میں درج نہ ہوں' میں جب اہل بیعت کا ذکر کرتا ہوں تو مسلم اور بخاری سے کرتا ہوں۔ اس کے باوجود آدھا پاکستان کہتا ہے کہ بلال صاحب آپ شیعہ تو نہیں ہیں۔ حضور اگر وہ حدیث آپ کی کتاب میں موجود ہے تو اس سے اہل تشیع ہونے یا نہ ہونے سے کیا تعلق

Marfat.com

ہوسکتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ یہ ہماری منافقت کا عروج ہے کہ ہم اپنی ہی کتابوں میں سے وہ حدیث کوڈ کرنا چاہتے ہیں جن سے ہمارے ایجنڈے کو فائدہ پہنچتا ہو اور ہمارے اللہ اور رسولؐ کے قول ہوں' ہمیں ان میں کوئی دلچسپی نہیں تو اس کا مطلب تو مذہب نہ ہوا' اس کا مطلب تو میرا اور آپ کا ایجنڈا ہوا' ہم جس ایجنڈے سے ہیں' ہم اس ایجنڈے سے کیا کرنا چاہتے ہیں' ہم طاقت لینا چاہتے ہیں' یا ہم مال لینا چاہتے ہیں' طاقت ہم مال کے ذریعے ہی لے سکتے ہیں اس لئے جو مالدار ہو جاتا ہے وہ طاقت کے کوریڈور میں جاتا ہے اس لئے ہمارے آقا محمدؐ کی بات سچ ہو جاتی ہے کہ جب میری امت کے علماء امراء کے ساتھ بیٹھنا شروع کریں گے تو بنی اسرائیل میں سے ہوں گے۔ بنی اسرائیل کے علماء کو آج بھی دیکھو وہ جس طرح کے سجے بنے ذوالجناح بنے ہوئے آئے ہیں ہمارے علماء بھی آج اپنے لباس میں ذوالجناح بن کر آتے ہیں۔ اگر آپ ان سے کہیں کہ محرم میں جب ذوالجناح نکلے تو جا کر آپ وہاں دعا کیجئے تو وہ ایک غیر قدری اور بدعت ہو جائے گی لیکن آپ خود ذوالجناح بن کر قرآن وسنت پر بات کر رہے ہیں تو یہ آپ کا دین ہو گیا۔

سوال: حجۃ الوداع کے موقع پر جب دین مکمل ہو گیا تو اس وقت پریکٹس کس فرقے کے زیادہ قریب تھی' اہلحدیث' دیوبندی یا بریلوی میں سے کون سا فرقہ اس وقت رائج تھا؟

بلال قطب: یہ کہنا انتہائی شر انگیز ہو گا کہ کس فرقے کے قریب تھی' ہر فرقہ ہی کہتا ہے کہ ہمارے فرقے کے قریب تھی' اس پر ہمیں صرف یہی رائے رکھنی چاہئے کہ نبی پاکؐ نے جو سنتیں چھوڑیں ان سنتوں کی وہ صحابہؓ من وعن پیروی کرتے تھے لیکن یہ بات رکی ہوئی نہیں۔ ایک صحابیؓ جو نبی پاکؐ کے پاس 23 سالہ نبوت کے نویں سال میں آئے تو انہوں نے اس وقت جو سنتیں دیکھیں وہ جا کر حبشہ میں قائم کر دیں' ایک جو بائیسویں سال میں آیا اس نے جو سنتیں دیکھیں وہ قائم کر دیں۔ اب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ نویں سال والا ٹھیک ہے اور بائیسویں سال والا غلط' یا بائیسویں سال والا ٹھیک ہے اور نویں سال والا غلط' دونوں ہی اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔ آپ کا ظرف یہ ہونا چاہئے کہ اگر آپ رسول پاکؐ کے ماننے والوں میں سے ہیں تو جس طرح رسول پاکؐ نے اس صحابیؓ سے کہا تھا کہ تم نماز پڑھو' روزہ رکھو' زکوٰۃ دو تو اس بدو نے کہا کہ یا رسول اللہؐ صرف فرض کروں گا' اتنا نہیں دوں گا اتنا نہیں کروں گا۔ جب جانے لگا تو نبی پاکؐ نے فرمایا کہ جنت میں یہ لوگ ہوں گے جو عام پھر رہے ہوں گے۔ اگر آپ کا ارادہ اللہ کے رسولؐ کو فالو کرنا ہے تو اپنا مزاج اسی بدو جیسا کرنا ہو گا۔

سوال: آپ نے ذاتی طور پر فرقہ بندی کو ختم کرنے کیلئے کیا کوشش کی ہے؟

بلال قطب: میں نے معافیاں مانگی ہیں' التجائیں کی ہیں اور علم حاصل کیا ہے اور علم یہ حاصل کیا ہے کہ ان لوگوں میں کچھ بھی نہیں کر سکتا' ان کو آپ فرقہ کہتے ہیں' یہ ایک مذہبی زبان ضرور ہے لیکن میں اسے ایک مافیا سمجھتا ہوں اور جو بھی اس مافیا میں ملوث ہوتا ہے وہ گاڈ فادر تو ضرور بن جاتا ہے لیکن وہ داعی نہیں بن سکتا' پھر ان مسالک نے جو بہت بڑا تحفہ دیا وہ یہ کہ جہالت کا جو رجحان ہے ہمارے ہاں مسالک کی وجہ سے وہ بھی ایک بہت بڑا تکلیف دہ پہلو ہے۔ ہمارے ہاں اتنے بڑے نام جو ہیں ان سے اگر آپ ہلکا سا بھی ہٹ کر سوال کریں تو وہ اپنا خطبہ حضرت آدم کی پیدائش سے ہی شروع کریں

Marfat.com

گئے' موضوع پر جواب دینے کی وہ صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ بہت سے لوگ تو اب ایسے ہو چکے ہیں' ادب سے بات کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کرے اب تو علماء سے بات کرنے کے بعد ہمیں پہلے ہی سے علم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہاں سے بات کرنی ہے' 16 آیتیں اور 19 حدیثیں انہیں یاد ہوتی ہیں اور اسی کے درمیان ان کی ساری گفتگو چل رہی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے اندر میرا جو رول ہے یا ہو سکتا ہے وہ یہ ہو سکتا ہے کہ جب میں آزادانہ طور پر گفتگو کر رہا ہوں تو میں ان مسالک کو سپورٹ نہ کروں اور جس محفل میں بیٹھوں وہاں ان مسالک کے لوگوں کی باتیں خوش اسلوبی سے سنوں اور وہاں سے رخصت ہو جاؤں۔

سوال: حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی جنگ پر مغرب بہت اعتراض کرتا ہے کہ دونوں بہت بڑے عالم تھے' یہ بات چیت کے ذریعے معاملہ طے کیوں نہ کر پائے؟

بلال قطب: پہلی بات تو یہ کہ ہم نے کس سے قانون لینا ہے' اگر تو آپ نے مغرب سے قانون لینا ہے تو حضرت عائشہؓ کی جو 7,8,9 یا 11 سال کی عمر میں شادی ہوئی' مغرب تو 18 سال کی عمر میں شادی کرتا ہے' تو کیا مغرب نے ہمیں بتانا ہے کہ کس عمر میں ہماری بیٹیوں کی شادی ہونی چاہئے' یہ انتہائی نکمی بات ہے کہ ہم مغرب کے قانون دیکھ رہے ہیں۔ مغرب کی تاریخ اتنی نکمی ہے کہ وہ ہماری تاریخ میں کئی دفعہ ضم ہو سکتی ہے۔ ہمیں بتانے والا کون ہے۔ پہلی بات تو یہ کم پستی والا ذہن ہے کہ ہم ویسٹ سے سیکولر قانون لے کر اپنی ججمنٹ ریلجیس پر نظر ڈالیں' کیا نبی پاکؐ کی بھی اپنی بیویوں سے اختلاف نہیں ہوا' کیا انہوں نے بھی مطالبے پیش نہیں کئے' یہ انسانی رشتے ہیں' کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جنگ میں قیدیوں کے بارے میں کئے ہوئے ایک فیصلے کو حضرت عمرؓ نے مخالف فیصلہ دیا' اگر میرے رسولؐ نے کہا کہ اس عورت کو طلاق ہو گئی تو کیا اللہ تعالیٰ نے آیت نہیں اتاری کے طلاق نہیں ہوئی' یہ سارے معاملات سامنے رکھیں۔ وہ لوگ جو بائبلی نظریات کے ہیں' مدر ٹریسا کے کونسپٹ کے لوگ ہیں جو کہ لوازگاڈ کہنے والے لوگ ہیں' وہ مذہبی سوچ کے مذہبی طریقہ کار کے جاننے والے اور پیروکار نہیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ میں جو جنگ تھی وہ انتہائی اصولی جنگ تھی۔ میرے خیال میں حضرت عائشہؓ اس پر سٹینڈ نہ لیتیں تو میں اپنی ماں حضرت عائشہؓ کو کہتا کہ انہوں نے اس پر سٹینڈ کیوں نہیں لیا۔

سوال: دونوں میں سے صحیح کون تھا؟

بلال قطب: دونوں صحیح تھے' جس طرح وہ دونوں صحابیؓ ٹھیک تھے جنہوں نے اس مقام سے پہلے عصر کی نماز پڑھی اور جنہوں نے اس مقام پر پڑھی' اس لئے دونوں ٹھیک تھے۔ دونوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتل کا پتہ ہے تو اس کا بدلہ لیا جائے تو حضرت علیؓ کا کہنا یہ تھا کہ مجھے پتہ ہے لیکن میں بدلہ نہیں لے سکتا کیونکہ امت اسلامی بکھر جائے گی۔ ایک مثال بخاری میں سے دوں' میں یہ بات ہاتھ باندھ کر کہہ رہا ہوں کہ اگر کسی کے گوش گزار یہ بات بری لگے تو میں معافی مانگ کر کہہ رہا ہوں' بخاری کی حدیث ہے کہ ایک آدمی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو جلد نماز پڑھتے دیکھا تو حضرت عمر بن خطابؓ نے جواب دیا کہ میں اس کے فتنے سے واقف ہوں لیکن اس کے بارے میں

Marfat.com

اس لئے رائے نہیں رکھتا تا کہ امت میں بگاڑ نہ پیدا ہو جائے۔ اب امت میں بگاڑ نہ پیدا کرنا اگر سنت عمرؓ ہے تو سنت عمرؓ پر علیؓ قائم ہے تو کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
موضوع: تصور خدا مختلف مذاہب میں
سید بلال قطب

سوال: ایک پرانی تھیوری ہے کہ کیا خدا نے انسان کو تخلیق کیا یا انسان نے خدا کو تخلیق کیا' اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

بلال قطب: یہ جملہ صرف لفظوں کی تکرار ہے' آپ نے صرف لفظوں کو پلٹا دیا اور ایک نیا جملہ بن گیا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہمارے ہاں فلسفے کے اندر گہرائی ہونے کے بجائے وہ لفاظی ہوتی ہے جو ایک شاعر بھی کر سکتا ہے۔ خدا نے انسان کو تخلیق کیا یا انسان نے خدا کو تخلیق کیا اس بات کا جواب دینے کیلئے عقل والے لوگ گامزن ہیں کہ تخلیق کہاں سے ہوئی' کیوں ہوئی اور کس نے کی۔ اس کے اوپر تین طرح کے لوگ دنیا میں ملتے ہیں۔

سوال: کیا آج کل آشرم زوال پذیر ہیں؟

بلال قطب: آشرم اب پہلے کی طرح اِن نہیں رہے کیونکہ جو بھی چیز وقت کے ساتھ گرو نہیں کرتی اس کا زوال لازمی ہو جاتا ہے۔ تین طرح کے لوگوں میں پہلے وہ جو الہامی علم پر یقین رکھتے ہیں' دوسرے وہ جو الہام پر تو نہیں لیکن سائنسی ترقی پر یقین رکھتے ہیں اور تیسرے وہ لوگ ہیں جو نہ الہام کی طرف جاتے ہیں اور نہ ہی سائنس کی طرف جاتے ہیں' وہ تضاد کی طرف جاتے ہیں۔ جو لوگ تضاد کی طرف جاتے تھے انہوں نے اپنی تسکین آرگومنٹس کیلئے یہ جملہ بنایا کہ خدا کا وجود تو نہیں ہے لیکن انسان نے اپنے سہارے کیلئے خدا کو تخلیق کر لیا۔ اگر تو اسے فلسفے کے طور پر انجوائے کرنا ہے تو ٹھیک ہے لیکن کسی بھی فلسفے کے پیچھے زمانے کا تجربہ بھی موجود ہونا چاہئے' اس زمانے کی تاریخ موجود ہونی چاہئے' جب آپ ان تمام ڈیٹاز کو ساتھ لے کر چلتے ہیں تو آج سائنس اس تجزیے پر پہنچی کہ پتھر کے دور میں بھی تصور خدا موجود تھا' آپ نے خدا کس کو بنایا یہ ایک الگ بحث ہے' ایک بہت مشہور تصویر ہے جس میں ایک دائرہ بنا ہے جس کا آدھا حصہ سفید اور آدھا حصہ کالا ہے' آدھے کالے حصے میں ایک اور سفید چھوٹا دائرہ ہے' ہندوؤں کی تاریخ میں بھی یہ ملتا ہے۔ اس چھوٹے سفید دائرے سے مراد ایک بچہ ہے' ہمارے ہاں یہ تصور بھی ہے کہ عورت کو غار میں چھوڑ کر آدمی شکار پر نکل جاتا تھا' عورت کو پیچھے اس لئے چھوڑ کر جاتے تھے کہ عورت ری پروڈیوس کرتی ہے اور ری پروڈیوس کرنے کی صلاحیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان نے جو پہلا خدا تلاش کیا وہ عورت کی شکل میں تھا' آج کے دور میں بھی دیکھا جائے تو ہندومت میں

Marfat.com

جتنے بھی خدا ہیں ان میں جو ایکٹو خدا ہیں ان میں عورتیں خدا زیادہ ہیں جیسے کہ کالی ماتا ہے۔ واحد مذہب اسلام ہے جس میں خدا کا نام اللہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنا نام اللہ رکھا' اللہ کے لفظ میں اس قدر فلسفیانہ گہرائی ہے کہ جس میں جینڈر موجود نہیں ہے یعنی آپ کی زبان کی قید بھی اس میں نہیں لگ سکتی اور آپ کے تخیل کی قید بھی اس میں نہیں لگ سکتی۔

سوال: ہر مذہب خدا کا تصور رکھتا ہے' کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مذاہب ایک جیسے ہی ہیں؟

بلال قطب: آپ کہہ سکتے ہیں کہ کم وبیش ایسا ہے کیونکہ خداوند کے جتنے بھی تصورات ہیں وہ تمام مذاہب میں ایک برابر کے ہیں' اگر نہیں بھی ہیں تو تصورات ضرور موجود ہیں' سوائے بدھ ازم کے' میں یہ نہیں کہتا کہ بدھ ازم میں تصور خدا موجود نہیں ہے' میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ بدھا نہایت عقلمند انسان تھا' اس نے اپنے زمانے اور ہوش میں ہندوؤں کو دیکھا ہوا تھا' ہندوؤں کو دیکھنے کے بعد اور چلہ کاٹنے اور اپنی تپسیا کے بعد جب اس نے خدا کی پہچان کر لی تو اس نے خدا کو نام نہیں دیا۔

سوال: آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بدھا نے خدا کی پہچان کر لی تھی؟

بلال قطب: کیونکہ اس کے بعد جب اس نے چار اصول دیئے' ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اصول الہامی تھے یا نہیں کیونکہ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ پیغمبر تھا یا نہیں کیونکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے صرف ہمارے پاس 25 کے نام موجود ہیں۔ اس لئے اگر بدھا نے خدا کو نام دے دیا ہوتا تو بدھ ازم کے لوگ بھی ہندوؤں کی طرح پھر خدا کے بچے بناتے' پھر ان بچوں کی شادیاں کرتے اور ان کی نسلیں آگے بڑھاتے' اس طرح 13 خدا تخلیق ہو جاتے۔ بدھا نے بہت عقلمندی کا ثبوت دیا کہ ہندوؤں کے ساتھ رہا لیکن خدا کو نام نہیں دیا۔

سوال: مذہب کیا ہے؟

بلال قطب: ایک لفظ مذہب ہے اور دوسرا لفظ دین ہے۔ دین کو صرف یوم دین کے حساب سے یاد کیا جاتا ہے' اس کا دنیا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں سمجھا جاتا' یہ وہ دین ہے جس کا آپ نے اکاؤنٹیبلٹی کا حساب دینا ہے' جس کا تعلق آپ کے اعمال اور نیتوں سے ہے۔ مذہب بنیادی طور پر ایک راستہ ہوتا ہے' ایک ایسا پیراڈائم ہوتا ہے جو آپ کو زندگی گزارنے کی حدود دیتا ہے۔ اسی لئے مذہب میں سے شریعت نکلتی ہے' شریعت بھی ایک راستے کا نام ہوتا ہے لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کوئی مذہب کائنات میں قائم ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کے اندر ایک تصور لیڈر نہ ہو۔ ہر تصور مذہب تصور لیڈر کے گرد گھومتا ہے۔ ہر مذہب کا تصور اس لیڈر کی دی ہوئی پرائمری ٹیکسٹ کے ساتھ ہوگا' چاہے وہ مسلمان کا قرآن حکیم ہو' چاہے وہ ہندوؤں کا گیتا ہو۔ پھر ایک سیکنڈری ٹیکسٹ بھی مذہب کے اندر ہوگا جو کہ اس لیڈر شپ کا اپنا بیان ہوگا' یعنی دو چیزیں ہو گئیں' ایک خدا کا بیان اور دوسرا اپنا بیان' لیڈر شپ خدائی کلیم نہیں کرتا۔ پھر ہر مذہب کے اندر انسٹی ٹیوشن بنیں گے جیسے مسجد' مندر یا چرچ ہوگا' پھر ہر مذہب میں ڈاگمازآئیں گے' یعنی میں نے فرشتوں پر یقین کرنا ہے جبکہ میں نے فرشتوں کو دیکھا بھی نہیں' یہ ایمان بالغیب کا حصہ ہے۔ یہاں تک تمام مذاہب کم وبیش برابر چلتے ہیں لیکن سوائے اس تصور کے کہ قبل از زندگی اور بعد از موت کے تصور سوائے الہامی مذہبوں کے کسی اور مذہب میں نہیں ہیں۔

Marfat.com

سوال: مذہب میں انسٹی ٹیوشن کی کیا اہمیت ہے؟

بلال قطب: ہر مذہب بذات خود ایک انسٹی ٹیوشن ہوتا ہے۔ انسٹی ٹیوشن سے مراد یہ ہے کہ اس کی کچھ حدود ہوں گی' اس کے کچھ قوانین ہوں گے جس کے اندر رہتے ہوئے وہ چلے گا۔ کوئی بھی خیال بے لگام نہیں ہو سکتا' کوئی بھی خیال جو بے لگام ہو گا اس کی بھی کوئی نہ کوئی تو لگام ضرور ہو گی۔ پہلی بات تو یہ کہ انسٹی ٹیوشن سے باہر تو کوئی بھی نہیں ہے' دوسری بات یہ کہ کوئی مذہب ایسا نہیں ہوتا جس کے اندر کوئی ادارہ قائم نہ ہو' مثال کے طور پر مسلمانوں نے خانہ کعبہ کے بعد جو ادارہ قائم کیا وہ دارالارقم کا تھا' وہ جگہ جہاں لوگ بیٹھ کر اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی باتیں سیکھا کرتے تھے۔ اسی طرح اگر یہ ادارے نہ ہوں' مثال کے طور پر مسجد نہ ہوں' مندر نہ ہوں' چرچ نہ ہوں تو آپ کی عبادات کے وہ طریقے جو کہ فورمل طریقے قائم ہوتے ہیں اور جو اجماع کے ساتھ آپ نے مجمعے میں قائم کرنے ہیں ان کے لئے کھلے میدان صرف حج میں موجود ہوں گے۔

سوال: نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

بلال قطب: ہم تین الفاظ استعمال کرتے ہیں' نبی' رسول اور پیغمبر۔ نبی اور پیغمبر کا لفظ ہم ان لوگوں کیلئے استعمال کرتے ہیں جو کہ اللہ کا پیغام تو لے کر آئے لیکن وہ کوئی شریعت لے کر نہیں آئے' یعنی زندگی گزارنے کے قوانین نہیں لے کر آئے۔ شریعت سے مراد یہ ہوتی ہے کہ آپ نے ان قوانین کے اندر رہنا ہے' مثال کے طور پر بنی اسرائیل حضرت ابراہیم کے مذہب سے تھے' ہم بھی حضرت ابراہیم کے مذہب سے ہیں' اس وقت کے جو رسول شریعت اور تورات لے کر آئے اس میں دنبے کے گوشت کو کھانا حرام قرار دیا گیا۔ یہ شریعت کا حصہ ہے۔ اس کا کوئی پیراڈائم نہیں ہے' کسی کو اگر شراب اچھی لگتی ہے تو لگے لیکن اللہ نے منع فرما دیا تو حرام ہے۔ رسول وہ ہو گا جو پیغام تو لائے گا لیکن پیغام کے ساتھ ساتھ شریعت کو نافذ کرنے کیلئے قوانین بھی لے کر آئے گا' اس کے اندر لیڈر شپ ہو گی۔ اس لئے ہر رسول پیغمبر اور نبی تو ہوتا ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہر نبی اور پیغمبر رسول بھی ہو۔

سوال: خدا اپنا ظہور کیوں نہیں کرتا؟ کیا اسے کو یہ خوف ہے کہ اگر میں ظاہر ہو جاؤں گا تو اپنی ویلیو کھو بیٹھوں گا؟

بلال قطب: خدا کے پاس یہ موقع تھا کہ وہ اپنا ظہور کر دیتے' جیسا کہ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ گفتگو کی' پھر رسول اکرمؐ کو غار حرا میں فرشتے کے ہاتھ پیغام بھجوایا' اللہ تعالیٰ نزول بھی فرما سکتا تھا لیکن خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اللہ کے بہترین نام رحمٰن اور رحیم کے ہیں' اب اگر اللہ اپنا ظہور فرما دیتا تو پھر اللہ جبر بن کر انسانوں پر طاری ہو جاتا' خدا پھر ایک ظلم کے طور پر ماننا پڑتا' خدا پھر جبر کے طور پر آتا کیونکہ وہ وجود کے طور پر دنیا میں موجود ہوتا اور اپنی موجودگی کا اظہار کر چکا ہوتا۔ اب کیونکہ خدا نے اپنا ظہور نہیں کیا' خدا کا ماننا کسی پر جبر نہیں ہے' یہ اس کی رحمانیت کی دلیل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنی 90 سالہ زندگی میں 89 سالہ زندگی میں خدا کا انکار کرنے کے بعد زندگی کی آخری سانس لینے تک بھی اگر اس کو مان لیں گے تو آپ اللہ کو ماننے والوں میں سے مریں گے۔ اگر اس کا ظہور ہو چکا ہوتا تو آپ کے 89 سال بے کار جاتے' آپ اگر آخری سال میں مان بھی لیتے تو رحمٰن کے ہونے کی کوئی دلیل نہ ہوتی۔ اس لئے خدا کا ظاہر نہ ہونا انسان کیلئے

Marfat.com

باعث رحمت اور باعث برکت ہے۔

سوال: مولوی حضرات خدا پر گفتگو کرنے سے منع کیوں کرتے ہیں؟

بلال قطب: خدا کے تصور پر بات کرنے کیلئے آپ کو شریعت اور دین کے سہارے کی ضرورت تو ضرور ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کو فلسفے کی بھی ضرورت ہے' عقل کے ساتھ ساتھ آپ کے اندر رواداری کا معیار اور آپ کے اندر حدیں پار نہ کرنے کی صلاحیت بھی ہونی چاہئے' ہمارے ہاں یہ تمام چیزیں منبر پر بیٹھے ہوئے ایک شخص میں نظر نہیں آتیں' اس لئے احتیاط برتتے ہوئے اس پر بات نہ ہی کی جائے تو بہتر ہے۔

سوال: ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ میرا تصور خدا درست ہے' اسی وجہ سے وہ اس پر قائم بھی رہتا ہے' یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کس کا تصور درست ہے اور کس کا تصور کمزور ہے؟

بلال قطب: میرا خیال ہے کہ عقلی اور علمی بات یہ ہے کہ ہم یہاں سے شروع کریں کہ اگر خدا ہے تو ہم سب کے تصورات درست ہیں لیکن اگر سب کے تصورات کو درست ماننے کے بعد ان سب تصورات کا سیاق وسباق ہے' ان کا جو پیراڈائم ہے' ان کی جو ریخ ہے' ان کی جو گہرائی ہے ان کو اپنی عقل کے زاویے پر تول کر دیکھو اور اس تولنے کے بعد اگر پوری ایمانداری اور علم سے مجھے یہ لگے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی خداوند ہیں تو پھر میرے خیال میں حضرت عیسیٰؑ کو ہی خدا ماننا چاہئے۔

سوال: ایمانداری تو ہو سکتی ہے لیکن علم کا تعین کون کرے گا؟

بلال قطب: اس کا تعین ایسے ہوگا کہ جس زمانے میں وہ شخص زندہ ہے اس زمانے کے تمام علوم پر وہ شخص حاوی ہو' اب اگر وہ شخص یہ کہے کہ میں تو حضور کیمسٹری میں دلچسپی نہیں رکھتا' اگر آپ کیمسٹری میں دلچسپی نہیں رکھتے تو پھر پنگے میں دلچسپی کیوں رکھتے ہیں' اگر عقل ہی نہیں ہے تو پھر پنگے کا حق آپ کو کس نے دیا۔ دوسری بات یہ کہ اگر آپ کو دلچسپی نہیں بھی ہے تو آپ اپنی بنیادی عقل کو کہیں سے سمجھنے کی صلاحیت کیلئے کوئی قدم اور جہد ضرور کرو' پھر اگر آپ کو فلسفے میں ہی دلچسپی نہیں ہے تو پھر آپ ان لوگوں میں سے ہی نہیں ہیں جو کہ دین کو ریسرچ کر کے خدا کو تلاش کرنا چاہیں۔ یہ تلاش ان لوگوں کیلئے ہے جو عقل بھی رکھتے ہیں' شعور بھی رکھتے ہیں' علم بھی رکھتے ہیں اور پھر ایمانداری سے اس راستے پر چلنا بھی جانتے ہیں۔

سوال: اگر خدا انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو وہ ڈائریکٹ انسان سے گفتگو کیوں نہیں کرتا؟ اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے بات کرنے کیلئے فرشتوں یا رسولوں کا وسیلہ کیوں رکھا ہوا ہے؟

بلال قطب: یہ سوال اس انسان کے دماغ کی تخلیق ہے جو اپنے دماغ کو بہت اعلیٰ اور بلند تصور کرتا ہے' خدا تو اپنی خدائی کی وجہ سے آپ کو عظمت دے رہا ہے کہ میں آپ کی شہ رگ کے قریب ہوں' نہ تو آپ تصور خدا کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی آپ اس شہ رگ کو سمجھ سکتے ہیں جس کے وہ قریب ہے۔

سوال: یہ جملہ آیا کہاں سے؟

بلال قطب: یہ جملہ حدیث سے آیا ہے۔ اب اس جملے کی بنیاد پر یہ کہنا کہ میں خدا سے ڈائریکٹ رابطہ رکھ سکتا ہوں:

Marfat.com

جو رکھ سکتا ہے وہ ضرور رکھے' کس نے روکا ہے' جو اللہ تک ڈائریکٹ پہنچنا چاہتا ہے وہ ضرور پہنچے' میں تو کمزور انسان ہوں اور دنیا میں زیادہ تر انسان میری طرح کمزور ہیں' اس کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ نے اپنی سنت قائم کی اور اپنے ظہور کو اپنے ان لوگوں کے ذریعے ہم تک پہنچایا جن کو ہم جبرائیلؑ سے لے کر پیغمبروں کا سلسلہ کہتے ہیں۔ اب جو یہ وسیلے کا تصور خدا نے ہمارے ہاں ڈالا' اس وسیلے کی نسبت سے ہم خدا تک پہنچتے ہیں۔

سوال: قرآن پاک کے پہلے صفحے پر لکھے خدا کے 99 نام کہاں سے آئے؟ کیا یہ خدا نے خود بنائے ہیں؟

بلال قطب: پہلی بات تو یہ کہ قرآن کا ہر لفظ خدا کا ہے' اللہ کے قرآن مجید میں 99 سے زیادہ نام ہیں' میرے خیال کے مطابق قرآن میں پونے تین ہزار ایسے الفاظ ملیں گے جو اللہ کے نام کے ساتھ منسوب ہو سکتے ہیں' 99 وہ نام ہیں جو سب سے زیادہ استعمال ہوتے ہیں اور ان 99 ناموں کو عقیدت کے طور پر قرآن پاک کے پہلے صفحے پر لگا دیا گیا ہے۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ قرآن پاک میں سے یہ 99 نام کس نے نکالے لیکن ان ناموں کے ساتھ رسول اللہؐ کے بھی 99 نام نکالے گئے' کچھ قرآن میں سے نکالے اور کچھ احادیث میں سے نکالے۔ حدیث قدسی بھی خدا کا کلام اور قرآن پاک بھی خدا کا کلام' اس لئے اگر ذوالجلال لفظ نکلا تو وہ لہجہ خدا سے نکلا' میں یہ نہیں کہہ رہا کہ زبان خدا سے نکلا' میں یہ کہہ رہا ہوں کہ لہجہ خدا سے نکلا' زبان رسولؐ سے تو نکل سکتا ہے لیکن زبان خدا سے نہیں کہا جا سکتا۔ اگر آپ ان لفظوں کو پڑھیں گے تو یہ وہ لفظ ہیں جو خدا نے آپ تک پہنچائے' وہ 99 نام جو قرآن پاک کے شروع میں موجود ہیں خدا نے خود اپنے لئے پسند فرمائے۔

سوال: اگر انسان چوری کر کے غریبوں میں تقسیم کر دے تو کیا یہ جائز ہوگا؟

بلال قطب: اگر آپ شراب پی کر بااخلاق ہو کر لوگوں سے محبت کریں تو کیا یہ جائز ہوگا؟ جس چیز کو اللہ نے حرام قرار دیدیا وہ حرام ہے چاہے آپ اسے حج کیلئے استعمال کر رہے ہوں۔ چوری اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے اور چوری کی سزا آپ کو ہاتھ کاٹنے کی ملے گی۔ حضور اگر آپ اتنے ہی نیک ہیں تو رابن ہڈ بننے کے بجائے آپ چوری کیجئے' ہاتھ کٹوایئے اور ضرورت مندوں کی ضرور مدد کیجئے۔

سوال: اگر انسان کوئی سامان چوری کرے اور اسے بعد میں ملامت محسوس ہو تو وہ اس سامان کا کیا کرے؟

بلال قطب: اگر چوری کے بعد واقعی ملامت ہوئی ہے تو اس کا پہلا حق یہ بنتا ہے کہ جس کا سامان چوری کیا ہے اسے ہی واپس کیا جائے اور اگر اس مالک کا علم نہیں ہے تو پھر وہ اس سامان کو صدقہ کر سکتا ہے۔

سوال: اگر کسی عورت کے ہاں بچے کی پیدائش ہونے والی ہو اور اس کا خاوند اسے طلاق دیدے تو کیا طلاق نافذ ہو جائے گی؟

بلال قطب: اگر عورت حاملہ ہے تو اس کا شوہر اسے طلاق نہیں دے سکتا' اگر بچہ پیدا ہونے سے پہلے شوہر طلاق دیتا ہے تو وہ نافذ ہی نہیں ہوتی۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد جب عورت اپنی ناپاکی کے 40 دن گزار لے گی تو شوہر اگر چاہے تو طلاق دے سکتا ہے اور اگر چاہے تو اپنا فیصلہ واپس لے سکتا ہے۔ والدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ شادی سے پہلے اپنی بیٹیوں کو طلاق کے حوالے سے تمام مسائل کے بارے میں بھی سمجھائیں اور خطبہ نکاح بھی سنا کر بھیجیں۔

Marfat.com

سوال: جنت میں مردوں کیلئے عیش وعشرت کی تو بہت بات کی جاتی ہے لیکن خواتین کے حوالے سے زیادہ بات نہیں کی جاتی' اس کی کیا وجہ ہے؟ دوسری بات یہ کہ ذکر ملتا ہے کہ نیک بیویاں اپنے شوہروں کے ساتھ جنت میں اٹھائی جائیں گی لیکن جس کا شوہر جنت میں نہ جائے تو اس کے حصے میں کیا آئے گا؟

بلال قطب: یہ تمام تصورات لکھنے والے مرد ہی ہیں اور انہوں نے تمام تصورات مردوں کے لئے ہی بنا لیے ہیں' ان کے اندر اتنی اخلاقی جرأت ہی پیدا نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو دوسری جنس پیدا کی جسے ہم عورت کہتے ہیں اس کے لیے بھی کوئی تصور سوچتے۔ اگر آپ محمد قطب کی تفسیر دیکھیں تو اس میں انہوں نے حور کے کردار کو جنس سے مبرا قرار دیا' یعنی مرد بھی حور ہو سکتا ہے اور عورت بھی حور ہو سکتی ہے۔ جو نیک شخص ہے اس کو اپنے نفس کی تسکین کیلئے کچھ مہیا کیا جائے گا جو اس کی تسکین نفس کرے گا اور اس کے تسکین نفس کے آئیڈیل کے مطابق ہوگا۔ وہ تسکین ہوگی کیسے' یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے' حضور اکرمؐ نے یہ ضرور فرمایا کہ آپ جو خیال کریں گے وہ مقام تک پہنچ جائے گا۔ اس دنیا میں اگر آپ کو پھل چاہئے ہے تو آپ کو پھل تک جانا پڑے گا لیکن اس دنیا میں اگر آپ کو پھل چاہئے ہوگا تو پھل آپ کے پاس خود آئے گا' اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی مخلوق اور تخلیق اگر آپ کے تابع کر دی جائے تو وہ مقام جنت ہے۔

سوال: اکثر لڑکیاں آپ کے حوالے سے شکایت کرتی ہیں کہ آپ ہمیشہ لڑکوں کی سائیڈ لیتے ہیں اور اگر کوئی لڑکی آپ کو اپنا مسئلہ بتائے تو آپ اس کو ڈانٹنا شروع ہو جاتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

بلال قطب: یہ بات بہت حد تک درست ہے' میں واقعی ایسا کرتا ہوں اور میں ایسا کرتا بھی رہوں گا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ مجھے اس سے زیادہ آس ہوگی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ مجھے بیٹیوں سے بہت محبت ہے' مجھے بیٹوں سے نہ آس ہے اور نہ محبت ہے۔ اگر میں امید لڑکوں سے لگا لوں اور وہ بسا نہ سکیں تو پھر گھر کہاں بسے گا' مجھے امید عورتوں سے ہے کہ وہ خود کو جھکا کر' اپنے مزاج کو بہتر کر کے گھروں کو مضبوط بنانے میں کردار ادا کریں' اس لئے میں ان بچیوں کو زیادہ ڈانٹتا ہوں کہ یہ معاملہ ان کے ماں باپ کو کرنا چاہئے تھا۔ اگر آج لڑکی یا لڑکا ایک استاد کی ڈانٹ نہیں لے سکتا تو میں یہ کہوں گا کہ اس کے ماں باپ کو بٹھا کر جوتے مارنے چاہئیں کہ اگر تسکین علم کے لئے یہ کردار بھی پیدا نہیں ہو سکا تو پھر آپ سوال کرنے سے گریز ہی کریں تو بہتر ہے۔

سوال: خدا کہاں سے آیا؟

بلال قطب: خدا کے بارے میں ہم اتنا ہی جانتے ہیں جتنا خدا نے ہمیں بتایا ہے' ہم اس کے علاوہ نہیں جانتے۔

سوال: یہ کیسے پتہ چلے گا کہ توریت' انجیل' زبور اور قرآن مجید کے الفاظ خدا کے ہی الفاظ ہیں؟

بلال قطب: پہلی بات تو یہ کہ قرآن مجید کے الفاظ ہی صرف اللہ کے الفاظ ہیں' یہ اللہ تعالیٰ نے ہی بتایا کہ میں نے جو باقی کلام دوسرے پیغمبروں پر اتارے وہ لوگوں نے اپنی دلچسپیوں کیلئے اسے بدل دیا' تاریخ بھی اسی طرح بتاتی ہے اور احادیث بھی اسی طرح بتاتی ہیں۔

Marfat.com

سوال: صحابی کی کیا تعریف ہے؟ کن کو صحابہ کہا جاتا ہے؟

بلال قطب: صحابی وہ شخص ہوگا جو ایمان کی حالت میں صحبت رسولؐ میں موجود ہوگا۔ جس نے صحبت رسولؐ نہیں لی وہ صحابی نہیں ہوگا۔ اس میں ایمان کا ہونا بھی شرط ہے۔ جس نے ایمان والے صحابی کی صحبت لی وہ تابعی ٹھہرا اور جس نے تابعی کی صحبت لی وہ طبع تابعی قرار پایا۔

سوال: آپ کو خدا کیسا لگتا ہے؟

بلال قطب: میرا جو خدا کا تصور ہے وہ ایک کالی سپیس ہے جو کسی آنے والی چیز کے انتظار میں ہے' سفر میں گامزن ہے' میں کبھی بھی خدا کو جامد تصور نہیں کرتا' میں خدا کو مسکراتا تصور کرتا ہوں' روتا بھی تصور کرتا ہوں' ہنستا بھی تصور کرتا ہوں اور کبھی کبھی طنز کرتا بھی تصور کرتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ تمام جذبات' وہ تمام تخیلات جو میری اپنے ذہن کی پیداوار ہیں میں خدا کا تصور اس کے بیان سے باہر کر ہی نہیں سکتا' یہ میری حدود ہے' اس لئے میں خدا کو ویسا ہی محسوس کروں گا جیسی میری دانش ہوگی۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی کائنات کو تخلیق کیا اور اس میں پھر دنیا' زمین اور انسان کو تخلیق کیا' آخر اللہ تعالیٰ کو انسان سے تعریفیں کروا کر کیا حاصل ہوتا ہے؟

بلال قطب: یہ اللہ کی خود پسندی اور تکبر ہے' اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی کائنات بنائی لیکن اس کو سوچنے کی طاقت نہیں دی' اتنی بڑی کائنات کے کسی ذرّے کو اشرف المخلوقات نہیں بنایا' جسے کو اس نے اشرف المخلوقات بنایا اسے اس نے سوچنے کی صلاحیت دی اور اس صلاحیت کے ساتھ اس کو رزق بھی دیا' یہ تمام چیزیں انسان کو دینے کے بعد اللہ نے اس سے صرف ایک چیز مانگی' وہ چیز وہ وعدہ تھا جو اس نے اللہ سے کیا کہ اے اللہ میں تجھے پہچانوں گا' اس پہچان کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس تمام کائنات میں صرف ایک چیز کو تخلیق کیا وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تسکین نفس یہی ہے کہ مجھے پہچانا جائے' میری تعریف کی جائے' یہ اللہ تعالیٰ کی خود پسندی ہے۔ یہ اللہ کی خصوصیت ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ میری تعریف کی جائے جس کی خاطر اس نے کائنات تخلیق کی۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

صوفی شوکت علی قادری

بانی انوار مدینہ

صوفی شوکت قادری صاحب پاکستان کے ان چند صوفیائے کرام میں سے ہیں جنہیں منبر اور مقام آباؤ اجداد کی گدی یا وراثت میں نہیں ملا اور نہ ہی کسی دربار کو کیش کروایا بلکہ اپنی علم کی جستجو، لگن اور محنت سے اپنا مقام خود بنایا۔ ایک اور بات جو باقی صوفی حضرات سے منفرد ہے، اکثر و بیشتر صوفی مسجد یا مدرسہ نہیں بناتے بلکہ سینہ بہ سینہ علم کو منتقل کرنے اور محافل میں بیٹھنے کی ترغیب دیتے ہیں جبکہ صوفی صاحب نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کو قرآن فہمی کی ترغیب دی۔ روزانہ سینکڑوں لوگوں سے ملتے ہیں دروازے ہر خاص عام کیلئے کھلے ہیں، ساری خدمت فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔ مردوں کو براہ راست ایک ایک کر کے ملتے ہیں، ان کے مسائل سنتے ہیں اور تسبیحات اور اللہ کے ناموں سے علاج کرتے ہیں۔ ایک اور بات بڑی حیران کن ہے، عورتوں کو براہ راست نہیں ملتے، عورتیں اپنا کپڑا بھیجتی ہیں، کپڑے کو سونگھ کر مسئلہ بتا دیتے ہیں، پھر اس کا حل بتاتے ہیں۔ پچھلے دنوں صوفی صاحب کا انیسواں سالانہ اجتماع ہوا جس میں آصف عزیز نے ہم سب ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں کو خصوصی طور پر دعوت دی۔ تین چار کام میں نے وہاں ایسے دیکھے کہ عقل دنگ رہ گئی۔ جیسے ہی میں پنڈال میں داخل ہوا تو تا حد نگاہ لوگ ہی لوگ تھے۔ میری نظریں صوفی صاحب کو ڈھونڈنے لگیں۔ ظاہر ہے اتنا بڑا اسٹیج لگا ہوا تھا وہیں ڈھونڈنا تھا لیکن امتیاز قادری صاحب سے پتہ چلا کہ وہ گیٹ پر ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ لوگوں کی حفاظت کیلئے زمین پر بیٹھے لوگوں کی ٹانگوں کو ہاتھ پھیرتے ہوئے تلاشی لے رہے ہیں، پھر لوگوں کو وضو کے لیے لوٹے پکڑا رہے ہیں، یہ جان کر تو میں سکتے میں آ گیا۔ صوفی صاحب نہایت سادہ طبیعت کے مالک، نہ کوئی پروٹوکول نہ ہٹو بچو کی صدائیں، اگر کسی نے پہلے صوفی صاحب کو نہ دیکھا ہو تو پہچان نہیں سکے گا۔ میں کافی دیر تک سوچتا رہا صوفی صاحب کے لاکھوں مرید اور شاگرد ہیں تو

Marfat.com

انہیں یہ سب کام کرنے کی کیا ضرورت ہے پھر بات میری سمجھ میں آ گئی یہ پوری ٹیم اور شاگردوں کی تربیت کا حصہ بھی تھا۔ اسی لئے میں نے انتظامیہ کے تمام لوگوں کو انتہائی متحرک' خوش اخلاق اور محنتی پایا۔ اگر آپ غور کریں تو جن صوفیاء نے اپنی زندگی میں جو روایات ڈالیں اب تک وہی چلتی آ رہی ہیں' اگر کوئی اپنی زندگی میں لنگر کھلاتا تھا تو ان کے بعد بھی اس دربار میں اب تک لنگر چل رہا ہے' اگر کوئی اپنی زندگی میں قرآن کی محافل سجاتا تھا تو وہ آج تک چل رہی ہیں' اگر کوئی لوگوں کے مسائل حل کرتا تھا تو آج بھی ان کے شاگرد اس سنت پر قائم ہیں۔ صوفی شوکت صاحب نے ایک اور بہت خوبصورت روایت ڈالی جس میں صرف تبلیغی نہیں بلکہ عملی طور پر لوگوں کی خدمت کرنا ہے جیسے بچیوں کی شادی کروانا' بیمار لوگوں کا علاج کرنا' لوگوں کو خدا سے قریب کرنے کے لیے عمرے کے ٹکٹ دینا۔ انہوں نے اپنی ذات کو پورے کا پورا لوگوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے۔

ملنے کا پتہ:

انوار مدینہ

ریلوے پی این جی کالونی نزد ٹی سی سنٹر

مغلپورہ' لاہور' پاکستان

فون امتیاز قادری: 0321-4170786

0300-4170786

ویب سائٹ: www.anwar-e-madina.com

Marfat.com

صوفی شوکت علی قادری کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

سوال: آپ کو کپڑا سونگھنے سے اور لوگوں کے نام سے ان کے مسائل کا کس طرح پتہ چل جاتا ہے؟ آپ صرف اپنی انگلی سے ان کے مسائل حل کر دیتے ہیں' یہ کون سا علم ہے؟

صوفی شوکت قادری: پہلی بات تو یہ کہ کسی بھی مرض کی تشخیص کرنا یہ اللہ رب العزت کی عطا ہے۔ عطا کیلئے کپڑا بھی ضروری نہیں ہے' بندہ چاہے لندن میں بیٹھا ہو' چاہے کراچی میں بیٹھا ہو' چاہے دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو چونکہ یہ اللہ رب العزت کی عطا ہے اور جب یہ عطا کسی کے اوپر ہوتی ہے تو وہ بندہ اگر اپنا رخ' توجہ کسی کی طرف بھی کرتا ہے تو اس کی طرف ساری ای میل اس کے سامنے کھل جاتی ہیں اور اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ کیا معاملہ ہے' اس پر یہ لازم ہے کہ اس کے کردار کو نہیں دیکھنا' صرف یہ دیکھنا ہے کہ اس کا بھلا کہاں پر ہے جہاں سے گھوم کر اس کا رخ دین کی طرف ہو جائے' چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم' اگر غیر مسلم بھی ہے تو اس کا رخ دین کی طرف کرنے کیلئے اس کا پہلے دنیاوی مسئلہ حل کریں۔

سوال: کیا مسائل کے حل کیلئے آپ کے پاس غیر مسلم بھی آتے ہیں؟

صوفی شوکت قادری: جی ہاں' غیر مسلم بھی آتے ہیں' بہت سے غیر مسلم یہاں آ کر مسلمان ہوئے ہیں۔ میرے دروازے سب کیلئے کھلے ہیں اور کھلے ہونے بھی چاہئیں۔ سورج صرف مسلمانوں یا عالم اسلام کو روشنی نہیں دیتا' وہ ساری کائنات کو روشنی دیتا ہے۔

سوال: آپ کو ولایت اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے ملی ہے یا اپنی علم کی جستجو اور کوششوں کا نتیجہ ہے؟

صوفی شوکت قادری: ولایت کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے' ایسا نہیں ہے کہ اگر کوئی ولی ہے تو اس کا بیٹا بھی ولی ہوگا' اللہ بے نیاز ہے' دیدے تو کوئی بڑی بات بھی نہیں' ولایت بنیادی طور پر عطا ہے' یہ اللہ رب العزت کی عطا ہے۔ اللہ چاہے تو باہر بیٹھے ہوئے فوجی پر عطا کر دے' نہ کرے تو امام کعبہ پر نہ کرے۔ ولایت پیدائشی بھی ہوتی ہے اور عطائی بھی ہوتی

Marfat.com

ہے' جس کے پاس ہے آپ اس کے پاس عقیدت سے آنا جانا شروع کر دیں تو پھر آپ کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ تیسرا یہ کہ بندہ عبادت و ریاضت میں لگا رہے تو پھر بھی اللہ کی طرف سے کرم ہو جاتا ہے' یہ اللہ کی عطا ہے جس کو بھی کر دے۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے' خاندانی نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ میرا باپ ولی تھا اس لئے میں بھی ولی ہوں تو یہ ایسا نہیں ہے' ولایت اللہ کی طرف سے ملتی ہے' یہ اللہ کی عطا کردہ ہے۔ ولایت صرف چہرہ شناسی کا نام نہیں' ولی شعبدہ باز نہیں ہوتا' وہ کوئی مافوق الفطرت حرکت نہیں کرتا' آپ کا کام یہ ہے کہ آپ اصل ولی کو آگے کریں اور جو غلط ہے اس کو پیچھے کریں۔

سوال: اصل ولی کی کیا شناخت ہے؟

صوفی شوکت قادری: بہت سیدھی سی بات ہے' سادہ سا فارمولا ہے کہ کیا وہ نبی کریمؐ کی سنت کے عین مطابق عمل کر رہا ہے' ایک چھوٹی سی مثال ہے کہ ایک پین ہے' اس پین کے اوپر خول ہے' اس خول کو دوسرے پین پر لگائیں' نہیں اترے گا جب تک کہ خول کو ٹھیک اس کے پین پر نہ لگائیں' اسی طرح بندہ تب تک ولی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ سنت کے عین مطابق کام نہ کرے اور یہ ضروری بھی نہیں کہ وہ سنت کے مطابق چل رہا ہو تو وہ ولی بھی ہو' ایسا بھی نہیں کیونکہ روحانیت ایک علیحدہ چیز ہے وہ دین سے متعلقہ ضرور ہے۔

سوال: صوفی لینے والا ہوتا ہے یا دینے والا؟ عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ صوفی حضرات عمل کیلئے مشکل مشکل چیزیں منگواتے ہیں اور جب وہ شخص چیزیں لینے کیلئے جانے لگتا ہے تو اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم یہ ساری چیزیں اکٹھی کر لو گے' وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے تو نہیں معلوم کہ یہ ساری چیزیں کہاں سے ملیں گی' اس پر وہ حضرت اپنے خادم کو آواز دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو پیسے دے دیں یہ خود ہی ساری چیزوں کا انتظام کر لے گا۔

صوفی شوکت قادری: ولایت اللہ کی عطا کی ہوئی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی چھترے' بکرے یا مرغے کی ضرورت ہی نہیں رہتی' اللہ رب العزت کے دیئے ہوئے علم سے علاج کرنا ہے' اللہ رب العزت جسے ٹھیک کرنا چاہے گا ولی کی زبان سے نکلنے پر ٹھیک کر دے گا' اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں' درمیان میں کچھ نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنے اللہ کو راضی کیا ہے' اپنے اللہ کو خوش کیا ہے' اس پر اللہ کا کرم ہے' صدقہ دینا سنت ہے' صدقہ دینا جائز ہے' صدقے سے بلا ٹلتی ہے' صدقے سے انکار نہیں لیکن صدقہ بابے کو نہیں دینا' بابے کو کیا ضرورت پیش آ گئی۔ ایک ڈاکٹر نے محنت کی ہے اس لئے اسے اپنی محنت سے کمائی کرنی چاہئے' ایک انجینئر کو اپنی محنت سے کمائی کرنی چاہئے' کوئی کسی بھی شعبے میں اگر محنت کرتا ہے تو اس کو اس کی کمائی کھانی چاہئے لیکن یہ تو عطا ہے' جب یہ اللہ کی عطا ہے تو اس کا پیسہ کیسے کھا سکتے ہیں۔

سوال: زیادہ تر لوگ آپ کے پاس کون سے مسائل لے کر آتے ہیں؟

صوفی شوکت قادری: آج کل سب سے زیادہ مشکل بیٹیوں والوں کو اپنی بیٹیوں کی عزت کی حفاظت کرنا ہے۔ اب اگر کسی کی بیٹی غلط راہ پر چل رہی ہے تو وہ کہاں جائے گی' پورے عالم اسلام کی بیٹیاں ہماری بیٹیاں ہیں۔ دوسرا اولاد کا ئی وی

Marfat.com

چینلز کی وجہ سے دین اسلام سے دوری ہے' باپ اور شوہر سارا دن محنت مشقت کر کے گھر آتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ گھر کا سارا ماحول ہی تبدیل ہو چکا ہے' وجہ یہ ہے کہ بیوی اس کا کہنا نہیں مان رہی' بچے اس کا کہنا نہیں مان رہے' اولاد بالکل ہی دین اسلام سے دور ہوگئی۔ تیسرا کاروباری معاملات ہیں' کاروباری لوگ بہت پریشان ہیں' اس کی بنیادی وجہ دین سے دوری ہے' وہ اپنی کاروباری پریشانیوں کی وجہ سے ان لوگوں کی طرف بھاگتے ہیں جو کام نہ ہونے کی صورت میں دو لاکھ اور پانچ لاکھ انعام دینے کے اشتہارات شائع کرواتے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ جتنے لوگ الیکشن ہارتے ہیں کیا ان کے پاس پانچ لاکھ روپے نہیں ہوتے' جتنے لوگ جیلوں میں رہ رہے ہیں ان کے پاس پانچ لاکھ روپے نہیں ہیں' ہزاروں کی تعداد میں پاکستانی بیرون ملک پھنسے ہوئے ہیں جو قانونی طور پر وطن واپس نہیں آسکتے' کیا ان کے پاس پانچ لاکھ روپے نہیں ہیں' اپنے ملک آنے کیلئے وہ تو پانچ کروڑ بھی دے سکتے ہیں۔ جب ہمارے ایمان کمزور ہوتے ہیں تو ایسے لوگوں کے بازار گرم ہو جاتے ہیں' ولی شعبدہ باز نہیں ہوتا' ولی اس طرح کے شعبدے دکھا کر لوگوں کو اپنی جانب کھینچنے کی کوشش نہیں کرتا۔ موجودہ حالات میں رزق کمانا بھی بہت مشکل کام ہو گیا ہے' انسان محنت مزدوری کر کے رزق کماتا ہے اور جو کچھ بھی گھر لاتا ہے اس سے گھر کا خرچ پورا ہی نہیں ہوتا' یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے' دراصل پیسے میں برکت ہی نہیں رہی۔ پانچواں بڑا مسئلہ زمانے میں معاشرے کے لحاظ سے چل رہا ہے۔ گھر کے مسئلے پر آپ سارا دن بھی کہو گے تو میں اس پر بات کر سکتا ہوں۔ میاں بیوی کا آپس میں جھگڑا اولاد کی تربیت کا بیڑہ غرق کر دیتا ہے۔

سوال: آپ نے جن پانچ مسائل کی نشاندہی کی ہے کیا وہ پندرہ بیس سال پہلے یا ہزاروں سال پہلے بھی نہیں تھے؟

صوفی شوکت قادری: اصل میں ساس بہو کا جھگڑا ہمیشہ سے رہا ہے۔ عورت' عورت کو قبول ہی نہیں کرتی' صدیوں سے یہی نظام چلتا آرہا ہے۔ اب جو گھریلو مسائل ہیں وہ دس پندرہ سال پہلے کے نہیں ہیں۔ چار پانچ سال پہلے تک زمانہ ایسا تھا کہ ہمارے گھروں میں پی ٹی سی ایل کا فون ہوتا تھا اور عورت گھر کا فون نہیں سن سکتی تھی۔ آج پانچ سال بعد صورتحال یہ ہے کہ عورت کا فون ہم نہیں سن سکتے' مائنڈ کر جاتی ہے' اتنا فرق آگیا ہے' بہت سے جھگڑے اس وجہ سے ہوتے ہیں۔ ایک اور بہت بڑا مسئلہ ہے جس کا حل ضروری ہے' ہر گھر میں ایسا نہیں ہو رہا لیکن بہت سے گھروں میں ایسا ہو رہا ہے کہ باپ اپنے بچوں سے اپنا موبائل چھپاتا ہے' بیوی اپنے شوہر سے موبائل چھپاتی ہے' آخر کیوں؟ بیٹی اپنے باپ سے' باپ اپنی بیٹی سے چھپاتا ہے' آخر کیوں؟ اپنا اپنا موبائل کیوں چھپایا جا رہا ہے؟ ہونا تو یہ چاہئے کہ باپ اپنے بیٹے سے یا بیٹا اپنے باپ سے کہے کہ میرے موبائل پر میسج آیا ہے آپ چیک کر کے اس کا جواب دے دیں۔

سوال: خودکش حملہ آور خود تو مر جاتا ہے' کیا اس کی سزا اس کے رشتے دار کو دی جا سکتی ہے؟

صوفی شوکت قادری: کسی کی سزا کسی دوسرے کو نہیں مل سکتی۔ جس نے جو بھی عمل کیا ہے اس کی سزا اسے ہی ملے گی۔ یہ اس کا ذاتی فعل ہے اس کا تعلق اس کے گھر والوں سے نہیں ہے۔

سوال: خودکش حملہ آور کے مرنے کے بعد اس کا ٹھکانہ کیا ہوگا؟ اس کو یہ بات سکھائی جاتی ہے کہ مرنے کے بعد تم سیدھے

Marfat.com

جنت میں جاؤ گے؟

صوفی شوکت قادری: پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ مرنے والا تھا کون' بس یہی پتہ چلتا ہے کہ خودکش حملہ آور کا سر مل گیا لیکن وہ تھا کون یہ پتہ نہیں چلتا' یہاں تک کہ یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ مسلمان تھا یا غیر مسلم' کہیں وہ دماغی مریض تو نہیں تھا۔

سوال: دنیا کے کسی بھی مذہب میں اس بات کی اجازت ہے کہ خراب حالات کی وجہ سے عوام میں جا کر خودکش حملہ کیا جا سکتا ہے؟

صوفی شوکت قادری: جہاں تک انسانیت کی بات ہے تو میرے آقاؐ نے تو گھاس کا تنکہ توڑنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ نبی پاکؐ نے عمل سے بتایا کہ حقیقت کیا ہے' جو نبیؐ آپ کو گھاس کا تنکہ توڑنے سے منع فرمائیں وہ جان لینے کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں' کسی بھی مذہب میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

سوال: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ صوفیائے کرام مل کر دہشت گردوں کے پاس جائیں اور ان معاملات کو حل کریں؟

صوفی شوکت قادری: میں تو یہی کہوں گا کہ ملک میں اس وقت جو حالات ہیں اس میں حکومت کو' صوفیائے کرام کو' علمائے کرام کو اور علماء مشائخ کو مل جل کر اس مسئلے کا حل ڈھونڈنا چاہئے۔ صوفیائے کرام کو انفرادی طور پر بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ پہلی بات تو یہ کہ صوفی کا پتہ کیسے چلے کہ آخر صوفی ہے کون؟ ہر کسی نے داڑھی رکھ لی ہے' جو بھی رکھ لے گا تو وہ صوفی تو نہیں بن جائے گا۔ اسی طرح جو بندہ یہ کہے کہ میں عالم دین ہوں تو اس کی بات کو تو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس کے پاس ڈگری ہے لیکن صوفی کا کیسے چلے یہ اپنی جگہ الگ سوال ہے۔

سوال: آپ کے نام کے ساتھ صوفی لکھا ہوا ہے' یہ آپ کا لقب ہے یا آپ کے نام کا حصہ ہے؟

صوفی شوکت قادری: نہیں یہ میرا نام نہیں ہے' یہ میرے پیر و مرشد ہیں جنہوں نے میری ٹریننگ کی' جنہوں نے مجھے اس لائن پر لگایا' جو مجھے ان سارے روحانی معاملات کی طرف لے کر آئے' بنیادی طور پر وہ مجھے صوفی کہا کرتے تھے' پھر ان کے ساتھ جو مریدین تھے وہ بھی کہنے لگے۔

سوال: پرانے زمانے کے صوفیائے کرام بادشاہوں کی بات بھی نہیں مانتے تھے' اپنی بات کو اٹل سمجھتے تھے' آج کل کے صوفیائے کرام میں وہ کردار کیوں نظر نہیں آتا؟

صوفی شوکت قادری: ایک انسان اگر ڈاکٹر ہے ہی نہیں لیکن ہم اس کو ڈاکٹر ہی کہے جائیں گے تو ظاہر ہے وہ پھر انسانی جانوں سے کھیلے گا۔ ایک انسان جس کا صوفی ازم سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے' اس کا پیٹ اس کا سارا مذہب اور مسلک ہے۔ آپ کسی بھی سچے بندے کو لے لیں' چاہے وہ میڈیا پر بیٹھا ہو' چاہے وہ آپ کی سیٹ پر بیٹھا ہو' چاہے وہ میری سیٹ پر بیٹھا ہو' چاہے وہ منبر پر ہو' چاہے وہ بارڈر پر ہو' جو سچا انسان ہوگا وہ اپنی سچی بات پر ڈٹ جائے گا۔ صوفی حضرات کو بھی یہی کرنا چاہئے اور جو خالص لوگ ہیں وہ کر بھی رہے ہیں۔

سوال: آپ نے جو مدرسہ بنایا ہے اس کا کیا مقصد ہے؟

صوفی شوکت قادری: مدرسہ بنانے کا مقصد دین کی خدمت ہے۔ اگر بیس یا تیس سال سے مدرسہ چل رہا ہے تو تیس

Marfat.com

سال بہت لمبا عرصہ ہوتا ہے' یہ چیک کرنے کیلئے کہ اس کا مقصد کیا ہے' تیس سال میں پاکستان کے کسی تھانے کچہری میں اس کا نام نہیں آیا' اس سے ثابت ہو گیا کہ اس کا مقصد دین کی خدمت ہے نہ کہ پاور حاصل کرنا۔ لاہور میں ہماری 8 برانچیں ہیں' لوگ آ رہے ہیں' بچے پڑھ رہے ہیں' دین کی خدمت ہو رہی ہے۔

سوال: ماڈرن تعلیم کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟

صوفی شوکت قادری: ہمارے مدرسے میں الحمدللہ بچے دینی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں اور دنیاوی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں۔ کمپیوٹر لیب بھی ہے اور انٹرنیٹ کی بھی اجازت ہے۔ ہمارے ادارے میں ایسا سسٹم ہے کہ بچی جب مدرسے میں داخل ہو گی تو انگوٹھا لگائے گی' اس کے والد کو فوراً میسج چلا جائے گا کہ آپ کی بچی مدرسے میں داخل ہو گئی ہے' جب بچی باہر نکلے گی تو پھر میسج چلا جائے گا کہ تمہاری بچی مدرسے سے باہر آ گئی ہے۔ ان چیزوں کو ہمیں استعمال کرنا چاہئے' یہ ہماری ضروریات زندگی ہیں' دین اس سے منع نہیں کرتا۔

سوال: عورتوں کی تعلیم کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

صوفی شوکت قادری: جی ہاں' عورتوں کو تعلیم دی جا رہی ہے' ان کو حفظ کروایا جا رہا ہے' ان کو کڑھائی سلائی سکھائی جا رہی ہے' جو بھی کورسز ہیں ہمارے مدرسے میں ان کو کروائے جا رہے ہیں۔

سوال: آپ اتنے شرمیلے کیوں ہیں' عورتیں اپنا کپڑا بھیج کر اپنا مسئلہ حل کرواتی ہیں' آپ ان سے ملنا پسند کیوں نہیں کرتے جبکہ حضور اکرمؐ خواتین سے مل لیا کرتے تھے' حضرت عائشہؓ نے بھی صحابہ کرامؓ کو تعلیم دی؟

صوفی شوکت قادری: نبی پاکؐ نے اور حضرت عائشہؓ نے ان لوگوں کو تعلیم دی جبکہ میں علاج کر رہا ہوں تعلیم نہیں دے رہا' علاج اور تعلیم میں فرق ہوتا ہے۔

سوال: کیا تبلیغ کیلئے آپ انہیں لیکچر نہیں دے سکتے؟

صوفی شوکت قادری: میں لیکچر دیتا ہوں اور تمام پرنسپل بھی باقاعدہ طور پر براہ راست لیکچر دیتے ہیں' طالبات کیلئے درمیان میں ایک پردہ ہوتا ہے۔

سوال: کیا درمیان میں پردہ رکھنا ضروری ہے؟

صوفی شوکت قادری: اس لئے ضروری ہے کہ نبی پاکؐ کی ذات گرامی تو نبی ہیں' حضرت عائشہؓ کا مقام اپنی جگہ پر ہے' میں ابھی انڈر ٹریننگ ہوں' آپ محسوس کر رہے ہیں کہ میں جو بات کہنا چاہ رہا ہوں۔ جہاں پر ضرورت محسوس ہوتی ہے ان کو ٹریننگ دیتے ہیں' کچھ عرصہ قبل سالانہ پروگرام ہوا' سب کو آمنے سامنے جا کر ٹریننگ دی' موقع کی مناسبت سے ہے' ہر وقت عورتوں میں گھس کر بیٹھے رہنا ویسے ہی منع ہے۔ علاج کیلئے کپڑا سونگھ کر بتاتے ہیں' لوگ کہتے ہیں یہ کیا بات ہوئی' یہاں پر آرمی والے ایک کتے کو ٹریننگ دیتے ہیں وہ سونگھ کر بتا دیتا ہے کہ اس میں کچھ ہے' اگر بندہ کتے کو ٹرینڈ کر سکتا ہے تو انسان انسان کو کیوں ٹرینڈ نہیں کر سکتا۔ میرے پیر و مرشد نے بھی مجھے اسی طرح ٹرینڈ کر دیا ہے۔

Marfat.com

سوال: جو دہشت گرد پکڑے جاتے ہیں کیا خفیہ ایجنسی والے مدد کیلئے آپ سے رابطہ کرتے ہیں؟ کیونکہ آپ روحانی طور پر لوگوں کے اندر کے حالات پتہ کر لیتے ہیں اور وہ مجرم سچ کو چھپا رہے ہوتے ہیں' کیا روحانی طور پر آپ کے پاس کوئی ایسی تکنیک ہے کہ آپ ان مجرموں کے دماغ کو پڑھ کر اندر کی باتیں معلوم کر سکیں؟

صوفی شوکت قادری: یہ بات ایسی ہے کہ جو نہ تو آپ کو پوچھنی چاہئے اور نہ ہی مجھے بتانی چاہئے' یہ بات ہمارے ہی ملک کے فائدے میں ہے۔ ملک کی خدمت کیلئے ہم ہر وقت حاضر ہیں' ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں سکون ہونا چاہئے۔ حکومت ان کے ساتھ جا کر بات کرے نہ کرے یہ ان کا معاملہ ہے' ہم حکومت کے ساتھ ہیں۔ حکومت نے ووٹ لئے ہیں' وہ آگے آئے ہیں' ملک میں امن وامان قائم کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

سوال: آپ کی تین بڑی کمزوریاں کیا ہیں؟

صوفی شوکت قادری: صوفی ہو' ولی ہو' غوث ہو' قطب ہو یا ابدال ہو' اللہ کا چاہے جتنا بھی نیک بندہ ہو وہ ہوتا آخر انسان ہی ہے' جو نفس میرے اندر فٹ ہے وہی آپ کے اندر بھی ہے' دنیا کے ہر انسان کے اندر وہی نفس فٹ ہے۔ اگر اس انسان سے غلطی ہو سکتی ہے تو صوفی سے بھی ہو سکتی ہے۔ عام انسان اگر کوئی برا عمل کر سکتا ہے تو ولی اور صوفی بھی کر سکتا ہے۔ اللہ کا کرم ہے کہ اللہ اس کو بچا کر رکھتا ہے کیونکہ اس کا لنک ڈائریکٹ اپنے رب سے ہوتا ہے اس لئے اللہ کی کرم نوازی بھی اس پر خاص ہوتی ہے۔ جتنے بھی صوفیائے کرام ہیں میرے اور آپ جیسے انسان ہیں' ہمیں ان کے پاس جانا چاہئے' ان سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔ میری پہلی خامی یہ ہے کہ میں ہر وقت یہ سوچتا رہتا ہوں کہ میری کمائی حلال ہونی چاہئے' میں یہی بات سوچ سوچ کر ڈرتا رہتا ہوں۔ دوسری خامی یہ ہے کہ میرے پاس جتنے بھی لوگ آتے ہیں خدمت کیلئے آتے ہیں چونکہ حلقہ احباب وسیع ہو گیا ہے' لوگ مجھے فون کرتے ہیں' لوگ مجھ سے رابطہ کرتے ہیں' میں سب کو ٹائم نہیں دے پاتا جس کی وجہ سے باقی لوگ ڈسٹرب ہوتے ہیں' وہ لوگ بھی پریشان ہوتے ہیں اور میں بھی اپنے طور پر پریشان ہوتا ہوں۔ تیسری خامی یہ ہے کہ میرے دل میں ہر وقت یہ ڈر رہتا ہے کہ جسے ہم دین کی خدمت سمجھ کر کر رہے ہیں وہ دین کی خدمت نہ ہو' اس میں کوئی دنیاوی مفاد تو نہیں آ جاتا' انہی باتوں سے دل میں ڈر رہتا ہے کہ کہیں خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو جائے۔

سوال: یہ کس قسم کی موٹیویشن ہوتی ہے کہ ایک شخص اپنے جسم سے بم باندھ کر اپنی جان تک قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے؟ یہ کس طرح کا برین واش ہے؟

صوفی شوکت قادری: ڈاکٹر اپنے شعبے کی بات کرے گا' انجینئر اپنے شعبے کے حوالے سے بات کرے گا' ایک عیسائی پیدا ہی عیسائی ہوا' عیسائی مذہب میں مسلسل اس کی تربیت ہوتی رہی' وہ اسی تربیت کے دائرے میں رہے گا' اسی چیز کو سامنے رکھتے ہوئے آپ اس سوال کے جواب کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ کسی بھی انسان کی آپ جیسی تربیت کر دیں گے وہ ویسا ہی رہے گا۔

سوال: آپ نام نہاد جعلی صوفیوں کے خلاف کیا عملی اقدامات کر رہے ہیں؟

صوفی شوکت قادری: نام نہاد صوفیوں کو آپ دو نمبر پیر بھی کہتے ہیں' میرے خیال کے مطابق ان کو پیر کہنا بھی گناہ

Marfat.com

ہے' جولوگ دین کی خدمت کے نام پر لوگوں کو لوٹ رہے ہیں' بہنوں بیٹیوں نواسیلے میں بلا کر ان کی عصمت دری کر رہے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ ہر کام موکلوں اور جنوں کی مدد سے کیا جاتا ہے۔ اب میں جو بات کر رہا ہوں وہ بات جن بھی سن رہے ہوں گے' ان کے کون سے کان بند ہیں جو میری آواز نہیں سن سکتے' پوری دنیا میں سنی جا رہی ہے تو جن بھی سن رہے ہوں گے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے' جنوں اور موکلوں سے اعلیٰ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے ان دو نمبر پیروں کو ختم کرنے کیلئے کیا کیا ہے' ہم نے بیانات کی سی ڈیز ریکارڈ کر کے جگہ جگہ پہنچا دی ہیں' ہم کہتے ہیں کہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے' یہ لوگ ایسے ہیں جو لوگوں کے ایمان خراب کر رہے ہیں۔

سوال: ایک زمانہ تھا کہ آپ کے پاس مؤکل ہوا کرتے تھے' آپ نے انہیں پکڑا کیسے تھا اور پھر آزاد کیوں کر دیا؟

صوفی شوکت قادری: جب آپ قرآن کی آیتوں کو پڑھتے رہیں گے' اسے تاثیر قرآن کہا جاتا ہے' آپ چاہے اللہ کی رضا کیلئے پڑھ لیں' جب آپ اسے اس نیت سے پڑھیں گے تو وہ آ جائیں گے۔ سیدھی سی بات ہے کہ آپ کے پاس ٹیلی فون ہے' چاہے آپ اس سے اچھی جگہ پر کال کر لیں اور چاہیں تو بری جگہ پر کال کر لیں۔ یہ تاثیر قرآن ہے' اگر آپ اسے اس نیت سے پڑھ رہے ہیں کہ آپ کے پاس جن یا مؤکل آ جائیں تو وہ آ جائیں گے۔

سوال: آپ نے مؤکل کو دیکھا ہے؟

صوفی شوکت قادری: مؤکل ایک مخلوق ہے' جنات اور مؤکل کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی جیسی مرضی شکل بنا لیں' چاہے جانور بن جائیں۔

سوال: کیا آپ نے اسے بوتل میں بند کیا تھا؟

صوفی شوکت قادری: میں یہاں ایک وضاحت کر دوں کہ جو بوتل میں بند ہو جائے وہ جن کہاں سے ہوا' وہ جن تو نہ ہوا بلکہ ڈراما ہو گیا۔ کتنی عجیب سی بات ہے کہ ایک شخص نے جن کو اپنے پاس بلایا' اسے تھپڑ مارے اور پھر اسے بوتل میں بند کر دیا۔ میں لوگوں سے یہ اپیل کروں گا کہ خدارا اپنی بہنوں بیٹیوں کو ایسے لوگوں سے بچائیں۔

سوال: دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے آپ نے کیا عملی اقدامات اٹھائے ہیں؟

• صوفی شوکت قادری: ہمارے جتنے بھی مریدین ہیں' جتنے بھی حلقہ احباب کے لوگ ہیں' ان سب کو ہم نے بتایا ہے کہ دہشت گردی کیخلاف ہر فورم پر آواز اٹھائیں۔ ہمارے ملک میں دہشت گردی ہو رہی ہے' نقصان ہو رہا ہے' سوال یہ ہے کہ اس کے خاتمے کے لئے کون کیا کردار ادا کر رہا ہے' صوفیائے کرام کیا کردار ادا کر رہے ہیں' جہاں تک صوفیائے کرام کی پہنچ ہے' جہاں تک یہ جا سکتے ہیں' اپنے اپنے پلیٹ فارم پر سب صوفیائے کرام کام کر رہے ہیں تا کہ ملک میں سکون ہو جائے۔ صوفیائے کرام کے پاس کوئی پاور نہیں ہے کہ وہ دہشت گردوں سے جا کر مذاکرات کر سکیں اور نہ ہی ان کے مذاکرات فائدہ مند ثابت ہوں گے' جن کے مذاکرات فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں وہ کر ہی نہیں رہے۔

سوال: صوفی اپنی تشہیر خود نہیں کرتا' صوفی جنگل میں بھی بیٹھ جائے تو پگڈنڈی بن جاتی ہے' پچھلے دنوں آپ کا سالانہ اجتماع

Marfat.com

ہوا جس پر کروڑوں روپے لگائے گئے' اشتہارات بھی چلائے گئے' بینر بھی لگائے گئے' اخبارات میں بھی اشتہار تھے' جگہ جگہ ہورڈنگز بھی لگے تھے' ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے ملٹی نیشنل کمپنی اپنی کمپین کر رہی ہے' کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ آپ صوفیاء کی روایت کو قائم کرتے ہوئے اس پبلسٹی پر خرچ ہونے والے پیسوں کا وہاں پر آئے ہوئے لوگوں کو لنگر دے دیتے؟

صوفی شوکت قادری: وہاں 70 بچیوں کی شادیاں کی گئیں' 70 گھروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی' صرف یہی نہیں' اس وقت اگر پچاس ہزار یا ایک لاکھ بندے تھے اور ان میں سے دس ہزار افراد میں بھی یہ جذبہ پیدا ہو گیا ہے تو آپ یہ سوچیں کہ اس لنگر سے وہ جذبہ پیدا نہیں ہونا تھا۔ ویسے لنگر والا معاملہ بھی ہمارا چل رہا ہے' روٹین میں ہی چل رہا ہے' بچوں کے تعلیمی وظائف بھی جا رہے ہیں۔ عید پر ڈیڑھ سو گائے کی قربانی کر کے اسے تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ سب کام ہمارے اپنی جگہ پر چل رہے ہیں لیکن اصل چیز یہ ہے کہ کسی طرح لوگوں کے اندر دین کا جذبہ پیدا ہو جائے' ہم نے دین کی کمپین کی ہے۔

سوال: صوفی تو ہر کسی کو ایک برابر سمجھتے ہیں لیکن وہاں آپ نے دو الگ الگ کیٹیگریز رکھی ہوئی تھیں' ایک وی آئی پی سیٹ اپ تھا اور ایک عوامی سیٹ اپ تھا' اس تفریق کی کیا وجہ ہے؟

صوفی شوکت قادری: ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ہمارے مذہب میں نئے آئے ہیں' نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں' جب تک آپ اس کو پروٹوکول نہیں دیں گے تو اس کے واپس جانے کا خدشہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر کوئی بندہ دین سے بہت دور ہو گیا ہے اور وہ ہے بھی بہت قابل' علمی لحاظ سے بہت قابل ہے' آپ کوشش کرتے ہیں کہ یہ بندہ کسی نہ کسی طرح دین میں فٹ ہو جائے۔ آپ نے ایک چیز وہاں اور یہاں ضرور دیکھی ہو گی کہ اگر تو ہم نے وی آئی پیز کو بلا کر اس سے کچھ لیا ہے تو پھر یہ سارا سسٹم غلط ہو گیا' اگر وی آئی پی کو بلا کر وہاں کچھ دیا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

سوال: آپ کے لئے یہ قابل ہو گا کہ دوسرے مکاتب فکر دیوبندی' اہل حدیث اور اہل تشیع آپ کی مساجد میں آئیں اور آپ کے پیچھے نماز پڑھیں؟

صوفی شوکت قادری: ہماری مسجد میں پہلے ہی ہر مکتبہ فکر کے لوگ آتے ہیں' یہاں آ کر نماز پڑھتے ہیں' کوئی کسی کو منع نہیں کرتا۔

سوال: کیا آپ خود کسی دوسرے مکتبہ فکر دیوبندی' اہل حدیث اور اہل تشیع کے عالم کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں؟

صوفی شوکت قادری: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم کہیں جا رہے ہوں اور جماعت نکل جائے تو میرے ساتھی ہمراہ ہی ہوتے ہیں اس لئے ہم اپنی جماعت کرا لیتے ہیں۔

سوال: دوسرے مکتبہ فکر کے طالب علم اگر آپ کے مدرسے میں تعلیم کے حصول کیلئے آئے تو ان کے اوپر کوئی پابندی تو نہیں؟

صوفی شوکت قادری: نہیں کوئی پابندی نہیں ہے' انہیں کوئی منع نہیں کرتا بلکہ بہت سے ایسے طالب علم یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

سوال: اگر آپ کے طالب علم دوسرے مکتبہ فکر کے عالموں کے پاس جانا چاہیں تو آپ کی طرف سے کوئی پابندی ہے؟

Marfat.com

صوفی شوکت قادری: پہلی بات تو یہ کہ اگر اس طالب علم کو اپنے مکتبہ فکر کے بارے میں مکمل طور پر معلومات حاصل ہوگئی ہیں تو اسے ضرور جانا چاہئے کیونکہ تمام مکتبہ فکر کے بارے میں معلومات ہونی چاہئیں۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین)

Marfat.com

منیر بھٹی

منیر بھٹی سے میری پہلی ملاقات 2010ء میں ہوئی۔ ایک دفعہ میں نے سپیریئر یونیورسٹی کے طلبہ کے لیے کالم نگار جاوید چوہدری کا لیکچر آرگنائز کروایا جس کا عنوان ''مسلمانوں کا عروج وزوال'' تھا۔ صبح دس بجے کا ٹائم تھا میں اپنے دو دوستوں کے ساتھ ایک بڑی گاڑی میں چوہدری صاحب کو لینے کیلئے پی سی پہنچ گیا۔ وہ دو دوست محض اس لئے ساتھ آئے تھے کہ چوہدری صاحب سے سلام دعا ہو جائے گی اور چند تصویریں بھی بن جائیں گی۔ ہم تینوں ملنے کے لیے بڑے بے چین تھے۔ پی سی پہنچے تو چوہدری صاحب ایک شخص کے ساتھ ناشتہ کر رہے تھے' ہم باہر لابی میں انتظار کرنے لگے۔ ناشتہ ختم ہو گیا' چوہدری صاحب نے چائے بھی پی لی لیکن دونوں گفتگو میں محو رہے' باہر نہیں نکل رہے تھے۔ ہم تینوں کو بہت غصہ آ رہا تھا' 10 بجنے میں بھی تھوڑا وقت رہ گیا تھا' ہر پانچ منٹ بعد چوہدری صاحب ہمیں اشارہ کر دیتے تھے کہ آ رہا ہوں اور ہمیں مزید غصہ آ جاتا۔ آخر کار ہم نے چوہدری صاحب کے ساتھ والے بندے کو دل میں خوب برا بھلا کہنا شروع کر دیا' پھر دونوں مسکراتے ہوئے باہر آ ہی گئے۔ ہم نے شکر کا کلمہ پڑھا۔ میں نے اس شخص سے بس واجبی سی سلام دعا لی۔ جب ہم سب پارکنگ میں پہنچ گئے تو چوہدری صاحب نے ایک اور بم گرا دیا' اپنے تو پرانے زخم ہی تازہ تھے' کہنے لگے کہ آپ لوگ اپنی گاڑی میں آگے آگے چلیں میں اپنے دوست کے ساتھ پیچھے پیچھے آ جاؤں گا' اب تو غصے کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ بہر حال گاڑی آگے لگا دی اور دوسری گاڑی ہمارے پیچھے پیچھے آنے لگی۔ تمام راستے ہم اس بندے کو کوستے رہے۔ سپیریئر یونیورسٹی پہنچ کر چوہدری صاحب کا بہت اچھا استقبال ہوا اور ساتھ ہی اس بندے کا بھی جو ہمیں بہت ناگوار گزر رہا تھا۔ میرے جو دوست میرے ساتھ گئے تھے وہ مجھے شکوہ بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے چلے گئے' ان کو اپنی نیند برباد کرنے کا بہت دکھ تھا۔ لیکچر ختم ہوا' اس شخص نے بھی پورا لیکچر اٹینڈ کیا' آخر میں جب میں چوہدری صاحب کو گاڑی تک چھوڑنے گیا تو اس شخص نے اپنا کارڈ دیا اور کہا کہ جب اگلی دفعہ چوہدری صاحب کو بلائیں تو میری طرف بھی ان کا ایک لیکچر رکھنا۔ میں

Marfat.com

نے ٹوٹے دل سے کارڈ جیب میں ڈالا اور انہوں نے جو کہا اس کو بالکل ان سنا کر دیا کیونکہ راستے میں چوہدری صاحب کے ساتھ وقت میں نے گزارنا تھا لیکن وہ وقت انہوں نے لے لیا۔ ان کے رخصت ہونے کے بعد میں نے کارڈ دیکھا' اس پر منیر بھٹی CEO Mr-Denim لکھا تھا۔ میں نے سوچا کہ اتنا بڑا آدمی ہمارے ساتھ تھا اور اس نے اتنا وقت نکالا یہ تو بڑی بات ہے۔ پھر کافی دنوں بعد میں نے منیر بھٹی صاحب کو کال کی اور کہا کہ چوہدری صاحب کو ہم دوبارہ بلا رہے ہیں۔ منیر بھٹی صاحب نے کہا کہ آپ میری کوٹھی میں آجائیں' وہاں بات کرتے ہیں۔ میں گیا پھر وہاں سے گفتگو اور لیکچرز کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک دفعہ ماڈل ٹاؤن لائبریری میں قاسم علی شاہ کا لیکچر تھا۔ میں نے منیر صاحب کو بھی بلا لیا۔ منیر صاحب لیکچر سن کر بہت محظوظ ہوئے اور کہنے لگے مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی میری زندگی کی کہانی سنا رہا ہو' پھر منیر بھٹی صاحب کی قاسم علی شاہ اور میرے ساتھ Gathering شروع ہو گئی۔ ایک دن قاسم نے منیر صاحب کو اپنی کتاب ''کامیابی کا پیغام'' پیش کی۔ منیر صاحب کتاب پڑھ کر بہت متاثر ہوئے' وہ قاسم کی ہر محفل میں بہت تعریف کیا کرتے تھے جس سے اکثر اوقات میں حسد بھی کرتا تھا۔ ایک دن قاسم نے منیر صاحب سے کہا کہ آپ اپنی کامیابی کی کہانی میرے سکول کے بچوں کے ساتھ شیئر کریں۔ وہ رضامند ہو گئے۔ مجھے اندر ہی اندر بہت ہنسی آئی کہ ایک بزنس مین کامیابی تو حاصل کر سکتا ہے لیکن اپنی گفتگو سے طلبہ کو کیسے متاثر کر سکتا ہے کیونکہ مجھے پبلک سپیکنگ کا بہت تجربہ تھا۔ میں نے سوچا طلبہ بہت بور ہوں گے اور سیشن فل فلاپ ہو جائے گا کیونکہ میں نے اس سے پہلے منیر صاحب کو سٹیج پر بولتے ہوئے کبھی نہیں سنا تھا اور شاید انہوں نے کبھی سٹیج پر اس سے پہلے بات کی بھی نہیں تھی۔ بہر حال وقت اور تاریخ مقرر ہوئی' منیر صاحب نے مجھے اور میرے والد صاحب کو گھر سے لیا' ان دنوں میرے والد صاحب بھی دبئی سے آئے ہوئے تھے' راستے میں منیر صاحب سے گپ شپ شروع ہوئی اور میرے والد صاحب ان کے مرید بن گئے۔ منیر صاحب کا ایک بڑا کمال ہے یا تو یہ خداداد صلاحیت ہے یا والدین کی دعا' جو بھی منیر صاحب سے تھوڑی دیر گفتگو کرتا ہے وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا' پھر گھر آئے مہمان کی خاطر بھی بہت کرتے ہیں اور بڑے اخلاق سے ملتے ہیں' چاہے سامنے والے شخص کا جہاں سے بھی تعلق ہو بس لنگر ہر وقت کھلا ہوا ہے اور لوگ فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ بڑی گاڑی میں قاسم کی اکیڈمی پہنچے' اس نے اچھا استقبال کیا اور اپنے آفس میں بٹھا دیا۔ آفس میں بہت سی کتابیں رکھی ہوئی تھیں' میں نے سوچا کہ لیکچر تو بکواس سا ہی ہو گا' جیسے ہی لیکچر شروع ہو گا قاسم کے دفتر آ کر کوئی کتاب پڑھ لوں گا۔ ایسے بوریت سے بھی بچ جاؤں گا اور کچھ علم میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ لیکچر شروع ہوا' مجھے پیاس لگ رہی تھی' میں نے سوچا جب کتاب پڑھنے دفتر آؤں گا تب پانی بھی پی لوں گا۔ آپ حیران ہوں گے کہ جب گفتگو شروع ہوئی تو تمام طلبہ پر مجھ سمیت سحر طاری ہو گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں ٹائم اینڈ سپیس سے باہر ہو گیا ہوں۔ میرے والد صاحب سمیت سب لوگ اتنے غور سے منیر صاحب کی گفتگو سن رہے تھے کہ کسی کو ہوش ہی نہ رہا۔ میں نے ساری گفتگو پیاس میں ہی گزار دی۔ آخر میں کافی دیر تک تالیاں بجتی رہیں۔ میں بہت خوش ہوا کہ مجھے ایک اور سپیکر مل گیا ہے۔ کچھ ہی دنوں بعد سپیریئر یونیورسٹی میں جاب فیئر تھا' میں نے اس وقت منیر صاحب سے کہا کہ آپ نے یہی

Marfat.com

لیکچر سپیریئر یونیورسٹی میں بھی دینا ہے۔ وہاں سے بھی فیڈ بیک بہت اچھا آیا' کئی لوگوں نے اپنی نوکریوں سے استعفیٰ دیدیا اور کاروبار شروع کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکچر کا عنوان "How To Be A Millioniare" تھا۔ آیئے منیر صاحب کی بیان کردہ Success Story سے مستفید ہوتے ہیں۔

"How To Be A Millioniare"

منیر بھٹی

میں سمجھتا ہوں کہ جاب اچھی مل جانا خوش قسمتی ہے' خدا کرے کہ سب کو اچھی جاب ملے اور وہ اپنے کیریئر کا آغاز کریں۔ میں آج ان لوگوں سے مخاطب ہونا چاہتا ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی جاب ان کے سٹینڈرڈ کے مطابق نہیں ہے یا وہ جو جاب لینا چاہتے تھے وہ ان کو نہیں ملی۔ میرا ان کے لیے پیغام ہے کہ اگر آپ کو اچھی جاب نہیں ملی تو سمجھ لیجئے کہ خدا نے آپ کو چن لیا ہے کہ آپ اپنے لیے بھی جاب پیدا کریں اور لوگوں کیلئے بھی جاب پیدا کریں۔ یہ میرا پرسنل ایکسپیرینس ہے جو میں آپ کے ساتھ شیئر کر رہا ہوں۔ انسان کے اندر اتنا ٹیلنٹ موجود ہے کہ اگر وہ اسے کسی ایک خاص سمت میں استعمال کرنا چاہے اور اپنی کوشش مسلسل کرے تو کوئی ایسا ٹارگٹ نہیں ہے جو وہ حاصل نہ کر سکے۔ شرط یہ ہے کہ ٹارگٹ رئیلسٹک بنایا جائے اور اس پر مسلسل محنت کی جائے۔ میں جن دنوں میں گورنمنٹ کالج سے گریجوایشن کر رہا تھا ایک شعر میری نظروں سے گزرا جس کو پڑھ کر میری زندگی میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ وہ شعر یہ تھا: ''شاید کوئی تیشہ بدست ادھر سے گزرے' میں ایک مجسمہ ہوں اور پتھر میں سو رہا ہوں''۔ جیسے ایک پتھر کے اندر ایک مجسمہ چھپا ہوا ہے اسی طرح انسان کے اندر جو خداداد صلاحیت ہے وہ اگر اسے استعمال کرے تو وہ بھی مجسمہ بن سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جو انسان کو خدا نے ذہن دیا ہے اس کے متعلق بھی ایک شعر سناتا ہوں: ''ذہن کو ہے خدا کی سی ہی توفیق' ذہن انجمن تخلیق کرتا ہے''۔ اگر آپ کے پاس ذہن ہے اور آپ اسے استعمال کرنا جانتے ہیں تو آپ اس ذہن کو اپنے لئے استعمال کریں نا کہ اپنا سی وی لے کر کسی اور کمپنی میں کام کرنے جا رہے ہوں۔ اگر آپ امیر بننا چاہ رہے ہیں تو سب سے پہلے آپ اپنے دل سے امیر بننے کا خواب نکال دیں کیونکہ یہ خواب آپ کو دولت کے پیچھے بھاگنے والا آدمی بنا دے گا۔ اس کے بجائے آپ اپنی زندگی میں ایک کامیاب انسان بننے کی کوشش کریں' فیلڈ کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ جن کو جاب نہیں ملتی اور وہ بزنس میں آنا چاہتے ہوں اور وہ بالکل میری طرح ہی ہوں جس نے اپنی تعلیم بھی ادھوری چھوڑ دی تھی کیونکہ مجھے اپنا کاروبار کرنے اور نام کمانے کی جلدی تھی۔ جب میں نے گورنمنٹ کالج چھوڑا اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ میری جیب میں پیسے نہیں تھے اور میں نے سوچ لیا تھا کہ میں اس ملک میں ایک کامیاب بزنس مین بنوں گا۔ میں نے جاگتی آنکھوں سے ایک خواب دیکھا' ذہن جب انجمن تخلیق کر سکتا ہے تو اپنے لئے ایک خواب بھی تخلیق کر سکتا ہے' میں نے اپنے لیے دس سال کے بعد ایک خاص مقام چن لیا کہ دس سال بعد میں یہاں ہوں گا کہ میں ایک کامیاب بزنس مین بن چکا ہوں۔ میں نے اس خواب کی نوک پلک سنواری اور اسے اپنے

Marfat.com

اندر ہمیشہ زندہ رکھا۔ میرے پاس کوئی سورس نہیں تھا' پیسے نہیں تھے' فیملی میں بھی کوئی بزنس مین نہیں تھا لیکن میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ میں نے بزنس مین بن کر دکھانا ہے۔ سب سے مشکل کام یہ ہوتا ہے کہ آپ یہ سوچیں کہ آخر کون سا کام کیا جائے؟ بزنس کون سا کیا جائے؟ آپ کے آس پاس ہر جگہ پر بزنس پھیلا ہوا ہے' جس کرسی پر آپ بیٹھے ہیں' یہ کہیں پر بنائی گئی ہے' کہیں اس کی ہول سیل ہوئی ہے' کہیں اس کی پرچون ہوئی ہے' اسی طرح کے بے تحاشا بزنس آپ کے اردگرد موجود ہیں۔ آپ ان میں سے کوئی ایک بزنس چن لیں اور اس کا خواب دیکھیں کہ میں نے اس بزنس میں عروج اور نام حاصل کرنا ہے۔ جب آپ اس میں کامیاب ہو جائیں گے تو امیر تو خود ہی بن جائیں گے لیکن اگر آپ نے امیر ہونے کیلئے پیسے کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا تو آپ سوسائٹی میں دولت کے پجاری' لالچی اور پیسے کا بھوکا جیسے ناموں سے مشہور ہو جائیں گے۔ ان چیزوں کو چھوڑ کر جب آپ بزنس شروع کریں تو پیسے کی پرواہ نہیں کرنی' نفع نقصان اپنی جگہ' اپنے گول کو حاصل کرنا ہے کہ میں نے سوسائٹی میں کامیاب بزنس مین کیسے بننا ہے۔ جس دن میں نے کامیاب بزنس مین بننے کا فیصلہ کیا اسی دن میں نے اپنی کمپنی کا نام منتخب کیا اور اس نام کے لیٹر پیڈ بنوانے کیلئے انارکلی پرنٹنگ پریس میں چلا گیا۔ پانچ سو لیٹر پیڈ پانچ سو روپے کے چھپ رہے تھے لیکن میری جیب میں صرف دو سو روپے تھے' دو سو روپے ایڈوانس دے کر میں گھر واپس آ گیا۔ تین دن بعد جب میں وہ لیٹر پیڈ لینے جا رہا تھا تو میرے اندر ایک عجیب سی خوشی تھی کہ آج میری کمپنی کا نام میرے ہاتھ میں ہوگا۔ ایک ایسا آدمی جسے اچھی جاب نہیں ملی' جس کی تعلیم پوری نہیں ہے' اس کا تعلق انتہائی پسماندہ علاقہ سے ہے' اندرون شہر کی گلیوں سے نکل کر ایلیٹ کلاس میں شامل ہونے کا خواب سجائے میں نے تین سو روپے کسی سے ادھار لئے اور اپنے لیٹر پیڈ لے کر آ گیا۔ جب وہ لیٹر پیڈ میرے ہاتھ میں آیا تو مجھے ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوئی کہ یہ کمپنی میں نے تیار کی ہے اور میں اس کا مینجنگ ڈائریکٹر ہوں۔ وہ لیٹر پیڈ آج تک میرے پاس موجود ہے۔ پہلے دن جب میں اس پر لکھنے بیٹھا تو Assets زیرو تھے اور Liabilities تین سو روپے تھی جو میں نے لیٹر پیڈ لانے کیلئے ادھار لئے تھے۔ اپنے خواب کو لے کر میں نے مسلسل دس سال محنت کی اور جب دس سال بعد اس لیٹر پیڈ پر میں اپنے Assets لکھ رہا تھا تو وہ ہزار ملین سے بھی زیادہ بڑھ چکے تھے اور میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں اور حیران تھا۔ پیسے کے پیچھے بھاگنے کے بجائے ہمیں اپنے آپ کو کامیاب بزنس مین بنانا چاہئے' ایک ایسا بزنس مین جس پر لوگ اعتماد کر سکیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ اپنی تعلیم پوری کر کے بزنس میں آئیں تاکہ تعلیم مکمل نہ ہونے کے جو نقصانات مجھے ہوئے وہ آپ کو نہ ہوں۔ اگر گریجویشن کے بعد آپ بزنس میں آنا چاہتے ہیں تو کوئی ایک آئٹم آپ منتخب کر لیں جو آپ کو پسند بھی ہو' آپ خواب بھی اپنی پسند کا بنائیں' آپ آئی ٹی کے بزنس میں آنا چاہتے ہیں تو اسے منتخب کریں' آپ ٹیکسٹائل کے بزنس میں آنا چاہتے ہیں تو اس میں آ جائیں' کسی ایک کا انتخاب کریں اور اس کے بعد دس سال کا ٹارگٹ مقرر کر لیں۔ یہ میرا اپنا ذاتی تجربہ بھی ہے اور مزید کچھ لوگوں کو بھی دیکھا جو سیلف میڈ تھے' ان کو کامیاب ہونے میں اتنا عرصہ لگ جاتا ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ دس سال مسلسل محنت کے ہی ہوں' پہلے ہی ایک سال میں آپ کے کام سے آپ کی اتنی تنخواہ نکلنا شروع ہو جاتی ہے جتنی کوئی آپ کا ہم عصر کسی

Marfat.com

دوسرے ادارے میں جاب کرتے ہوئے کمار ہا ہوتا ہے۔ دو اڑھائی سال کے بعد آپ اپنے ادارے میں دو تین ورکر رکھ چکے ہوں گے' چار پانچ سال کے بعد آپ اپنا آفس اسٹیبلش کر چکے ہوں گے' چھ سال کے بعد آپ کو اپنے خوابوں کی منزل نظر آنا شروع ہو چکی ہو گی لیکن اس کی واحد شرط یہ ہے کہ کوئی سنگل آئٹم کا انتخاب کریں اور اپنے دماغ کو' اپنی تمام صلاحیتوں کو دس سال کے لئے وقف کر دیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ چھ مہینے کے بعد اگر کوئی رکاوٹ آئے تو آپ پریشان ہو جائیں۔ چھوٹے چھوٹے ٹارگٹ بناتے چلے جائیں اور دس سال کا پیریڈ اپنے لئے وقف کر لیں۔ میں بار بار دس سال کا عرصہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ چونکہ آپ ایک چھوٹی کلاس سے نکل کر آئے ہیں' والدین نے بھی کوئی سپورٹ نہیں کی' آپ کے پاس پیسہ بھی نہیں ہے' اگر دو ماہ بعد یا سال بعد اگر آپ کو کچھ مشکلات پیش آئیں تو صرف تین Tools آپ کے پاس ہیں' میں نے جو پہلا Tool استعمال کیا وہ خوش اخلاقی کا تھا یعنی آپ اپنی یونیورسٹی' محلے' دوستوں اور حلقہ احباب میں خوش اخلاق مشہور ہو جائیں' آپ کے بارے میں لوگ کہیں کہ یہ شخص ملنسار اور خوش اخلاق ہے' دوسرا Tool ایمانداری کا ہے' آپ اپنی کمیونٹی میں یہ ثابت کر دیں کہ آپ ایک ایماندار شخص ہیں' آپ سچ بولتے ہیں' آپ وعدہ پورا کرتے ہیں' تیسرا Tool یہ ہے کہ آپ مسلسل کسی ایک مارکیٹ میں اور کسی ایک آئٹم پر محنت کئے جائیں۔ یہ تین Tools ایسے ہیں کہ آپ ان تینوں کو اپنا لیں اور ان کو لے کر دس سال مسلسل کام کریں۔ بزنس شروع کرنے کے لیے آپ کو پیسوں کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی' یہ کام آج سے بھی شروع ہو سکتا ہے' یونیورسٹی میں جو لوگ آپ کے کولیگز ہیں' فیس بک اور کالج میں آپ کمیونٹی بنا لیتے ہیں' دو اڑھائی سو آدمی آپ کے جاننے والے ہوتے ہیں' ان دو اڑھائی سو آدمیوں میں آپ مشہور ہو چکے ہیں کہ آپ خوش اخلاق بھی ہیں' ایماندار بھی ہیں اور آپ سچ بھی بولتے ہیں۔ اب جب آپ یونیورسٹی سے فارغ ہو کر باہر نکلتے ہیں تو آپ کے ملنے والے دو اڑھائی سو آدمی مختلف دو اڑھائی سو جگہوں پر جا کر بیٹھیں گے' کوئی ٹیکسٹائل کے شعبہ میں جائے گا' کوئی بینکنگ میں چلا جائے گا' جن کے پاس کوئی سورس نہیں ہے ان کے پاس یہ سب سے بڑا سورس ہے کہ آپ اپنی کولیکشن استعمال کریں' اپنے دوستوں کو استعمال کریں' اپنے اردگرد جن لوگوں میں اپنی خاص شہرت بنا رکھی ہے ان کو استعمال کریں' ان چیزوں کے ساتھ آٹھ سے دس سال اگر کسی بھی چیز کے اوپر لگے ہوں' آپ مسلسل چلے ہوں' اس میں کئی بار بہت سخت مرحلے بھی آئیں گے کہ آپ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ شاید آپ نے غلط لائن کا انتخاب کر لیا ہے۔ میں آپ کو اپنی اور اپنے ساتھ کے لوگوں کی چھوٹی سی مثال دیتا ہوں' 90ء کی دہائی میں ہم یورپ اور امریکہ میں ایکسپورٹ بزنس کیلئے گئے' میں نے ایک آئٹم کا انتخاب کیا کہ جینز کا ٹراؤزر لے کر جانا ہے اور اسے وہاں فروخت کرنا ہے' ہمارے ہاں لوگوں کی بزنس ہسٹری بمشکل تیس پینتیس سال کی ہے' اس سے پہلے لوگ جاب کرتے تھے یا پھر دکاندار تھے' ہمیں اس وقت یہ تجربہ نہیں تھا کہ بزنس کو مارکیٹ کیسے کرتے ہیں' اس وقت 1980ء میں ایم بی اے بھی نہیں ہوتا تھا۔ میں وہاں جینز کی پینٹ لے کر گیا' وہاں جو لوگ بیٹھے تھے وہ یہودی ہیں جن کی بزنس ہسٹری سو دو سو سال پرانی ہے' میں نے ان کے آگے جینز کی پینٹ رکھی۔ انہوں نے دیکھ کر کہا کہ بہت اچھی جینز کی پینٹ ہے اور آپ کے فیصل آباد سے جو بیڈ شیٹس آتی ہیں وہ

Marfat.com

بھی بہت اچھی ہوتی ہیں۔ مجھے وہ چاہئے ہیں اور میں ان کا بزنس کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں ان لوگوں کے نمبرز آپ کو دے سکتا ہوں جو بیڈ شیٹس کا کاروبار کرتے ہیں آپ ان سے رابطہ کر لیں' میں وہ بزنس نہیں کرتا' میں جینز کی پینٹ بیچنا چاہتا ہوں۔ دوسرے آدمی کے پاس گیا' اس نے کہا کہ پاکستان کا ٹاول بہت اچھا ہوتا ہے میں ٹاول کا بزنس کرنا چاہتا ہوں' اس وقت بھی میں نے اپنی آئٹم پر فوکس رکھا اور کہا کہ میں جینز کی پینٹ سیل کرنا چاہتا ہوں' ٹاول بنانے والوں کے نمبرز آپ کو دے سکتا ہوں وہ لے لیں اور ان سے رابطہ کر لیں۔ آگے بڑھا تو تیسرے شخص سے بات ہوئی' اس نے بھی جینز کی پینٹ کی تعریف کی اور کہا کہ یہ جینز میں آپ سے لے لوں گا لیکن میں آپ کے سیالکوٹ کے لیدر کا کاروبار کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے پہلے ہی تہیہ کر رکھا تھا کہ میں نے صرف ایک آئٹم پر فوکس رکھنا ہے' لوگ مجھے چاہے جیسی بھی ترغیب دیں میں اپنی اس آئٹم کو نہیں چھوڑوں گا۔ میں اپنی آئٹم پر فوکس رہا اور اس پر اپنی ساری صلاحیتیں لگاتا رہا اور میں اس میں کامیاب ہو گیا۔ جب میری کامیابی کا آغاز ہوا تو چار پانچ سال بعد مجھے اپنے خواب کی منزل نظر آنا شروع ہو گئی۔ ان تھک محنت کا دورانیہ بہت لمبا لگتا ہے لیکن جب دس سال پورے ہو جاتے ہیں تو کامیابی کے بعد وہ ان تھک محنت کا طویل عرصہ بہت تھوڑا لگتا ہے' لگتا ہے ہم بہت جلدی اپنی منزل پر آ گئے لیکن شروع کرتے وقت دس سال کا عرصہ بہت زیادہ لمبا لگتا ہے۔ دوسری ایک اور چیز کا بھی آپ نے بہت زیادہ خیال رکھنا ہے کہ جب آپ کاروبار کرتے ہیں تو اس میں فائدہ بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی ہوتا ہے' آپ بار بار گرتے اور ابھرتے ہیں۔ اپنی ناکامیاں اور خامیاں لوگوں سے شیئر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی' آپ اپنی ناکامیوں اور خامیوں سے خود سبق سیکھیں' لوگوں کے آگے رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنی مصیبتیں بیان نہ کریں' لوگوں کے سامنے ایک مضبوط اعصاب والا شخص بنے رہیں۔ اس کے بعد ہی لوگ آپ پر اعتماد کر سکیں گے کیونکہ آپ وہاں بزنس کرنا چاہ رہے ہیں جہاں آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اگر آپ کے والدین نے آپ کو بزنس کے لیے پیسے دے دیئے ہیں تو پھر آپ جیسے چاہیں انہیں استعمال کریں اور بزنس کریں لیکن اگر آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں تو آپ کے ٹولز ہی آپ کو آگے لے کر چلیں گے۔ مختلف چیزیں آپ کے راستے کی رکاوٹیں بنتی رہیں گی۔ میں آپ کو اپنا ایک چھوٹا سا واقعہ سناتا ہوں جس سے آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ ایسی کون سی خداداد صلاحیت تھی جس نے مجھے آگے بڑھنے میں مدد دی۔ خدا نے انسان سے ایک وعدہ کر رکھا ہے جو میرے ذہن میں پہلے دن سے موجود تھا' خدا نے وعدہ کیا ہے کہ جو انسان ایمانداری سے محنت کرے گا اسے کامیابی ضرور عطا کروں گا۔ اگر خدا کا وعدہ ہو اور آپ دس سال کا وقفہ اپنے لئے وقف کر دیں اور مسلسل ایمانداری سے محنت کر رہے ہوں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ آپ اپنے بزنس میں کامیاب نہ ہوں۔ اس میں کوئی شرط نہیں ہونی چاہئے کہ بزنس کس قسم کا ہونا چاہئے' آپ اپنی پسند کا بزنس منتخب کریں اور اپنے پہلے دن کا خواب اپنے اندر زندہ رکھیں۔ آپ کا خواب اتنا پیارا ہے کہ آنے والی تمام مشکلیں اس کے آگے چھوٹی لگیں گی۔ امریکی بزنس مینوں نے مجھ پر انویسٹمنٹ کی' انہوں نے پیسے دیئے اور کہا کہ کپڑا خرید کر اور اس کو مکمل تیار کروا کر ہمیں بھیجیں۔ میں نے کہیں سے کپڑا ادھار لیا' کہیں سے اسے کو ادھار سلوایا' اس کی شپنگ تیار کر کے ادھار پر ہی شپنگ لائن کے

Marfat.com

حوالے کیا' اس وقت کوٹہ لگتا تھا' وہ کوٹہ بھی کریڈٹ پر لیا' یہ ساری چیزیں بیس پچیس لاکھ کی بن کر ایکسپورٹ ہو گئیں' امریکہ پہنچیں تو وہاں پورٹ پر ایک حادثہ ہو گیا' رات بارہ بجے میرے بھائی کا مجھے فون آیا' انہوں نے مجھے بتایا کہ جو مال امریکہ بھیجا تھا وہ تو سب بارش کی وجہ سے خراب ہو گیا' اب اس کی فروخت ہونے والی پوزیشن نہیں ہے' سمجھو کہ سارے مال کا نقصان ہو گیا ہے۔ اس وقت مجھے کاروبار شروع کئے تین سال ہوئے تھے اور مجھے لگا تھا کہ اب میں اپنی لائن پر چڑھ چکا ہوں تو یہ حادثہ ہو گیا۔ اس رات میں سو نہیں سکا۔ بڑی جینوئن وجہ تھی لیکن اس کے باوجود میں نے یہ وجہ لوگوں کو نہیں بتائی۔ کمرے میں میرے ساتھ میری بیوی بھی موجود تھی لیکن اس کو بھی نہیں پتہ چلا کہ میرا کتنا بڑا نقصان ہو گیا ہے۔ اگلی صبح میں نو بجے اٹھا' تیار ہوا' سب سے اچھا سوٹ پہنا' سرخ ٹائی لگائی اور پرفیوم لگا کر آفس چلا گیا۔ یہ میرے پیسوں کا نقصان تھا' اس میں میری Credibility کا نقصان نہیں ہوا' میں سچ بول کر بزنس کر رہا تھا میری ایمانداری کا نقصان نہیں ہوا۔ صبح آفس میں جو ونیڈر میرے پاس آئے ان کے ساتھ پچھلی پے منٹ کی بعد میں بات کی اور نئی شپمنٹ اور اگلے کنٹینر کی بات پہلے کی۔ میرے چہرے پر کوئی مایوسی نہیں تھی کیونکہ میں مایوسی کو گناہ سمجھتا تھا کیونکہ اگر آپ مایوس ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کو خدا کے وعدے پر یقین نہیں ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہ رہا ہوں کہ پھر ہم اس مصیبت سے کیسے نکلے' ہم نے پندرہ دن کے اندر انہی ونڈرز سے اگلا کنٹینر تیار کروالیا۔ اس کنٹینر کو ہم نے بذریعہ ہوائی جہاز امریکہ بھجوایا' اس وقت صرف کامیاب بزنس مین بننا مقصد تھا۔ اس کنٹینر کی پے منٹ بیس دن کے اندر اندر ہمیں مل گئی۔ اس پے منٹ سے پہلے کنٹینر کے واجبات کی ادائیگی کی۔ پے منٹ ملنے کے بعد ان ونڈرز نے ہمارے لیے دوبارہ کام کرنا شروع کر دیا' ہم ایک کنٹینر نقصان میں چل رہے تھے لیکن سلسلہ چلتا رہا' نئے کنٹینر سے آنے والی رقم ہم پچھلے کنٹینر کی مد میں ادا کر دیتے تھے۔ ٹھیک دس سال کے بعد ہم اپنی انڈسٹری لگانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ میں امریکہ کیلئے پنجاب میں سب سے بڑا گارمنٹ ہولڈر تھا۔ ہم Denim کا بزنس کرتے تھے' ہم نے یہ بزنس اتنا زیادہ کیا کہ لوگوں نے ہمارا نام ہی مسٹر ڈینم ڈال دیا۔ نیویارک میں بھی لوگ ہمیں مسٹر ڈینم کے نام سے پکارتے تھے کیونکہ ہم نے ایک ہی آئٹم پر فوکس رکھا ہوا تھا اور ہمارے پاس دوسری کوئی آئٹم نہیں تھی۔ آج بھی نیویارک سے اگر کوئی ڈینم خریدنے کیلئے آئے تو اسے ایئرپورٹ پر اترتے ہی پتہ چل جائے گا کہ یہاں ایک پارٹی ایسی ہے جو صرف ڈینم ہی کا کاروبار کرتی ہے۔

میں جب جاب کیلئے گھر سے نکلا تھا تو میں نے اپنی ایف اے کی سند کی فوٹو کاپی کروائی اور فورٹریس سٹیڈیم میں ایک بڑے امپورٹر کے پاس چلا گیا۔ میں جب آفس پہنچا تو وہ صاحب ابھی آئے نہیں تھے' میرے علاوہ تین چار لڑکے اور بھی تھے' ہم سب کو انہوں نے کرسیوں پر بٹھا دیا اور ہم ان صاحب کا انتظار کرنے لگے' وہ پندرہ بیس منٹ کا انتظار میرے ذہن پر اتنا گراں گزرا کہ میں نے نوکری نہ کرنے کا تہیہ کر لیا لیکن اتنا ضرور سوچا کہ ان صاحب کو دیکھ کر جاؤں گا۔ وہ صاحب پندرہ بیس منٹ کے بعد امریکن گاڑی میں تشریف لائے۔ میں وہاں سے اٹھا اور آفس سے باہر آ گیا اور سوچا کہ اگر میں نے کامیاب بننا ہے تو پھر میں اس شخص کا کلرک کیوں بنوں؟ میں خود کیوں نہ بزنس مین بن جاؤں؟ یہ سوچ میرے

Marfat.com

ذہن میں آئی اور میں نے ایک فیصلہ کرلیا' سواری نہ ہونے کی وجہ سے میں پیدل ہی فورٹریس سے اپنے گھر کی جانب چل دیا اور ساتھ ہی اپنے ہاتھ میں پکڑی درخواست کے ٹکڑے بھی کرتا رہا' میں نے اس وقت ہی فیصلہ کرلیا کہ میں نے کوئی جاب نہیں کرنی' میں نے اپنا ہی بزنس کرنا ہے' چاہے اس کمپنی کا وجود ایک لیٹر پیڈ پر ہی کیوں نہ ہو' چاہے اس کے Assets زیرو ہی کیوں نہ ہوں' میں نے ایک کامیاب بزنس مین بننے کا فیصلہ کرلیا۔

منیر بھٹی
ٹیلی فون: 0423-5844144
موبائل: 0300 845 7772
ویب سائٹ: www.bzulahore.edu.pk
پتہ: مین کنال' 5 احمد بلاک' گارڈن ٹاؤن لاہور۔

فنانشل کرائسز کے بارے میں سنا بھی بہت تھا اور پڑھا بھی بہت تھا لیکن اس کا مطلب صحیح طرح سمجھ نہیں آتا تھا۔ ایک دفعہ دوران گفتگو منیر صاحب سے میں نے پوچھ لیا' آپ اتنے بڑے بزنس مین ہیں' کبھی فنانشل کرائسز آئے ہیں' انہوں نے بڑی خوبصورت بات کی کہ میرے کچن کے اخراجات تین لاکھ روپے مہینہ ہیں' جب کبھی اخراجات سے آمدنی کم ہوئی تو وہ میرے لئے فنانشل کرائسز ہوں گے' باقی رقم بینک میں ہی بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔ ایک بات جو مجھے بہت اچھی لگی کہ منیر صاحب نے اپنے پرانے علاقے اندرون لاہور جہاں پر ان کا بچپن گزرا تھا اعلان کروا رکھا ہے کہ جو بھی بیروزگار ہے میری فیکٹری میں کام کرنے آجائے اور کسی ایک شخص کو بھی بغیر کام دیئے واپس نہیں بھیجتے' چاہے وہ کتنا ہی بزرگ ہو' اسے کوئی کام آتا ہو یا نہیں۔ جب ٹیکسٹائل سیکٹر زوال پذیر تھا' بڑے یونٹس بنگلہ دیش اور چین شفٹ ہو رہے تھے لیکن منیر بھٹی صاحب نے اپنی فیکٹری محض اس لئے شفٹ نہیں کی کہ لوگ بیروزگار ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ جب میرے ملک کے لوگ ہی نہیں ہوں گے اور اس کاروبار کا فائدہ میرے ملک کو نہیں پہنچے گا تو میں اپنی جیبیں بھر کر کیا کروں گا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج فیکٹری میں ڈبل شفٹ میں کام ہو رہا ہے۔ 2012ء میں منیر بھٹی صاحب نے اس جگہ جہاں ہم مختلف سکالرز کے لیکچرز کروایا کرتے تھے گریس کالج کا آغاز کر دیا جسے جی سی یونیورسٹی سے الحاق کروایا' میں بھی اس میں شامل مشورہ تھا' وہ آئیڈیا بری طرح فلاپ ہو گیا' مجھے بھی اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا تھا' جب بھی میں گریس کالج کے سامنے سے گزرتا تو دل میں ندامت سی محسوس ہوتی تھی۔ ایک سال منیر بھٹی صاحب نے بڑے حوصلے سے چلایا اور چھ سات کروڑ روپے انویسٹ کر دیئے' پھر 2013ء میں بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کا سب کیمپس لاہور میں بنا دیا' اس آئیڈیے میں بھی میں شامل مشورہ رہا اور وہ اتنا کامیاب ہوا کہ داخلے کے دنوں میں رش دیکھ کر بہت سے نامی گرامی اداروں نے حسد کرنا شروع کر دیا۔ اب منیر بھٹی صاحب کا سارا وقت اپنی یونیورسٹی میں گزرتا ہے' فیکٹری اپنے بڑے بیٹے حمزہ کے حوالے کر دی ہے اور کہتے ہیں کہ میرا اب فیکٹری جانے کو دل نہیں کرتا' بس اپنا وقت آخر تعلیم اور تدریس میں گزاروں گا۔ میں پہلے بھی اس

Marfat.com

بات کا ذکر کر چکا ہوں کہ انٹرویو لینے میں میرے استاد منیر صاحب ہیں جنہوں نے سمجھایا کہ گفتگو کا مقصد کسی کو ذلیل کرنا نہیں ہونا چاہئے بلکہ ایسی گفتگو ہو کہ لوگ مستفید ہوں اور ان کی زندگی پر کوئی مثبت اثر پڑے۔

Marfat.com

محمد امیر اکرم اعوان کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

پاکستان میں ایسے سکالر بہت کم ہیں جنہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر کی ہو' جو اپنا سکول بھی چلاتے ہوں' جنہیں مقام منبر آباؤ اجداد کی طرف سے نہیں بلکہ ان کی اپنی محنت اور علم کی جستجو کی وجہ سے ملا ہو' ان کا روزگار مسجد کے گلے کا محتاج نہ ہو' وہ اپنا کاروبار کر کے خود بھی کھاتے ہوں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہوں' نقشبندیہ اویسیہ کے امیر محمد اکرم اعوان ایسی ہی شخصیت ہیں۔ گزشتہ دنوں ان سے ہونے والی ملاقات کی گفتگو قارئین کی نذر کی جا رہی ہے۔

سوال: آپ کے والد زمیندار تھے' آپ کا مذہب کی طرف رجحان کیسے ہوا؟

اکرم اعوان: میں بھی زمیندار ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہوتا ہے کہ اس طرف لے آئے۔ ہماری قبائلی قسم کی زندگی ہے' قبائل صدیوں آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں یا تو زمینداری کو پیشہ بنا لیتے ہیں یا پھر ملازمت کر لی جاتی ہے۔ اکثریت فوج میں بھرتی ہیں اور پشتوں سے فوج میں ملازمت کر رہے ہیں۔ گاؤں' برادری اور معاشرے کی سطح پر جب حالات سے میرا واسطہ پڑا تو ہر طرف سے ایک مایوسی ہوئی۔ بظاہر لگتا تھا کہ کوئی شخص بہت مخلص ہے لیکن جب اس سے کام پڑا تو وہ کام نہیں آیا۔ بظاہر نظر آتا تھا کہ فلاں شعبہ بہت اچھا ہے لیکن جب اس میں گئے تو جھوٹ نظر آیا۔ اس ساری کہانی نے مجبور کر دیا کہ کہیں پر سچ بھی ہونا چاہئے' جھوٹ پر دنیا قائم نہیں رہ سکتی۔ سچ کو مذہب میں تلاش کیا' مذہبی اداروں میں دیکھا' خانقاہوں میں دیکھا' پیروں فقیروں میں دیکھا تو وہاں بھی ابتداء میں بہت مایوسی ہوئی۔ پیسہ کمانا انسان کا بنیادی مسئلہ ہے لیکن اگر اسے مقصد بنا لیا جائے تو خواہ آپ پیر کے روپ میں ہوں' خواہ آپ مولوی کے روپ میں ہوں' خواہ آپ سیاستدان کے روپ میں ہوں' خواہ آپ کاشتکار کے روپ میں ہوں' آپ کبھی بھی بہتر انسان نہیں بن سکتے۔ میں جہاں بھی گیا میں نے وہاں یہی دیکھا کہ لوگوں کا اصل مقصد اور ٹارگٹ ہی پیسہ جمع کرنا ہے لیکن اللہ نے مجھے مایوس نہیں کیا' میری جدوجہد جاری رہی اور پھر اللہ کے ایک ایسے بندے سے میری ملاقات ہو گئی جو خود بھی زمیندار تھے اور ان کا ذریعہ

Marfat.com

معاش بھی زمینداری تھا۔ وہ حضرت علامہ اللہ یارؒ تھے جو تقسیم ہند سے قبل برصغیر کی سطح پر دین کا کام کرتے رہے اور تقسیم کے بعد پاکستان کی سطح پر دین کی خدمت کرتے رہے۔ وہ معتبر عالم بھی تھے اور تصوف میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ تصوف نام ہی خلوص کا ہے۔ آپ اپنے بندہ ہونے کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر خلوص کہاں سے آئے گا۔ کوئی بھی شخص جو عظمت خداوندی کو صحیح طرح سمجھ نہیں پاتا وہ خود خدا بن جاتا ہے' انسان کا یہ عجیب مزاج ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ دولت مند ہو یا صاحب اقتدار ہو' آپ اگر سڑک پر جھاڑو لگانے والے خاکروب سے بھی بات کر کے دیکھیں تو وہ آپ سے کہے گا کہ میرے جیسا بندہ اور کوئی ہے ہی نہیں' یعنی یہ چیز امیر اور غریب میں از خود آ جاتی ہے۔ جب خلوص ہوتا ہے تو پھر جتنے بھی کام ہوتے ہیں اللہ کی رضا کے لیے ہوتے ہیں' اپنی بڑائی کے لیے نہیں ہوتے۔

سوال: آپ کے ہاں جو بیعت کا سلسلہ چل رہا ہے' اس کا کیا مقصد ہے؟ بیعت کے بغیر علم حاصل نہیں کیا جا سکتا؟

اکرم اعوان: انسان بیعت کے بغیر بھی علم حاصل کر سکتا ہے' بیعت نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بیعت نبی کریمؐ کی سنت ہے' مکہ مکرمہ میں صحابہ نے آپؐ کی بیعت کی' مدینہ منورہ میں بیعت کی یہاں تک کہ عین حالت جنگ میں صحابہ کرامؓ نے موت کی بیعت کی۔ بیعت کی مختلف اقسام ہیں۔ ایک بیعت یہ بھی ہے جو آپ ووٹ لیتے ہیں' یعنی آپ کسی شخص کو اپنے ملک کا سربراہ یا علاقہ کا نمائندہ منتخب کرتے ہیں۔ ووٹ بھی بیعت کا نیا طریقہ ہے کہ آپ ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بجائے پرچی پر لکھ کر دے دیتے ہیں۔ امارت کی بیعت ہاتھ میں ہاتھ دے کر کی جاتی ہے۔ دوسری بیعت اصلاح کی ہوتی ہے' بیعت اصلاح کے لیے علماء یہ شرط رکھتے ہیں کہ ایسے شخص سے بیعت کی جائے جو روزمرہ کی معلومات رکھتا ہو' حلال و حرام' جائز و ناجائز کی پہچان رکھتا ہو اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہو' اس سے آپ بیعت اصلاح کر سکتے ہیں۔ تیسری بیعت موت کی ہوتی ہے جو امیر جہاد سے کی جا سکتی ہے' جیسے حضورؐ نے حالت جنگ میں لی تھی۔ بیعت کی چوتھی شکل بیعت تصوف ہے' یہ صفائے قلم اور امور باطنی کے لیے ہوتی ہے' ہمارے ہاں بھی اسی کا رواج ہے۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ جو بیعت لینے والا شخص ہے وہ خود فنافی رسول ہو اور دوسرے کو فنافی رسول کرا سکتا ہو۔ اگر کوئی شخص خود فنات رسول ہو لیکن دوسرے کو فنات رسول نہ کرا سکتا ہو تو وہ بیعت لینے کا اہل نہیں ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص آپ سے بیعت نہ کرنا چاہتا ہو لیکن آپ سے علم کے حصول کے لیے آپ کے پاس بیٹھنا چاہتا ہو تو اس کا کیا طریقہ ہے؟

اکرم اعوان: دن بھر میں بے شمار لوگ آتے ہیں' دنیاوی ضروریات سے بھی آتے ہیں' محض ملاقات کے لیے بھی آتے ہیں' یہاں سیکڑوں طالب علم پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن سب بیعت نہیں ہیں۔

سوال: کیا آپ سینہ بہ سینہ علم کو مانتے ہیں؟

اکرم اعوان: میرے نزدیک علم ہے ہی وہ جو سینہ بہ سینہ ہے۔ حضور نبی اکرمؐ کا لقب ''اُمی'' ہے' یہ لقب قرآن نے آپؐ کو دیا ہے۔ ہمارے ہاں مترجم حضرات اُمی کا ترجمہ ان پڑھ کر دیتے ہیں جو میرے نزدیک بالکل غلط ہے' اُمی ایک

Marfat.com

خاص شخص ہوتا ہے' ایک خاص ہستی ہوتی ہے جس نے کسی انسان سے کچھ نہ سیکھا ہو لیکن وہ ہر شعبہ زندگی میں' ظاہری باطنی تمام علوم میں کامل ادراک رکھتا ہو' اُمی محض ان پڑھ کو نہیں کہتے۔ اُمی قرآن کی ایک خاص اصطلاح ہے جو نبی اکرمؐ کے لیے استعمال کی گئی۔ حضورؐ کے علوم کا منبع وحی الٰہی ہے' ایک باطنی کیفیت ہے' اسی باطنی کیفیت نے اسلام برپا کیا اور آج کے دن تک اربوں انسان اسلام پر ایمان لا چکے اور قیامت تک ایمان لاتے رہیں گے' اس کی بنیاد اسی باطنی کیفیت پر ہے جو وحی سے آئی' حضور اکرمؐ نے ظاہراً تو کسی سے ایک لفظ بھی نہیں پڑھا۔ علم ظاہر لکھنے پڑھنے اور بیان کرنے سے منتقل ہوتا ہے' لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ جانتے ہیں اسے آپ نے منضبط کر لیا' پڑھنا کا مطلب ہے کہ جو منضبط شدہ علم ہے اسے آپ حاصل کر لیں۔ ایمان باطن کی کیفیت ہے' زبان صرف اقرار کرتی ہے' تصدیق قلب کرتا ہے۔

سوال: اگر کسی شخص نے قرآن وحدیث نہیں پڑھے تو کیا سینہ بہ سینہ وہ علم منتقل ہو سکتا ہے؟

اکرم اعوان: یہ اللہ کا خصوصی کرم ہے اور یہ بہت کم ہوتا ہے' عمومی طور پر نہیں ہوتا۔ اسے علم لدنی کہتے ہیں۔ حضرت خضرؑ کے بارے میں قرآن میں آیا ہے کہ ''ہم نے انہیں اپنی طرف سے علم عطا فرمایا تھا۔'' علم لدنی خاص کیفیت ہے اور اللہ کے خاص بندوں کو اللہ کی جانب سے حاصل ہوتی ہے' کسی کوشش سے نہیں ملتی' یہ خالصتاً رب تعالیٰ کی عطا ہے۔

سوال: نقشبندیہ کسی جگہ کا نام ہے یا کسی شخصیت سے منسوب ہے؟

اکرم اعوان: خواجہ نقشبندیؒ ان کا لقب تھا جنہوں نے سلسلہ نقشبندیہ شروع کیا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے تو تمام ظاہر و باطنی علوم حضور اکرمؐ سے ہی لیے۔ تابعین نے بھی صحابہؓ کی محفل سے علوم حاصل کیے' جو صحابہؓ کی مجلس میں بیٹھا انعکاسی طور پر اسے تابعی کا رتبہ مل گیا۔ تابعین کی محفل میں جو پہنچا اسے طبع تابعی کا رتبہ مل گیا۔ طبع تابعی کے بعد صرف محفل میں نہیں بلکہ لوگوں نے علوم ظاہری سیکھے بھی اور ذکر قلبی پاس بیٹھ کر اور دل کو صاف کر کے حاصل بھی کیے۔ جب بات یہاں پہنچی تو جو اس میں زیادہ آگے نکل گئے وہ آئمہ ٹھہرے' جب آئمہ نے بات آگے بڑھائی تو ان کے نام سے سلاسل چل نکلے کہ یہ فلاں بزرگ کا سلسلہ ہے' اس طرح سے ان سلسلوں کو نسبتیں ملیں۔

سوال: اویسیہ ان کا لقب تھا یا نام تھا؟

اکرم اعوان: اویسیہ لقب نہیں ہے' اویسیہ ایک حصول فیض کا طریقہ ہے۔ اسے نسبت اویسیہ کہتے ہیں۔ جس طرح حضرت اویس قرنیؓ عہد نبوی میں تھے لیکن وہ بارگاہ نبویؐ میں حاضر نہ ہو سکے' حضورؐ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں آئے اور کوفہ منتقل ہو گئے اور ان کا وصال بھی وہیں ہوا۔ ان کی باطنی کیفیات ایسی تھیں کہ انہوں نے غائبانہ رہ کر اتنی برکات نبوت حاصل کیں کہ ایک بار حضور اکرمؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ کبھی اویس قرنیؓ سے ملاقات ہو تو انہیں میرا سلام کہنا' یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اس کے بعد جب حضرت اویس قرنیؓ مدینہ منورہ تشریف لائے اور حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے انہیں حضور اکرمؐ کا سلام پہنچایا۔ نقشبندیہ میں بھی آگے دو سلسلے ہیں' ایک نقشبندیہ مجددیہ ہے جو حضرت مجددؒ سے ہے' اس میں یہ ہے کہ اگر بندہ پاس ہو گا تو اسے کیفیات ملیں گی۔ دوسری نسبت نقشبندیہ اویسیہ ہے' اس میں یہ ہے کہ ابتدائی تربیت تو

Marfat.com

پاس بیٹھ کر کی جائے لیکن ایک خاص سٹیج پر جا کر پھر بندہ دنیا کے کسی گوشے میں بھی چلا جائے اسے برکات وہاں پہنچتی رہتی ہیں' اسے نسبت اویسیہ کہتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص ماسٹر ڈگری ہولڈر ہو اور وہ مذہب اور تصوف سیکھنا چاہتا ہو' اسے کیا کرنا چاہیے؟

اکرم اعوان: اسے کسی صاحب حال کے پاس جانا چاہیے جو اسے سکھانے کی استعداد رکھتا ہو بلکہ اسے ضرور سیکھنا چاہیے تاکہ ان کے علم کا مصرف درست ہو۔ پڑھے لکھے لوگ ہی معاشرے میں تحریک پیدا کرتے ہیں' پڑھے لکھے لوگ اگر یہ کیفیت پالیں تو معاشرے میں انقلاب آجائے گا۔

سوال: پڑھا لکھا طبقہ سی ایس ایس' ڈاکٹر یا انجینئر بننا چاہتا ہے' مذہب کی طرف کیوں نہیں آتا؟

اکرم اعوان: مجھے یہ بات افسوس کے ساتھ کرنی پڑ رہی ہے اور ہمارے ٹی وی پر بھی یہ بات اکثر دکھائی جاتی ہے کہ جب ہمایوں یہاں مقبرے بنا رہا تھا تو فلاں جگہ یونیورسٹی بن رہی تھی۔ جب برصغیر پر انگریزوں کا قبضہ ہوا اور یہاں تک کہ پنجاب پر بھی قبضہ ہو گیا اس وقت ایک شخص نے برطانوی پارلیمنٹ میں جا کر جو بیان دیا اس کی تصدیق شدہ کاپی میرے پاس موجود ہے' اس کا کہنا تھا کہ میں ہندوستان میں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک گیا لیکن پورے ہندوستان میں مجھے کوئی ایک چور اور کوئی ایک فقیر نظر نہیں آیا۔ مسلمانوں کی حکومت کو گزرے تقریباً پون صدی ہو چکی تھی اور مرہٹے' سکھ اور دوسری قومیں قابض آ چکی تھیں لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا قائم کیا ہوا امن پھر بھی وہاں قائم رہا۔ اس شخص نے جو دوسری بات لکھی وہ یہ تھی کہ یہاں حکمران قوت مسلم ہے' مسلمانوں پر حکومت کرنا ہمارے لیے بہت مشکل ہے کیونکہ آج بھی ان کا لٹریسی ریٹ 84 فیصد ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ مسلمان صرف مقبرے اور قلعے بنانے میں مصروف رہے غلط ہے' مسلمانوں نے برطانیہ سے پہلے ہی یہاں یونیورسٹیاں بنائی ہوئی تھیں اور مسلمانوں کو زوال آنے کے پون صدی بعد بھی مسلمانوں کا لٹریسی ریٹ 84 فیصد تھا۔ پھر آگے وہ شخص مشورہ دیتا ہے کہ ہمیں مسلمانوں کے تعلیمی ادارے بند کر کے اپنے ادارے بنانا ہوں گے اور ان اداروں میں بنیادی چیز یہ ہو گی کہ ان کی تہذیب کی نفی کر کے اپنی تہذیب کو بطور ماڈل پیش کرنا ہو گا اور جب یہ ہماری تہذیب کو ماڈل مان لیں گے تو ہمیں ان پر حکومت کرنا آسان ہو جائے گا ورنہ ہم ان پر حکومت نہیں کر سکتے۔ مذہب سے دوری میں ایلیٹ کلاس کا قصور نہیں ہے کیونکہ وہ کلاس تو ابھی تک وہی کورس پڑھ رہی ہے جو انگریزوں نے اسی غرض سے ترتیب دیا تھا۔ جب ملک آزاد ہو گیا تھا تو کیا ضرورت تھی کہ مدرسے زکوٰۃ اور خیرات پر چلائے جاتے' انہیں اداروں کا درجہ کیوں نہ دیا گیا' بجٹ میں ان کی جگہ کیوں نہ رکھی گئی' انہیں مانگنے پر مجبور کیوں کیا گیا۔ دوسری بات یہ کہ ہم اداروں کو اس طرح بناتے کہ جس طرح کوئی ایف ایس سی کرنے کے بعد انجینئرنگ کے شعبے میں جاتا ہے' کوئی میڈیکل میں جاتا ہے' کوئی صحافت کی طرف جاتا ہے' اسی طرح لوگ تفسیر میں ڈاکٹریٹ کرنے کیلئے دینی مدرسے میں جاتے' فقہ میں ڈاکٹریٹ کے لیے ادھر جاتے' حدیث میں ڈاکٹریٹ کرنے کے لیے ادھر جاتے تو پھر وہ امتزاج پیدا ہوتا جو انگریزوں کی آمد سے پہلے مسلمانوں کا خاصا تھا لیکن کسی نے ایسا نہیں کیا۔

Marfat.com

سوال: آپ نے جہاد کا مشن شروع کیا تھا' وقت کے ساتھ ساتھ اس کی شدت میں کمی آتی گئی' اس کی کیا وجہ تھی؟

اکرم اعوان: اگر آپ جہاد سے مراد شور شرابہ سے لیتے ہیں تو پھر آپ کی بات درست ہے لیکن اگر جہاد سے مراد محنت' مشقت اور مجاہدہ لیں تو ہمارا جہاد دن بدن بڑھتا جا رہا ہے' اس کی شدت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ ہم نے یہ تحریک چند گاؤں سے شروع کی تھی اور اب یہ تحریک بین الاقوامی ہو چکی ہے۔ پوری دنیا کے ممالک میں آپ کو ہمارے حلقے کے ساتھی ملیں گے جو ذکر بھی کرتے ہیں' دیانتداری سے ملازمت کرتے ہیں' حلال کماتے ہیں' بہتر سے بہتر کی کوشش کرتے ہیں۔

سوال: آپ غزوۂ ہند کے بارے میں اکثر بات کرتے ہیں' ہم انڈیا کو فتح کر کے کیا کریں گے؟

اکرم اعوان: ہم نے انڈیا کو فتح نہیں کرنا' اسلامی تاریخ میں ایک غلط فہمی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ مسلمانوں نے لوگوں کے ممالک قبضے میں لئے ہوئے ہیں' یہ تاثر بالکل غلط ہے۔ پہلا غزوہ جنگ بدر ہے' وہ تب ہوا جب اہل مکہ نے فنڈز جمع کر کے مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے کی کوشش کی' مسلمانوں نے اس قافلے کو روکنے کی کوشش کی' یہ ایک دفاعی جنگ تھی۔ غزوہ موتہ میں قیصر نے حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضور اکرمؐ بارڈر پر تشریف لے گئے تا کہ جنگ کو ملک کے اندر نہ آنے دیا جائے اور تبوک میں لڑا جائے۔ اس وقت سے لے کر جب تک خلافت رہی اسلام کی جنگیں دفاعی رہیں لیکن جب راجہ داہر نے مسلمانوں کا جہاز لوٹ لیا اور معصوم بچوں اور بچیوں کو قیدی بنا لیا تو مسلمانوں نے اپنے قیدی حاصل کرنے کے لیے ہندوستان پر حملہ کیا۔ آج بھی جہاد یہ ہے کہ آپ اپنا آپ درست کریں' اپنا گھر درست کریں' اپنا ملک درست کریں' اگر اس میں کوئی مداخلت کرتا ہے تو اس کا دفاع کریں۔ غزوۃ الہند کی صورت یہ ہوگی کہ انشاء اللہ پاکستان اسلامیات' حقائق' دین اور خلوص کا مرکز بنے گا' غیر مسلم قوتیں پھر پاکستان کو منتشر کرنا چاہیں گی جس کے دفاع میں غزوۃ الہند ہوگا۔ ہمیں کسی کو فتح کرنے کی ضرورت نہیں لیکن جب کوئی ہم سے لڑے گا تو ہارے گا اور فتح ہو جائے گا۔ یہ جنگ پاکستان اور بھارت کی نہیں بلکہ بین الاقوامی ہوگی۔ اس جنگ کے لیے وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کب تک متوقع ہے۔

سوال: ملائیشیا بھی تو مسلم ملک ہے' اس کی طرف کوئی بری نظر سے کیوں نہیں دیکھتا؟

اکرم اعوان: ملائیشیا مسلم ملک تو ہے لیکن ملائیشیا مذہبی اسٹیٹ نہیں ہے۔ وہاں آپ سرعام شراب پئیں آپ کو کوئی نہیں روکے گا' نماز پڑھیں کوئی نہیں روکے گا۔ میری رائے میں کافر اقوام کے ترقی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کلمہ تو نہیں پڑھا لیکن انہوں نے کردار اسلامی تاریخ سے لیا ہے۔ میں تو حکمرانوں سے آج بھی کہتا ہوں کہ پاکستان میں اتنا اسلام نافذ کر دو جتنا کافروں نے اپنے ملکوں میں کیا ہوا ہے۔

سوال: عرب ممالک بھی کافی ترقی کر رہے ہیں' انڈونیشیا' ملائیشیا اور ترکی مسلم ممالک ہیں لیکن کافی ترقی کر گئے ہیں؟

اکرم اعوان: آپ کے نزدیک جو ترقی ہے وہ میرے نزدیک ترقی نہیں ہے' میری رائے میں صرف مادی طور پر خوشحال ہو جانا ترقی نہیں ہے' آپ کی رائے میں جو ملک مادی طور پر خوشحال ہو گئے ہیں وہ ترقی کر گئے ہیں۔ میرے نزدیک جو ملک مادی اور روحانی دونوں جانب سے ترقی کرے وہ اصل میں ترقی یافتہ ملک ہے۔

Marfat.com

سوال: پاکستان آپ کو روحانی طور پر بہتر لگتا ہے؟

اکرم اعوان: میں نے پوری دنیا پھری ہے' روحانی طور پر پاکستان باقی تمام دنیا سے بہتر ہے۔ پاکستان میں اللہ کو یاد کرنے والے بھی زیادہ ہیں' دینی درسگاہیں یہاں اتنی زیادہ ہیں کہ پوری دنیا سے لوگ یہاں سیکھنے آتے ہیں۔ پاکستان میں دینی درسگاہوں کے علاوہ کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس میں لوگ سیکھنے کے لیے دوسرے ممالک سے آئیں' بہت بڑی تعداد میں لوگ دین سیکھنے آتے ہیں۔

سوال: کبھی گفتگو کے دوران قرآنی آیات واحادیث بیان کرتے ہوئے کبھی آپ سے غلطی ہوئی ہے؟

اکرم اعوان: میں اس چیز کا بہت زیادہ خیال کرتا ہوں۔ الحمدللہ ایسا آج تک نہیں ہوا۔ میں تین تفسیریں کر چکا ہوں' اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کا شرف بھی بخشا ہے اس کے باوجود اگر آج بھی کوئی طالب علم اٹھ کر مجھے کہے کہ آپ نے فلاں غلطی کی ہے تو میں قبول کرتا ہوں کیونکہ میں انسان ہوں۔

سوال: پاکستان کا سیاسی مستقبل آپ کیا دیکھتے ہیں؟ کیا ملکی سیاست میں عمران خان کا کوئی رول نظر آتا ہے؟

اکرم اعوان: میرے خیال میں پاکستان کا مستقبل روشن ہے۔ عمران خان کی تقریریں' اعلانات اور جذبات بہت اچھے ہیں۔ بھٹو صاحب نے روٹی' کپڑا اور مکان کا پروگرام دیا تھا' اس پر عمل ہوا یا نہیں ہوا اس کو چھوڑ دیں' تمام سیاسی جماعتوں کے منشور ہوتے ہیں لیکن عمران خان کی جماعت کو 16 سال ہونے کے باوجود ابھی تک ان کا کوئی منشور نہیں۔ کسی بھی جماعت کا منشور اس کی بنیاد ہوتی ہے' جب ان کا منشور آئے گا تو تب آپ اس کے حق میں یا اختلاف میں رائے دے سکتے ہیں۔

سوال: صوفی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خود تکلیف میں رہتا ہے اور عوام کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے' آپ کی مسجد میں لگا اے سی صرف منبر پر ٹھنڈی ہوا پھینکتا ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

اکرم اعوان: صوفی بھی انسان ہوتے ہیں۔ میرے سامنے تین چار ہزار لوگ بیٹھے ہوتے ہیں' سب کے اوپر پنکھے چل رہے ہوتے ہیں' کھڑکیاں اور دروازے کھلے ہوتے ہیں اور وہ صرف سن رہے ہوتے ہیں لیکن میں نے گھنٹہ' ڈیڑھ گھنٹہ صرف بولنا ہوتا ہے' اگر میرے سر پر پنکھا لگا ہوگا تو میری آواز مائیک میں جانے کے بجائے پنکھے کی آواز مائیک میں جا رہی ہوگی۔ ضرورت سب کام کرواتی ہے۔

سوال: حضور اکرمؐ اپنی محفل میں تقریر کے بعد سوالات لیا کرتے تھے اور ان کے جواب دیا کرتے تھے' ویسے بھی سوال آدھا علم ہوتا ہے' آپ کی محفل ایسی کوئی بات نہیں ہوتی' اس کی کیا وجہ ہے؟

اکرم اعوان: نبی اکرمؐ کی تمام سنتیں قابل تقلید ہیں' قابل اتباع ہیں ان کے بغیر چارہ نہیں۔ میرے بیان میں کوئی نئی چیز نہیں ہوتی' یہ وہ باتیں ہوتی ہیں جو ہم سب جانتے ہیں بس یاددہانی کرواتے ہیں۔ نبی کریمؐ جو فرماتے تھے وہ نئی چیز ہوتی تھی' اس پر سوال پیدا ہو سکتے تھے۔ ہمارے ہاں بھی سوال پوچھنے پر پابندی نہیں ہے' اگر کسی کو کوئی بات سمجھ نہیں آئی تو وہ اٹھ

Marfat.com

کر پوچھ سکتا ہے۔ لوگ خط لکھ کر بھی پوچھتے ہیں' ای میل کر کے پوچھتے ہیں' کچھ لوگ زبانی بھی پوچھ لیتے ہیں۔ ہماری چالیس دن کی محفلوں میں سوال و جواب ہی ہوتے ہیں۔

سوال: گستاخانہ فلم کے ردعمل میں ملک میں جلاؤ گھیراؤ کیا گیا' آپ کے نزدیک احتجاج کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

اکرم اعوان: حضور اکرمؐ کی حیات مبارکہ میں کفار نے کون سا ظلم روا نہیں رکھا؟ حضور اکرمؐ نے تمام مظالم کا جواب کیا دیا' صحابہ کرامؓ نے کیا جواب دیا۔ اگر اہل مغرب توہین رسالتؐ کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم سراپا سنت بن جائیں' سنتوں پر عمل کریں' عقیدہ درست کریں' اپنے اعمال درست کریں' ہمیں ایسی طاقت بن جانا چاہئے کہ مغرب کو یہ خوف پیدا ہو جائے کہ اگر ہم نے کوئی غلط بات کی تو یہ ہمارے سر پر کھڑے ہو جائیں گے۔ جو لوگ حضور اکرمؐ سے گستاخی کرتے تھے بالآخر وہی فتح ہوئے۔ وہ تمام علاقے اسلامی سلطنت کا حصہ بن گئے جہاں سے حضور اکرمؐ کی شان میں گستاخی کی جاتی تھی۔ جس شخص نے وہ فلم بنائی اس کو تو شاید اس کے گھر والے بھی نہ جانتے ہوں لیکن اس کے خلاف جس طرح احتجاج ہوئے اسے پوری دنیا میں شہرت مل گئی' اس سے اسے بجائے نقصان ہونے کے بے پناہ فائدہ ہوا۔ اسی طرح سلمان رشدی نے حضور اکرمؐ کی شان کے خلاف کتاب لکھی' میں نے انگلینڈ میں جب وہ کتاب پڑھنے کیلئے خریدنا چاہی تو وہ دس ڈالر کی کتاب بلیک میں، دو سو ڈالر کی ملی' اس کتاب کی انگلش اتنی زیادہ ہائی تھی کہ میرے سر کے اوپر سے گزر گئی اور میں نے سوچا کہ یہ کتاب احتجاج کرنے والوں کو کس طرح سمجھ میں آ گئی۔ اس طرح سلمان رشدی دنوں میں کھرب پتی بن گیا اور اس کی وجہ صرف اور صرف مسلمانوں کا غلط انداز میں احتجاج تھا۔ مغرب کی اس طرح کی گستاخیوں کا اصل جواب یہی ہے کہ ہم سب مکمل طور پر سنت نبویؐ میں ڈھل جائیں' ظاہر سے باطن تک سچ بولنا شروع کر دیں' پورا تولنا شروع کر دیں' غریبوں کے حقوق ادا کرنا شروع کر دیں' ملک و قوم کے ساتھ وفا شروع کر دیں' عیاشیاں چھوڑ کر اپنے دائرے کے اندر آ جائیں اور ایک قوم بن جائیں۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین)

Marfat.com

احمد جاوید کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

(اس انٹرویو میں میرے کولیگ نعیم احمد بلوچ بھی میرے ہمراہ تھے)

سوال: قرآن مجید کے شروع یا آخر میں اللہ تعالیٰ کے 99 نام لکھے ہوتے ہیں، تفصیل سے بتایئے گا کہ یہ نام کہاں سے آئے؟

احمد جاوید: 99 ناموں کی دو تین روایات ہیں جس میں بعض اسماء تو بدل جاتے ہیں لیکن 99 کی تعداد کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ یہ مضبوط روایات ہیں۔ بعض احادیث کے مطابق حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے 99 نام ہیں، جو ان کو حفظ کرے گا وہ فلاح پائے گا اور کامیاب رہے گا۔ مطلب یہ کہ یہ خود ساختہ نہیں ہے۔ یہ مضبوط روایات سے ثابت شدہ 99 نام ہیں۔ یہ نام قرآن سے ثابت اور حدیث اس کی سند کے طور پر موجود ہے۔ ان 99 ناموں کی کچھ دینی، اخلاقی اور انسانی تاثیرات ہیں۔

سوال: کیا یہ نام بیماریاں اور مشکلات دور کرنے میں بھی معاون ہوتے ہیں؟

احمد جاوید: عملیات اور وظیفے وظائف نے ہماری زندگی کے سٹرکچر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ عملیات اور وظائف کی عادت بندگی کو اس کے صحیح حال پر نہیں رکھتی۔ اس طرح نہیں ہوتا کہ آپ نے اللہ کے ناموں کی ریل گاڑی چلا دی اور پھر واجب سمجھ لیا کہ میری جو کچھ پریشانیاں ہیں وہ اللہ ضرور پوری کرے گا کیونکہ میں نے اس کے ناموں کو ایک مہمل طریقے سے جپ لیا ہے۔ یہ صرف ایک جاپ ہوگا، اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حدیث شریف کے مطابق ان ناموں کی جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ ان ناموں کو اللہ کی یاد کے ذرائع بنائے۔ یہ طریقہ ہر طرح سے ثابت اور مطلوب ہے۔ یہ 99 نام دراصل اللہ کی طرف کھلنے والی 99 کھڑکیاں ہیں، یہ بندگی کے 99 احوال ہیں، ہر نام بندگی کی ایک سالک حقیقت مرحمت فرماتا ہے لیکن ان ناموں کو عملیات کا ایک نصاب بنالینا یا وظیفے وظائف کی مکروہ بدعت کی نذر کر دینا اللہ کے ساتھ

Marfat.com

نافرمانی کا رویہ ہے۔

سوال: خواب میں ہم مادہ دیکھتے ہیں' ہماری خواب والی زندگی اصل ہے یا ہماری موجودہ زندگی اصل ہے؟

احمد جاوید: پہلے اس کا تاثراتی سا جواب دوں گا کہ ہماری مصنوعی شخصیت ایک حقیقی صورتحال میں عمل کر رہی ہے حالت بیداری میں' حالت بیداری میں ہماری سچویشن حقیقی ہے اور ہماری شخصیت غیر حقیقی ہے۔ حالت خواب میں ہماری شخصیت حقیقی ہے' سچویشن غیر حقیقی ہے۔ مثال کے طور پر میں خواب میں جو کچھ دیکھتا ہوں وہ شے ہونے کی تعریف پر پوری نہیں اترتی' میں اگر خواب میں کوئی میز دیکھ رہا ہوں تو کمرے میں رکھی یہ میز شے ہونے کی تعریف کو پورا نہیں کرتی کیونکہ میں خواب میں جس میز کو دیکھ رہا ہوں وہ میز کسی اور کو نظر نہیں آسکتی۔ جس چیز کے مشاہدے اور علم میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جا سکے وہ چیز شے ہونے کی تعریف پر پورا نہیں اترتی۔

سوال: ایک حدیث شریف ہے کہ ایک صحابیؓ نے حضور اکرمؐ سے پوچھا کہ یہ دنیا کیا ہے' آپؐ نے فرمایا کہ یہ خواب ہے' ان صحابیؓ نے پھر دریافت کیا کہ تو پھر حقیقت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ حقیقت وہ ہے جب آپ قبر میں اپنی آنکھ کھولیں گے۔ حضور اکرمؐ نے اس دنیا کو خواب ہی قرار نہیں دیا؟

احمد جاوید: یہ تشبیہی بیان ہے اور مجھے اس حدیث کی سند معلوم نہیں ہے۔ حضور اکرمؐ کے جس طرح کے بیان سے میں مانوس ہوں یہ اس طرز کا نہیں ہے لیکن میں بہرحال عالم حدیث نہیں ہوں اس لئے میں اس کی سند کے متعلق بیان نہیں کر سکتا۔

سوال: آپ نے میڈیا کا بائیکاٹ کر دیا ہے' پہلے آپ کا چینل پر پروگرام ہٹ بھی رہا ہے' آپ پہلے غلطی پر تھے یا آپ اب غلطی پر ہیں؟

احمد جاوید: میں پہلے غلط فہمی میں تھا' مجھ میں اخلاقی جرأت نہیں ہے' مجھ سے میرا دوست کوئی بھی کام کروا سکتا ہے۔ میرا مزاج کبھی بھی میڈیا والا نہیں رہا ہے۔ میرا مزاج ہمیشہ سے دوستوں میں بیٹھ کر باتیں کرنے کا رہا ہے۔ مجھے کبھی یہ شوق نہیں رہا کہ میں لیکچر دوں اور سامعین سنیں۔ میں گفتگو پسند کرتا ہوں۔ مجھے میرے کچھ دوست حضرات نے مجبور کیا تھا کہ تم میڈیا پر جاؤ ورنہ اللہ جانتا ہے کہ میں اس وقت بھی اپنے اندر میڈیا میں جانے کی کوئی خواہش نہیں پاتا تھا۔

سوال: کیا ٹی وی میڈیا نے آپ کو مایوس کیا ہے؟

احمد جاوید: ہاں' میری مایوسی کے اسباب میں ایک بڑا سبب میڈیا بھی ہے۔ ایک کمزور قوم میں میڈیا کی تاثیر کا دائرہ بہت بڑھ جاتا ہے' ہم لوگ اس المیے کا شکار ہیں۔

سوال: آپ نے میڈیا پر آکر جو اپنی ان پٹ دی' لیکچر دیئے تو کیا آپ کو اس کی آؤٹ پٹ نیگیٹو ملی؟

احمد جاوید: نہیں میرا پروگرام تو کافی پسند کیا گیا تھا۔ لوگ میرے پروگرام کا اچھا اثر لیتے اور اس کا اظہار کرتے تھے' جن لفظوں سے وہ اظہار کرتے تھے اس سے مجھے خوشی ہوتی تھی۔ علم ایک ہی معنی کو مختلف لفظوں میں بیان کر سکنے کی قابلیت کا

Marfat.com

نام ہے' جو بھی چھوٹا عالم ہوتا ہے وہ خود کو دہرانے لگتا ہے۔ بڑا عالم ظاہر ہے معنی تو پروڈیوس نہیں کرے گا لیکن معنی کے ساتھ ذہن کی نسبتوں کو ریفریش کرتا چلا جائے گا۔ جب وہ بالکل بدلے ہوئے الفاظ میں میری ہی کسی بات کو ری پروڈیوس کرتے تھے تو اس سے مجھے اندازہ ہوتا تھا کہ چند لوگوں تک ہی سہی لیکن یہ باتیں رسائی رکھتی ہیں۔ اسی پروگرام کی وجہ سے میرا ایک حلقہ بنا' میرے اس پروگرام کی وجہ سے ایک کلاس بن گئی' اس میں ڈیڑھ دو سو طالب علم شریک ہوتے' وہ سب ٹھیک تھا' اس محفل میں جس طرح کی پیچیدہ گفتگو ہوتی تھی اس میں اگر پانچ آدمی بھی اس کو اپنا لیتے تھے تو میرے لئے بہت کافی تھا۔

سوال: آپ کے پاس غیر ملکی اور غیر مسلم لوگ بھی آتے ہوں گے' اگر کوئی غیر ملکی آپ سے پوچھے کہ پاکستانی سوسائٹی کی کوئی تین اچھی چیزیں بتائیں تو آپ کیا بتائیں گے؟

احمد جاوید: ہم بحیثیت قوم بہت ہمبل ہیں' ہم بہت مہمان نواز ہیں' کوئی بھی غیر ہمارے درمیان ہمیشہ خوش رہے گا' جیسے کہ مثال کے طور پر میں ماں باپ دونوں کی طرف سے اردو سپیکنگ ہوں' مجھے آج تک پنجابی بولنی نہیں آئی' میں 1985ء سے لاہور میں ہوں' میری ایک شادی بھی پنجابیوں میں ہوئی لیکن مجھے پنجابی بولنی نہیں آئی۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مجھے پنجابی زبان سے دلچسپی نہیں ہے' بات یہ ہے کہ یہاں کے لوگ موقع ہی نہیں دیتے' میں جب بھی پنجابی بولنے کی کوشش کرتا وہ مجھے روک دیتے اور کہتے کہ اردو میں ہی بات کرتے ہیں۔ یہ بے تعصب ہونے کی ایک دلیل ہے' آدمی خود کو زبان سے مشروط نہ کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ تعصب کی بڑی وجوہات میں سے ایک وجہ سے آزاد ہو چکا ہے۔ میں جس دفتر میں کام کرتا ہوں وہاں میں تنہا اردو سپیکنگ ہوں' مجھے اپنے اردو سپیکنگ ہونے کا ٹھیٹھ پنجابی ماحول میں ہمیشہ فائدہ ہوا ہے' کبھی نقصان نہیں ہوا' تانگے والے سے بھی اردو بولنے کا فائدہ ہی ہوا ہے۔ اسی طرح فرنٹیئر میں بھی میں پانچ سال رہا' مجھے پشتو نہیں آتی تھی' اردو ہی بولتا تھا۔ ہمارے لوگوں میں تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ ترک تعلق بہت کم کرتے ہیں' ہمارے لوگ دوستی کی روایت پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ ہمارے جیسے دوست آپ کو شاید دنیا کے کسی کونے میں نہ ملیں' کسی سوسائٹی میں نہ ملیں۔

سوال: کئی صوفی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کوئی خاص ورد ایک مخصوص تعداد میں پڑھنے سے ان کے اندر ایک خاص قسم کی طاقت آ گئی' آپ اس پر کیا کہنا چاہیں گے؟

احمد جاوید: نفس میں سب سے زیادہ اپنے گھٹیا پن کو بڑھانے کی قوت ہوتی ہے' نفس میں بنیادی طور پر دو طرح کی قوتیں ہوتی ہیں' ایک اپنی حمیت کو بڑھانے والی قوت اور دوسری اپنے نفس کو تقویت دینے والی قوت۔ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس فطرت میں پیدا کیا ہے' جس شعور کا حامل بنایا ہے وہ اپنی ہر ایکٹیویٹی میں انہی دونوں کو بیلنس کرنے کا کام کرتا رہتا ہے' نفس کے گھٹیا پن اور نفس کے بڑھیا پن کو بیلنس کرنے کا کام کرتا رہتا ہے لیکن جب یہ گرفت مذہبی اعتبار سے بھی' تہذیبی اور نفسیاتی اعتبار سے بھی کمزور پڑ جاتی ہے تو شعور نفس پر حکومت کرنے کے بجائے اس کا تابع بننا قبول کر لیتا ہے محض اس وجہ سے کہ نفس لذت رسانی کی لامحدود طاقت رکھتا ہے تو اس وجہ سے اس کا ذہن بھی تابع ہو جاتا ہے۔ چھوٹی

Marfat.com

شخصیت اسی کو کہتے ہیں کہ ذہن نفس کے تابع ہو جائے۔ نفس میں اپنے گھٹیا پن کو پروموٹ اور ری پروڈیوس کرتے رہنے کی جو طاقت ہے ان میں ایک طاقت یہ ہے کہ نفس..... ایجاد کرتا ہے' یعنی یوں کہنا چاہئے کہ وہ..... رہتے ہوئے خیر کے احوال پیدا کرتا ہے' اس مرض کے مریض بے چارے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کوئی اسم الٰہی کروڑ دو کروڑ مرتبہ ایسے ہی جپا ہوگا اور نفس اور شیطان نے مل کر اس میں تاثیر پیدا کر دی۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین)

Marfat.com

خانم طیبہ بخاری کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

(اس انٹرویو میں میرے کولیگ نعیم احمد بلوچ بھی میرے ساتھ شریک تھے)

سوال: قرآن کو جس ترتیب سے نازل کیا گیا اسی ترتیب سے آگے کیوں نہیں بڑھایا گیا؟ اس کی ترتیب کو تبدیل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

خانم طیبہ بخاری: حضور اکرمؐ کی مرضی کے مطابق قرآن کریم کو جمع کیا گیا' قرآن کریم کو جمع کرنے والوں میں کئی افراد شامل تھے جن میں ایک حضرت علیؓ بھی تھے۔ جب قرآن حکیم کو جمع کر لیا گیا تو اس کی ترتیب کو اپ سیٹ نہیں کیا گیا جس کی ایک وجہ تھی' حضرت علیؓ سمیت تمام خلفائے راشدین کا نظریہ یہ تھا کہ اگر قرآن حکیم کی ترتیب کو جا بجا کیا گیا تو اس سے امت مسلمہ کو بہت بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ جو بھی نیا خلیفہ آتا وہ اپنی مرضی سے قرآن حکیم کی ترتیب میں ردوبدل کرنا شروع کر دیتا۔ خالق کائنات نے قرآن کریم میں کہا کہ قرآن کریم قیامت تک محفوظ رہے گا' اس کی آیات کا' اس کے مطالب کا' اس کے اہداف و مقاصد کا' اس کے معارف کا باقی رہنا ضروری ہے' ترتیب معنی نہیں رکھتی۔ اس کو حضور اکرمؐ کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد کتابی شکل میں لایا گیا لیکن آقاؐ نے ایک ایسا انتظام فرما دیا تھا کہ وہاں اتنی تعداد مجاہدین کی نہیں تھی جتنی حافظ صاحبان کی تھی۔ قرآن کریم کتابی شکل میں تو بعد میں آیا لیکن اس سے قبل لوگوں کے ذہنوں پر پہلے ہی نقش کر دیا گیا تھا تا کہ کوئی قرآن کریم میں ردوبدل نہ کر سکے۔ چونکہ یہ کتاب ایک ضابطہ حیات ہے اس میں ترتیب معنی نہیں رکھتی' اس میں مفاہیم معنی رکھتے ہیں' اس میں مطالب معنی رکھتے ہیں۔

سوال: دو نمازوں ظہرین اور مغربین کو ایک ساتھ پڑھنے کے حوالے سے بتایئے کہ ہمیشہ انہیں ایک ساتھ پڑھنا چاہئے یا اپنی مرضی کے مطابق الگ الگ نماز کو پڑھنا چاہئے؟

خانم طیبہ بخاری: تمام مکاتب اسلامی میں پانچ نمازوں کو جداگانہ پڑھنے کا تین اوقات میں پڑھنے کی نسبت زیادہ

Marfat.com

ثواب بیان کیا گیا ہے۔کوئی سا بھی فقہ ہو تمام فقہ اسلامی میں پانچوں نمازوں کو علیحدہ علیحدہ اوقات میں پڑھنا افضل قرار دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے یہ قرآن تم لوگوں کو مشقت میں ڈالنے کیلئے نازل نہیں کیا' انسانی زندگی کو سہولت سے آشنا کرنے کیلئے نازل کیا ہے۔ پانچ نمازوں کو تین اوقات میں پڑھنا نا صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ اس کو پیغمبر اسلامؐ نے اپنی حیات طیبہ میں کر کے دکھایا' اس کے حوالے کیلئے ہزاروں کی تعداد میں مستند احادیث موجود ہیں۔احادیث کے مطابق آقا دو جہاںؐ نے نمازوں کو اکٹھا بھی پڑھا اور جدا بھی پڑھا' نہ سفر پر تھے' نہ بیمار تھے اور نہ ہی کسی جلدی کا شکار تھے' اپنے وطن میں' اپنے شہر میں انہوں نے نمازوں کو اکٹھا بھی پڑھا۔اس کی زندہ مثال جو قیامت تک قائم رہے گی وہ مناسک حج ہے عرفات کا میدان ہے' عرفات میں آپ جائیں اور اہل سنت یا اہل تشیع یا کسی بھی فرقے سے تعلق رکھنے والے' دنیا کے کسی بھی کونے سے آنے والے سے پوچھ لیں کہ عرفات میں ہمارا کیا کام ہے' وہ کہیں گے کہ کوئی کام نہیں ہے صرف وقوف کرنا اور کوئی کام نہیں ہے' سوائے اس کے کہ ہم چند گھنٹے عرفات میں موجود رہیں' صرف اس میں ظہرین کی نمازوں کو اکٹھا پڑھنا ہے۔کیونکہ اسلام یہ بتانا چاہتا ہے کہ تم یہ نمازیں جدا بھی پڑھ سکتے ہو اور اکٹھے بھی پڑھ سکتے ہو۔وہاں تو اور کوئی کام نہیں ہے' اور کوئی کام کر بھی نہیں سکتا' وہاں تو صرف وقوف کرنا ہے' تو کیوں وہاں پر الگ الگ نماز نہیں پڑھتے۔پھر مسجد الحرام میں آجائیں' وہاں مغربین کی نماز اکٹھا پڑھیں۔اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام ہمیں اس سہولت سے متعارف کروانا چاہتا ہے کہ اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو تم پانچ الگ الگ اوقات میں نماز قائم کرو اور اللہ سے رابطہ مضبوط کرو' جتنا بھی رابطہ مضبوط ہوگا اتنا ہی تمہاری انسانی زندگی کے لیے بہتر ہے لیکن اگر تمہاری کوئی مصروفیات مخل ہو رہی ہیں تو تم تین اوقات میں پانچ نمازیں ادا کر سکتے ہو۔

سوال: ظہر کا وقت جا رہا ہو اور عصر کا وقت آ رہا ہو تو اس وقت ہی دو نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں یا ظہر کے وقت میں ہی دو نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں؟

خانم طیبہ بخاری: وہ افراد جو پانچ نمازوں کو تین اوقات میں پڑھتے ہیں ان کے فقہہ کا فتویٰ ہے کہ جب زوال آفتاب ہوتا ہے تو وہ ظہر کی نماز کا وقت ہے' اس وقت میں آپ کوئی اور نماز نہیں پڑھ سکتے' عصر کی نماز بھی نہیں پڑھ سکتے' وہ چار رکعت نماز کا ٹائم ظہر کا ہے' اس کے بعد سے دونوں نمازوں کا مشترکہ ٹائم شروع ہو جاتا ہے۔اگر تو آپ نے ظہر پڑھ لی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے بعد آپ ظہرین پڑھ سکتے ہیں وہ وقت غروب آفتاب تک رہے گا۔علمائے تشیع کے نزدیک بھی جو عصر کی فضیلت کا وقت ہے وہ مغرب سے دو گھنٹے پہلے کا ہے جب اہل سنت کے ہاں عصر کی اذان دی جاتی ہے' اگر اس وقت میں عصر کی نماز پڑھی جائے تو بہت اچھی بات ہے اور اگر سورج غروب ہو رہا ہو تو وہ وقت صرف چار رکعت عصر کا ہے' اس میں کوئی اور نماز نہیں پڑھ سکتے۔

سوال: مجالس کا انعقاد سڑکوں پر کرنے سے ٹریفک میں خلل پڑتا ہے' کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ مجالس کا انعقاد کسی گراؤنڈ میں کیا جائے تا کہ ٹریفک کی آمد و رفت متاثر نہ ہو؟

Marfat.com

خانم طیبہ بخاری: انسان تو کیا کسی جانور کو بھی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ جتنے بھی اجتماعات ہیں' چاہے وہ سیاسی ہوں یا مذہبی' ان میں نظم و انضباط کا ہونا اور لوگوں کی سہولت کا خیال رکھنا ہمارا اخلاقی' معاشرتی اور اسلامی فرض ہے۔ ان تمام چیزوں کا مجموعہ اسلام ہے۔ جتنا ڈسپلن اہل تشیع کے ہاں ہے اور کہیں نہیں ہے' یہ بات میں جانبداری سے نہیں بلکہ پوری غیر جانبداری سے کر رہی ہوں۔ ماتمی جلوس میں بھی سڑک کے ایک طرف چلتے ہیں تا کہ ٹریفک بھی چلتا رہے' اس طرح جلوس بھی چلتا رہتا ہے اور ٹریفک بھی چلتی رہتی ہے جبکہ آج کی سب سے زیادہ پڑھی لکھی سیاسی جماعت پاکستان تحریک انصاف کے جلوسوں میں بھی آپ کو یہ ڈسپلن نظر نہیں آئے گا۔ میرا یہ پیغام ہے کہ مجالس کا انعقاد سڑکوں پر کرنے کے بجائے گھر کے قریب کسی پارک میں کریں تا کہ عوام الناس کو پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ کسی کو تکلیف دینا عبادت نہیں خباثت ہے۔ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار خود ہے۔ ہر قوم اور مذہب میں انتہا پسند لوگ موجود ہوتے ہیں' شدت پسند عناصر موجود ہوتے ہیں جو ہماری بات بھی نہیں مانتے' وہ ہم پر کافر کے فتوے لگاتے ہیں' جیسا کہ ماتم کے دوران جس انتہا پسندی کا لوگ مظاہرہ کرتے ہیں وہ غلط ہے' ہم صرف سینے پر ہاتھ رکھنا یا ہلکا سا سینے پر مارنے کو ماتم کہتے ہیں۔ جیسے بعض علاقوں میں لوگ کالی پٹی باندھتے ہیں' ہمارے ہاں بس ہاتھ سینے پر ہوتا ہے' ہم اس کے ذریعے سے لوگوں کو فلسفہ شہادت متعارف کرانا چاہتے ہیں' لوگوں نے اس کو بہت زیادہ بڑھا لیا ہے' خود کو زخمی کرنا' خود کو کاٹنا' اگر آپ کسی دانشور کو دیکھیں تو وہ کبھی آپ کو اس طرح اچھل کود کرتے اور ماتم کرتے دکھائی نہیں دے گا۔ ہم جتنے بھی اہل بیت کے چاہنے والے ہیں' ان میں آپ دیکھیں کہ انتہا پسندی نہیں ہوگی' میانہ روی ہوگی۔ ہم شدت پسندانہ ماتم کرنے والے لوگوں کے عمل کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

سوال: آپ یہ بات مجالس کے دوران لوگوں کو بتاتی ہیں؟

خانم طیبہ بخاری: ہم یہ بات مجالس میں بتاتے ہیں لیکن قرآن میں بھی ہے کہ لوگوں سے وہ بات کرو جو وہ ہضم کر سکیں اور اس کو برداشت کر سکیں' ہم ایک حد تک بات سمجھاتے ہیں اس کے بعد بات چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ یہ عقیدتوں کے مسئلے ہیں۔ یہ ڈر بھی ہوتا ہے کہ وہ ہماری بات سننے اور اپنانے کے بجائے یہ پراپیگنڈہ شروع نہ کر دیں کہ یہ مخالف کے ایجنٹ ہیں' اس لئے ہمیں ذرا احتیاط سے بات کرنا پڑتی ہے۔ میں نے بہت سے تابوت نکلوانے رکوائے' میں نے کہا کہ صرف یوم شہادت پر تابوت نکالیں یہ آپ نے کیا تماشا شروع کر رکھا ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ میں نے سال بھر کے تابوت ختم کرا دیئے لیکن اس میں مجھے کتنا وقت لگا یہ مجھے ہی پتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو مجھے اعتماد میں لینا پڑا تا کہ کوئی غلط پراپیگنڈہ نہ ہو جائے۔ ہمارے ہاں ہر چیز میں تحریف ہوئی ہے' قرآنی تعلیمات میں ہوئی ہے' پورا مسلم معاشرہ انحطاط کا شکار ہوا' کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ رہے' بہت سی روایتیں غیر محسوس طریقے سے ہمارے اندر سرایت کر گئیں' اس وقت جہالت بہت تھی۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ سوال آدھا علم ہوتا ہے' آپ اپنی مجالس میں سوال و جواب کے سلسلے کو پروموٹ کیوں نہیں کرتے؟ مجالس میں سوال کرنے کی اجازت کیوں نہیں ہوتی؟

Marfat.com

خانم طیبہ بخاری: مجلس کا اپنا ایک مزاج ہے' درس کا اپنا ایک مزاج ہے' جب آپ ایک مدرسے میں جاتے ہیں تو آپ کے سامنے جو طلبہ ہوتے ہیں ان کی ٹریننگ ہوئی ہوتی ہے اور ان کی ذہنی سطح اس لیول تک آ چکی ہوتی ہے کہ وہ ارتقائے معرفت کیلئے آپ سے سوال کر سکیں جبکہ مجلس ایک طرح سے اوپن یونیورسٹی ہے' وہ ایک تعلیم بالغان کا مدرسہ ہے' اس میں نئے پیدا ہونے والے بچے سے لے کر بوڑھے تک سب لوگ موجود ہوتے ہیں۔ وہاں ہم یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ ہر کوئی ہاتھ میں مائیک لے کر سوال کرے۔ ابھی تک ہمیں مایوسی ہوتی ہے کہ لوگوں کو سوال کرنا نہیں آتا' جو سوال کر رہا ہوتا ہے کہ اسے خود معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا سوال کر رہا ہے' اس سوال کے پیچھے محرکات کیا ہیں' تعصب کی بنا پر کر رہا ہے یا اپنے نالج میں اضافے کے لیے کر رہا ہے یہ اسے پتہ نہیں ہوتا۔ ہزاروں کی تعداد میں ہونے والے اجتماعات میں یہ اجازت نہیں دی جا سکتی۔ مجلس تفسیر' حدیث' روایت' آیت اور تاریخ کے مستند واقعات اور بہت سی چیزوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہوتی ہے' اس میں ہمیں ایک گھنٹے میں بہت سی تعلیمات کو لوگوں کے ذہن کے مطابق اس سانچے میں ڈھال کر ان تک پہنچانا ہوتا ہے۔ وہ ماحول یہ افورڈ نہیں کر سکتا کہ لوگ سوال کریں۔

سوال: آپ نے کہا کہ لوگوں کو سوال کرنا نہیں آتا' کہیں اس کی وجہ یہی تو نہیں کہ انہیں سوال کرنے ہی نہیں دیا جاتا؟

خانم طیبہ بخاری: ہمارے ہاں پوری دنیا میں سوال و جواب کا سیشن ہوتا ہے۔ ہم سیشن رکھ لیتے ہیں اور اس میں چاہے چار گھنٹے لگ جائیں ہر سوال کا جواب دیتے ہیں لیکن ابھی بھی وہی سوال دہرائے جا رہے ہوتے ہیں جو پندرہ سال پہلے بھی ہوتے رہے۔ میں جب پندرہ سال کی تھی اس وقت جو سوال کیا جاتا تھا آج بھی وہی سوال کیا جا رہا ہے۔ کینیڈا اور امریکہ جیسے ملکوں میں' پنسلوانیا یونیورسٹی کے سٹوڈنٹ ہیں اور سوال یہ کرتے ہیں کہ کیا روزے میں سر میں مہندی لگائی جا سکتی ہے' یہ وہی سوال ہے جب پندرہ سال پہلے میں خود چھوٹی سی تھی انہی لوگوں میں' انہی لوگوں میں بیان کرتے تھے' آج بھی وہی سوال ہے' ہم چاہتے ہیں کہ نظریے کی بنیاد پر سوال ہو' ہم چاہتے ہیں کہ نظریاتی پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر سوال کیا جائے' ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں' عصر حاضر میں حسینیت کہاں پر ہے' یزیدیت کہاں پر ہے' ہمیں کس کو ووٹ کرنا چاہئے' ہماری لیڈرشپ کون سی صحیح ہے' ہمیں کن خطوط پر چلنا چاہئے' ہمیں اپنی قوم کے لیے کیا کرنا چاہئے' اس وقت اسلام عصر حاضر میں کیا تقاضے کرتا ہے۔ حضورؐ کے زمانے میں تو سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی' اب جب علم کا دور ہے' سائنس کا دور ہے' اس میں ہماری اسلامی ذمہ داریاں ہم سے کیا تقاضا کرتی ہیں' سوالات اس طرح کے ہونے چاہئیں۔

سوال: اہل سنت میں مرتد کی سزا موت ہے' اہل تشیع میں کیا سزا ہے؟

خانم طیبہ بخاری: پہلے تو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ مرتد ہے کون' آپ اپنے ذاتی عناد کی بناء پر کسی کو مرتد کہہ دیں اور اس کے بعد فتویٰ لے کر آ جائیں کہ اسلام میں مرتد کو واجب القتل قرار دیا گیا ہے' یہ بالکل غلط ہے لیکن اگر کوئی حقیقت میں مرتد ہے تو پھر اس کی سزا موت ہی ہے۔ اس کی سزا بھی کوئی عام آدمی نہیں دے سکتا' عدلیہ اس کا کیس چلائے گی اور کیس کا فیصلہ ہونے پر عدالت سزا کا فیصلہ کرے گی۔ اس میں بھی مرتد کے بہت سے پہلو ہیں' اگر ایک شخص مرتد ہوا اور بعد میں اس

Marfat.com

نے پسپائی اختیار کر لی اس نے انکار کر دیا' ہمارے معاشرے میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ توہین رسالت کا کیس سامنے آنے پر ملزم لاکھ کہتا رہے کہ میں نے توہین رسالت نہیں کی لیکن لوگ اس کو سزا دینے پر تل جاتے ہیں۔ ایران میں آیت اللہ خمینی کے زمانے میں لائیو پروگرام چل رہا تھا' ان دنوں ایران میں ایک جاپانی ڈراما سیریل بھی چل رہی تھی' پروگرام کے دوران خاتون سے پوچھا گیا کہ تمہارے لیے حضرت فاطمہؓ رول ماڈل ہیں یا ڈراما کا ایک کردار جو کہ غیر مسلم اور آتش پرست تھا وہ رول ماڈل ہے' اس نے ڈرامے کے کردار کا نام لے دیا' وہ پروگرام لائیو چل رہا تھا اس لئے سب نے دیکھا' آیت اللہ خمینی کی تو کیا بات وہاں کے اہل سنت کے بڑے مفتی نے کہہ دیا کہ یہ خاتون واجب القتل ہے۔ آیت اللہ خمینی نے اس موقع پر تاریخی جملہ کہا کہ اگر تو اس خاتون نے سوچ سمجھ کر یہ بات کہی ہے اور وہ اپنی بات پر اب بھی قائم ہے تو پھر اس کی سزا تجویز کرو لیکن پہلے اس خاتون کی رائے لی جائے' جب اس خاتون سے رابطہ کیا گیا تو اس نے کہا کہ میں متوجہ نہیں تھی وہ بات میری زبان سے نکل گئی' بات ختم ہو گئی' اس طرح فیصلے ہونے چاہئیں۔

سوال: تصور ولایت کا فلسفہ کیا ہے؟

خانم طیبہ بخاری: قطع نظر اس سے کہ ہمارا کس فرقے سے تعلق ہے' عقل جس بات کو تسلیم کرتی ہے' ہمارے پیغمبر اسلامؐ جنہوں نے کھانے کے آداب بتائے' سونے جاگنے کے آداب سکھائے' سونے جاگنے کی دعائیں' یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نبی معظمؐ جو ایک مکمل ضابطہ حیات دے کر دنیا سے جا رہے ہیں' شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اہل سنت کے بہت برجستہ عالم دین ہیں انہوں نے بہت سی شہادتیں لکھیں جن میں انہوں نے کہا کہ میرے نبیؐ کی ذات کو وہ تمام فضائل حاصل ہیں جو تمام انبیاء کرام کو خالق کائنات نے ایک ایک کی صورت میں عطا کی تھیں۔ ان ایک لاکھ چوبیس ہزار فضائل کو پیغمبرؐ کی ذات میں نا صرف یہ کہ جمع کر دیا بلکہ بدرجہ کمال وہ فضیلتیں حضورؐ کو دیں اور یہ ضروری بھی تھا کہ خالق کائنات جب پیغمبر اسلامؐ کو ان تمام انبیائے سے فضیلت عطا کر رہا ہے تو پھر اخلاقی فضائل جو ان میں موجود تھے وہ بھی نبیؐ میں موجود ہونے چاہئیں ورنہ یہ ان کے سردار نہیں ہو سکتے۔ ایک چیز ایسی بھی تھی جو نبی اکرمؐ میں نہیں تھی اور انبیائے اکرام میں موجود تھی وہ یہ تھی کہ بعض انبیاء تلوار سے شہید ہوئے اور بعض انبیاء زہر سے شہید ہوئے' آقاؐ کو شہید نہیں کیا گیا اس میں کچھ الٰہی مصلحتیں تھیں' ان میں سے ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اگر اس وقت آقاؐ کو شہید کر دیا جاتا تو کفر بہت زیادہ نازاں ہوتا اور مسلمان دلبرداشتہ ہو جاتے' اسلام کی پراگریس رک جاتی' اسلام کی ترقی رک جاتی۔ اب خالق کائنات کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ فضائل انبیاء میں سے کوئی فضیلت کم ہو جائے' وقت کا تقاضا بھی یہ نہیں تھا کہ حضورؐ شہید ہوں لہٰذا خالق کائنات نے انہیں دونوں عطا کئے اور دونوں کی شہادتیں عطا کیں' انہوں نے کہا کہ اگر حضورؐ شہید ہوتے تو کسی ایک چیز سے شہید ہوتے' یا تو تلوار سے شہید ہوتے یا پھر خفیہ طور پر شہید کیا جاتا' دونوں اسے عطا کئے اور ایک کو شہادت.....اور دوسرے کو شہادت.....ملی کیونکہ کمالات رسالتؐ کو دنیا کے سامنے اجاگر کرنے کیلئے 23 سال کا عرصہ کافی نہیں تھا' اس لئے جب نبی اکرمؐ کی رحلت ہوئی تو اس وقت اسلام کا پیغام تو سارے عالم میں پہنچا تھا مگر جو بعد میں وفود آتے رہے' یونان کے فلاسفر آتے رہے' دنیا بھر کے دانشوروں کا رخ دنیائے

Marfat.com

اسلامی کی طرف ہوتا رہا' جب وہ آ کر پوچھیں کہ تمہارے رسولؐ نے دعویٰ کیا اور اتنا بڑا دعویٰ کیا کہ خود کو علم کا شہر' یونیورسٹی قرار دیا' تو یہ کیسے ممکن ہے' یہ بات تو وہ ثابت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ رسولؐ تو موجود نہیں تھے' اس لئے مسلمانوں کے درمیان ایک معصوم رہبری اور لیڈر شپ کا ہونا ضروری تھا' تو عقل اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ وہ پیغمبر جس نے انسانوں کے لیے اٹھنے بیٹھنے کے آداب بیان کئے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ انہیں لیڈر کے بغیر چھوڑ جائے۔ آقاؐ جب کسی غزوے پر جاتے تھے تو مسلمانوں کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جاتے تھے بلکہ کسی کو بطور سرپرست ان کے لیے چھوڑ کر جاتے تھے' بہت سے مقامات ہیں جہاں حضرت علیؑ کو آپؐ نے بطور سرپرست چھوڑا۔ اسلام اس وقت بہت نازک صورتحال سے دوچار تھا تو آقاؐ نے اس وقت لوگوں کے سامنے ولایت کا تصور پیش کیا' آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے لیکن میرے بعد میرا ولی موجود ہے' تاریخ میں اس کے ثبوت موجود ہیں۔ یہ ایک فقہہ کا عقیدہ ہے۔

سوال: اہل تشیع میں اجتہاد کا کیا تصور ہے؟

خانم طیبہ بخاری: اجتہاد ریسرچ ہے جو ساری زندگی جاری رہتی ہے' ایک لیول تک جب تعلیم حاصل کر لیں' صادقین کے تھیسز کو آ کر بیان کرتے ہیں' اور اس کے بعد آپ جو ریسرچ کر کے تھیسز لکھتے ہیں تو اجتہاد کی منزل پر پہنچتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہی ہے کہ آیات و روایات کا پوسٹ مارٹم کیا جائے اسی کو اجتہاد کیا جاتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر کوئی اٹھ کر اجتہاد کرنے لگ جائے۔ جیسے جیسے آپ کا زمانہ بدلتا ہے قرآن کریم کی آیات پرانی نہیں ہوتیں بلکہ وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے نئے مفاہیم پیدا کرتی چلی جاتی ہیں۔ یہ علمائے کرام جو اجتہاد کی منزل تک پہنچتے ہیں جب ٹیلی فون ایجاد ہوتا ہے' جب نیٹ آتا ہے' الیکٹرونک میڈیا سامنے آتا ہے' اس وقت انہیں وقت کے تقاضوں کے مطابق ٹیکنالوجی کی ضرورت پڑتی ہے' یا بینکنگ کے امور کی ضرورت پڑتی ہے' یا جو بھی نئے امور ہیں' وہ قرآن کی آیات سے جو فتویٰ استخراج کرتے ہیں اسے اجتہاد کہتے ہیں۔

سوال: کیا قرآن کا ترجمہ و تفسیر کسی خاتون نے بھی لکھی ہے؟

خانم طیبہ بخاری: ایران کی بانو امین نے قرآن کی تفسیر لکھی تھی' وہ اب وفات پا چکی ہیں' وہ بہت مشکل تفسیر ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ اس کی ٹرانسلیشن ہوئی یا نہیں۔

سوال: پاکستان میں کوئی خاتون سکالر قرآن کے ترجمہ و تفسیر کی طرف کیوں نہیں آئی؟ کیا آپ کا مستقبل میں قرآن کا ترجمہ و تفسیر لکھنے کا ارادہ ہے؟

خانم طیبہ بخاری: میرا یہ منصوبہ تو بہت عرصے سے ہے لیکن میرے اوپر ذمہ داریاں بہت تھیں اس لئے مجھے فراغت نہیں ملتی تھی' پھر میری ٹریولنگ بہت زیادہ رہتی ہے' پوری دنیا میں لیکچر دینے جاتی ہوں' میری تو سی ڈیز تقریباً 40 ہزار ہو گئی ہوں گی' اگر ان کو بھی کتابی شکل دینا چاہوں تو اس کے لیے وقت درکار ہے لیکن اس کے باوجود میں قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر لکھنا چاہتی ہوں' اس کی وجہ یہ ہے کہ میں قرآن حکیم سے اتنی زیادہ مانوس ہو چکی ہوں کہ میں کہیں لمبے سفر میں ہوں یا

Marfat.com

کہیں بیٹھی ہوں تو قرآن کریم کی تفسیر سے متعلق میرے دماغ میں ایسے ایسے نکات آتے ہیں کہ میں خود بھی حیران رہ جاتی ہوں' میرا قرآن کریم سے انس بہت بڑھ چکا ہے' میں نے بچپن سے ہی قرآن کریم کی تفسیر پر بہت زیادہ وقت لگایا ہے' اس لئے میرے اپنے ذہن میں آنے والے تفسیر سے متعلق نکات بہت لطیف ہوتے ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ قرآن پاک کی تفسیر لکھوں۔

سوال: آپ کتنی زبانوں پر عبور رکھتی ہیں؟

خانم طیبہ بخاری: میں انگلش سے آشنا ہوں' بول سکتی ہوں' لیکچر دے دیتی ہوں' فارسی پر مجھے بہت زیادہ عبور ہے' مجھے لگتا ہے کہ فارسی میری فرسٹ لینگوئج ہے' اردو دوسرے نمبر پر ہے' عربی میری دینی' مذہبی زبان ہے میں نے جس میں تعلیم حاصل کی ہے' سرائیکی اور پنجابی ہماری مادری زبان ہے' وہ بھی روانی سے بول سکتی ہوں۔

سوال: پاکستان میں کسی خاتون نے قرآن کا ترجمہ وتفسیر کیوں نہیں کی؟

خانم طیبہ بخاری: پاکستان میں خواتین کی مذہبی تعلیم کا فقدان رہا ہے' خواتین کے پاس مذہبی تعلیم نہیں تھی' یہی وجہ رہی کہ کوئی پاکستانی خاتون قرآن کا ترجمہ وتفسیر نہیں لکھ سکی۔ یہاں کی جامعۃ الازہر کی کیا صورتحال ہے یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن ایران میں غیر ملکی خواتین کو چار سال سے زیادہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں چونکہ ایرانیوں کے ساتھ پڑھی تھی اس لئے میں بچپن سے ہی وہاں تھی' میں بہت کم عمری میں ہی ایران چلی گئی تھی' پرائمری میں نے پاکستان سے کی اور اس کے بعد ایران چلی گئی' میری سکولنگ اور مذہبی تعلیم بھی ایران میں ہی ہوئی' کالج' یونیورسٹی سب کچھ وہیں ہوا۔

سوال: اسلام میں پرائیویٹ جہاد کا کیا تصور ہے؟ اگر حکومت کی رضامندی کے بغیر چند لوگوں پر مشتمل کوئی گروپ اٹھ کر جہاد کرنا شروع کر دے تو اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گی؟

خانم طیبہ بخاری: اگر اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو نا صرف یہ کہ وہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ وہ جہاد حرام ہوگا۔ جہاد کا مطلب صرف اسلحے کا جہاد نہیں بلکہ آپ قلم سے بھی جہاد کر سکتے ہیں' تحریر سے جہاد کر سکتے ہیں' تقریروں سے جہاد کریں' ان پر تنقید کریں۔

سوال: پاکستان میں تین طرح کا تعلیمی نظام ہے' ایک مدرسے کا' دوسرا انگلش میڈیم اور تیسرا اردو میڈیم ہے' یہ الگ الگ نظام تعلیم کیوں؟ ایک نظام تعلیم کیوں نہیں ہو سکتا؟

خانم طیبہ بخاری: تعلیمی اداروں میں کوآرڈینیشن ہونی چاہئے' ہم آہنگی ہونی چاہئے' مدارس کے سرپرست' سرکاری اداروں کے سرپرست اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے سرپرستوں میں کچھ قدریں مشترک ہونی چاہئیں۔ بعض مدرسے ایسے بھی ہیں جن میں ہم جانتے ہیں کہ دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ہمارا اپنا ادارہ کراچی میں تھا جس میں ہم چار زبانیں سکھاتے تھے۔ ہمارے نزدیک تعلیم کا مطلب دین دنیا کو گزارنے کا طریقہ ہے' ہمارے نزدیک اسلام یہ ہے' اگر یہ والی تعلیم لوگوں میں متعارف کروائی جائے تو پھر اس کا تعلق صرف دینی مدارس سے نہیں رہتا بلکہ پھر تو کنیئر ڈ' لمز

Marfat.com

اور دوسرے اداروں میں بھی ایسا ہونا چاہئے کہ دوسرے مضامین کے ساتھ اسلامی مضامین اور قرآن پر بھی لیکچر ہونے چاہئیں' اسلام سے بھی آشنائی ہونی چاہئے' بالکل اسی طرح مدارس میں بھی عصر حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق بچوں کی تعلیم کو ہم آہنگ کرنا چاہئے۔ اگر یہ سلسلہ ہو جائے اور حکومت اس میں دلچسپی لے' بلکہ پابندی عائد کر دے وہ دینی مدارس جنہوں نے بچوں کو جانوروں کی طرح اندر بند کیا ہوا ہے اور وہ ان کے ذہنوں کو کھلنے نہیں دیتے' حکومت کی طرف سے ایسے مدرسوں پر پابندی ہونی چاہئے کہ یہ مدرسہ تب چلے گا جب اس میں بچوں کو دنیا کی ہوا بھی لگنے دیں۔ دین اور دنیا کو ایک ساتھ سکھایا جائے اور ان میں توازن پیدا کر کے بتایا جائے کہ تم نے زندگی کس طرح گزارنی ہے' پھر یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے لیکن ہمارے حکمران ذاتی مفادات کی وجہ سے جس طرح مغربی طاقتوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اسی طرح ان لوگوں سے بھی وہ ڈرتے ہیں اور ان کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے کہ کہیں مدارس ان کے خلاف کھڑے نہ ہو جائیں۔

سوال: اہل تشیع میں متاع کا کیا تصور ہے؟

خانم طیبہ بخاری: متاع فحاشی کو روکنے کا بہترین طریقہ ہے جو اسلام نے متعارف کروایا۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ آج کے دور میں نہیں ہے' وہ یہ نہیں کہتے کہ اس کا وجود نہیں ہے' وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس کو متعارف کروایا' صحابہ کرامؓ کے دور میں موجود رہا اور وہ خود اس پر عمل پیرا رہے لیکن خلیفہ ثانی کے دور میں خلافت ثانیہ میں انہوں نے اس کو ممنوع قرار دیدیا۔ اہل تشیع کا موقف آج تک یہ رہا ہے کہ جو حضورؐ نے حلال قرار دیدیا وہ قیامت تک حلال اور جو حرام قرار دیدیا وہ قیامت تک حرام ہے' جتنے بھی معصومین آئے انہیں اس میں تبدیلی کی اجازت نہیں ہے' اسی پیغام کو انہوں نے وضاحت کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا لیکن اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ چاہے وہ خلیفۂ رسول ہوں ان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ آقاؐ کی زندگی کے بعد کسی چیز میں تبدیلی ایجاد کریں' لہذا ہم اسی چیز پر قائم ہیں۔ یہ تو ایک بات ہو گئی' اب دوسری بات یہ ہے کہ سعودی عرب میں مسیار کے نام سے وہی شرائط ہیں' وہی کنڈیشنز ہیں۔ مستقل شادی کو ہم نکاح کہتے ہیں اور عربی زبان میں نکاح معقد متاع کو کہتے ہیں' جو عارضی شادی ہے۔ اسلام میں جو اس کی وجوہات بیان کی گئی وہ یہ ہیں کہ اب جیسے ایران میں جنگ ہوئی تو پندرہ لاکھ افراد شہید ہو گئے' ایک شخص اپنے گھر میں بہت اچھی زندگی گزار رہا ہے' اس کی فیملی اس کے ساتھ قلبی طور پر وابستہ ہے' وہ اس کے بارے میں بہت پروگریسو ہیں' اب جو اتنی زیادہ خواتین بیوہ ہوئی ہیں' وہ اگر کسی خاتون کو خاموشی سے اپنانا چاہتا ہے' بجائے اس کے کہ خواتین میں بے راہ روی پیدا ہو' جنسی بے راہ روی پیدا ہو' اگر ایک شخص اس عورت کو اپنا لیتا ہے لیکن اس کو خفیہ رکھتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے' مطلب وہ کوئی غلط کام نہیں کر رہا' اس سے نکاح کر رہا ہے' اس کے اس عمل سے اس عورت کے بہت سے معاملات حل ہو جاتے ہیں۔

سوال: جس شخص کی بیوی گھر میں موجود ہو کیا وہ متاع کر سکتا ہے؟ اگر کر سکتا ہے تو اس کی شرائط کیا ہیں؟

خانم طیبہ بخاری: جی بالکل کر سکتا ہے۔ اسلام میں مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی گئی ہے' البتہ قرآن میں یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر تمہیں خوف ہو کہ تم عدالت نہیں کر سکتے تو پھر ایک ہی بیوی ہونی چاہئے۔ شادیوں کے بارے میں ہے کہ

Marfat.com

آپ چار شادیوں سے زیادہ نہیں کر سکتے لیکن متاع کے بارے میں ہے کہ آپ چار سے زیادہ کر سکتے ہو۔

سوال: کیا یہ ضروری ہے کہ جو عورت متاع کرنے جا رہی ہے اس کا خاوند مر گیا ہو یا اس سے دور ہو؟

خانم طیبہ بخاری: ہاں یہ ضروری ہے کہ طلاق یافتہ ہو' بیوہ ہو' یہ ضروری ہے کہ وہ کنواری نہ ہو' کنواری لڑکی متاع نہیں کر سکتی۔ اگر بیوہ ہے تو اس کی بھی شرائط ہیں' ایسا نہیں ہے کہ اس نے ابھی کسی سے دو گھنٹے کے لیے متاع کیا اور دو گھنٹے کے بعد متاع کی مدت ختم ہونے کے بعد تیسرے گھنٹے میں کسی اور سے جا کر متاع کر لے' ایسا نہیں ہو سکتا' اس کی بھی عدت ہے' وہ اپنی عدت گزارے گی اس کے بعد کسی اور سے متاع کر سکتی ہے۔

سوال: اگر کسی عورت کا خاوند کسی دوسرے ملک میں کام کرتا ہے اور کئی کئی سال گھر نہیں آتا تو کیا اس صورت میں وہ عورت متاع کر سکتی ہے؟

خانم طیبہ بخاری: نہیں وہ بالکل متاع نہیں کر سکتی۔ خاوند کا دنیا میں موجود ہونا عورت کو متاع کی اجازت نہیں دے سکتا۔

سوال: آپ نے پہلے جنسی بے راہ روی کی بات کی تھی' اگر کسی عورت کا خاوند تین سال سے امریکہ میں رہ رہا ہے تو وہ اپنی جنسی ضروریات کس طرح پوری کرے؟ کیا وہ جنسی بے راہ روی کا شکار نہیں ہو جائے گی؟

خانم طیبہ بخاری: اگر اس عورت کا خاوند دونوں میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے باہر کام کرنے گیا ہوا ہے پھر تو وہ متاع نہیں کر سکتی لیکن اگر اس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ اس کا شوہر کہاں ہے تو پھر وہ اپنے فقہی محتسب کے پاس جائے گی اور اس کے سامنے اپنا سارا مسئلہ رکھے گی' وہ اس کے خاوند سے رابطہ کرنے کی کوشش کریں گے' اسے تلاش کریں گے' جب وہ اسے تلاش نہیں کر پائیں گے تو اسلامی عدالت اس کے لیے خلع جاری کرے گی' اس کے بعد اس کا نکاح کہیں اور ہو سکتا ہے' اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے۔

سوال: اہل تشیع کے بارے میں اکثر ایک بات کہی جاتی ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں' آپ اس بارے میں کیا کہیں گی؟

خانم طیبہ بخاری: میں نے یہ بات بارہا مرتبہ اپنے منبروں میں کی اور لوگوں نے بے انتہا پسند بھی کی' باہر کے ممالک میں جا کر بھی کی' تبرا اور تولا کا مفہوم کیا ہے؟ کیونکہ ہمارے مذہب میں اصول دین کے بعد فروع دین جس میں نماز' روزہ' زکوٰۃ' جہاد اور اس کے بعد تبرا اور تولا ہے' تولا کہتے ہیں اظہار محبت کو اور تبرا کہتے ہیں اظہار نفرت کو' تو میں نے منبر پر سب سے کہا کہ تبرا کا معنی ہے دوری' بیزاری' جدائی' اظہار نفرت' مفارقت' تبرا کا معنی یہ نہیں ہے کہ ہم کسی کو گالی دیں' تبرا کا معنی یہ ہے کہ جیسا کہ پندرہ شعبان کو شب برأت کہا جاتا ہے' لیلۃ برأت کہا جاتا ہے یعنی کہ گناہوں سے دوری کی رات' مفارقت کی رات' جدائی' اظہار بیزاری کی رات۔ تبرا کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ کے نزدیک کچھ ایسے کردار تھے جنہوں نے پیغمبر اسلامؐ کی اطاعت نہ کی' بعض اہل تشیع اگر کسی کو برا کہتے ہیں تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حضورؐ کی اطاعت نہیں کی تھی' کوئی ذاتی

Marfat.com

دشمنی تو نہیں تھی' اگر آپ کے نزدیک کچھ ایسے کردار تھے جنہوں نے پیغمبر اسلامؐ کی دل آزاری کی اور ان کی فرمانبرداری نہیں کی تو بہترین تبرا یہ ہے کہ آپ وہ کام نہ کریں جو انہوں نے کیا' آپ پانچ وقت کی نماز پڑھیں' آپ روزہ رکھیں' آپ وقت پر زکوٰۃ ادا کریں' آپ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئیں' آپ بدزبانی نہ کریں۔ جیسا کہ آپ کا خیال ہے کہ کچھ لوگ حضورؐ کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے' اس وقت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ حضورؐ کو اکیلا نہ چھوڑیں یعنی ان کے فرامین پر عمل کریں۔ اگر آپ یہ کام کریں گے تو یہ بہترین تبرا ہے اور اگر آپ زبان سے برا کہتے رہیں اور وہی کچھ کریں جو دوسرے لوگوں پر آپ کو اعتراض ہے تو پھر آپ ان سے بدتر ہیں۔ میری یہ بات سب لوگوں نے بہت پسند کی اور کہا کہ ہمیں اب پتہ چلا کہ تبرا کیا ہے۔ میں نے اپنی مجالس میں ان لوگوں کی سختی سے مذمت کی ہے جو لوگ آ کر کہتے ہیں کہ فلاں برا ہے' میں اپنی مجلس میں کسی کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ ایسی کوئی بھی بات کرے۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین)

Marfat.com

بانو قدسیہ کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

سوال: کیا ادیب اپنی تحریروں سے معاشرے میں تبدیلی یا انقلاب لا سکتے ہیں؟

بانو قدسیہ: تھوڑی بہت تبدیلی تو ہر کوئی دے سکتا ہے لیکن مکمل تبدیلی کسی کے پاس نہیں ہے۔ مکمل تبدیلی اللہ کے چاہنے سے ہی آتی ہے۔ کوئی بھی نبی پی ایچ ڈی نہیں ہوتا اور نہ ہی اس نے کوئی اور علم حاصل کیا ہوتا ہے اس کے باوجود بھی وہ ''اُمی'' ہوتا ہے۔ یہاں پر آپ حضرت موسیٰؑ کی مثال دیکھ لیں' ان کے ہاتھ سے ایک آدمی قتل ہو گیا تھا' وہ ڈر کر اللہ کی پناہ میں گئے اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھ سے یہ گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔ اللہ نے موسیٰؑ کو تسلی دی اور کہا کہ تو فکر نہ کر' اگر تو توبہ کر لے تو تیرا یہ گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعے توبہ کی تعلیم دی۔

سوال: آج کل 25 سال کا مصنف پانچ پانچ کتابوں کا لکھاری بن چکا ہے' اس طرح تو ادب کو نقصان نہیں پہنچ رہا؟

بانو قدسیہ: وہ ادب کو نہیں بلکہ خود کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جب انسان کسی دوسرے کا نقصان کرتا ہے تو اصل میں وہ اپنا نقصان کر رہا ہوتا ہے۔ جب میں نے لکھنا شروع کیا اس وقت میں مکمل طور پر ہاؤس وائف تھی۔ کھانا پکانا' چھوٹے چھوٹے تین بچوں کی پرورش کرنا اور شوہر کے آرام کا خیال رکھنا یہی میری روزمرہ کی مصروفیات تھیں۔ ایک دن میرے شوہر اشفاق احمد نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ کیا کر رہی ہو؟ میں نے بتایا کہ میں گھر کے کام کاج کر رہی ہوں۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ تمہاری جگہ یہ کام کوئی اور نہیں کر سکتا؟ میں نے بتایا کہ بالکل کر سکتے ہیں' گھر میں نوکر ہیں جو یہ کام کر سکتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے مجھے جو کل کہانی دکھائی تھی وہ ادھوری تھی' تم وہ کہانی مکمل کیوں نہیں کر لیتیں۔ میں نے کہا کہ جیسے جیسے وقت ملے گا اس کو لکھتی رہوں گی۔ انہوں نے کہا کہ ایسے نہیں ہوتا' وقت نکالنا پڑتا ہے۔ جو شخص اپنی روٹین قائم نہیں کرتا اور توازن میں نہیں ہوتا' وہ پیچھے رہ جاتا ہے اور جو روٹین قائم کرتا ہے وہ بہت آگے نکل جاتا ہے' اگر تم تواتر سے لکھو گی تو وہ تمہاری روٹین قائم کر دے گا۔ میں بہت زیادہ تو نہیں لکھتی تھی' ہفتہ میں تین دن لکھتی تھی لیکن

Marfat.com

جن تین دنوں میں لکھتی تھی ان دنوں میں اور کوئی کام نہیں کرتی تھی' یہاں تک کہ اگر کوئی ملنے بھی آجاتا تھا تو میں ان سے نہیں ملتی تھی۔

سوال: آج کا ادیب میڈیا کا محتاج کیوں ہو گیا ہے؟

بانو قدسیہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر کتابیں پڑھنے والے میڈیا' موبائل اور انٹرنیٹ سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ اب تو یہ حالات ہیں کہ جو کتاب انٹرنیٹ پر نہیں آتی وہ لوگ پڑھتے بھی نہیں۔ انسان نے پڑھنے کے بجائے مشین کی طرف زیادہ توجہ دینا شروع کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب کتاب کی فروخت پہلے جتنی نہیں رہی۔ صرف ان علاقوں میں کتابیں زیادہ فروخت ہوتی ہیں جن علاقوں میں ابھی بجلی نہیں پہنچی۔

سوال: اچھے ادیب کی کیا پہچان ہے؟

بانو قدسیہ: ادیب چاہے خوش مزاج ہو یا بدمزاج' اس کی خوبی اس کا لکھنا ہے۔ اگر اس کا لکھنا لوگوں کے دل پر اثر کرتا ہے تو وہ اچھا ادیب ہے۔

سوال: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عشق و محبت پر لکھی گئی تھرڈ کلاس شاعری بھی ہٹ ہو جاتی ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

بانو قدسیہ: جس شاعری کو آپ تھرڈ کلاس کہہ رہے ہیں وہی اصل میں فرسٹ کلاس ہے۔ احساسات و جذبات ایسی چیز ہے کہ یہ دوسرے کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ محبت میں انسان بہت آسانی سے دوسرے کی غلطی کو معاف کر دیتا ہے' اصل مین غلطیوں کو معاف کر دینا ہی محبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حالی سے زیادہ میر تقی میر کی شاعری پڑھی جاتی ہے کیونکہ میر نے محبت پر لکھا ہے۔

سوال: معاشرے میں مثبت تبدیلی انقلاب سے آسکتی ہے یا محبت سے؟

بانو قدسیہ: اگر آپ شارٹ کٹ سے جانا چاہتے ہیں تو انقلاب اچھا ہے' لمبے راستے سے جانا چاہیں تو محبت اچھی ہے۔ محبت کا راستہ لمبا تو ہے لیکن ایک بار جس راستے سے محبت گزر جائے وہاں پھر ہل نہیں چلانا پڑتا۔ لانگ ٹرم تبدیلی محبت سے ہی ممکن ہے۔ انقلاب سے کہیں بڑا انقلاب محبت ہے۔

سوال: محبت اور عشق میں کیا فرق ہے؟

بانو قدسیہ: عشق میں شدت ہوتی ہے اور شدت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ علامہ اقبال کو خدا سے عشق میں بھی شدت نہیں تھی'! اگر ایسا ہوتا تو خدا سے علامہ اقبال کا عشق بھی جلد ہی دم توڑ دیتا۔ اگر آپ کسی لڑکی سے عشق کریں گے تو کچھ عرصہ تو یہ کیفیت برقرار رہے گی لیکن کچھ عرصہ بعد اس لڑکی میں آپ کو نقائص نظر آنا شروع ہو جائیں گے۔ عشق کی شدت ختم ہونے پر محبت بھی ہاتھ سے جاتی ہے۔ محبت میں وہ تواتر ہے جو اور کسی چیز میں نہیں۔ ماں کی بیٹے سے محبت دیکھ لیں' بیٹا 60 سال کا ہو جاتا ہے لیکن 82 سالہ ماں پھر بھی اس کے دیر سے گھر آنے پر پریشان ہو جاتی ہے۔

سوال: جب کوئی عام شخص خاص بن جاتا ہے اور لوگ اس کے پاس آنا شروع ہو جاتے ہیں تو وہ مغرور ہو جاتا ہے' وہ غرور

Marfat.com

سے کیسے بچ سکتا ہے؟

بانو قدسیہ: انسان کے پاس جب کوئی چیز آجاتی ہے تو نظر بد لگنے کا خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جب انسان کے پاس اچانک پیسہ آجاتا ہے تو لوگ حسد سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کل تک تو غریب سا تھا آج یہ اتنا امیر کیسے ہو گیا' اس طرح نظر لگنے کا امکان ہوتا ہے۔ ہمیں اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ کہیں ہم کسی کو نظر بد نہ لگا دیں۔ جب ہم کسی کے حالات دیکھ کر ناخوش ہوں گے تو اسے خود بخود نظر لگ جائے گی۔ جب انسان غرور سے بچنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتا ہے۔

سوال: ایک عام آدمی جو قرآن و سنت اور دینی کتابیں نہیں پڑھتا وہ مذہب کو کس طرح سمجھ سکتا ہے؟

بانو قدسیہ: اللہ تعالیٰ نے جب کسی شخص کو سیدھا راستہ دکھانا ہوتا ہے تو اس کو وہ راستہ دکھانے والا خود بخود آجاتا ہے' وہ دوست' بھائی اور استاد کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے۔ اس شخص میں رہنمائی کی خواہش ہونا شرط ہے' اگر اس کے اندر رہنمائی کی خواہش نہیں ہے تو پھر اس کو رہنمائی ملے گی بھی نہیں۔ خواہش ہی ہے جو زندگی کو آگے چلاتی ہے۔ اگر آپ خواہش کریں گے تو رہنما خود آجائے گا۔

سوال: انسان کے دل میں محبت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

بانو قدسیہ: محبت خواہش سے پیدا ہوتی ہے۔ جب آپ کسی کو دیکھتے ہیں اور اس کا چہرہ آپ کو اچھا لگتا ہے تو آپ کے دل میں اس کے متعلق جاننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اگر تو آپ پہلے سے شادی شدہ ہیں اور یہ کام آپ نہیں کرنا چاہتے تو آپ اپنے اندر کی اس خواہش کو دبائیں گے لیکن اگر خواہش شدید تر ہو گی تو آپ اپنے بیوی بچوں کے باوجود اس لڑکی سے رابطہ کریں گے چاہے بعد میں آپ کو پچھتانا ہی کیوں نہ پڑے۔

سوال: اشفاق احمد کا جتنا رجحان بزرگان دین کی طرف تھا' آپ کا اتنا رجحان نہیں ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

بانو قدسیہ: میں عورت ہوں اس لیے خدا کو تلاش کرنا میرا کام نہیں ہے۔ عورت کو سپیریئر تصور نہیں کیا جاتا اس لیے خدا کو تلاش کرنے کا کام بھی اس کا نہیں ہے۔ عورت کو دوسری قسم کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔ اس کو بچوں کی اچھی پرورش سونپی گئی ہے۔ عورت سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتی ہے تو وہ سیدھی جنت میں جائے گی۔ عورت کا اوّلین فرض بچوں کی اچھی پرورش کرنا ہے جبکہ مرد کا فرض خاندان کی کفالت ہے۔ شوہر اور بچوں کو کھانا دے دینا' بستر بچھا دینا یا رات کو بچے کو دودھ پلا دینا تو بہت معمولی کام ہیں' اصل کام بچوں کی اچھی پرورش ہے۔ اگر میں اپنے تینوں بچوں کی اچھی پرورش کروں گی تو روز قیامت یہی بچے اللہ تعالیٰ سے میری سفارش کریں گے کہ ہماری ماں نے ہماری بہت اچھے طریقے سے پرورش کی اس لیے ہماری ماں کو جنت دی جائے اور اللہ تعالیٰ مجھے جنت عطا فرمائے گا لیکن اگر تینوں بچوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہہ دیا کہ میری ماں نے میری تربیت ٹھیک طرح سے نہیں کی اور میری زندگی تباہ کر دی تو اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ کے دروازے میں داخل کر دے گا۔

Marfat.com

سوال: ہمارا معاشرہ ایک ہجوم ہے یا قوم میں تبدیل ہو چکا ہے؟

بانو قدسیہ: پاکستان بنانے میں اگر قائداعظم کی نیت صاف تھی تو پاکستان ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ اس قوم کی ایک خوبصورتی یہ بھی ہے کہ یہ لڑتے بھڑتے بھی اپنا وجود قائم رکھے گی کیونکہ بنانے والے کی نیت صاف ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہارے اعمال کو نیتوں کے ترازو میں تولتا ہوں۔

سوال: ایک قول ہے کہ کسی قوم کا دانشور جب کرپٹ ہو جاتا ہے تو اس کو دوبارہ اٹھنے میں ایک صدی لگ جاتی ہے' کیا آپ اس سے اتفاق کرتی ہیں؟

بانو قدسیہ: میں اس سے اتفاق نہیں کرتی۔ اگر کوئی ادیب اچھی نیت لے کر اٹھتا ہے تو چاہے وہ کتنا بھی کرپٹ ہو اس کا کام ٹھیک ہی ہوگا۔ کوئی سیاستدان کتنا ہی کرپٹ کیوں نہ ہو' اگر اس کی نیت اچھی ہے تو معاشرے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہم وہ قوم ہیں جو ایک دوسرے کو گالیاں دیں گے' ایک دوسرے کو ماریں گے' برا بھلا کہیں گے لیکن بالآخر اس سے ہمارے پاکستان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہ پھر بھی قائم و دائم رہے گا۔

سوال: عشق حقیقی کو پانے کے لیے کیا عشق مجازی کرنا ضروری ہے؟

بانو قدسیہ: مرد اگر مجازی عشق کرتا ہے تو وہ اس میں سے حقیقی عشق نکال سکتا ہے لیکن اگر عورت عشق مجازی بار بار کرتی ہے تو کھو جاتی ہے کیونکہ اس نے حجاب کی شق توڑ دی۔ کسی عورت کا شوہر بھی موجود ہے لیکن اس نے کسی اور مرد سے بھی آشنائی اختیار کر لی تو وہ راستے سے بھٹک گئی اور اس عورت کو اس بات کی سزا بھی بہت زیادہ ملتی ہے۔

سوال: افراتفری کے مزاج میں ٹھہراؤ کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟

بانو قدسیہ: جرائم کی وجہ ہی افراتفری ہے۔ اس افراتفری سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے' جو شخص جس مقام پر بھی ہے وہ انفرادی طور پر اپنی افراتفری ختم کرنے کی کوشش کرے' معاشرے کے اندر موجود افراتفری خود بخود ختم ہو جائے گی۔ ہم یہ نہ کہیں گے کہ جب سب ٹھیک ہوں گے تو ہم بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔

سوال: کیا پاکستانی چینلز سے دکھائے جانے والے ڈرامے ناظرین کو مطمئن نہیں کر پائے جس کی وجہ سے ترکی کا ڈراما ''عشق ممنوع'' اتنا ہٹ ہو گیا؟

بانو قدسیہ: انسان نئی چیز کی طرف ضرور لپکتا ہے۔ عشق ممنوع صرف اسی وجہ سے مشہور ہو گیا کیونکہ ہمیں اپنے ڈراموں میں دلچسپی نہیں رہی جبکہ نئی چیزوں میں ہمیشہ دلچسپی ہوتی ہے۔ ترکی کی کہانیاں ہماری کہانیوں سے مختلف نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص شادی شدہ ہے اور وہ کسی دوسری نئی لڑکی کو دیکھتا ہے تو وہ اس سے ضرور متاثر ہوگا حالانکہ کچھ دنوں بعد وہ نئی لڑکی بھی اس کے لیے پہلے کی طرح متاثر کن نہیں رہے گی۔

سوال: ہمارے اشتہاروں میں لڑکیوں کو بہت زیادہ دکھایا جاتا ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ ہمارے معاشرے کی ڈیمانڈ ہے؟

Marfat.com

بانو قدسیہ: یہ بات معاشرے کی نہیں بلکہ مرد کی جبلت کی ہے۔ ہمارے ملک میں عورت کی نسبت مرد زیادہ پڑھے لکھے ہیں۔ مرد میں عورت سے فطری دلچسپی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مرد اخبار پڑھ رہا ہوتا ہے تو اخبار میں چھپی لڑکی کی تصویر کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے رک جاتا ہے' وہ اشتہار نہیں دیکھ رہا ہوتا بلکہ یہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ لڑکی اچھی ہے یا بری ہے۔

سوال: خواتین کو متاثر کرنے کے لیے کیا مردوں کے اشتہارات شائع نہیں کیے جاسکتے؟

بانو قدسیہ: عورت چونکہ کم پڑھی لکھی ہے اس لیے وہ اخبار دیکھتی ہی نہیں۔ دوسری بات یہ کہ عورت تصویر سے کم اور میل جول سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔

سوال: اگر کوئی غیر ملکی آپ سے ایسی تین چیزیں پوچھے جن پر آپ کو فخر ہو تو آپ کے نزدیک وہ تین چیزیں کون سی ہوں گی؟

بانو قدسیہ: سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ پاکستانی بہت سیدھا سادا ہے' دوسری چیز یہ کہ پاکستانی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتا' وہ توکل سے آگے بڑھتا ہے' تیسری اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ اظہار میں جلدی نہیں کرتا' پہلے جانچتا' تولتا ہے اور پھر اظہار کرتا ہے۔

سوال: دوسرے ممالک میں عام تاثر پایا جاتا ہے کہ پاکستانی فراڈ کرتے ہیں' اس میں کہاں تک سچائی ہے؟

بانو قدسیہ: وہ پراپیگنڈہ ہے۔ مسلم ممالک کے خلاف بہت زیادہ پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور یہ پراپیگنڈہ کون سے ممالک کر رہے ہیں یہ سب لوگ جانتے ہیں۔

سوال: پراپیگنڈہ صرف مسلمانوں کے خلاف ہی کیوں کیا جاتا ہے؟

بانو قدسیہ: ملائیشیا ہماری طرح نہیں ہے لیکن چونکہ وہ مسلم ملک ہے اس لیے اس کے خلاف پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ بھارت ہم سے زیادہ کرپٹ ملک ہے لیکن ہم اس کو پسندیدہ ملک بنانا چاہتے ہیں حالانکہ بھارت میں مسلمانوں پر ظلم کیے جاتے ہیں۔

سوال: کسی انسان کو یہ کس طرح پتہ چل سکتا ہے کہ وہ صحیح راستے پر چل رہا ہے؟

بانو قدسیہ: جب انسان خود کو مطمئن کرنے کے لیے سیدھا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کو خود ہی پتہ چل جاتا ہے۔ ہمارے نبی کریمؐ نے بھی فرمایا تھا کہ کسی کو دکھانے کے لیے نیک کام مت کرو' وہ تمہارے کام نہیں آئے گا۔ اگر میں نمازیں اس لیے پڑھتی ہوں تا کہ لوگ مجھ سے متاثر ہوں تو ایسی نمازوں کا کوئی فائدہ نہیں۔

سوال: کیا کبھی انسان کوئی ایسا عمل بھی کر سکتا ہے جس میں اس کا کوئی ذاتی مفاد نہ ہو؟

بانو قدسیہ: ضرور کر سکتا ہے' جو کام آپ نے ظاہر نہیں کرنا وہ آپ کو نقصان نہیں دے گا بلکہ نفع ہی دے گا۔

سوال: کیا پاکستانی معاشرہ مستقبل میں ترقی کر سکتا ہے؟

بانو قدسیہ: پاکستانی معاشرہ ہر لحہ ترقی کر رہا ہے لیکن اس کے خلاف پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ اگر میرے تعلقات

Marfat.com

اردگرد کے چند لوگوں کے ساتھ ٹھیک ہیں تو میں ترقی کر رہی ہوں۔ اگر میں حرام نہیں کھا رہی تو میں ترقی کر رہی ہوں اور ایسے بہت کم گھر ہوں گے جہاں حرام کھایا جاتا ہے۔ پاکستان کے خلاف مغرب میں پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ پاکستانی بہت کرپٹ لوگ ہیں۔ مغرب ہمیشہ سے ہی پاکستان کے خلاف رہا ہے۔

سوال: کیا اشفاق احمد بابا یحییٰ کو اپنا خلیفہ نامزد کر کے گئے تھے؟

بانو قدسیہ: جی نہیں، اشفاق احمد ایسا کوئی کام کر کے نہیں گئے لیکن یہ بابا یحییٰ کا بڑا پن ہے کہ وہ اشفاق احمد کو اپنا مرشد سمجھتے ہیں کیونکہ بابا یحییٰ کی لکھی ہوئی اتنی بڑی بڑی کتابیں اشفاق احمد کے نام کرنا بہت ہی ہمت کا کام ہے، یحییٰ خان پاکستان کا بہت بڑا رائٹر ہے۔ یحییٰ خان اشفاق احمد کی زندگی میں ملنے آتے رہتے تھے اور اشفاق احمد بھی ان سے بہت پیار کرتے تھے۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین)

Marfat.com

اوریا مقبول جان کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

سوال: بزرگوں کے پاس بچوں کا بیٹھنا کیوں کم ہو گیا ہے؟

اوریا مقبول جان: اس میں دو تین چیزیں ہیں' ایک تو یہ کہ ہمارے بزرگوں اور بچوں کے درمیان انٹرسٹ کا بہت زیادہ فاصلہ آ گیا ہے۔ پچھلے پچیس تیس سال جس طرح گزرے ہیں ایسا لگتا ہے کہ بائنڈنگ کا عمل بہت تیزی سے ہو رہا ہے۔ بہت زبردست قسم کا جنریشن کا فرق آ گیا ہے۔ اس میں جو خرابی آئی ہے وہ یہ کہ میری جو جنریشن تھی اس میں کہانیاں اپنے والدین سے منتقل ہوئی تھیں لیکن اس جنریشن نے وہ کہانیاں اگلی جنریشن میں منتقل نہیں کیں' میری جنریشن تک ٹوٹ بٹوٹ کا کردار موجود تھا لیکن اب وہ معاملہ ختم ہو گیا ہے۔ ایک اور چیز یہ کہ گزشتہ بیس پچیس برسوں میں پاکستان کے اندر یہ المیہ سب سے زیادہ ہوا ہے' اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پاکستانی قوم ایک بے زبان قوم کے طور پر نمایاں ہو رہی ہے۔ ہم صبح سویرے بچے کو بھیجتے ہیں' وہ ساگ پراٹھا کھا کر جاتا ہے' گھر میں وہ والدین کو نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھتا ہے' گھر میں اس کو نماز کی آواز بھی آتی ہے لیکن سکول میں وہ بالکل مختلف ماحول دیکھتا ہے' وہ ڈبل روٹی دیکھتا ہے' وہ سکول میں کرسمس ٹری دیکھتا ہے' سانتا کلاز دیکھتا ہے' ساری کی ساری کہانیاں اس کو بالکل مختلف طرح کی پڑھائی جاتی ہیں' شدید گرمی میں وہ بچہ گھر سے سکول جاتا ہے اور وہاں وہ سنو وائٹ کی کہانیاں پڑھتا ہے۔ ہم بالکل غیر محسوس طریقے سے اس کے دماغ میں دوسرے کلچر کی تصاویر نقش کروا رہے ہیں۔ پاکستان کا نصاب دنیا بھر میں سب سے زیادہ فرسودہ ہے۔

سوال: کیا سرکاری سکولوں کا نصاب بھی ٹھیک نہیں ہے؟

اوریا مقبول جان: سرکاری سکولوں کے لوگوں سے کسی کو کوئی دلچسپی نہیں ہے' اگر ان کی اہمیت کو سمجھا جاتا تو سرکاری سکولوں کی طرف توجہ دی جاتی۔ میڈیا کا کوئی ایک بندہ بھی سرکاری سکولوں کے نصاب کے اوپر بات نہیں کرتا' سرکاری سکولوں کے بچوں کو ٹی وی ٹاک شوز میں نہیں بلایا جاتا کیونکہ ایک بالکل مختلف کارپوریٹ کلچر کو پرموٹ کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

کارپوریٹ کلچر میں آپ کو ایک ایسی خاتون چاہئے جو برگر اور پزا کھاتی ہو' جولپ اسٹک استعمال کرتی ہو' کپڑے چھوٹے پہنتی ہو۔

سوال: آپ کے علمی سفر میں اقبالؒ کا کردار بہت نمایاں نظر آتا ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

اوریا مقبول جان: میرے والد کے گھر میں بہت کتابیں تھیں لیکن انہوں نے دو کتابوں کے بارے میں خصوصی طور پر کہا تھا کہ ان کو ضرور پڑھنا' زندگی بھر تم کبھی بھٹکو گے نہیں' ان میں ایک مسدس حالی اور دوسرا اقبالؒ کی کتابیں تھیں۔ بانگ درا اور بال جبریل جیسی کتابیں تو میں نے میٹرک سے پہلے پہلے پڑھ لی ہوئی تھیں بلکہ ان میں سے بہت سی مجھے حفظ بھی تھی۔ اقبالؒ کے ساتھ میرے والد کا بھی ایک شدید روحانی تعلق تھا۔ آپ اردو لٹریچر کی دو سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں' نہ اقبال سے پہلے کوئی اقبال تھا' نہ اقبال کے بعد کوئی اقبال ہے۔ آپ کو روایت کی لڑی میں پروئے ہوئے شاعر تو نظر آجائیں گے لیکن اقبال نہ تو کسی کی روایت پر چلا ہے اور نہ ہی کوئی اقبال کی روایت پر چل سکتا ہے۔

سوال: کوئی اقبال کی روایت پر نہیں چل سکتا' اس کی کیا وجہ ہے؟

اوریا مقبول جان: اقبال کی روایت پر نہ چل سکنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کیلئے آپ کو دو تین چیزیں چاہئے ہوتی ہیں' ایک تو اقبال کا سارا کا سارا علم قرآن پر ہے' اس کی دانائی اور حکمت قرآن سے ہے' اس کی فکر قرآن سے ہے' قرآن سے پہلے بھی قرآن کی طرح کی کوئی چیز نہیں تھی اور قرآن کے بعد بھی قرآن جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے اقبال جیسا ہونے کے لیے جتنا غوطہ اقبال نے قرآن میں لگایا ہے اتنا ہی اس کو لگانا پڑے گا۔

سوال: آپ کے کالم پڑھ کر لگتا ہے کہ آپ قوم سے بہت زیادہ مایوس ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

اوریا مقبول جان: نہ میں مایوس ہوتا ہوں اور نہ کبھی مایوس ہوں گا کیونکہ میں نے کبھی بھی قوم سے توقعات وابستہ نہیں کیں' میں نے ہمیشہ اللہ سے توقعات وابستہ کی ہیں اور اللہ کی رحمت سے مایوس کبھی نہیں ہوا جا سکتا۔ قوم اگر نہیں بھی بدلتی تو کیا فرق پڑتا ہے' اللہ تعالیٰ تو موجود ہے' اللہ تعالیٰ تو قوم کو بدل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی قوم نہیں بدلتی تو ہم پوری کی پوری قوم بدل دیتے ہیں۔ دراصل میں نے اپنے کالم میں جو بنیادی چیز دی تھی وہ یہ تھی کہ ہم اپنے تمام تر ضروریات اور نفع نقصان پر چیخ و پکار کرتے ہیں' ہمارا باپ بیمار ہو جائے تو ہم ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتے ہیں' ہم اس کی تیمارداری کرتے ہیں' ہمارا بچہ بیمار ہو جائے تو ہم اسے گود میں اٹھا کر بھاگتے پھرتے ہیں' ساتھ ساتھ ہم نے تسبیح بھی پکڑی ہوتی ہے' دعا کے لیے بھی کہہ رہے ہوتے ہیں' فقیر کو خیرات بھی کر رہے ہوتے ہیں لیکن جب ملک و قوم کا مسئلہ درپیش آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس میں اللہ نے کیا کرنا ہے' خیرات نے کیا کرنا ہے؟ یہ تو سیاسی مسئلہ ہے' اسے تو سیاستدان ہی حل کریں گے' وہاں ہم اللہ کو خارج کر دیتے ہیں' ہم نے اجتماعی دنیا سے اللہ کو خارج کر دیا ہے۔ اگر آپ کسی بس میں بیٹھے ہوئے ہوں اور ڈرائیور بس کو ٹھیک طرح سے نہ چلا پا رہا ہو تو لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور ڈرائیور کو ڈرائیونگ سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں' یا اس بس سے ہی اتر جاتے ہیں' اگر بس سے نہیں بھی اترتے تو چیختے ضرور ہیں اور کہتے ہیں کہ

Marfat.com

گاڑی روک دو' اترو جاؤ اس میں سے' اور اگر ڈرائیور ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کی بات نہ مانے اور بس ڈھلوان کی جانب جانا شروع ہو جائے تو آپ اور کچھ نہ بھی کریں تو آیت کریمہ کا ورد ضرور کرتے ہیں' توبہ استغفار ضرور کرتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ گاڑی کھائی کی طرف جا رہی ہے' ہم نہ ڈرائیور کو روکتے ہیں اور نہ ہی اگر ہم میں سے کوئی ایکسپرٹ ہو تو وہ اسے کہتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے ڈرائیونگ مجھے دیدو میں تمہیں مسائل سے نکال دوں' ہم نہ آیت کریمہ کا ورد کرتے ہیں اور نہ توبہ استغفار کرتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ یہ ملک ڈوب جائے گا لیکن میں بچ جاؤں گا' یہ قوم اس بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو چکی ہے۔ ملک جب ڈوبے ہیں تو یوں ہوتا تھا کہ لاکھوں لوگ بوسنیا سے نکلتے تھے اور سرحدیں ان کو قبول نہیں کرتی تھیں' واپس آتے تھے اور لائنوں میں کھڑے کر کے قتل کر دیئے جاتے تھے۔ ملک جب ڈوبتے ہیں تو دس دن کے اندر پچاس لاکھ لوگ مار دیئے جاتے ہیں۔ زلزلہ آتا ہے تو ایک لاکھ انسان مرتے ہیں لیکن 16 کروڑ لوگ کلمے کا ورد کرتے ہوئے کیوں باہر نکل آتے ہیں؟ اگر اس وقت انسان شراب پی رہا ہو تو تب بھی کلمہ پڑھتا ہے' اگر کسی اور غلط کام میں مصروف ہو تو تب بھی کلمہ پڑھتا ہے' جوا کھیل رہا ہو تو تب بھی کلمہ پڑھتا ہے' نماز پڑھ رہا ہو تو تب بھی کلمہ پڑھتا ہے' مرنا تو صرف ایک لاکھ انسانوں نے ہے پھر تم کیوں کلمہ پڑھنا شروع ہو جاتے ہو؟ دراصل ہوتا یوں ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ کہیں مرنے والے ایک لاکھ انسانوں میں میں بھی شامل نہ ہوں۔ یہاں مسئلہ یہ ہے کہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ میں لازمی بچ جانے والے لوگوں میں شامل ہوں گا اس لیے ہم کچھ نہیں کرتے۔

سوال: یہ کیسے پتہ چلے گا کہ یہ تکلیفیں اور پریشانیاں عذاب ہے یا اللہ کی طرف سے امتحان ہے؟

اوریا مقبول جان: اس کے بارے میں بہت آسان سا ٹیسٹ ہے۔ تمام ولی اللہ' صوفیائے کرام اور عالم کہتے ہیں کہ جو مصیبت آپ کا رجوع اللہ کی طرف کر دے وہ آزمائش ہے اور جو مصیبت آپ کو اللہ سے دور کر دے وہ عذاب ہے۔

سوال: آپ نے سود کے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے' آپ اپنا کوئی بینک کیوں نہیں بنا دیتے جس میں دینار اور ریال کی بنیاد پر کاروبار کرے؟ اور اس سے فرق کیا پڑے گا؟

اوریا مقبول جان: سارا کا سارا کارپٹ سیکٹر کاغذ کے نوٹ کے گرد گھومتا ہے۔ یہ کاغذ کا ٹکڑا فیصلہ کرتا ہے کہ آپ نے کون کون سی چیزیں خریدنی ہیں۔ دنیا کے اندر یہ تصور کر لیا گیا ہے کہ آزادی کی علامت یہ ہے کہ آپ کی اپنی کرنسی ہو' یعنی نوٹ پر اگر قائداعظم کی تصویر ہے تو ہم آزاد ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ بنی نوع انسان پر ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب درہم اور دینار کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار نہیں رہے گا۔ حضور اکرمؐ کے زمانے میں ایک بکری ایک دینار کی تھی' بکری آج بھی ایک دینار کی ہے۔ آج اگر سعودی عرب تیل کے بدلے ڈالر کے بجائے سونا ڈیمانڈ کر لے تو ڈالر کی قیمت پاکستانی روپے سے بھی کم ہو جائے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس جتنا سونا ہو گا اتنے ہی آپ نوٹ چھاپ سکتے ہیں' اس میں کہاں تک حقیقت ہے؟

اوریا مقبول جان: یہ طریقہ کار 1971ء تک تھا۔ 1971ء میں جب شاہ فیصل نے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کیا تو

Marfat.com

لائنیں لگ گئیں' اس وقت سارے بینکرز اکٹھے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں سونے کی اہمیت نہیں ہونی چاہئے بلکہ ملک کی اپنی اہمیت کو دیکھنا چاہئے اور کسی بھی ملک کی کرنسی کی ویلیو آئی ایم ایف وہاں کے جی ڈی پی اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے طے کرتا ہے۔

سوال: کیا برصغیر کے لوگ کبھی خوشحال بھی رہے ہیں؟

اوریا مقبول جان: برصغیر کے لوگ 1857ء تک بہت خوشحال تھے۔ اس وقت برصغیر کا ٹریڈ بیلنس اس طرح سے تھا کہ برصغیر سے اگر 200 روپے کی چیزیں باہر بھیجی جاتی تھیں تو 50 روپے کی منگوائی جاتی تھیں۔ تمام کی تمام چیزیں یہیں سے جاتی تھیں۔ لارڈ میکالے کی برصغیر کے بارے میں جو یادداشتیں ہیں اس میں وہ کہتا ہے کہ پورے برصغیر میں ایک فقیر نہیں تھا اور ایک چور نہیں تھا۔ عوام انتہا کی خوشحال تھی۔ صرف ٹھٹھہ کے اندر 400 کالجز کا ذکر آتا ہے۔ 1912ء کی رپورٹ یہ کہتی ہے کہ یہاں کا لٹریسی ریٹ 97 فیصد تھا۔ انگریز 97 فیصد سے لے کر اس ملک کے اندر 12 فیصد لٹریسی ریٹ چھوڑ کر گیا ہے۔ 1857ء سے لے کر 1881ء تک کے برسوں میں برصغیر میں مسلمانوں کے تمام مدرسے بند کر دیئے گئے تھے۔ 32 سال انگریز نے اس قوم کو علم سے دور رکھا اس کے بعد کہیں جا کر پہلا مدرسہ کولکتہ میں کھلا۔ یہاں پر پہلا دینی مدرسہ انگریز نے کھولا' یہاں پر مسلمانوں کا کوئی دینی مدرسہ نہیں تھا۔

سوال: آپ کی جدوجہد اور علمی سفر میں آپ کی کامیابیاں کون کون سی ہیں؟

اوریا مقبول جان: اگر اللہ نے قیامت کے دن قبول کر لیا تو بہت کامیابی ہے ورنہ کچھ بھی نہیں ہے۔

سوال: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ درہم اور دینار والے فلسفے کو اپنا کر مسلمانوں کو عروج حاصل ہو سکتا ہے؟

اوریا مقبول جان: صرف مسلمان ہی نہیں' اگر آپ اخبارات اٹھا کر دیکھیں تو اس وقت سب سے بڑا کرائسز یونان میں آ رہا ہے۔ یونان کے تین ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اس کاغذ کو تسلیم نہیں کرتے۔ تم جوتے کے بدلے میں مجھے اپنی شرٹ دے دو میں تمہیں جوتا بیچنے کو تیار ہوں' کرنسی نوٹ لینے کو تیار نہیں۔ آپ کی ٹوٹل سیونگز سونے میں تبدیل ہو رہی ہیں' لوگ اب کرنسی نوٹوں پر یقین کرنے پر تیار نہیں' آرٹی فیشل نوٹ اتنا زیادہ چھاپ دیا گیا ہے کہ دنیا اس وقت تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔ امریکہ کا قرضہ 14 ٹریلین ڈالر ہے' دنیا کی ٹریڈ کا ٹوٹل حجم 4 ٹریلین ڈالر ہے' اس کا مطلب ہے کہ امریکہ نے دنیا کی پوری ٹریڈ سے 10 ٹریلین ڈالر زیادہ نوٹ چھاپے ہیں۔ امریکہ اگر اپنا ٹوٹل قرضہ اتارنا چاہے تو اس کو وہ قرضہ اتارنے میں تین صدیاں لگیں گی۔ یہ سب تباہی اس کاغذ کی لائی ہوئی ہے جو ہم انسانوں نے ہی چھاپا ہے اور یہ کاغذ 1901ء کے بعد سے چھپنا شروع ہوا ہے' اس سے پہلے یہ نہیں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کاغذ کے نوٹ کے اوپر جب ان تین لوگوں نے کام کرنا شروع کیا تو تینوں ہی اڑ گئے' نجم الدین عرفان نے شروع کیا گورنمنٹ معطل کروا دی گئی' مہاتیر محمد نے کیا اس کو ہیرو بنا کر آؤٹ کر دیا گیا' قذافی نے کیا تو قذافی کا وہ حشر کیا گیا کہ ساری دنیا کے سامنے مثال بنا دی گئی' لیکن اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہے۔

Marfat.com

سوال: کیا آپ کو یہ تحریک پریکٹیکلی طور پر کامیاب ہوتی نظر آتی ہے؟

اوریا مقبول جان: پاکستان کے اندر تو پریکٹیکلی کامیاب ہو چکی ہے' لوگ آج کل زیادہ تر دبئی جاتے ہیں' میں نے آج سے چار سال قبل اپنے دفتر سے لون لیا اور ساڑھے چار لاکھ روپے کی ایک گولڈ بار خرید لی۔ پچھلے سال میری بیٹی کی شادی تھی وہ گولڈ بار میں نے بارہ لاکھ ستر ہزار کی فروخت کر دی۔ دنیا کا کوئی بینک چار سال میں ساڑھے چار لاکھ روپے کا منافع نہیں دے سکتا کیونکہ اس کا غذ کے نوٹ نے گرنا ہی گرنا ہے۔ اگر دنیا سونے کا سکہ استعمال کر رہی ہوتی تو ہمیں کبھی بھی منافع کی ضرورت نہ ہوتی۔

سوال: ملا عمر کو آپ کیسا لیڈر سمجھتے ہیں؟

اوریا مقبول جان: افغانستان کی دو سو سال کی تاریخ میں ملا عمر وہ واحد لیڈر ہے جس نے امن قائم کیا۔ افغانستان کو احمد شاہ ابدالی نے علیحدہ کیا تھا' احمد شاہ ابدالی سے لے کر اب تک کوئی ایک دور بھی پر امن نہیں رہا کہ کوئی عورت زیور سے لدھی پھندی قندھار سے کابل پہنچتی ہے اور اس کو کچھ بھی نہیں ہوتا' وہ ملا عمر کا دور تھا۔

سوال: کیا افغانستان میں عوام کو خوراک' صحت اور تعلیم ملی؟

اوریا مقبول جان: قانون لوگوں کی رسم و رواج سے پیدا ہوتا ہے۔ جس قسم کے رسم و رواج ہوں گے اس قسم کا قانون ہوگا۔ اگر پاکستان میں آپ کسی کے کہنے پر ہم جنس پرستوں کی شادی کو جائز قرار دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے۔ افغان سوسائٹی میں اسلام کلچر کا حصہ ہے۔ انہوں نے اگر کسی کو طعنہ دینا ہو تو کہتے ہیں کہ تو کیسا پٹھان ہے کہ نماز نہیں پڑھتا' یہ نہیں کہتے کہ تو مسلمان ہو کر نماز نہیں پڑھتا۔ ان کے ہاں اگر آپ کو ہندو عورت بھی ملے گی تو برقع میں ملے گی۔ ان کا کلچر ہی یہ ہے کہ ہماری عورت کا چہرہ نظر نہیں آنا چاہئے۔ اسلام کے پرنسپلز کو انہوں نے اپنے کلچر کا حصہ بنا لیا ہے۔ اسی لیے وہاں جو قانون نافذ ہوا وہ اسی لحاظ سے سخت تھا۔ اسلام کلچر کی اس حد تک عزت کرتا ہے کہ حضرت محمدؐ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ خانہ کعبہ کو اصل بنیادوں پر استوار کر دوں لیکن میں جانتا ہوں کہ عرب اس کو نہیں مانیں گے کیونکہ ان کو اس کی عادت ہو گئی ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستان کے ایسے کون سے سکالر ہیں جو صحیح کام اور تبلیغ کر رہے ہیں؟

اوریا مقبول جان: میں کسی کا نام بالکل نہیں لوں گا' میں سب کا احترام کرتا ہوں۔ میں سب سے خوشہ چینی کرتا ہوں اس لیے سب کا احترام کرتا ہوں۔

سوال: کیا مذہب کے بغیر بھی انسان کا گزارہ ہو سکتا ہے؟

اوریا مقبول جان: تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں انسان کبھی مذہب کے بغیر رہا ہی نہیں۔

سوال: دین اور مذہب میں کیا فرق ہے؟

اوریا مقبول جان: دین کا لفظ اسلام نے استعمال کیا ہے۔ زندگی گزارنے کے راستے کو دین کہتے ہیں اور اس کے

Marfat.com

بارے میں قرآن کی ایک بہت مشہور آیت ہے کہ ہم نے پیدا ہی نہیں کیا انسانوں کو سوائے اس کے کہ وہ عبادت کریں اور کوئی کام کریں ہی ناں۔ عبادت کہتے ہیں بندگی کو' بندگی کہتے ہیں غلامی کو' غلامی کہتے ہیں کہ آقا جو بھی حکم دے اس کو مانیں۔

سوال: 1947ء سے اب تک پاکستان کا کون سا حکمران یا دور آپ کو اچھا لگتا ہے؟

اوریا مقبول جان: جونیجو کا دور کسی حد تک بہتر تھا۔ ہر دور کی اپنی اپنی خصوصیات تھیں' ایوب خان کے دور میں ڈویلپمنٹ بہت زیادہ ہوئی تھی لیکن آج کا دور مجھے بہت اچھا لگتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے دور جتنی آگاہی پہلے کبھی نہیں تھی۔ آج کے دور کا نوجوان جتنا سچا ہے وہ پہلے کے زمانے میں نہیں تھا۔ آج کے دور کا نوجوان منافق نہیں ہے جبکہ پہلے کے زمانے میں منافقت بہت زیادہ تھی۔ آج کا دور تبدیلی کا دور ہے اسی لیے یہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

سوال: شادی میں دلہن کے سر پر قرآن رکھنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اوریا مقبول جان: میں رسموں کے خلاف نہیں ہوں' چاہے دلہن کے سر پر ماں کا ہاتھ ہو' باپ کا ہاتھ ہو یا قرآن ہو' میں اس کے خلاف نہیں ہوں لیکن قرآن بنیادی طور پر سر پر رکھنے کی کتاب نہیں ہے بلکہ پڑھنے اور سمجھنے کے لیے ہے اور اگر کوئی شخص اس کو احتراماً سر پر رکھتا ہے تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سوال: آپ کو آنے والے واقعات کے بارے میں کس طرح پتہ چل جاتا ہے؟

اوریا مقبول جان: مجھے تو دیوار کے پار نظر نہیں آتا تو آنے والے واقعات کا کس طرح سے علم ہو سکتا ہے۔ رسول اللہؐ کی ایک حدیث ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو' یہ اللہ کے نور سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اللہ کے نور کی کوئی حد نہیں ہوتی اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ نظر دی ہوتی ہے وہ مومن ہوتے ہیں اور میں تو مومن نہیں ہوں' ان کے منہ سے اگر کوئی بات نکل جاتی ہے اور مجھ تک پہنچ جاتی ہے تو میں اسے لکھ دیتا ہوں۔ یہ تو ادراک ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

سوال: یہ علم آپ کے کسی شاگرد میں ٹرانسفر بھی ہو سکتا ہے؟

اوریا مقبول جان: میں نے تو پہلے ہی بتا دیا کہ نہ یہ علم میرے پاس ہے اور نہ ہی میرا یہ دعویٰ ہے۔ دعویٰ صرف پیغمبر کا ہوتا ہے اور پیغمبر کے سوا تمام علم ناقص ہیں۔ کسی کو اگر کشف یا الہام ہوتا ہے تو وہ بھی ناقص ہے۔

سوال: کیا الہام کا سلسلہ رک چکا ہے یا جاری ہے؟

اوریا مقبول جان: جہاں تک وحی کا سلسلہ ہے وہ رک چکا ہے۔ حضورؐ نے کہا ہے کہ اچھے خواب رہیں گے' یہ نبوت کا 46واں حصہ ہے اور آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے نزدیک سچے خواب زیادہ نظر آئیں گے اور وہ جھٹلائے نہیں جا سکیں گے۔

سوال: آپ کا ریٹائرمنٹ کے بعد کیا پلان ہے؟

اوریا مقبول جان: میرا ریٹائرمنٹ سے پہلے بھی کوئی پلان نہیں تھا' میرا ریٹائرمنٹ کے بعد بھی کوئی پلان نہیں ہے۔ میں نے خود کو اس دریا کے بہاؤ پر چھوڑ دیا ہوا ہے جس دریا کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جس طرف اللہ لے جائے گا اسی

Marfat.com

طرف چلے جائیں گے۔اس دنیا میں پلاننگز وہ کرتے ہیں جنہیں اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ انہوں نے اگلے گھنٹے' اگلے منٹ یا اگلے سیکنڈز زندہ رہنا ہے۔

سوال: آپ درس وتدریس کے شعبے سے کافی عرصہ منسلک رہے' اس شعبے کو چھوڑ کر مینجمنٹ کی طرف آنے کا آپ کو افسوس تو نہیں ہے؟ کیونکہ درس وتدریس کا شعبہ تو پیغمبرانہ ہے۔

اوریا مقبول جان: صرف درس وتدریس کا شعبہ ہی پیغمبرانہ نہیں ہے' پیغمبرانہ شعبہ تو تجارت بھی ہے۔ ہمارا اور ہمارے ملک کا المیہ بھی یہی ہے کہ ہم دنیا میں اپنی زندگی کو مختلف لیڈرز میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ہم پیغمبر مانتے ہیں رسول اللہؐ کو' ہم بہترین ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں اپنے پسندیدہ ڈاکٹر کی طرح' تاجر بننا چاہتے ہیں بل گیٹس کی طرح' سیاستدان بننا چاہتے ہیں گڑھی خدا بخش کی قبر سے ہم وژن لیتے ہیں' ہم باپ بننا چاہتے ہیں فلاں کی طرح' استاد بننا چاہتے ہیں اپنے فلاں استاد کی طرح' جرنیل بننا چاہتے ہیں منٹگمری کی طرح' ہم نے رسول اللہؐ کی اسوہ حسنہ کو اپنی پوری زندگی میں کبھی ماڈل کی طرح رکھا ہی نہیں۔

سوال: آپ نے فوڈ سٹریٹ کی حمایت ایسی جگہ پر کی جہاں کوئی شریف فیملی جانا پسند نہیں کرتی' کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ آپ فوڈ سٹریٹ کی جگہ علمی سٹریٹ بناتے؟

اوریا مقبول جان: میں نے فوڈ سٹریٹ کی حمایت نہیں کی' فوڈ سٹریٹ وال سٹریٹ کا پراجیکٹ نہیں تھا' وہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا پراجیکٹ تھا۔ یہ ہمارے ملک کی بدقسمتی ہے کہ آج سے چار سال قبل جب میں ڈی جی آر کیا لو جی تھا میرا ایک ہی پروپوزل تھا جو اوریجنل تھا' اور وہ یہ تھا کہ جی پی او کے سامنے سڑک کو ''بک سٹریٹ'' بنایا جائے۔ میں نے اس کا پورا نقشہ اور پروپوزل بنا کر دیا تھا لیکن حکومت اس پر راضی نہیں ہوئی۔ بدقسمت ہوتی ہیں وہ قومیں جو کتابوں کے بازار کے بجائے کھانوں کے بازار سجاتی ہیں۔

سوال: ایران کا کلچر وہاں کی عوام پر بہت اثر انداز ہوتا ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

اوریا مقبول جان: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایران کا کلچر وہاں کے نصاب میں پوری طرح سے نتھی کر دیا گیا ہے۔آپ جب تک اپنی زبان کے اندر کسی کو علم نہیں دیں گے آپ اس کلچر کے ساتھ محبت پیدا نہیں کر سکتے۔ دنیا کی پانچ ہزار سال کی تاریخ میں کوئی ایک قوم بھی ایسی نہیں ہے جس نے کسی دوسری قوم کی زبان میں علم حاصل کیا ہو اور اس نے ترقی کی ہو۔ ایران میں 42 فیصد عوام کی مادری زبان فارسی ہے۔ ہمارا المیہ تو یہ ہے کہ ہم یہ ہی فیصلہ نہیں کر پاتے کہ بیوروکریسی کی سیٹ پر بیٹھنے والے شخص نے اردو بولنی ہے یا انگریزی بولنی ہے۔آج اگر آپ سول سروسز کا امتحان اردو زبان میں کر دیں تو اس ملک کے 80 فیصد مسئلے حل ہو جائیں گے۔

سوال: کیا ایران کو مسلمانوں کا آئیڈیل ملک قرار دیا جا سکتا ہے؟

اوریا مقبول جان: نہیں' ابھی تک کوئی نہیں۔ جہاں تھوڑی بہت شریعت بھی نافذ ہے تو وہاں کرائم ختم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

سوال: جادوٹونے کے مسئلے کا حل کیا ہے؟

اوریا مقبول جان: جادوٹونہ دراصل جہالت سے شروع ہوتا ہے اور جہالت کا کوئی حل نہیں ہے۔ جب آپ دنیاوی معاملات کے اندر مکمل طور پر ناکام ہو جاتے ہیں تو پھر آپ کوئی چمتکار کا راستہ ڈھونڈتے ہیں۔ اس کا واحد حل یہی ہے کہ آپ اللہ کی طرف رجوع کریں' اس کا اور کوئی حل نہیں ہے۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین)

Marfat.com

پروگرام: تصوف
موضوع: ثقافت اور صوفی ازم
اوریا مقبول جان

سوال: آپ کے نام میں بہت انفرادیت ہے' اس کا مطلب کیا ہے اور اس کی بیک گراؤنڈ کے بارے میں بتایئے؟

اوریا مقبول جان: اوریا عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ عبرانی زبان کے اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایسا نور جس میں حدت ہو' یعنی گرمائش والا نور' حضرت داؤد کے سپہ سالار کا نام اوریا تھا لیکن بنیادی طور پر حضرت موسیٰؑ جب طور پر گئے تھے اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے انہوں نے تجلی کیلئے درخواست کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ اس پہاڑ کی طرف دیکھو' اس وقت انہوں نے پہاڑ کی طرف دیکھ کر اوریا کہا تھا یعنی اللہ کا ایسا نور جس میں حدت اور گرمائش ہو۔

سوال: یہ نام آپ نے خود رکھا تھا یا آپ کے والدین نے رکھا تھا؟

اوریا مقبول جان: میرے والد اور تایا نے میرا نام رکھا' میرے تایا عبرانی زبان کے عالم تھے۔ میرا پورا گھرانہ علمی ہے۔

سوال: ہمارے معاشرے میں صوفی نائٹ اور صوفی ڈھول کو بہت زیادہ سپانسر کیا جا رہا ہے' ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ سب کچھ منصوبے کے مطابق کیا جا رہا ہے' صوفی ازم کی مقدس حیثیت کو مجروح کیا جا رہا ہے' آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

اوریا مقبول جان: 03-2002ء میں رین کارپوریشن کو ایک اسائنمنٹ دی گئی تھی کہ اسلام کی شدت پسندی اور نائن الیون کے بعد جو صورتحال آئی ہے اس میں ہم مسلمانوں کے ساتھ کس طرح پیش آئیں' مسلمانوں کو کس طرح ہینڈل کیا جائے' اس سلسلے میں ان کی بہت بڑی رپورٹ ''سول ڈیموکریٹک اسلام'' کے نام سے ہے' اس میں پوری مسلم امہ کو تفصیل کے ساتھ چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ وہ رپورٹ ایک ہزار صفحوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک تو وہ ہیں جو بالکل سیکولر ہیں' جن کا صرف نام مسلمانوں والا ہے' وہ کلمہ بھی سنانے کے قابل نہیں ہوتے' جیسے رحمٰن ملک صاحب کو سورہ اخلاص نہیں آتی' ان لوگوں کو وہ سب سے اچھے لوگ کہتے ہیں' رات کو شراب پیتے ہیں' ڈانس کرتے ہیں اور سو جاتے ہیں' بس نام مسلمانوں والے ہیں۔ دوسری قسم کے مسلمان وہ ہیں جو اسلام کو سیاسی نظام کے تحت نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی بھی آگے مزید دو قسمیں ہیں' ایک وہ جو طاقت کے ذریعے نافذ کرنا چاہتے ہیں اور دوسرے وہ سیاست کے ذریعے نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ تیسری قسم کے مسلمان وہ ہیں جو صوفی حضرات کے بہت قریب تھے' صوفیائے کرام ان کو پرائمری سٹیج سے اگلی سٹیج

Marfat.com

پر لانا چاہتے تھے' وہ سٹیج یہ تھی کہ انہی کے کلچر میں سے ان کو دین کی باتیں بتائی جائیں' انہی کے طریقہ کار کے مطابق ان کو دین کی باتیں بتائی جائیں۔ انہوں نے سوچا کہ اس کلچر کو یہیں روک دیا جائے' انہوں نے پھر اس پر انویسٹ کیا' آپ کو یاد ہوگا کہ مشرف کے زمانے میں صوفی کونسل بنی تھی' جس کے صدر چوہدری شجاعت حسین تھے جن کا تصوف سے دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا' اس کونسل کے زیر انتظام حضوری باغ میں ایک شام بھی منائی گئی۔ صوفیاء نے جو رنگا رنگی پیدا کی تھی' اس کو دین سے علیحدہ کر کے انہوں نے اس پر بڑا کام کیا' پپو سائیں جیسے لوگ بھی آ گئے' صوفی نائٹس کا کانسیپٹس بھی بنیادی طور پر یہی ہے۔ صوفی نائٹس میں ہزاروں لوگوں کو اکٹھا کر کے میوزک پر جھوم رہے ہوتے ہیں' پھر ان میں اور گرو رگنیش میں کیا فرق رہ گیا' گرو رگنیش بھی امریکیوں کو دھوم میں لے کر آتا تھا' یہاں بھی صورتحال کچھ ایسی ہی ہے۔

سوال: مغربی قوتیں جمہوریت کو سپورٹ کرتی ہیں لیکن مرسی کے واقعے پر مغربی دنیا خاموش کیوں ہے؟

اوریا مقبول جان: پہلی بات تو یہ کہ مغربی قوتیں ہمیشہ جمہوریت کو وہیں سپورٹ کرتی ہیں جہاں ان کو ضرورت ہو۔ مسلمانوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لیٹن امریکہ میں بیس بائیس ملک تھے لیکن امریکہ نے ان ملکوں میں جمہوریت کو کبھی سپورٹ نہیں کیا۔ امریکہ نے ڈکٹیٹر شپ کی حمایت میں بھی ایک فرق رکھا ہے' جہاں سیکولر ڈکٹیٹر تھا اس کی حمایت کی' حسنی مبارک' انوار السادات' زین العابدین' صدام کی حمایت کی۔ جہاں سیکولر ڈکٹیٹر نہیں تھا وہاں انہوں نے کہا کہ یہ تو ظلم ہے' جبر ہے' تشدد ہے۔ ان کی پالیسیوں کے خلاف جس نے بھی آواز اٹھانے کی کوشش کی انہوں نے اس کے خلاف ایکشن لیا۔ مغرب کا بہت دوغلہ چہرہ ہے' مغرب تو قطعی طور پر جمہوریت نہیں چاہتا۔ وہاں بھی جو جمہوریت ہے وہ پاپولر جمہوریت نہیں ہے' وہاں بھی خریدی ہوئی جمہوریت ہے' خریدی ہوئی جمہوریت میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ کارپٹ سیکٹر کے سو ڈیڑھ سو لوگ کبھی بھی دو تین پارٹیوں سے آگے نہیں جانے دیتے۔ اوباما کی پارٹی کو سات بلین ڈالر دیدیئے' بش کی پارٹی کو دیدیئے' سرکوزی کی پارٹی کو دیدیئے' وہ فنڈنگ ان کی کمپین چلاتی ہے' اس کے بعد وہی فنڈنگ ہوتی ہے جو ان کو میڈیا کے سامنے لے کر آتی ہے' وہی فنڈنگ ہوتی ہے جو انہیں الیکشن جتواتی ہے۔ ان کا صدر ایک کٹھ پتلی ہوتا ہے' مثلاً جمی کارٹر کو مونگ پھلی کے فارم سے اٹھاتے ہیں اور عوام کے نمائندے کے طور پر پیش کر دیتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ امریکہ کا کل جی ڈی پی 15 ٹریلین ڈالر ہے اور اس کا کل قرضہ 16 ٹریلین ڈالر ہے' یہ ٹوٹل 31 ٹریلین ڈالر بن گئے لیکن امریکہ کے سرمایہ داروں نے 32 ٹریلین ڈالر ٹیکس چوری کرنے کے لیے کیمن آئی لینڈ میں رکھا ہوا ہے' کانگریس میں کوئی ایک شخص بھی آواز نہیں اٹھاتا کہ یہ چوری کیا ہوا قوم کا پیسہ واپس لے کر آؤ کیونکہ کانگریس ان کی خریدی ہوئی ہے۔

سوال: خانہ کعبہ میں غیر مسلم داخل کیوں نہیں ہو سکتے؟

اوریا مقبول جان: اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی نجاست شرک کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہر چیز معاف کر دوں گا لیکن اپنے ساتھ کسی کو شریک کرنے کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی صفات کے اندر' اللہ تعالیٰ کی ذات کے اندر' اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے اندر کسی کو شریک کرتے ہیں تو یہ بہت بڑا شرک ہے۔ کسی بھی مقام پر

Marfat.com

آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو اللہ تعالیٰ نے اتنا کچھ دیدیا ہے' فلاں شخص کو اللہ تعالیٰ نے بڑی حیثیت دیدی ہے' طاقت دیدی ہے لیکن اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ طاقت اس نے خود حاصل کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے برابر کھڑا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ بالکل پسند نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح انداز میں کہا ہے کہ اے تمام بنی نوع انسان تم اللہ کے سامنے فقیر ہو' اس میں پیغمبر بھی شامل ہیں' اس میں صحابہ کرامؓ بھی شامل ہیں' اس میں اولیائے کرام بھی شامل ہیں' اس میں عالم بھی شامل ہیں۔ خانہ کعبہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرا گھر ہے اور میرے گھر کو نجس سے پاک ہونا چاہئے۔ رسول اللہؐ نے تو یہاں تک کہا تھا کہ عرب کو بھی پاک کردو۔ سورۂ توبہ کے شروع میں اسی وجہ سے بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی' اس کی ایک وجہ ہے' اللہ تعالیٰ نے ازل سے ابد تک اس کائنات کو صرف دو قوموں میں تقسیم کیا ہے' ایک وہ لوگ جو اللہ کے ساتھی ہیں اور دوسرے وہ جو اللہ کے دشمن شیطان کے ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی اسی دو قومی نظریے کے مطابق لوگوں کو قبروں سے اٹھائے گا۔ دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے۔

سوال: کیا کسی بھی غیر مسلم کو نجس کہنا مناسب رویہ ہوگا؟

اوریا مقبول جان: پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ایک بات پوری طرح طے ہے' قرآن کے اندر جب تک آپ اپنے نظریے کو خالص کر کے نہیں بتائیں گے' نجس سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ آپ کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتے' نجس سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ آپ کے ساتھ گلے نہیں مل سکتے' نجس سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ ان سے سلام دعا نہیں لے سکتے' نجس اللہ کے گھر کے لیے ہے۔

سوال: لیکن رسولؐ کے دور میں تو ممنوع نہیں تھا؟

اوریا مقبول جان: سورۂ برات اتری تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اب غیر مسلم کا خانہ کعبہ میں داخلہ حرام ہے' انہیں نکال دو۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا واضح حکم ہے کہ خانہ کعبہ کو پاک کردو۔ قرآن کے اندر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو گھر بنانے کیلئے کہا تو کہا کہ اس کو طواف کرنے والوں کیلئے' رکوع کرنے والوں کیلئے' سجدہ دینے والوں کیلئے خالص کردو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے' یہ کسی اور کا حکم نہیں ہے۔ اس دنیا میں آپ کو یا مجھے اس دین کی طرف مائل کرنے کا ٹھیکیدار نہیں بنایا' اللہ تعالیٰ تو پیغمبر کو بھی کہتا ہے کہ تم ٹھیکیدار نہیں ہو ہدایت تو میں نے دینی ہے اور ہدایت کے لیے کہتا ہے کہ جس کو چاہوں گا ہدایت دوں گا اور جسے چاہوں گا ہدایت نہیں دوں گا' گمراہ کردوں گا' اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

سوال: پاکستان میں پایا جانے والا تصوف بدھ ازم اور ہندوازم سے متاثر ہے؟

اوریا مقبول جان: دنیا کا کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس میں تصوف نہ ہو۔ عیسائیوں میں آج بھی صوفی موومنٹ چل رہی ہے۔ ہندوؤں میں باقاعدہ رشی اور منی کا کانسیپٹ دراصل صوفی ازم کا کانسیپٹ ہے۔ دنیا کا کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس کی کوئی روحانی سائٹ نہ ہو اور اس روحانی سائٹ کو لے کر وہ آگے نہ چلے۔ ہوتا یہ ہے کہ بنیادی طور پر شریعت کا راستہ ایسا راستہ ہے کہ جس کے اندر لائٹس لگی ہوئی ہیں' بڑے بڑے نشانات لگے ہوئے ہیں' اسے اللہ اور اس کے رسولؐ

Marfat.com

نے صراط مستقیم کہا ہے' اس کے اوپر آپ جب چلتے ہیں تو راستہ خود بخود پتہ چلتا رہتا ہے' کہاں رکنا ہے اور کہاں سے مڑنا ہے' تصوف اگر دین کی شریعت کے تابع ہو تو پھر تو آپ راستے پر رہتے ہیں ورنہ آپ بھٹک جاتے ہیں۔ اس کا بنیادی خاصہ یہ ہے کہ آپ نے زندگی کے اندر وہ اصول وضع کئے جو شریعت کہتی ہے تو وہ تصوف کی پہچان ہے۔

سوال: ہمارے معاشرے میں جعلی پیروں نے تصوف کو داغدار کر دیا ہے' کیا اس کا Revival ممکن ہے؟

اوریا مقبول جان: اس ملک کے اندر اس وقت ایک لاکھ یا سوا لاکھ ڈاکٹر ہیں لیکن ان کے مقابلے میں سولہ سترہ لاکھ جعلی حکیم اور عطائی ڈاکٹر ہیں۔ ان کو تو کوئی کچھ نہیں کہتا کہ انہوں نے ڈاکٹری کے پیشے کو داغدار کر دیا ہے۔ اصل ڈاکٹر تو اصل ہوتا ہے' وہ کوالیفائیڈ ہوتا ہے۔ اسی طرح تقریباً ستر پچھتر ہزار انجینئر ہیں' آٹھ نو لاکھ مستری اور نقشہ نویس ہیں' پل بناتے ہیں' عمارتیں بناتے ہیں۔ بنیادی طور پر جس نے جس طرح کا سودا خریدنا ہوتا ہے وہ اسی طرح کی دکان پر جاتا ہے۔ مجھے خالص چاہئے ہوگا تو میں خالص والے کے پاس جاؤں گا' مجھے جعلی دوائی چاہئے ہوگی تو میں جعلی حکیم کے پاس چلا جاؤں گا۔

سوال: خالص صوفی کو ایک عام شخص کیسے پہچان سکتا ہے؟

اوریا مقبول جان: صوفیاء نے اس کی دو تین علامتیں بتائی ہیں۔ ان علامتوں کو اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو اللہ والے کی پہچان نظر آ جائے گی۔ ایک تو یہ ہے کہ جہاں وہ رہتا ہو' اگر وہ کسی کالج میں پڑھاتا ہے' اگر کہیں مزدوری کرتا ہے' اگر وہ مولوی ہے' وہ دنیا سے الگ تھلگ نظر نہیں آئے گا' یہ نہیں ہوگا کہ اس نے چوغا پہنا ہوگا' خوشبو لگائی ہوگی' باقی تمام لوگوں سے زیادہ عاجز' مسکین اور سادہ ہوگا۔ جو شخص مختلف قسم کے کپڑے پہنتا ہے' جو شخص مختلف قسم کا عمامہ پہنتا ہے' جو آتا ہے تو لوگ اس کے آگے جھکنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ اس کو پسند کرتا ہے' رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں۔ یہ حکم دیا کہ کھڑے ہوا کرو لیکن جو اسے پسند کرے اللہ کے رسولؐ نے اس پر لعنت بھیجی۔ حضور اکرمؐ کے لیے صحابہ کرامؓ نے ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا دیا تھا لیکن آپؐ نے پاؤں کی ٹھوکر سے اسے اکھاڑ دیا تھا۔ دوسری پہچان یہ کہ اس کے اندر حضور اکرمؐ کی شریعت کا اتباع موجود ہوگا' وہ نماز پڑھنے میں سستی کا مظاہرہ نہیں کرے گا' روزے نہیں چھوڑے گا۔ تیسری پہچان یہ ہے کہ اس شخص کی محفل میں بیٹھ کر آپ کو قلبی سکون محسوس ہوگا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس محفل میں ہم سکینت اتارتے ہیں' جب باہر سے آئیں گے تو آپ کو بے چینی لاحق ہوگی لیکن محفل میں آتے ہی آپ اپنے دل کو پرسکون محسوس کریں گے۔ چوتھی چیز جو اس صوفی کے اندر سب سے اہم ہوگی وہ یہ کہ وہ دعوے سے پاک ہوگا' یہ نہیں کہے گا کہ میں قطب ہو گیا' میں فلاں ہو گیا ہوں۔

سوال: کیا کوئی ایسا صوفی بھی گزرا ہے جو سائنسدان بھی ہو؟

اوریا مقبول جان: حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ مومن کو عہد حاضر کی فراست کا علم ہوتا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ صوفی وہ ہے جس نے لنگر چلانا ہوتا ہے' اس نے ایک خانقاہ بنائی ہوتی ہے' صوفی تو ہو سکتا ہے کہ اے جی آفس میں کلرک کے طور پر

Marfat.com

کام کرتا ہوا مل جائے' ہوسکتا ہے کہ کسی صوفی کی ڈیوٹی پرائم منسٹر ہاؤس میں لگی ہوئی ہو' ہر صوفی کہیں نہ کہیں اپنا کام کر رہا ہوتا ہے۔

سوال: یہ ڈیوٹیاں کون لگاتا ہے؟

اوریا مقبول جان: صوفیاء کے اندر اپنا ایک سسٹم ہے' وہ سسٹم کو کھولتے نہیں ہیں' مجھے خود اس چیز کا کچھ صحیح علم نہیں ہے لیکن روایت کے مطابق وہ یہ کہتے ہیں کہ جو صوفیاء ہوتے ہیں' جنہیں ڈیوٹی والے کہا جاتا ہے' ان کی ایک مکمل طور پر پوری تنظیم بن جاتی ہے۔ حضور اکرمؐ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ 40 لوگ ایسے ضرور رکھتا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی سنت پر ہوتے ہیں' جن کی دعاؤں کی وجہ سے آپ پر بارش برستی ہے' جن کی دعاؤں کی وجہ سے قحط دور ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو یہ مرتبہ عبادات کی وجہ سے نہیں بلکہ خلق خدا کے ساتھ ان کے تعلق کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ 7 لوگ ایسے رکھتا ہے جو حضرت نوحؑ سے ہیں' جن کی وجہ سے سیلاب آتے ہیں' عذاب آتے ہیں' وہ غصے میں رہتے ہیں' کہتے ہیں کہ ان کے نفل کو بھی نہ چھوڑنا' ایسے لوگ خاص کیفیت میں پہنچتے ہیں اور پھر ان کے بڑے ان کو اپنے لئے چن لیتے ہیں' جب وہ اس گروپ میں شامل ہو جاتا ہے تو اس پر پہلی پابندی یہ لگتی ہے کہ اگر تم نے زبان کھولی تو تمہاری نااہلی شروع ہو جائے گی۔

سوال: خدا کی قربت حاصل کرنے کیلئے صوفی لوگوں کے دل جیتتا ہے اور لوگوں کو خدا کی طرف لے کر جاتا ہے' علمائے کرام جہاد اور عبادات کی ترغیب کرتے ہیں تو خدا کا قرب کیسے نصیب ہوسکتا ہے؟

اوریا مقبول جان: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ گمراہی بھی انسان کو میری طرف لے آتی ہے۔ بنیادی طور پر دونوں کے اپنے اپنے کام ہیں۔ رسول اکرمؐ کی دعوت تین حصوں پر تقسیم ہوتی ہے' پہلی وہ جو قاری حضرات ہیں' دوسری وہ جو صوفی ہیں اور تیسرے وہ جو علمائے کرام ہیں۔ تینوں کا علیحدہ علیحدہ کردار ہے' اگر آپ یہ کہیں کہ قاری جس نے ساری زندگی خوش الحانی میں گزاری وہ اگر فقہ بھی شروع کر دے' عالم دین اگر تصوف میں چلا جائے تو ایسا ممکن نہیں ہے' تینوں ڈیوٹیاں الگ الگ ہیں' اگر تینوں ہو جائیں تو پھر تو وہ پیغمبر ہو جائے۔

سوال: صوفیائے کرام نے پاکستان میں دہشت گردی کو روکنے کیلئے کیا کردار ادا کیا ہے یا کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

اوریا مقبول جان: صوفیائے کرام کا بنیادی طور پر کام دہشت گردی روکنا اس طرح سے نہیں ہوتا' وہ معاشرے کے اندر ایک طرح سے ہارمنی پیدا کرتے ہیں' زمین نرم کرتے ہیں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ صوفیائے کرام کھڑے ہو کر کوئی گروپ یا گروہ بنائیں گے اور دہشت گردی کے خلاف کوئی تحریک چلائیں گے تو یہ صوفیاء کا کام نہیں ہے۔ صوفیاء نے ہمیشہ ایک کام کی طرف توجہ دی ہے' بنیادی طور پر ایک بات یاد رکھیں کہ آپس میں قتل و غارت انسان نہیں کرتے یہ انسانوں پر اللہ کا عذاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تین عذابوں کی بات کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ تم پر عذاب نازل کریں' تمہارے سروں کے اوپر سے' تمہارے پاؤں کے نیچے سے اور پھر تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے سے

Marfat.com

لڑا کر قتل و غارت کا مزا چکھائیں۔ اگر اللہ عذاب نازل کرے تو صوفیاء کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اس عذاب روک سکیں۔ عذاب اللہ کا ہے تو مدد بھی اللہ سے ہی مانگنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ میں دو کام کرتا ہوں، تمہیں بھوک میں کھانا دیتا ہوں اور خوف میں امن دیتا ہوں۔ صوفیاء کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو گھیر گھار کر لے آئیں اور انہیں بتائیں کہ اللہ سے معافی مانگو کیونکہ یہ عذاب اللہ کی طرف سے ہی آیا ہے۔

(بشکریہ: ویلیوٹی وی)

Marfat.com

ایرانی کونسل جنرل حسین بانی اسدی کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

(اس انٹرویو میں میرے ساتھ ہمایوں سلیم بھی شریک تھے)

سوال: پاک ایران گیس پائپ لائن منصوبہ کی کیا صورتحال ہے اور کیا اتنے امریکی دباؤ کے باوجود بھی یہ منصوبہ مکمل ہو جائے گا؟

محمد حسین بانی اسدی: گیس پائپ لائن منصوبہ ایران اور پاکستان کے تجارتی حجم کو بڑھائے گا۔ اس منصوبے کے ساتھ پاکستان کو پانچ ہزار میگاواٹ بجلی بھی ملے گی جو پاکستان کی صنعتی ترقی میں معاون ثابت ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گیس کی قیمت کچھ زیادہ ہوگی کیونکہ اس کی سپلائی میں اخراجات بہت زیادہ ہو رہے ہیں۔ اس سے پاک ایران کی تجارت بھی بڑھے گی۔ ہم بھی پاکستان سے کچھ اشیاء امپورٹ کریں گے تاکہ پاکستان پر زیادہ بوجھ نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ایسا آئیڈیل منصوبہ بن سکتا ہے کہ دوسرے ممالک بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ گیس پائپ لائن جہاں سے چلے گی وہاں روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے اور مجموعی طور پر پاکستان اور ایران کے درمیان یہ پہلا میگا منصوبہ ہوگا اور اس سے آنے والے منصوبوں پر بھی اثر پڑے گا۔

سوال: اس منصوبے پر بیرونی دباؤ بھی بہت ہے، اگر پاکستان پر اس منصوبے کی وجہ سے اقتصادی پابندیاں لگ گئیں تو کیا ایران پاکستان کی مدد کرے گا؟

محمد حسین بانی اسدی: جو معاہدے دو ممالک کے درمیان ہوتے ہیں، اس میں یہ پابندی ہوتی ہے کہ دونوں ممالک اس پر عمل کریں۔ اس معاہدے کے حوالے سے ہم نے یہ ذمہ داری لی ہے کہ ہم 2014ء تک اپنا کام مکمل کریں گے اور پاکستان اپنا کام مکمل کرے گا، یعنی دونوں ممالک اپنا اپنا کام کرنے کے پابند ہیں اور اس معاہدے میں یہ بھی طے ہوا کہ اگر کوئی ملک اپنا کام پورا نہیں کرے گا تو وہ جرمانہ ادا کرے گا۔ ایران نے اس منصوبے پر اب تک کئی بلین ڈالر خرچ کر دیئے

Marfat.com

ہیں۔ابھی تک جو کام کی رفتار جاری ہے اسے دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ وقت پر کام مکمل ہو جائے گا۔ ہماری طرف سے 900 کلومیٹر تک کام مکمل ہو چکا ہے۔صرف 100 کلومیٹر کا حصہ رہ گیا ہے۔اس کے علاوہ پاکستان میں نواب شاہ تک پائپ لائن کی تعمیر کے لیے ہم نے 500 ملین ڈالر کا قرض بھی پاکستان کو دیا ہے۔ یہ ایک تہائی حصہ اس کی قیمت بنتی ہے باقی پاکستان اپنے وسائل سے خرچ کرے گا۔ اُمید ہے کہ پاکستان کے وزیر پٹرولیم جلد ایران جائیں گے اور معاملات مزید آگے جائیں گے۔ مسلمان ممالک کو اِدھر اُدھر دیکھنے کے بجائے اب اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہوگا اور بیرونی دباؤ کو مسترد کرنا ہوگا تبھی کامیابی ممکن ہے۔

سوال: پاکستان اور ایران کے تعلقات میں مزید اضافہ کیسے ممکن ہے؟ اور بیرونی مداخلت کو کیسے روکا جائے؟

محمد حسین بانی اسدی: سب سے پہلے پاکستان اور ایران میں ہر سطح پر میل جول بڑھنا چاہیے۔اس سے جب دونوں بارڈرز پر آنا جانا بڑھے گا تو تجارت کی نئی راہیں کھلیں گی اور اکنامک تعاون بڑھے گا۔ دوسرا حکومتوں کو چاہیے کہ بنیادی ڈھانچہ کو زیادہ سے زیادہ بہتر کریں۔ کوئٹہ سے ایران بارڈر تک موٹروے ہو، بلٹ ٹرین ہوتا کہ آسانی سے لوگ اِدھر اُدھر آجا سکیں۔ دوسرا میڈیا، ایجوکیشن انسٹیٹیوٹ میں بہت زیادہ تعاون کی ضرورت ہے اور ثقافتی اور معاشی طور پر ایسی کوششیں ہوں کہ لوگوں کو باور ہو کہ یہ ان کے فائدے میں ہے۔اسی طرح لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ دوسرے ممالک جو ان کے ملک میں مداخلت کرتے ہیں، یہ غلط ہے۔اگر عوام میں شعور آجائے گا تو بیرونی مداخلت ختم ہو جائے گی۔

سوال: کیا جو سیمینار ہوتے ہیں ان کا کوئی نتیجہ نکلتا ہے؟

محمد حسین بانی اسدی: جی ہاں! بالکل اس کا مثبت نتیجہ نکلتا ہے۔

سوال: ایران کے انقلاب نے تہلکہ مچا دیا تھا، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ایران اُمت مسلمہ کا لیڈر کیوں نہ بن سکا؟

محمد حسین بانی اسدی: میری نظر میں انقلاب اسلامی ایران نے دُنیا میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔اگر آپ گزشتہ 34 سال پر نظر ڈالیں تو تمام اسلامی ممالک میں اس سے ایک انرجی آئی، جو اسی انقلاب کے ثمرات ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے تشخص و پہچان کے لیے بہت کام کیا جیسے اسلامک آرگنائزیشن بنائی۔ اس راستے میں اسلامی ممالک کو بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لہٰذا اسلامی ممالک کی راہ میں رکاوٹ ڈالی جاتی ہے اور انہیں ایک ہونے سے روکا جاتا ہے۔ سب سے بڑھ کر خارجی عناصر نہیں چاہتے کہ اُمت مسلمہ ایک ہو لہٰذا وہ کوشش کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں ان کی راہ میں روڑے اٹکاتے رہیں اور معاشی لحاظ سے بہت سے ممالک کی مغرب سے وابستگی ہے، اسی لیے وہ اپنے لیے نہیں سوچ سکتے۔اس لیے جب تک یہ تمام مشکلات حائل ہیں ہم آئیڈیل صورتحال تک نہیں پہنچ سکتے، اس راستے کا آغاز ہو چکا ہے لیکن اس تک پہنچنے میں وقت لگے گا۔ جب تک مسلمان اپنی مشکلات پر قابو نہ پائیں گے اس جگہ تک نہ پہنچ سکیں گے۔علامہ اقبالؒ نے کہا کہ:

اس جہاں میں اپنے بال و پر کو پھیلانا سیکھو

Marfat.com

کسی اور کے بال و پر کے ساتھ آپ اُڑ نہیں سکتے۔ میرے خیال میں اس میں علامہ اقبالؒ نے کہا ہے کہ خود انحصاری پیدا کریں اور جب تک علامہ اقبالؒ کے مصداق ہم خودی نہیں پا لیتے ہم کامیاب نہیں ہوں گے۔

سوال: ایران ایک ایسا ملک ہے جو امریکہ کو بھی آنکھیں دِکھاتا ہے، آپ کی لیڈرشپ اور عوام میں خودداری کیسے ڈیویلپ ہوئی؟

محمد حسین بانی اسدی: ایسے کاموں میں ایک لیڈر کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ خاص کر سوشل ڈویلپمنٹ میں اور اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے پاس امام خمینی جیسا لیڈر آیا۔ انہوں نے خودداری کو بنیادی قرار دیا اور ہمارے موجودہ لیڈر بھی ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ دوسرا ہمارے لوگوں میں اس مسئلے پر اتحاد ہے۔ ہماری عوام اس سے قطع نظر کہ وہ کس صوبے میں ہیں، خود کو ایرانی جانتے ہیں۔ اس طرح لیڈرشپ اور عوام کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ خودمختار رہیں اور قوم کی خودمختاری کے لیے کوشاں رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ایران میں امریکہ سمیت کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتے اور لیڈرشپ، اتحاد اور ہدف، اس کے ثمرات اس وقت آپ کو ملیں گے جب آپ اپنی ثقافت اور مذہب پر کاربند رہیں گے۔ ہماری بہت اچھی تاریخ رہی ہے اور اسلام کی اتنی طاقت رہی ہے کہ اس کے اثرات آج بھی یورپ تک پائے جاتے ہیں اور جب تک آپ میں خودداری نہیں آئے گی دُنیا آپ کو تسلیم نہیں کرے گی۔

سوال: آپ کے نزدیک کس ملک کو ترقی یافتہ کہا جا سکتا ہے؟

محمد حسین بانی اسدی: جن ممالک میں ثقافتی، صنعتی، سیاسی طور پر استحکام پایا جائے اور ان کے دیگر ممالک سے تعلقات بھی ٹھیک ہوں، امن و امان کی حالت بھی درست ہو، انہیں ہم ترقی یافتہ ممالک کہہ سکتے ہیں۔

سوال: اس وقت آپ کے نزدیک آئیڈیل اسلامی ملک کون سا ہے؟

محمد حسین بانی اسدی: میری نظر میں تمام اسلامی ممالک میں جن خوبیوں کی میں نے بات کی ہے، ان میں سے کچھ نہ کچھ ان میں موجود ہیں، جس میں تمام خوبیاں موجود ہوں گی اسے ہم آئیڈیل کہیں گے مثلاً ملائیشیا نے بہت سی باتوں میں ترقی کی ہے۔ کچھ میں ایران، مصر (موجودہ بحران سے پہلے) اور پاکستان نے بہت کامیابی حاصل کی ہے۔ کچھ فیلڈ میں ترکی نے بھی بہت اچھا کام کیا ہے لیکن اگر آپ آئیڈیل ملک بننا چاہتے ہیں تو تمام شعبوں میں کام کرنا ہوگا۔

سوال: جس طرح ترکی اور امریکہ نے اپنے کلچر کی پاکستان میں برانڈنگ کی ہے، ایران اتنا متحرک نظر نہیں آتا؟

محمد حسین بانی اسدی: ایران اور پاکستان کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان میں ایک تو ہمسایہ ہونے کے باوجود صحیح معلومات ایک دوسرے کو نہیں ملتیں۔ بدقسمتی سے پاکستان اور ایران میں جو رُجحان ہے وہ مشرق کے بجائے مغرب کی طرف ہے۔ مثال کے طور پر دونوں ممالک کا تاجر جب بات کرتا ہے تو وہ یورپ اور جاپان کی طرف دیکھتا ہے۔ بدقسمتی سے دُنیا میں ہمارے ایسے دُشمن بھی موجود ہیں جو نہیں چاہتے کہ ایران اور پاکستان کی قوم آپس میں رابطے میں رہیں۔ اگر ہم اپنی خرابیاں دور کر لیں تو بہت بہتری آسکتی ہے۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ میڈیا اس حوالے سے اہم

Marfat.com

کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس وقت جو پاکستان کی خبریں ہمیں ملتی ہیں وہ مغربی لینز سے ملتی ہے۔ پتا نہیں کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں اور کیا بتانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں ایران کی خبریں مغربی لینز سے ملتی ہیں۔ اگر ہم ایک دوسرے کی صحیح خبروں کا تبادلہ کریں تو یہ راستے بہتر ہوں گے اور دونوں ممالک کے مفاد میں ہوں گے۔

سوال: پاکستان اور ایران میں ثقافت کو فروغ کیسے دیا جا سکتا ہے؟

محمد حسین بانی اسدی: ہمارے پاکستان کے ساتھ بہت زیادہ ثقافتی اور تاریخی تعلقات ہیں، لہٰذا ایک بات طے ہے کہ ہمیں اسے فروغ دینے کے لیے کسی فنڈز کی ضرورت نہیں اور ہماری ثقافتی سرگرمیاں روز بروز بڑھ رہی ہیں اور ہماری ثقافت تو ایک ہی ہے۔ بس میں یہ کہوں گا کہ پاکستان اور ایران کی ثقافت کو فروغ دینے کے لیے میڈیا اہم کردار ادا کرے۔

سوال: آپ مصر، شام کی صورتحال پر کیا کہیں گے؟

محمد حسین بانی اسدی: شام کے حوالے سے امریکہ حملے تک تیار ہو چکا تھا لیکن اللہ کا شکر ہے ایران اور روس کے مزاحمت کرنے پر امریکہ باز آ گیا اور جنگ ٹل گئی۔ ہم اُمید کرتے ہیں شام کا مسئلہ مذاکرات کے ذریعے حل کر لیا جائے گا اور عوام کو حق دیا جائے کہ وہ کسی بیرونی مداخلت کے بغیر انتخابات کے ذریعے اپنی لیڈرشپ کا انتخاب کریں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ غیر ملکی بھی وہاں سے نکل جائیں۔ اب جہاں تک مصر کی صورتحال کا تعلق ہے اب دُنیا میں مارشل لاء کا زمانہ نہیں ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک اتنی طاقت پا لیں گے کہ بیرونی دباؤ ان پر لاگو نہ ہو۔

(بشکریہ: نئی بات سنڈے میگزین)

Marfat.com

جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کا روزنامہ ''نئی بات'' کیلئے انٹرویو

سوال: ہمارے معاشرے میں ریڈنگ کا رواج بہت کم ہو گیا ہے' ہم جتنا بھی میڈیا پر سن لیں یا لیکچر سن لیں اس کا وہ فرق نہیں پڑتا' اس کی کیا وجہ ہے قرآن بھی تو اوراٹل ہے؟

جاوید اقبال: قرآن کا زیادہ ثواب اسے پڑھنے کا ہے' اس پر لیکچر سننے کا نہیں۔ قرآن کو پڑھنا ضروری ہے' خاص طور پر رمضان المبارک میں قرآن پاک ضرور پڑھنا چاہئے' کم از کم ایک پارہ ضرور پڑھیں۔ جو چیز آپ پڑھتے ہیں وہ نظروں سے گزرتی ہے اور اس کا اثر دوسری طرح کا ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ جو چیز کان سے سنی جائے۔

سوال: آپ ملاؤں کے کافی خلاف رہے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

جاوید اقبال: وہ میرا رویہ نہیں' میرے والد صاحب کا رویہ ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ رویہ مجھے وراثت میں ملا ہے۔ انہوں نے تو جو الفاظ استعمال کئے ہیں' خاص طور پر جاوید نامے میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں' وہ بہت ہی سخت ہیں۔ ملا چونکہ فارسی کو سمجھتے نہیں ہیں اس لیے انہیں نہیں معلوم کہ کس طرح کہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن جو فارسی کو سمجھتے ہیں وہ بخوبی ان الفاظ کو سمجھتے ہیں۔ علامہ اقبال نے ہمارے زوال کا باعث تین چیزوں کو بتایا ہے جو ہماری تاریخ کا عملی حصہ ہیں' ایک وجہ بادشاہت ہے' جسے ملوکیت بھی کہتے ہیں' اس کے ساتھ خانقاہیت بھی وجہ ہے۔ ملوکیت کی وجہ سے مسلمان شہری ہونے کی بجائے رعایا بن گئے۔ نوبت یہاں تک آ گئی تھی کہ جب عباسی خلیفہ کا حکم آتا تھا تو لوگ کفن پہن کر جاتے تھے کہ کیا معلوم اس میں موت کا پیغام ہو۔ شہریوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہ گئی تھی۔ علامہ کی ملائیت سے مراد یہ ہے کہ جب علماء میں بانجھ پن ہو جائے' ان کی کوئی اجتہادی سوچ ہی نہ رہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک ہمارے زوال کی ایک وجہ ملائیت ہے۔

سوال: دیکھنے میں آیا ہے کہ ہمارے ہاں تھرڈ ریٹڈ سٹوڈنٹس مدارس اور مذہب کی طرف جاتے ہیں' کیا اسلام ہماری ایلیٹ

Marfat.com

کلاس کو متاثر نہیں کر سکا؟

جاوید اقبال: سیاسی آزادی حاصل کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم زوال سے نکل آئے ہیں۔ آج کل کے زمانے میں مغربی سوچ بہت زیادہ ہے۔ آج کل مذاہب کی انسانوں پر پہلے جیسی گرپ نہیں ہے۔ یورپ میں بھی جو تبدیلی آئی ہے' اس سے یورپ مذہب سے دور ہو گیا ہے۔

سوال: آپ کے نزدیک کامیابی کیا ہے؟

جاوید اقبال: کامیابی یہی ہے کہ آپ اپنی سوچ اور ریجنل کریں۔ عقیدے کے ساتھ ہمارے طلبہ کی دلچسپی ہو یا نہ ہو لیکن سوچ اجتہادی و تخلیقی ہونی چاہئے۔ جن چیزوں کو ہم چھوڑ چکے ہیں ان میں مغرب آگے چلا گیا ہے' ان چیزوں پر توجہ دینی چاہئے۔ اسلام حقائق کی دنیا اور مادی دنیا کو حقیقت کے طور پر تسلیم کرتا ہے' لہٰذا سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم آپ پر فرض ہے بلکہ بقول اقبال وہ تعلیم آپ پر فرض ہے۔ یعنی نیچر اور کائنات کو سمجھنا ایک طرح سے عبادت ہے۔ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سائنسدان بھی ایک طرح کی عبادت ہی کر رہا ہوتا ہے۔

سوال: فرات اور دجلہ کے درمیان ریاستوں میں مسلمانوں کا انٹلیکچوئل لیول بہت زیادہ تھا' کیا مسلمان اپنی مارکیٹنگ کرنے میں ناکام رہے؟

جاوید اقبال: جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو اس میں ایسی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ دنیا میں آج تک کوئی بھی ایسی قوم نہیں ہوئی جو زوال پذیر نہ ہوئی ہو۔ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے' جو کتابیں قرآن سے پہلے آتی رہیں ان کے بہت سے وفادار تھے' ان کتابوں کے ماننے والے تھے لیکن وہ کتابیں محفوظ نہیں رہیں۔

سوال: آپ کے نزدیک خدا کا تصور کیا ہے؟

جاوید اقبال: علامہ اقبال کے نزدیک خدا کا تصور جو میں نے سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ خودی ہی ہے۔ علامہ اقبال جاوید نامے میں سنسکرت کے بہت بڑے شاعر برتری ہاری سے پوچھتے ہیں کہ شاعر کا شعر خدا کی طرف سے آتا ہے یا وہ اس کی اپنی خودی ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ آج تک خدا کو بھی معلوم نہیں کہ شاعر کا مقام کیا ہے کیونکہ ایک پیغمبر اور ولی تو خدا کو دیکھ کر مطمئن ہو جاتا ہے' یہ تو دونوں حالتوں میں مطمئن ہی نہیں ہوتا' یعنی نہ تو یہ فراق میں خوش ہے اور نہ وصال میں۔ ایک طرح سے علامہ اقبال شاعر کا مقام ولی اور پیغمبر سے بھی بلند کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات علامہ اقبال کی زندگی میں شعروں اور لفظوں کی اس طرح بارش ہو رہی ہوتی تھی کہ اتنی تیزی سے لکھنا ناممکن ہوتا تھا۔ ایک دفعہ محمد دین تاثیر علامہ اقبال کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے ایک نیا رسالہ نکالا ہے اس کے لیے آپ سے ابھی غزل لے کر جانی ہے۔ علامہ اقبال نے کہا کہ میں ابھی تو فارسی میں جاوید نامہ مکمل کر کے بیٹھا ہوں' اتنی جلدی اردو میں غزل نہیں کہہ سکتا اور فارسی میں شعر کہنے کے بعد اردو میں شعر کہنا میرے لیے بالکل اسی طرح ہے جیسے سنگ مرمر کی عمارت بنانے کے بعد گارے کی عمارت بنانا' مجھ سے اب اردو میں شعر نہیں کہا جاتا۔ محمد دین تاثیر نے کہا کہ کچھ بھی ہو لیکن میں نے غزل لے کر ہی جانی ہے۔ علامہ اقبال نے کہا کہ

Marfat.com

چلو ٹھیک ہے لیکن پہلے تم اپنی کوئی غزل سناؤ تا کہ اس کو سن کر مجھے کچھ تحریک ہو۔ محمد دین تاثیر نے اپنی مشہور غزل سنائی جس کے جواب میں پھر علامہ اقبال نے غزل ''دابر محشر کو اپنا راز داں سمجھا تھا میں'' کہہ ڈالی۔ محمد دین تاثیر نے اپنے مضمون میں اس غزل کے بارے میں لکھا ہے کہ علامہ اقبال پر اس تواتر سے شعر آ رہے تھے کہ مجھ سے لکھنا مشکل ہو رہا تھا' ابھی میں ایک شعر لکھ نہ پاتا تھا کہ دوسرا شعر آ جاتا تھا۔

سوال: الہام کا سلسلہ رک گیا ہے یا اب بھی لوگوں کو الہام ہوتا ہے؟

جاوید اقبال: ہمارے اکثر علماء کا یہ تصور ہے کہ نبوت کے خاتمے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ولی اللہ اور ان جیسی شخصیات اب نہیں آئیں گی' وہ تو آتی رہیں گی لیکن پیغمبر نہیں آئیں گے۔ علامہ اقبال کا ختم نبوت کے بارے میں تصور کچھ اور ہے' کچھ فلسفیانہ تصور ہے' وہ کہتے ہیں کہ نبوت کا نہ آنا' مذہبی پیشوائیت کا اسلام میں نہ ہونا اور ملوکیت کا نہ ہونا وہ اس سے یہ تصور پیدا کرتے ہیں کہ قرآن کا نزول اس وقت ہوا جب عقل استقرائی اتنی میچور ہو گئی تھی کہ نبیوں کی ضرورت نہیں رہی تھی' یہ پرانی دنیا کے لیے سہارے تھے۔ اسی طرح ملوکیت کی ضرورت نہیں رہی تھی' علامہ اقبال کے بقول اسلام میں ملوکیت نہیں ہے' نبیوں کی ممانعت ہو گئی کہ نبیوں نے اب نہیں آنا۔ اسی طرح اسلام میں مذہبی پیشوائیت بھی نہیں ہے۔ علامہ اقبال کا تصور یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانے میں جو دو ایمپائر سسانین اور رومن کو بھی اسلام نے ختم کر کے ثابت کر دیا کہ ملوکیت پرانے زمانے کا سہارا ہے' پرانی دنیا کو ان سہاروں کی ضرورت تھی' بادشاہوں' نبیوں کی ضرورت تھی۔ اقبال کا تصور ہے کہ انسان اب خود عقلی طور پر اتنا میچور ہو گیا ہے کہ اب اسے ان چیزوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اقبال کہتے ہیں کہ اسلام کا پیغام سلطانی جمہور ہے۔

سوال: بگ بینگ کی تھیوری پر جو ریسرچ ہوئی ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

جاوید اقبال: بگ بینگ کی تھیوری پر بہت سے سوالات اٹھتے ہیں۔ بگ بینگ کی تھیوری یہ ہے کہ ایک دھماکہ ہوا اور یہ ساری کائنات وجود میں آ گئی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر دھماکہ ہوا کہاں؟ کیا وہ فضا میں ہوا؟ اس کا مطلب فضا پہلے سے موجود تھی اور پھر دھماکہ کرنے والے کون تھے؟ کیا یہ اتفاقی دھماکہ تھا؟ اگر یہ دھماکہ اتفاقی تھا تو دھماکے میں جو مواد استعمال ہوا وہ کس نے رکھا تھا؟ وہ کیسے وجود میں آ گیا؟ کئی ایسے سوال ہیں جن کے جواب بگ بینگ کی تھیوری نہیں دیتی۔ ایسا ممکن ہے کہ ایک وقت ایسا آئے کہ انسان یہ سمجھ جائے کہ کائنات کا عنصر کیا ہے لیکن پھر بھی یہ مسئلہ رہے گا کہ وہ آیا کہاں سے؟ یہ پیدا کس نے کیا؟ اور جو ثبوت خدا کی موجودگی کے بارے میں زیادہ تر فلسفیوں نے پیش کئے ہیں ان میں زیادہ تر ثبوت ارسطو کے پیش کردہ ہیں۔ ارسطو نے جو تین ثبوت پیش کئے وہ عیسائیت میں بھی قبول کئے گئے اور وہ ہمارے علم غلام والوں نے بھی قبول کئے۔ ارسطو نے جو ثبوت پیش کئے اس میں ایک تو یہ تھا کہ جو وقوعہ بھی پیش آتا ہے اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے' دوسرا ثبوت یہ ہے کہ میں اگر اپنے بارے میں سوچوں کہ میں موجود ہوں یا نہیں تو میرا دماغ بتاتا ہے کہ میں سو فیصد موجود ہوں' اگر میں موجود ہوں تو پھر میرے دماغ میں کامل ذات کا تصور کس نے ڈالا ہے؟ کیونکہ میں تو ناکامل ذات ہوں'

Marfat.com

کوئی کامل ذات بھی تو ہے' وہ کامل ذات ہی خدا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی انسان کے ساتھ کبھی کمیونیکیشن ہوئی ہے؟

جاوید اقبال: پیغمبروں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی انسانوں سے کمیونیکیشن ہوتی رہی ہے' ولی اللہ اور صوفیائے کرام بھی یہ کلیم کرتے رہے ہیں۔ یہ تو علامہ اقبال بھی کہتے ہیں کہ خدا کو دیکھ سکنا ممکن ہے۔ اب یہ جو خدا کو دیکھ سکنے والا معاملہ ہے اس پر اعتراضات ہیں۔ علامہ اقبال جاوید نامے میں کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے بھی اتنی دیر تک خدا کی توحید کو پورے طور پر تسلیم نہیں کیا جب تک معراج میں اس کو دیکھ نہیں لیا۔ اب اس دیکھ سکنے والے معاملے کی اولیاء تو کلیم کرتے ہیں کہ اس کی پوسیبلٹی ہے۔

سوال: انسانوں پر وحی کس طرح نازل ہوتی تھی؟

جاوید اقبال: وحی تو خوابوں کی صورت میں بھی نازل ہوتی رہی ہے' اس پر علماء کرام نے کافی بحث کر رکھی ہے۔ بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا تجزیہ آپ اپنی عقل سے نہیں کر سکتے۔ اس کا حوالہ قرآن و حدیث میں بھی ملتا ہے' رسول اللہؐ پر تو بہت سی کتابیں ہیں جن میں لکھا ہے کہ ان پر بعض اوقات خوابوں میں وحی کا نزول ہوتا تھا' بعض اوقات ایسے معلوم ہوتا تھا کہ آپ سے بات کر رہا ہے۔ بعض اوقات کوئی حقیقت فرشتے کی صورت میں نظر بھی آتی تھی۔ یہ ایسے تجربات ہیں جو اولیائے کرام کو زیادہ ہوتے ہیں۔ خواب عموماً نیند کی حالت میں آتے ہیں لیکن صوفیائے کرام کے نزدیک ایک ایسا خواب بھی ہوتا ہے جو بیداری کے عالم میں آتا ہے اسے ''رویا'' کہتے ہیں۔ اب جو خواب بیداری کے عالم میں دیکھا جائے اسے خواب تو نہیں کہہ سکتے' وہ تو ایک طرح سے واقعہ ہو گیا' وہ واقعہ الہام کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے' ہو سکتا ہے کہ وہ جو آپ کو نظر آ رہا ہے وہ فرشتہ ہو۔

سوال: اکثر خواتین یہ کلیم کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ ان کے خواب میں آئے' کیا آپ کا بھی کبھی ایسا تجربہ رہا ہے؟

جاوید اقبال: نہیں مجھے اس طرح کا تجربہ کبھی نہیں ہوا' میں نے اپنے والد کو بھی خواب میں ان کی وفات کے بعد صرف ایک مرتبہ ہی دیکھا ہے۔ بیس پچیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں علامہ کی سوانح حیات لکھ رہا تھا' 1977ء میں ان کی صد سالہ برسی تھی اور میں نے اس کے بعد کتاب لکھنا شروع کی' میں اس کتاب میں علامہ اور ان کے آباؤ اجداد کے متعلق تحریر کر رہا تھا' میں نے ایک دن اپنی بیگم سے مذاق میں کہا کہ پاکستان کا بننا یا ہندوستان سے علیحدگی مجھے تو یہ پنڈتوں کا آپسی جھگڑا معلوم ہوتا ہے۔ ایک طرف پنڈت جواہر لعل نہرو اور دوسری طرف علامہ اقبال' علامہ اقبال بھی اپنے آپ کو کشمیری پنڈت کہتے تھے' میرے منہ سے یہ بات نکل گئی۔ اس وقت بات آئی گئی ہو گئی' میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ علامہ اقبال جاوید منزل کی چھت پر اپنی آرام کرسی پر بیٹھے ہیں اور میں ان کے سامنے کھڑا ہوں اور وہ میری سرزنش کر رہے ہیں اور وہ غصے میں کہہ رہے ہیں کہ تم میرے متعلق غلط باتیں کیوں لکھتے رہتے ہو؟ بکواس لکھتے رہتے ہو۔ میں نے ان سے کہا کہ میری تو کوشش ہوتی ہے کہ آپ کے متعلق جو صحیح بات ہو اسے لکھوں' تو انہوں نے کہا کہ تم نے میرے متعلق لکھ دیا ہے

Marfat.com

کہ یہ پنڈتوں کا جھگڑا معلوم ہوتا ہے۔

سوال: امریکہ کی قوت کے سامنے اپنا جذبہ ایمانی قائم رکھا جا سکتا ہے؟

جاوید اقبال: نہیں' جذبہ ایمانی اور اس طرح کی ساری چیزیں اس زمانے کی تھیں جس زمانے میں آپ جہاد کرنے کے قابل تھے۔ جب آپ جہاد کرنے کے قابل ہی نہیں تو پھر صبر اور برداشت کی تلقین ہے۔ ہماری قوم کی ابھی تک زوال کی کیفیت ہے' ابھی ہم زوال سے نکلے نہیں ہیں۔ ابھی ہمارا دارومدار ہی امریکہ پر ہے۔

سوال: آپ کے علمی سفر میں میجر انسپائریشن کیا تھیں؟

جاوید اقبال: میری ریسرچ کا موضوع اسلامی سیاسی فلسفہ تھا۔ سیاست ایک سائنس ہے' میں نے اس میں خلفائے راشدین کا دور ٹریس کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کا دور کیا تھا' اس زمانے میں بھی کورٹس پر اثر انداز ہونے والی پارٹیاں ہوتی تھیں۔ ہم نے اپنی تاریخ کو مذہب کا حصہ بنا لیا ہے' اسے تنقید کی نظر سے نہیں دیکھتے' صرف عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایک عدالت حضرت علیؓ نے بنائی تھی جس کا نام ''ناظر المظالم'' تھا۔ اس عدالت میں حضرت علیؓ خود تشریف رکھتے تھے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے جو تین خلفاء گزرے ہیں ان کے دور میں چند صحابہ کرامؓ ایسے بھی تھے جو کورٹ پر بھی اثر انداز ہو جاتے تھے یا اپنی مرضی کے فیصلے لکھوا سکتے تھے۔ اس زمانے میں بھی پاور فل لوگ تھے اسی لیے ناظر المظالم عدالت بنانی پڑی۔ اس کے بعد ملوکیت کیوں قائم ہو گئی' اتنے بڑے عرصے تک ملوکیت قائم رہی' واپس خلفائے راشدین کے دور کی طرف کیوں نہیں گئے؟ صرف ان خلفاء کے نام سکوں پر لکھتے رہے لیکن ان جیسے اعمال اپنائے نہیں جا سکے حتیٰ کہ ہم پر زوال آ گیا۔ میرا تھیسز ہی یہی تھا کہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب کیا تھے۔ علامہ اقبال کا سیاسی ڈائی مینشن میرا موضوع رہا ہے۔ پاکستان کس طرح وجود میں آیا اور اس کے کیا مقاصد ہیں' یہ بھی میرے موضوع کا حصہ ہے۔

سوال: آپ کی زندگی کا مقصد اور فلسفہ کیا ہے؟

جاوید اقبال: اب تو میری زندگی کا کوئی بھی مقصد نہیں' سیاسی طور پر میں نے کوشش کی تھی' بھٹو کے خلاف الیکشن میں حصہ لیا تھا' میرا خیال تھا کہ شاید میں سیاست میں کنٹری بیوشن کر سکوں لیکن اس وقت جو آندھی چلی میں اس میں ہار گیا تھا۔ میں نے سمجھ لیا تھا کہ مجھے قوم نے سیاسی رہبر کے طور پر تسلیم نہیں کیا اس لیے میں سیاست چھوڑ کر وکالت کی طرف چلا گیا اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے لیے یہی ٹھیک تھا۔

سوال: ولید اقبال نے پی ٹی آئی جوائن کی ہے' کیا اس میں آپ کا مشورہ بھی شامل تھا؟

جاوید اقبال: نہیں میرا اس میں کوئی مشورہ شامل نہیں ہے' یہ اس کی اپنی مرضی ہے' نہ میں اس کے جوائن کرنے کے حق میں ہوں اور نہ ہی اس کے خلاف ہوں۔ میرے بچے اگر سیاست میں جانا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اگر وہ مجھ سے مشورہ کرتا تو میں اس سے یہی کہتا کہ سیاست میں نہ جاؤ کیونکہ پھر روزگار کا مسئلہ بن جائے گا۔

سوال: آپ کی نظر میں پاکستان اور ہندوستان کا مستقبل کیا ہے؟ کیا یہ کبھی زوال سے نکل سکتے ہیں؟

Marfat.com

TO COUNTER EXTREMISM, TERRORISM

تصوف اور آج کے صوفی

علی عباس

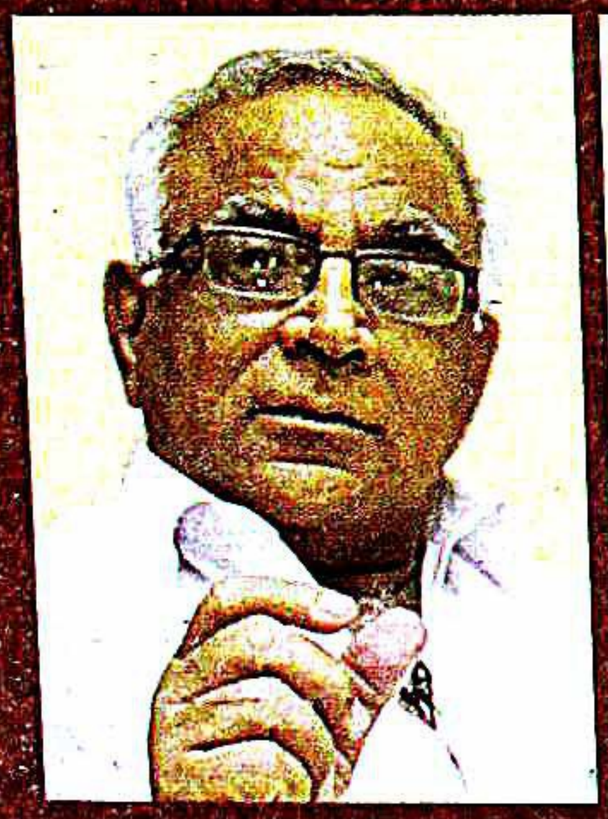

Marfat.com